قل هو للذين آمنوا هدى وشفاء

الحمد للہ کہ وہ کتاب کہ جو نادر تفاسیر کا لب لباب اور جس میں بعد ترجمہ با محاورہ و ترکیب نحوی و ربط آیات
و حل لغات و بیان نکات و اظہار خلاصہ مراد و شان نزول کے مخالفون کا جواب ہے یعنی

تفسیر فتح المنان
مشہور بہ
تفسیر حقانی

کا حصہ دوسرا جو پارۂ اول کی تفسیر ہے اور جس میں یہود و نصاریٰ و مجوس اور حکمائے قدیم اور حکماء حال
اور دہریوں اور نیچریوں اور آج کل کے انگریزی تعلیم یافتوں کے اعتراضات کا جواب تحقیقی و الزامی ہے

مولوی عبد الاحد کے

مطبع مجتبائی دہلی میں طبع ہوا

ماہ شوال سنہ ۱۳ ہجری

قیمت یکجلد للعہ

۱۰۵۰

پارہ دوم

فہرست مضامین

قد جاءتکم موعظة من ربکم وشفاء لما فی الصدور وهدی ورحمة

الحمد للہ المنان کہ جلد دوم

فتح المنان

سنہ ۱۳۰۶ھ

مشہور بہ

تفسیر حقانی

کہ جسمین مطالب قرآنیہ کی وضاحت کی گئی

مطبع مجتبائی واقع دہلی میں مولوی محمد عبد الاحد کے اہتمام سے

الحمد للہ الذی اسبغ النعم علی العباد + فارسل الانبیاء الہداۃ الی سبیل الرشاد + بانجح البینات و البرہان + و آتاہم الآیات الباہرات
وانزل علیہم الصحف و القرآن + حتی محقت دجیۃ الضلال و اشرقت الارض بنور ربہا و نارت الجبال + فیا واجب الوجود و یا غایۃ
کل مقصود صل و سلم علی جمیع انبیائک و علی جملۃ اصفیائک خصوصًا علی سید المرسلین و تاج النبیین الذی ترشح من لسانہ ماء الحیات
و سالت من بیانہ انہار النجات + الذی نور الارض بعد ما ملأت من الظلمات + و افشا التوحید بعد ما عبدت المخلوقات سیدنا
و مولانا محمد صلعم خاتم فص الرسالۃ فص خاتم العدالۃ + الذی افحم مصاقع الخطباء من العرب العرباء باقصر سور القرآن و اعجز
بکلمۃ من الکلم الحکمیۃ حکماء الزمان + صاحب مفاتیح الناسوت و الملکوت + ناظورۃ دیوان الجبروت و اللاہوت ــــہ
لا یدرک الواصف المطری خصائصہ + و ان یک سابقًا فی کل ما وصف + و علی آلہ الابرار و اصحابہ الاخیار الذی حرکاتہم و
سکناتہم و افعالہم و کلماتہم معیار لتہذیب الاخلاق + والذین ہدوا العالم و دعوا الناس الی دین الاسلام بالکرامات التی مثل
معجزات انبیاء بنی اسحاق + حتی وضحت الطرق و انکشفت المحجۃ و لم یبق للمنکرین حجۃ **امّا بعد** فقیر حقیر
ابو محمد عبد الحق بن محمد امیر یہ کہتا ہے کہ اہل اسلام کی خیر خواہی اور دین و دنیا کی بھلائی ہر زمانہ اور ہر ملک میں جداگانہ
ہے + کبھی زبان تلوار کا کام دیتی ہے اور جبکہ کجرو کج فہم تقریر سے نہیں سمجھتے تو (جسطرح شفقت پدری بچے کو امور مصلحت پہ
مجبور و مقہور کرتی ہے اسیطرح) رحمت الٰہی و عنایت غیر متناہی بوسیلہ حاصان درگاہ سیاست سے کام لیتی ہے - جب بنی العباس
کے عہد میں حکمت یونانیہ و فلسفہ روم و رومانیہ نے اسلام پر حملہ کیا تو علماء کلام کے اقلام نے نیزوں کا کام دیا جب
صحابہ و عرب العرباء کہ جو رموز قرآن سے واقف تھے اٹھہ چلے تو مفسرین نے مطالب قرآنیہ کی حفاظت پر کمر ہمت باندہی - یہانتک کہ

جسطرح مدرسہ اندلس مین صدہا علوم دنیویہ کا اپنے اور بیگانون کو درس دیا گیا اسیطرح قرآن مجید کے متعلق بیشمار علوم کو مدون کیا گیا کہ جسکا دسوان حصہ بہی عہد آدم سے لیکر ابتک کسی قوم نے اپنی کتاب الہامی کیلیے ایجاد نہین کیا اسی لیئے زمانۂ نزول سے ابتک جسطرح قرآن مجید محفوظ ہے کوئی کتاب نہین - اور جسطرح اسلام کا شجر طوبے اس زمین پر ابر رحمت کیطرح پہیلتا گیا ہر ملک و ہر شہر کو اوسنے اپنے حیات بخش پہلون اور پہولون سے بہرہ ور کیا اور اپنے ظل عاطفت سے بہرہ یاب فرمایا تو وہین خدا تعالے نے اہل سیف و قلم کو اسکا حامی بنایا - جنہون نے بوم منش اور موش طبع لوگون سے اسکو ہر طرح بچایا - چنانچہ جب ہندوستان کو اس آفتاب جہانتاب نے تاریکی جہالت و بت پرستی سے چہڑایا اور اپنے قدرتی نور سے منور فرمایا تو یہان بہی اسکے حامی اور مددگار پیدا کر دیئے جسقدر فتنہ گر آتش فتنہ سلگاتے رہے اتنا ہی خادمان خدا اسکو نسیم لطف و ابر رحمت سے بجہاتے رہے - پس جسطرح آمد بہار سے پہلے درختون پر خزان آتی اور باغ مین ہوا ادھر ادہر چل جاتی ہے اسیطرح (بہار آیندہ کیلیئے)

سنہ ۵ چنانچہ علم ریاضی کے متعلق زیچ اور آلات اور رصد اور اصطرلاب اور مرایا و مناظرہ کہ جسکا اثر آجکل فوٹوگراف و نقشہ نویسی ہے اور جبر و مقابلہ وغیرہ علوم کو زندہ کیا اور رصد بنائی اور ستارون کی چال وغیرہ فنون ہیئت مین صدہا ایجاد کیئے حساب و ہندسہ کے اصول کو از سرنو قایم کیا - فن عمارت و فلاحت مین یہ لوگ استاد زمانہ مانے گئے مساحت کے اصول سب سے پیشتر عرب نے قایم کیئے - جہاز رانی اور ستارون کے حساب سے سمندر مین سفر کرنا اول اسلامیون ہی نے رواج دیا پہر طبیعیات مین علم العناصر کہ جس سے ہوا اور پانی اور زمین اور کرہ نار کے عجائب حالات معلوم ہوتے ہین اور پہر علم الجمادات کہ جس سے ہر زمین کے معدنیات کی کیفیت اور جواہرات زمین سے سونا چاندی نکالنے کی کیفیت اور پہاڑون اور دریاؤن اور چشمون کے پیدا ہونیکے حالات منکشف ہوتے ہین اور علم النباتات کہ جسمین درختون کے سرخ سبز پہول آنے اور اونکے ثمرات کے مختلف مزہ ہونے اور زمین کی جڑی بوٹیون کے خواص سے بحث ہوتی ہے - اور علم الحیوان کہ جسمین حیوان کے انواع و اصناف کے عجائب حالات سے گفتگو کیجاتی ہے - اور علم کیمیا کہ جسکو کمسٹری کہتے ہین جسمین استحالات عناصر سے بحث ہوتی ہے وغیرہ علوم کے اہل اسلام ہی استاد ہین - پہر جسقدر منطق اور فلسفہ کو حکماء اسلام نے ترقی دی وہ بہی ظاہر ہے - قدماء یونان کی کتابون مین ایساغوجی اعنی کلیات خمس وغیرہ چند سرسری مسائل مذکور ہین لیکن اسلامیون نے تو اوسکو اس درجہ تک پہنچایا کہ جسکے بعد ترقی کا کوئی مرتبہ ہی باقی نرہا - اسیطرح علم حکمت نظریہ کو از سرنو زندہ کیا اور حکماء یونان کے اغلاط پر بحث کرکے ایک نیا فلسفہ قایم کر دیا کہ جسکو علم کلام مین بطور مبادی کے ذکر کیا جاتا ہے اسیطرح حکمت عملیہ مین تہذیب اخلاق اور سیاست مدن اور تدبیر منزل کے وہ اصول قایم کیئے کہ جنکو اسوقت کے فلاسفر بہی مانتے ہین - پہر جغرافیہ اور تاریخ مین بہی حکماء اسلام استاد مانے گئے ہین - اور ان عجائب صنعتون کے ذکر کی تو یہان گنجایش ہی نہین کہ جنکو اسلامیون نے اپنے زمانہ مین ایجاد کیا تہا چنانچہ ہارون رشید کے حکم سے بغداد کے دو عالمون نے کوفہ اور سنجار کے صحرا کا ایک درجہ محیط ناپا کہ زمین کا محیط تخمیناً ساڑہے چوبیس ہزار میل ثابت کیا اقلیدس اور مجسطی کی شرح کی بطلیموس کے زیچ کو درست کیا - منطقۃ البروج کی تعدیل کا حساب لگایا - سمرقند مین رصد بنائی حبیب ابن حنین بغدادی نے نور کی رفتار کا اندازہ نکالا اور اسیطرح توپ و بندوق کا ایجاد بہی انہین کے زمانہ مین ہوا ہے اور جر ثقیل کا بہی اور فن طب مین بہی جو کچہ ترقی اونکے عہد مین ہوئی وہ بیان سے باہر ہے + اور فن عروض و قوافی تو خاص انہین کا حصہ ہے چونکہ اس بیان کی تفصیل کو بڑی ضخیم کتاب درکار ہے لہذا اس بیان کو مین صرف دو باتون پر تمام کرتا ہون (۱) یہہ کہ اسوقت مین جن چیزون مین ترقی اہل یورپ نے کی ہے جیسا کہ تار برقی ریل گاڑی دخانی جہاز تار پیڈو ڈائنا میٹ وغیرہ عمدہ صنعتین اور کپڑا بنانے کے کارخانے اور دیگر کارخانجات یہہ سب تخمیناً پچاس ساٹہہ برس سے مختلف ملکون مین مختلف لوگون کے ہاتہہ سے مروج ہوئے ہین - روم اور مصر کے اہل اسلام بہی انمین شریک ہین اور لندن کی کچہ خصوصیت نہین فرانس جرمن روس وغیرہ کل ممالک جن مین انکے اصول پہلے ہی اسلام مین تہے اور یون ہمیشہ ہر زمانہ مین ایسے امور مین ترقی و تنزل ہوتا آیا ہے (۲) یہہ کہ یورپ کے بڑے بڑے محقق بہی اس شاگردی اہل اسلام کے مقر ہین - چنانچہ سدلیو کہ جو علم تاریخ مین فرانس کے ملک مین بڑا مدرس تہا وہ اپنی ہسٹری آف اسلام مین کہتا ہے کہ قوم عرب بلاشک ہمارے یعنے یورپ کے استاد ہین جس سے انکار نہین ہوسکتا اور انہون نے وہ سامان مہیا کیئے کہ جن سے ہماری یہہ تاریخین بنین اور انہون نے حالات سفر کو قلمبند کرنا شروع کیا الخ اور وہی صناعی اور دستکاری مین

چند عرصہ سے اس شجر اسلام پر بھی خزان کے جھوکے چل رہے ہین جس سے دشمن اور درد مند کف افسوس مل رہے ہین ؛
جسکا نتیجہ یہہ ہوا کہ اسکے انصار و مددگار شراب غفلت و نفاق پیکر بیہوش اور مست بخواب خرگوش ہوئے تو مخالفون نے میدان
خالی پاکر اپنا کام کیا ۔ اسکی دولت اور اسکی شوکت اور اسکی سلطنت و حکومت اور اسکے علوم و فنون کا کام تمام کیا ۔ تخمیناً
سو برس کے عرصہ سے بڑی دور و دراز سے ایک قوم عیسائی دانشمند آزادی پسند دنیاوی کامون اور صنعتون مین ہوشیار کار یا
مملکت مین ہر فن و بیدار ہندوستان مین آئی اور اپنے ساتھ بے حد جہاز اور آگبوٹ الحاد شراب خواری و زنا وغیرہ کے لائی
اول تو یون ہی مسلمانون کی حالت خراب تھی اوپر اس آزادی اور الحاد کی ٹھنڈی نے تو وہ آفت دکھائی کہ ع ازان
افیون کہ ساقی در مے افگند ✦ حریفان را نہ سر ماند و نہ دستار ✦ جس سے غفلت اور باہمی نزاع اور بیدینی نے ہر طرف سے
محیط ہو کر دینی و دنیوی ترقیون سے محروم کر دیا ۔ اور مخالفون کا دل خوش کرنے کو ایک قوم نے تو وہ طرز اختیار کیا کہ گویا اہل
یورپ کا پورا جامہ ہی پہن لیا ۔ جسطرح وہ لوگ برائے نام عیسائی ہین اور درحقیقت سخت ملحد نہ خدا کے قائل نہ ملائکہ و حشر و
نشر ثواب عقاب و حلال و حرام طاہر و نجس کے مقر نبی کون ایک فاہم (ناصح) الہام اور کلام ملائکہ کیا مجنونوں کی خیالی ٹہرا اسیطرح یہہ لوگ

اس مرتبہ کمال کو پہنچے جسکی انتہا نہین الخ اور جہانتک ہمکو معلوم ہے ۔ گویا وہ ایک ستمہ عرب کی اوس اصلی فضیلت کا ہے کہ جو آجتک ہمکو معلوم ہی نہین ہوئی اگرچہ بہرکیف عرب
کی قوم ہمارے جملہ فضل و کمال کا اب ہی سرچشمہ ہے ۔ اور جن کمالات کو ہم یہہ سمجھتے ہتے کہ یہہ اور لوگون کی ایجاد ہونگے وہ اب ہمکو کتابون کے دیکھنے سے معلوم
ہوتا چلا جاتا ہے کہ اصل مین سب کے موجد عرب ہی ہین ✦ پھر یہہ مورخ اپنی تائید مین سکندر ہمبلٹ جرمنی کا یہہ قول نقل کرتا ہے کہ عرب کی قومون کو
خدا تعالے نے اسیلئے پیدا کیا تہا کہ وہ علوم و فنون اور اسباب تمدن کو ان مختلف قومون تک پہنچا دین جو فرات کے کنارہ سے اسپانیہ کے وادی کبیر
تک پھیل رہے ہین ۔ چنانچہ ان تمام قومون نے جملہ کمالات اسی قوم عرب سے حاصل کئے تہے الخ ۔ اور ناشیا کی قوم نے باب تمدن مین جو کچھہ حاصل کیا
یا جو کچھہ اوسکو آیا وہ عرب ہی کی فتوحات کے زمانہ طویل کے بعد آیا ۔ اور عرب ہی اوسنے سیکھا ۔ عرب جہان جاتے تہے اپنے طریق تمدن کو گویا ساتھہ لیجاتے تہے
اور جہان وہ قیام کرتے تہے وہان اونکا طریق تمدن پہیل جاتا تہا چنانچہ اونکی عادت تھی کہ جس ملک مین وہ گئے وہان اُنہون نے اپنی زبان اور اپنے علوم اور دینا
دین اور اپنے اخلاق مہذب کو شائع کرنا شروع کیا الخ انتہیٰ ملخصاً اور تاریخ ڈروی مین جسکا مصنف فرانس کا وزیر اعظم ہے یہہ لکھا ہے کہ ایک زمانہ مین اہل یورپ
تاریکی جہالت مین ٹکرین مارتے پہرتے تہے کہ دفعۃً اُن پر اُمت اسلامیہ کی جانب سے ایک نور علوم ادبیہ اور فلسفیہ اور فنون صناعی اور دستکاریون وغیرہ کا پرتو
افگن ہوا کیونکہ اوس زمانہ مین شہر بغداد اور بصرہ اور سمرقند اور دمشق اور قیروان اور مصر اور فارس اور غرناطہ اور قرطبہ وغیرہ علوم و فنون اور صناعی کے مرکز تہے
اور جہان کہین کمالات علمی اور عملی پہیلے انہین شہرون مین سے پہیلے اور قرون متوسطہ مین اہالیان یورپ انہین شہرون مین سے علوم و فنون کو اڑا لیگئے
انتہی ۔ اور گاڈفری ہیگنس کہتے ہین (۱۱۰) مین بخوبی جانتا ہون کہ عیسائی لوگ مسلمانون اور اونکے مذہب اور اونکی ہر ایک شئے پر نظر حقارت ڈالتے
ہین مگر وہ تحقیق کرین تو معلوم ہو جائے کہ اہل اسلام اپنے مذہب پر قائم ہونے کے تہوڑے ہی عرصہ کے بعد تمام روئے زمین پر سب سے زیادہ فیاض اور سب سے
زیادہ باعلم قوم ہو گئی ۔ اور متقدمین کے علوم مفیدہ بہی ہمکو بیشتر اونہین کے ذریعہ سے پہونچے ۔ مسلمانون کے مذہب مین فیاضی اور تہذیب اخلاق کے اکثر مسائل
ہین ۔ اور جاہل متعصبون سے انکے مذہب پر الزام لگانا جیسا کہ وہ اس زمانہ مین رسوا ہے محض بیجا ہے جیسا کہ دین عیسوی کو اوسکے پادریون اور اوسکے محققون
سے ہے (۱۱۱) فرنگی اوس فوقیت پر (کہ جو اونکو مسلمانون پر علوم اور فنون اور فوج مین ہے) بڑے نازان ہین اور جو کوئی اونکی گفتگو سنے تو یہی جانے
کہ زمانہ سابق مین کوئی قوم اس سے عمدہ اور مفید تحصیل مین کبھی فائق نہین ہوئی حالانکہ یہہ دہوکا ہے کیونکہ بجز چند فروعات اُس حکمت عملی کے کہ جو تجربہ سے
متعلق ہے اور سوائے کارخانون کے اور کوئی بات ایسی نہین کہ جو خلفاء کی رعایا مین نہ تھی اور اب گریٹ برٹن مین حاصل ہے انتہی ملخصاً
اور جان ڈیون پورٹ اپنی کتاب مین موشم مورخ کا یہہ قول نقل کرتے ہین یہ بات یقینی ہے کہ اس زمانہ مین اہل عرب نے تمام اسپانیہ و اٹلی

نبی اور ملائکہ اور الہام اور جبرئیل اور خرق عادت انبیاء علیہم السلام کے معجزات لغا جنت اور جہنم کے وہ عقوبات
کہ جو نصوص قرآن سے ثابت ہین ان سب باتون کے منکر اور حلال و حرام و طہارت و نجاست وغیرہ جملہ احکام اسلام کے
نافرمان ہین اسپر نام کے مسلمان + پہران کفریات اور پادریون و ملحدان یورپ کے معتقدات کا نام تحقیق اور ترقی
اسلام رکھکر صدہا دولت مندون آزادی پسندون کو تفسیر کے پیرایہ مین ملحد و گمراہ بلکہ حقیقی اسلام کا بدخواہ بنادیا
حیف صدہا کو روحانی زہر کا پیالہ پلادیا لہذا اس فقیر کو بہی حمیت ایمانی اور اہل اسلام کو نفع رسانی نے مجبور اور الہام
الہی نے مجہہ سے بے لیاقت کو اُردو مین ایسی تفسیر لکہنے پر مامور کیا۔ اے الٰہ العٰلمین تو قادر مطلق اور تیرا کلام مقدس اور
تیرے سب انبیاء برحق ہین تیرے وعدہ مین کوئی شک و شبہہ نہین مجہکو وہ بات اس کتاب مین تلقین فرما کہ جو
تیرے نزدیک حق اور بجا ہو اور لغزش و خطا سے بچا۔ انک علی کل شئی قدیر و بالاجابۃ جدیر انت حسبی نعم الوکیل

بہت سے مدرسہ جاری کئے تہے اور ان مدرسون مین ہزارون طلبا عربی فلسفہ اور حکمت کی تعلیم پاتے تہے اور پہران علوم کو آنکر عیسائی مدرسون مین جاری کرتے تہے
ہمین بہہ بات کا یقین کرنا چاہئے کہ تمام قسم کے علم طب و طبیعیات و فلسفہ اور ریاضی جو دسوین صدی سے یورپ مین جاری ہوئے یہ سب اصل مین عرب کے مدارس فلسفہ
سے سیکہے گئے تہے بالخصوص اندلس کے اہل اسلام تو فلسفۂ یورپ کے بانی خیال کئے جاتے ہین الخ اہل روما اور گوتہہ لوگون نے ہسپانیہ کو دو سو برس مین فتح کیا تہا
مگر اہل عرب نے صرف بیس برس مین اس ملک کو فتح کیا اور کوہ پیری مینز سے اوترکر اوسطرف فرانس مین پہنچ گئے اونکو علمی ترقی بہی ایسی جلد حاصل ہوئی جیسی انہین فتحین حاصل
ہوتی تہین ما یتنے ملخصًا۔ اور ہینری لوئیس کی تاریخ فلسفہ مین یہ لکہا ہے۔ مسلمانون ہی کی وجہ سے یورپ مین علم و فلسفہ پہونچا اس امر خاص مین یورپ اونکا ممنون
احسان ہے اور اس سے بڑا احسان عرب کا یورپ پر یہ ہے کہ انہون نے علم ہندسہ اور طب اور کیمیا مین بڑی کوشش کی اور انہین کی بدولت اسپین سے
فرانس ہوکر فرنگستان مین علم پہیلا انتہے اور ڈاکٹر ٹیلر سکندر فر بیزرا ہی کتاب کے دوسرے حصہ مین کہتا ہے کہ فرنگستان مین جو علوم کا چرچا ہوا سو وہ عربون سے
ماخوذ ہوا ہے الخ عربون نے خاص اُن کتابون پر التفات کیا جن مین علم ریاضی اور طبعی اور الٰہی مندرج تہے۔ اور فرنگستان کے ممالک مغربی بہی عرب کے ترجمون کے
وسیلہ سے ان علمون سے آگاہ ہوئے شارلیمین۔ شاہ فرانس نے ان علمون کو زبان عربی سے لاطینی مین ترجمہ کروایا۔ دستکاری کے صنائع بدائع ممالک
فرنگستان مین بہت کم تہے مسلمانون نے اوسکو ترقی بخشی اور علم معماری بہی اہل فرنگ نے عربون سے حاصل کیا جسمین بڑی شان و اندازہ و پاکیزگی نمایان ہوتی ہے انتہے ملخصًا۔
اسکے سوا اور بہت سے مورخین اہل یورپ کے اقوال ہین جنکے ذکر کا یہان مقام نہین۔ مگر سبکی تصدیق کے لئے لارڈ ڈفرن صاحب بہادر ولیسرائے ہند کی
وہ اسپیچ کہ جو انہون نے چند روز ہوئے جہاز سے اُترتے ہی بمبئی مین اسلامیون کی بابت بیان کی ہے۔ اور جسکو جنوری ۱۸۸۸ء مین انگریزی اور دیسی اخبارات
نے چہاپا ہے) کافی وافی ہے۔ اس بیان سے میری غرض یہہ نہین کہ اہل اسلام کے سوا اور کسیکو دنیاوی امور مین ترقی نصیب نہین ہوئی نہ اب ہے بلکہ یہہ مقصود کہ جن
لوگون کا یہ خیال ہے کہ (پابندی ملت اسلامیہ دنیاوی ترقیون سے مانع ہے) محض غلط ہے اور اسپر کوٹ پتلون پہنکر اسلام کو بنظر حقارت دیکہنا اور
دنیاوی ترقی کی طمع دیکر سادہ لوح مسلمانون کو ملحد بنانا اور کچہہ ٹوٹی پہوٹی انگریزی زبان سیکہکر بہ تکلف یورپین بننا سخت بیوقوفی اور بڑی حماقت ہے۔
اگر پابندی اسلام مانع ترقی ہوتی تو اہل اسلام ترقی مین سب پر سبقت نہ لیجاتے۔

ف حاشیہ متعلق صفحہ ۳۔ وہ علوم کہ جو قرآن مجید سے متعلق ہین اور جنکو خاص علماء اہل اسلام نے ایجاد کیا ہے بہت سے ہین مگر یہان بطور نمونہ کے چند علوم
ذکر کرتا ہون (۱) صرف کہ جسمین مصدر سے ماضی مضارع بنانا وغیرہ باتین مذکور ہوتی ہین (۲) علم نحو جسمین لفظ عربی سے باعتبار اعراب و بنا کے بحث ہوتی
ہے اور ان دونون علمون بغیر زبان عرب پر واقفیت مشکل ہے۔ (۳) علم معانی کہ جس مین کلام عرب کے اون حالات سے بحث ہوتی ہے کہ جنکی وجہ
سے کلام مقتضے حال اور مقام کے مطابق ہوتا ہے کہ جسمین اسناد خبری اور مسند الیہ اور مسند اور متعلقات فعل اور قصر اور انشا اور فصل و وصل ایجاز اطناب
مساوات کے احوال بیان ہوتے ہین (۴) علم بیان کہ جس سے ایک مطلب کو باعتبار وضاحت و خفا کے چند طور سے ادا کرنا
معلوم ہوجاتا ہے اور اسمین تشبیہ اور مجاز اور کنایہ و استعارہ وغیرہ ان امور سے بحث ہوتی ہے کہ جن سے انسان کلام مین تعقید معنوی
سے محفوظ رہتا ہے۔ یہہ دونو علم فصاحت و بلاغت کلام سے متعلق ہین جو اہل زبان ہین وہ تو اپنے ذوق سلیم سے جانتے ہین ورنہ اس علم کی

سورۂ فاتحہ

یہہ سورۃ مکیہ ہے یعنی آنحضرت علیہ الصلوۃ و السلام پر مکہ مین سورہ اقرأ اور نون و مزمل و مدثر کے بعد نازل ہوئی تہی نزول مین گو موخر ہے مگر قرآن مجید مین سب سے اول یہہ سورۃ ہے اور اسی سے قرآن شروع ہوتا ہے اور اسی لیئے اسکو فاتحہ کہتے ہین ۔ اسکا یہی نام آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام کے روبرو قرار پاکر صحابہ مین مشہور و معروف تہا ۔ گو اسکے اور بہی نام ہین جیسا کہ سورۃ شفا کہ اسکی تاثیر سے روحانی اور جسمانی شفا حاصل ہوتی ہے ۔ اور ام القرآن کہ یہہ تمام قرآن کی اصل ہے ۔ اور سب علوم قرآن اسمین جمع ہین ۔ اور تعلیم المسئلہ کہ اسمین خدا تعالے نے بندونکو سوال کرنا سکہایا اور آداب دعا کو بتلایا ہے ۔ اور سبع المثانی کہ اسکی سات آیت ہین اور ہر نماز مین دو بار پڑہی جاتی ہے ۔ لیکن الحمد تو اسکا (اسلیے کہ اسمین خدا کی حمد ہے) مشہور نام ہین العوام ہے ۔ اور اسیطرح کافیہ اور کنز اور اساس وغیرہ بلحاظ صفات اور بہی نام ہین کہ جن سے اس سورۃ کی فضیلت اور عظمت ثابت ہوتی ہے ؂

وجہ سے قرآن کے اسرار فصاحت و بلاغت ظاہر ہوتے ہین ۔ اور اعجاز ثابت ہوتا ہے (۵) علم بدیع کہ جس سے کلام کے معنوی اور لفظی خوبیان معلوم ہو جاتی ہین اسمین استخدام اور ترصیع و تجنیس وغیرہ امور سے بحث ہوتی ہے (۶) علم مفردات کہ جسمین باعتبار معنی اصلی کے الفاظ سے بحث ہوتی ہے ۔ (۷) علم رسم الخط کہ جسمین قرآن کی طرز کتابت سے بحث ہوتی ہے کہ فلان لفظ کو یون اور فلان کو یون لکہنا چاہیئے (۸) علم تجوید کہ جسمین طرز تلفظ قرآن سے بحث ہوتی ہے اس علم مین آنحضرت کے لب و لہجہ کو جو ادا قرآن سے متعلق ہے محفوظ کر لیا ہے صفات حروف وغیرہا عمدہ عمدہ باتین اس فن مین مذکور ہوتے ہین (۹) علم عروض و قوافی اس علم کو خلیل وغیرہ نے ایجاد کیا ہے گو جہ زیادہ تر فائدہ اس فن کا نظم سے ہے مگر فواصل آیات کی پوری کیفیت اسی علم سے معلوم ہوتی ہے ۔ (۱۰) علم کلام کہ جسمین ادلہ عقلیہ و نقلیہ سے مبدء و معاد کے بابت جو کچہہ قرآن یا پیغمبر علیہ السلام سے ثابت ہے درج ہے اس فن مین باری تعالے کی ذات و صفات و نبوت و ملائکہ و عالم آخرت وغیرہا کے متعلق جو کچہہ اہل اسلام کے عقائد ہین ان سے بحث ہوتی ہے (۱۱) علم فقہ کہ جسمین قرآن و احادیث و اجماع و قیاس سے جو مسائل کہ قوت عملیہ کے متعلق ثابت ہین مذکور ہوتے ہین اس فن مین نماز و روزہ و حج و زکوۃ و بیع و شرا کے متعلق جو کچہہ قرآن مین آیا ہے اونکا خلاصہ مذکور ہوتا ہے جسطرح کہ کلام مین خلاصہ عقائد (۱۲) علم فرائض بہی اسیکی ایک شاخ ہے (۱۳) اصول فقہ کہ جس سے ادلہ اربعہ قرآن و حدیث اجماع و قیاس سے مسائل فقہ استنباط کرنے کا سلیقہ حاصل ہوتا ہے اس فن مین عام خاص مشترک ماول عبارۃ النص اشارۃ النص دلالۃ النص اقتضاء النص ۔ محکم و متشابہ خفی و مشکل ماول ظاہر وغیرہ امور سے بحث ہوتی ہے ۔ منطق اور علم کلام اور لغت کے مسائل بہی اس فن مین بطور مبادی ذکر کیئے جاتے ہین حسن و قبح عقلی کی بحث بہی اس فن مین ہوا کرتی ہے ۔ یہہ علم دریاے بیکنار ہے اسکی شاخ (۱۴) علم الجدل والخلاف بہی ہے کہ جسکو باب قیاس سے ازحد ارتباط ہے اور (۱۵) علم مناظرہ کہ جسمین بحث کے قواعد مذکور ہین اسی فن کی ایک شاخ ہے (۱۶) علم اصول حدیث کہ جسکی وجہ سے نقل در روایت مین جو کچہہ غلطیان در جہوٹے لوگونکی ملونیان ہین اسطرح جدا ہو جاتی ہین کہ جسطرح دودہ سے پانی اس فن مین متواتر اور مشہور اور عزیز و غریب وغیرہ اقسام روایت مذکور ہوتے ہین اور (۱۷) علم اسماء الرجال بہی اسیکی ایک شاخ ہے جسمین راویون کی تاریخ اور راونکی راست گوئی اور دیانت داری اور حافظہ وغیرہ وہ حالات کہ جو روایت سے متعلق ہین مذکور ہوتے ہین (۱۸) علم حدیث کہ جسمین نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے اقوال و افعال و سکوت اور اسیطرح صحابہ و تابعین کے اقوال و افعال و سکوت کو نقل کیا جاتا ہے یہہ وہ فنون ہین کہ جن پر اہل اسلام تمام بنی آدم پر فخر کر سکتے ہین ۔ انہین فنون کے وسیلہ سے مسلمانون نے اپنے نبی علیہ السلام کی ہر بات کو نہایت صحت اور تحقیق کے ساتہہ اپنی کتابون مین جمع کر دیا ہے ۔ امام بخاری و مسلم و ترمذی وغیرہم محدثین کو خدا تعالے نے وہ قوت حافظہ عطا کی تہی کہ جنکو بلا تفاوت حرف مع اسناد ہزار ہا احادیث یاد تہین اور کہرے کہوٹے کے پرکہنے مین انکی زبان معیار تہی اسلیے جو منصف مزاج اہل اسلام کے اصول روایت و کتب حدیث کو جانتا ہے وہ کہہ سکتا ہے کہ اہل کتاب کی بیبل کو صحیح بخاری سے صحت روایت مین کچہہ بہی نسبت نہین ۔ حضرت مسیح کی تاریخ کو گو جہ برناباس وغیرہ بہت عیسائیون نے بڑی احتیاط سے لکہا ہے کہ جنکو عیسائی الہامی اور حضرت مسیح کی اصل انجیل سمجہتے ہین مگر خود ان چار پانچ جزو کی کتابون مین مصنفون نے بہت غلطیان کی ہین اور

شان نزول

کتاب دلائل میں بیہقی نے اور واحدی نے (بطریق یونس بن بکیر عن یونس عن عمرو عن ابی میسرہ عمرو بن شرحبیل) یہ روایت کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے خدیجہ رض سے فرمایا کہ جب میں تخلیہ میں ہوتا ہوں تو آواز غیب سنتا ہوں جس سے مجکو ایک دہشت معلوم ہوتی ہے خدیجہ رض نے سنکر عرض کیا کہ آپ ابو بکر رض کو ساتھ لیکر ورقہ بن نوفل کے پاس جائیے اور اس واقعہ کو بیان کیجئے۔ چنانچہ حضرت اونکے پاس تشریف لیگئے انہوں نے عرض کیا کہ یا حضرت جب وہ ہاتف غیب آپکو پھر اُسی طرح سے یا محمد یا محمد کہہ کے پکارے تو آپ ٹھہر کر اوسکی بات سنئے وہ کیا کہتے ہیں پس آپنے ایسا ہی کیا کہ جب آواز آئی تو آپنے کہا لبیک اوسنے کہا کہہ بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ رب العالمین الخ (اتقان۔ اور اسیکے قریب قریب مولانا یعقوب چرخی نے حضرت علی رض وابن عباس رض سے روایت کیا ہے ۞

اگرچہ یہہ روایات خبر احاد ہیں مگر بہ تقدیر ثبوت یہاں ایک بات قابل غور ہے وہ یہ کہ جب ایکبار اقرأ اور مزمل اور مدثر نازل ہوچکی تہی تو پہر آپکو آواز جبرئیل سے دہشت کیوں معلوم ہوئی اور آپ اس واقعہ کو ورقہ کے پاس کیوں لیگئے کیا خود نہ جان سکے ۞ اسکا جواب یہ ہے کہ گو آپ نبی تہے اور تزکیہ نفس میں تمام نفوس قدسیہ کے سرتاج مگر انسانیت کے جامہ میں تہے کہ جسکا ایک جزو بہیمیت ہے اور جب بہیمیت پر ملکیت کا اثر قوی ہوتا ہے تو اوس فعل و انفعال سے ایک تشویش پیدا ہوتی ہے کہ جسکو گہبراہٹ یا خوف جو چاہو سو کہو اور اسیلئے ایکبار یا دوبار یہہ بات آپکو ابتدار نزول وحی میں پیش آئی پہر نہیں ۞ اور ایسی حالت میں انسان کا مقتضائے طبعی یہ ہوتا ہے کہ کسی دانشمند ہم جنس سے ملکر انس پیدا کرے سو ورقہ چونکہ اہل کتاب و ذی علم و صاحب شعور تہے اسلئے اونکے پاس جانیکا اتفاق ہوا ۞ کچہہ تعلیم و تعلم کے طور پر نہ گئے تہے اور نہ مرید ہوکر تلقین پانے اور فیض و ٹہانے کے لئے جیسا کہ حضرت عیسے علیہ السلام حضرت یوحنا کے پاس مرید ہونے اور اصطباغ پانے گئے تہے جیسا کہ انجیل متے کے ۳ باب میں ہے اور اس بیہودہ وسواس کا جواب (کہ جبرئیل کوئی چیز نہیں اور یہ آواز خیالی مجنون کے تخیلات کے مشابہ تہے) ہم مقدمہ کتاب میں دے چکے ہیں

ایک نے دوسرے کے برخلاف بیان کیا ہے اور ان میں سے متے اور مرقس اور لوقا اور یوحنا کی انجیلیں (تاریخین) صحیح بخاری و مسند احمد بن حنبل کا بیسواں حصہ بھی نہیں تاہم اونمیں بھی بہت اغلاط ہیں اور بہت عیسائیوں نے جو کچہہ اپنے خیالات کی تائید میں الحاق کیا ہے وہ علاوہ ہے اور نہ کسیکے پاس کوئی سند متصل مؤلف کتاب تک ہے۔ پہر کس اعتماد پر عیسائی مسلمانوں کے روبرو تاریخ دانی کا دعوے کرتے ہیں (۱۹) علم قصص کہ جسمیں قرآن مجید کے تمام قصوں کو علما نے اپنی کتابوں میں نصیحت و عبرت کے لئے ترتیب وار جدا لکہا ہے (۲۰) علم تصوف کہ جسکو قرآن کی اُن آیات سے (کہ جو انسان کی کیفیات قلب حب و توکل و خوف و رجا، و غیرہ ملکات فاضلہ کو جلا دیتے ہیں) اخذ کرکے مدون کیا ہے اس فن میں بھی صدہا کتابیں ہیں (۲۱) علم التفسیر کہ جسکا بیان مقدمہ کتاب میں ہوا ۞ یہ علم بھی ایک بحر ذخار ہے جسکی تفصیل کی یہاں گنجایش نہیں۔ علاوہ انکے اور بھی علوم ہیں ۱۲ منہ

تفسیر

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ شروع اللہ کے نام سے کہ جو نہایت مہربان اور رحمت کرنیوالا ہے - یہہ تو سب علماء کے نزدیک متفق علیہ ہے کہ اس سورہ فاتحہ کے سات آیتین (جملہ) ہین مگر اسمین اختلاف ہے کہ آیا بسم اللہ بہی ان مین داخل ہے کہ مجموعہ کا نام سورہ فاتحہ رکہا جاوے یا بسم اللہ کو (کہ جو قرآن مجید کا جزء اور بلاشبہ کلام الہی ہے) اس سورۃ کے اول بلکہ سب سورتون کے اول مین اسلئے لکہہ دیا گیا کہ ایک سے دوسری سورۃ مین فرق ہو جاوے - اور اس سے سورہ کا ابتدا کرنا باعث تبرک سمجہا جاوے پس مدینہ اور بصرہ اور شام کے قاریون اور فقہاء کا یہی قول ہے اور امام ابوحنیفہ کا بہی یہی مذہب ہے کہ یہہ جزء سورۃ نہین محض فصل اور تبرک کے لئے لکہی گئی ہے - اور یہی بات قوی ہے کیونکہ بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکرؓ و عمرؓ نماز کو الحمد للہ رب العالمین سے شروع کرتے تہے اور اسیطرح طبرانی اور ابن خزیمہ اور ابو داؤد وغیرہم محدثین کی روایات سے ثابت ہے کہ آنحضرتؐ نماز مین بسم اللہ کو آہستہ پڑہتے تہے اور الحمد للہ رب العالمین کو پکار کر پڑہتے تہے پس جب یہہ تو بسم اللہ الحمد کا جزء نہین کیونکہ سورہ مین سے ایک جزء کا خفیہ پڑہنا کوئی وجہ نہین رکہتا اگر یہہ جزء ہوتی تو اسکو بہی پکار کر پڑہتے - اور مکہ اور کوفہ کے قاری اور فقہاء اسکو جزء الحمد سمجہتے ہین اور امام شافعی اور عبداللہ بن مبارک کا بہی یہی مذہب ہے اور اسلئے یہ لوگ اسکو نماز مین پکار کر پڑہتے ہین - اور انکے پاس بہی دلائل ہین + مگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء اربعہ نے اس بارہ مین کسی بات کی صراحت نہین کی دونون فریق اپنی اپنی رائے سے اپنے مذہب کو احادیث سے ثابت کرتے ہین + پہر جو اسکو جزء الحمد کہتے ہین اونکے دو قول ہین بعض کی یہہ رائے ہے کہ یہہ آیت پوری ہے اور بعض کہتے ہین آیت کا ٹکڑا ہے بلکہ اگلا جملہ ملکر ایک آیت ہوتی ہے - پس جنکے نزدیک بسم اللہ ہی ایک آیت پوری ہے تو اونکے نزدیک صراط الذین انعمت علیہم غیر المغضوب علیہم ولا الضالین ایک آیت ہے - اور جنکے نزدیک نہین تو وہ صراط الذین انعمت علیہم کو ایک آیت اور غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کو دوسری آیت کہتے ہین واللہ اعلم -

ترکیب

لفظ با جار اور اسم مجرور مضاف اللہ مضاف الیہ موصوف اور لفظ الرحمن الرحیم دونون یکے بعد دیگرے اسکی صفت موصوف وصفت جو مضاف الیہ ہے اپنے مضاف سے ملکر جار کا مجرور ہوا - اور یہہ جار متعلق ہے ایک فعل محذوف کے کہ جو یہان اقرأ ہے کیونکہ جس چیز پر بسم اللہ پڑہی جایا کرتی ہے وہان اسی قسم کا فعل محذوف مانا کرتے ہین جو کہاتے وقت پڑہین گے تو وہان آکل اور پیتے وقت اشرب علیٰ ہذا القیاس پس یہ سب اپنے فعل محذوف کے ساتہ ملکر

جملہ فعلیہ ہوا ۔ خدا تعالے اپنے بندون کو اس سورت مین یہہ تبلاتا ہے کہ یون کہا کرو نہ یہہ کہ وہ خود
اپنی طرف سے یہہ کہتا ہے مین خدا رحمٰن ورحیم کے نام سے شروع کرتا ہون تاکہ آگے چلکر یہہ کہنا پڑے کہ وہ
کسی مخاطب سے یہہ کہتا ہے کہ مین تیری ہی عبادت کرتا اور تجہہ ہی سے مدد مانگتا ہون الخ ۔ پس حاصل مطلب یہہ
ہوا کہ خدا تعالے اپنے بندون کو تعلیم کرتا ہے کہ یون کہو کہ ہم خدا کے نام سے شروع کرتے ہین کہ جو بڑا مہربان
اور رحیم ہے الخ ۔ ان مسائل کا ذکر اس تفسیر مین مفید عام نہین اسلئے اُن سے قلم کو روکتا ہون کہ بسم اللہ مین
جو اسم ہے وہ سمو سے مشتق ہے کہ جسکے معنی بلندی کے ہین جیسا کہ اہل بصرہ کہتے ہین یا سمۃ کہ جسکے معنی علامت
ہین جیسا کہ اہل کوفہ کہتے ہین ۔ اور یہہ کہ لفظ اللہ کون سے لفظ سے مشتق ہے اور رحمٰن منصرف ہے یا غیر منصرف
لیکن یہہ نکتہ یاد رکھنے کے قابل ہے کہ بسم اللہ مین اصل باسم اللہ تہا الف کو کثرت استعمال سے حذف کرکے اسکی
جگہہ کتابت مین ب کو طویل کردیا اسلئے عربی مین بِسْمِ اللّٰهِ لکھتے ہین نہ بِاسْمِ اللّٰهِ

نکات متعلقہ بسم

دفعہ ۱ چونکہ دنیا مین انبیاء علیہم السلام اس لئے آتے ہین کہ لوگون کو خدا کا رستہ دکھاوین اور اوس معبود حقیقی
تک پہونچاوین کہ جو عالم حس مین دکھائی نہین دیتا نہ کسی قوت سامعہ ولامسہ و ذائقہ و شامہ سے معلوم ہوسکتا ہے
اور جسکے وجود مین وہ لوگ شک کرتے ہین کہ جنکو ان حواس خمسہ کے سوا اور کوئی کامل قوت ادراک عطا نہین اور
جو عطا ہے تو اسپر شکوک وشبہات کی ہزارون من خاک پڑی ہوئی ہے اور وہ تمام کاروبار کو صرف عالم محسوس پر منحصر جانتے
ہین ۔ اور جو وجود کے قائل ہین تو ہر امر مین اسباب ظاہریہ اور اپنی تصرفات ہی کو موثر حقیقی جانتے ہین اور اسی لئے جو چیز
اسباب ظاہرہ پہ مبنی نہین (جیسا کہ معجزات وکرامات) اون کا وجود نہین مانتے ہین اور اسی سے لئے توکل کو لغو جانکر حصول
دنیا مین سرگردانی اور نہ کامیابی پر سخت پشیمانی اوٹھاتے ہین الغرض ہر کاروبار مین اوس حقیقی فاعل کی طرف (کہ جو اس
پردہ مین آپ سب کچہہ کررہا ہے) توجہ نہین کرتے پس اون کے لئے خداوند تعالے نے اپنے بڑے نبی کی
معرفت اول یہی سبق دیا کہ ہر کاروبار مین میرا نام لیا کرین اور ہر چیز کا فاعل حقیقی اور موثر تمام جانکر برکت اور
استعانت کے لئے مجھی کو یاد کیا کرین سو اس لئے نبی صلعم نے کہانے پینے ہر کار خیر مین بسم اللہ پڑہنے کا حکم دیا اور یہہ سنا دیا کہ
کہ جو کام اس سے خالی ہوگا وہ گو عادت اللہ کے موافق اپنے اسباب پہ مرتب ہوجائیگا مگر اوس مین وہ روحانی برکت جو منعم حقیقی اور فاعل
اصلی کی یاد اور اوسکی استعانت سے ہوتی تہی نہوگی (اجذم اور ابتر جو احادیث مین وارد ہے اوسکے یہی معنی ہین اور اسی
لئے اپنے کلام مقدس مین سب سے اول بسم اللہ کو سرنامہ بناکر لکھوا دیا جو شخص بن دیکھے خدا تعالی پر ایمان کہتا ہے اور تعلیم عبادت کے لئے سلسلہ ہوتے برحق مانتا ہے

اور آسمانی دستور العمل کو بھی تسلیم کرتا ہے تو اوسکے نزدیک مکتب نبوت مین بسم اللہ الرحمن الرحیم سے بہتر کوئی سبق عقل سلیم مین نہین آسکتا - یہہ بات تعلیم کتاب آسمانی کے لئے ضرور ہے اور جس الہامی کتاب مین ول یہہ نہین تو اوس کتاب مین قصور ہے

۳ ہر کار بار مین موثر حقیقی اور خالق اسباب بلکہ جملہ کائنات سمجھکر اوسکا نام لینا اور اوس سے برکت و استعانت چاہنا اگرچہ ایسا بدیہی حکم ہے کہ جسکو فطرت سلیمہ بہت جلد تسلیم کرتی ہے اور جسمین کسی خدا پرست کو انکار نہین مگر قرآن نے جو خدا کا نام لینا بتلایا ہے تو اون خوبیون کے ساتہ بتلایا ہے کہ جنکا کچہہ بیان ہی نہین - ازانجملہ یہہ کہ باللہ الرحمن نہ فرمایا بلکہ بسم اللہ الخ فرمایا تاکہ یہہ معلوم ہو جاوے کہ جسطرح خدا تعالی کی ذات پاک سے برکت اور استعانت طلب کیجاتی ہے اسیطرح اوسکے نام مین بھی وہی اثر ہے دوم یہہ کہ بندہ کی رسائی اور اوسکا ارتباط بحالت ابتدائی اوسکے نام ہی تک ہے کسی نے کیا خوب کہا ہے ؎ دامن تک تو تیرے کہان دسترس مجھے ٭ تیری گلی کی خاک ہون تو بھی ہے بس مجھے ٭ سوم چونکہ مشرکین باسم اللات والعزے کہتے تھے اونکے مقابلہ مین رد شرک کے لئے بسم اللہ کہنا مناسب ہوا ازانجملہ یہہ کہ تین نام ذکر کئے اللہ رحمن رحیم اور انسان کیا بلکہ ہر ممکن کے تین حال ہین اول عدم کہ جب اسکی ہستی کا نام و نشان بھی نہ تہا جیسا کہ خود بھی فرماتا ہے هَلْ أَتَىٰ عَلَى الْإِنسَانِ حِينٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُن شَيْئًا مَّذْكُورًا کہ بلاشک انسان پر ایک ایسا زمانہ بھی گزرا ہے کہ جسمین اسکا نام و نشان نہتا دوم یہہ ہستی دنیا جسکو عرف عام مین زندگانی کہتے ہین سوم اس عالم سے کوچ کر جانا کہ جسکو موت کہتے ہین یا یون کہو اول وہ زمانہ کہ جسمین اسکی روح اس قید جسمانی سے آزاد اور عالم قدس مین شاد تہی یعنی دنیا مین پیدا ہونے سے پیشتر دوم یہہ زندگانی مجازی کہ جسمین ہزار ہا حاجات و بلیات ہر طرف سے گہیرے ہوئی ہین تیسرے یہان سے آزادی حاصل کرکے اپنے اصلی وطن مین جانے اور وہان عالم قدس مین اپنے اعمال کی جزا پانے کا زمانہ ہے پس اسلئے ابتدا کلام مین (کہ جو ہر کام کے ابتدا مین پڑہنا بندہ کو مناسب ہے) اپنے وہ تین نام ذکر فرمائے کہ جو تینون حالتون سے مناسب ہین تا بندہ کو اپنے تینون حال یاد آجاوین اور تینون حالون مین خدا تعالی کے ساتہ تعلق خاص اور احتیاج بالاختصاص کا تصور آکر جمیع امور دنیا و آخرت مین نیک چلنی اور ہر طرح کی بہلائی پر دل آمادہ ہوجاوے اور روحانی معلمونکی سب تعلیم کو برحق جانکر بصدق دل اونکو قبول کرے سوا اسلئے سب سے پیشتر اللہ کا نام ذکر کیا کہ جو اوسکی اوس ذات مقدسہ پر دلالت کرتا ہے کہ جسمین ہر طرح کی صفات کمال وجلال پائے جاتے ہین کہ جنمین سے قدرت کاملہ بھی ہے کہ وہ معدوم سے موجود اور موجود سے معدوم کر سکتا ہے یہہ نام پہلی حالت کو یاد دلاتا ہے اور خالق سے رابطہ بڑہاتا ہے جب اس نام کا تصور دلمین جگہہ پکڑتا ہے تو پھر دنیا مین کسی چیز کی ہستی آنکھون مین نہین جچتی چہ جائیکہ پھر اور کسی کی پرستش کیجاوے اور اس سے حاجت برآری کرکے خیال کو بھی دلمین جگہہ دیجاوے ؎ چو سلطان عزت علم برکشد ٭ جہان سر

بحبیب عدم درکشد + جب اس اسم کی تجلیات عارف کے دل پر پرتو افگن ہوتی ہین تو یہانتک محویت ہوجاتی ہے کہ اپنے
آپ کو بہی بہول جاتا ہے ؎ بسا ہیری نظرون مین تو اسقدر ہے + جدہر دیکہتا ہون اودہر تو ہی تو ہے + اس مرتبہ کو توحید
بحت کہتے ہین تثلیث و تربیع کا یہان کیا ذکر ہے معلم روحانی تیری تعلیم کے قربان پہلے ہی سبق مین تکمیل کرکے سعادت
کو پہنچا دیا مبدء اصلی جل جلالہ کو ملا دیا - اسم سے ابتداء سلوک تہی اوسکے مسمی اللہ پر انتہا ہوگئی + اسکے بعد لفظ
رحمٰن کو ذکر کیا (کہ جو بروزن فعلان ہے) جسکے معنے زیادہ رحمت کرنیوالا ہے کیلئے کہ رحیم سے اسمین حروف زیادہ ہین اور
کلام عرب مین زیادتی حروف زیادتی معنی کے لئے آتی ہے اور اسیلئے رحیم آدمی کو کہہ سکتے ہین رحمٰن نہین کہہ سکتے کیونکہ
حد سے زیادہ رحمت اُسی کا کام ہے اور جو کوئی رحمت کرتا ہے کسی نہ کسی غرض سے کرتا ہے خواہ دنیا و دین کی بہلائی ہو یا
زوال حب مال یا بیحیثیت کے عار و ننگ سے رہائی ہو - اس سے قطع نظر اور جو کوئی رحمت کرتا ہے تو اوسکے دلمین
یہ جوش اوسی رحمت کا پہرتا ہے اور پہر یہہ رحمت کرکے جو کسیکو کچہہ بہلائی پہونچا ئیگا وہ سب چیزین خدا ہی کی مخلوق
ہین الغرض یہہ لفظ اللہ ہی پر بولا جاتا ہے یہہ اسم اوسی حالت دومی کے لئے آئینہ جہان نما ہے یا تریاق جان فزا
ہے سو لفظ اللہ کے بعد اوسکے ذکر کرنے مین دو نکتہ ہین اول یہ کہ عالم ہستی دنیا مین اگر انسان جسمانی اور روحانی
ہزارون بلاؤن مین گرفتار رہوتا ہے اور اسکو سیکڑون چیزونکی حاجت پڑتی ہے - پس اس عالم کے مناسب کہ جسمین مومن
کافر ہے پہلے سب مین لفظ رحمٰن ہی کہ جو غیر متناہی رحمت پر دلالت کرتا ہے کیونکہ جسقدر مرض اوسیقدر دوا دینا
عین حکمت ہے پس دنیا کے حوائج چونکہ غیر متناہی ہین اونکے مقابلہ مین ویسا ہی لفظ بولنا معلم روحانی کا کمال ہے -
دوم یہہ کہ لفظ اللہ اسم ذات ہے اور رحمٰن و رحیم اسماء صفات اور قانون بلاغت یہ چاہتا ہے کہ اسم ذات کے بعد وہ
اسم صفت بولا جاوے کہ جو بمنزلہ علم کے خاص ہو یہان اس لفظ رحمان مین ایک اور نکتہ بہی ہے کہ تم امور معاشرت
مین اپنے بیگانے مومن و کافر بلکہ ہر چیز سے مہربانی اور رحمت سے پیش آؤ - اور سب باہم رحم دلی کا برتاؤ کرو
چنانچہ اسکی شرح مین وہ خود ہی فرماتا ہے اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ کہ اللہ تعالے کو احسان کرنیوالون سے
محبت ہے اور فرمایا اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ کہ خدا تمکو انصاف اور بہلائی کرنے کا حکم دیتا ہے -
اور اسکی شرح مین نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیشمار احادیث صحیحہ وارد ہین کہ جنکے ذکر کی یہان گنجایش نہین - تمام قوانین
تمدن اور رفاہ عام کے لئے یہ جملہ اصل الاصول ہے ؎ آسایش دو گیتی تفسیر این دو حرف است + با دوستان
تلطف با دشمنان مدارا + اسکے بعد لفظ رحیم کو انسان کے تیسرے حال یاد دلانے کے لئے ذکر کیا کیلئے کہ جسطرح
لفظ رحمٰن مین زیادتی باعتبار کمیت کے مراد رکہکر اوسکی رحمت کو عامہ و تامہ برے بہلون سب کے لئے قرار دیا گیا تہا

اب مزید علیہ لفظ رحیم کو خاص ایک جنس یعنی خدا تعالی کے فرمان برداروں کے لئے خاص کیا گیا پس اخیر مین لفظ رحیم کو لانا
اسباب کو بتلاتا ہے کہ اس جہان سے سفر کرکے جب لوگ وہان جاوین گی تو ان کے ایمان و اعمال کے لحاظ سے
ان پر اوسکی رحمت خاص ظہور کرے گی کہ جسکی تفسیر نبی علیہ السلام نے اور خود قرآن نے مواضع متعددہ مین کی ہے
کہ وہان بمقتضاے رحمت اعمال حسنہ و عقائد صحیحہ ہر طرح کی نعمت مین متشکل ہو کر نظر آوین گی - اس لفظ مین اجمالاً
آخرت کے متعلق سب باتون کی طرف اور اون کامون اور عقائد کی طرف کہ جو وہان کار آمد اور نافع ہون گے اشارہ
ہے جس طرح کہ لفظ رحمن مین دنیاوی معاشرت کے اصول کی طرف اور لفظ اللہ مین اوسکی ذات و صفات کے متعلق
باتون کی طرف اشارہ تہا - یہہ بسم اللہ الخ گویا انسان کے لئے اُن تمام الہامی باتون کا (کہ جو انبیاء علیہم السلام کے وسیلہ
سے یا بطور الہام عقل کتب مقدسہ و کتب حکماء مین لکہی گئی ہین) خلاصہ یا فہرست ہے گویا سب کو جمع کرکے اور سب کا عطر
نکال کر اس جملہ مین بہر دیا گیا ہے کہ پہر اسکی شرح باقی الحمد اور اسکی شرح تمام قرآن اور اوسکی شرح تمام
کتب نافعہ ہین یا یون کہو تعلیم روحانی اور الہام قرآنی ایک شجرِ طوبیٰ اثر ہے کہ جسکا مبداء اولی بسم اللہ الرحمن الرحیم
ہے جس طرح کہ درخت کا مبدا تخم ہوتا ہے اور پہر اجمالی طور پہ تمام پہل پہول شاخ و برگ اُسمین لپٹے ہوتے ہین اور
پہر وہ درجہ بدرجہ حالت تفصیلی مین آتے جاتے ہین +

دفعہ ۳ اس بسم اللہ کا ابتداے قرآن مین ان تین مخصوص اسمون کے ساتہہ آنا اور ہر کار کی ابتدا مین اس سے خدا تعالی
کو یاد کرنا ایک اور لطیف بات کی طرف بہی اشارہ ہے اور وہ یہہ کہ انسان جواہرات کو پیدا نہین کرتا ہے بلکہ صرف خدا تعالے
کی پیدا کی ہوئی چیزون مین تصرف کرتا ہے پس اللہ مین اس طرف اشارہ ہے کہ یہ چیزین کہ جنپر مدار انتفاع ہے
اوس جامع صفات کمال و جلال کے مخلوق ہین ہمکو شکر کرنا چاہئے اور لفظ رحمن مین اسطرف اشارہ ہے کہ جس طرح ان
اشیاء کا وجود اُسکی طرف سے ہے اسیطرح ان کی بقا بہی محض اُسکی رحمت کاملہ کا نتیجہ ہے اور لفظ رحیم مین اسطرف اشارہ
ہے کہ ان چیزون سے انتفاع کہ جو ان کے پیدا کرنے کا نتیجہ اور علت غائیہ ہین (جیسا کہ وہ خود فرماتا ہے هو الذی
خلق لکم ما فی الارض جمیعًا اوسی نے زمین کی سب چیزین تمہارے لئے پیدا کی ہین) محض اُسکی صفت رحیمیت کا اثر ہے -
قطعہ ابر و باد و مہ و خورشید و فلک در کارند + تا تو نانے بکف آری و بغفلت نخوری + ہمہ از بہر تو سرگشتہ و فرمان بردار +
شرط انصاف نباشد کہ تو فرمان نبری + اگرچہ اور بہی بہت سے اسرار اس تہوڑے سے کلام مین ودیعت
رکہے گئے ہین کہ جنکے بیان کو ایک دفتر جداگانہ چاہئے - مگر آپ کو یہہ تو بخوبی معلوم ہوگیا کہ اسقدر
تہوڑے سے کلام مین اسقدر تعلیم روحانی اور مقاصد الہامی بہرے ہوے ہین کہ عہد آدم سے لیکر ابتک

اور کسی کتاب الہامی یا غیر الہامی مین نہین پائی جاتی اب اس سے بڑھکر اور کون سی ضرورت قرآن اور الہام کے لئے ہوگی **سوال** ہمنے ایک انجیل عربی کا پُرانا نسخہ بچشم خود دیکہا ہے کہ اوسمین ہر انجیل کے ابتدا مین بسم اللہ جیسی اچھی بسم اللہ لکھہ رکھی ہے۔ اور اسیطرح پارسیون کی دساتیر مین ہر نامہ کے اول ایک اسی قسم کی بسم اللہ لکھہ رکھی ہے غالبًا نبی علیہ السلام نے یہہ وہا سے لیکر اپنے قرآن مین داخل کر دی ہوگی اور اسیطرح بہت مضامین قرآن مجید کے کتب عہد عتیق و عہد جدید و دساتیر وغیرہ سے ملتے ہین چنانچہ ایک پادری نے ایک کتاب **عدم ضرورت قرآن** لکھکر یہہ بات خوب ثابت کر دی ہے کہ نبی علیہ السلام نے یہ مضامین اور الہامی کتابون سے لیکر اپنی کتاب بنائی ہے پس جب یہہ ہے تو پھر قرآن نازل ہونے کی کیا ضرورت تہی **جواب** اس سوال سے تو اور بھی جناب رسالتمآب علیہ الصلوٰة والسلام کی پوری تصدیق ہوتی ہے کیونکہ جسقدر انجیل کے نسخہ صحیح کرکے پادریون نے لندن او رفرانس و دیگر بلاد مین چہپوائے ہین اونمین اوس بسم اللہ کا کہین نام و نشان بہی نہین البتہ اوس عربی انجیل مین کہ جسکا آپ حوالہ دیتے ہین ہمنے بہی وہ بسم اللہ دیکھی ہے کہ جسکی یہ عبارت ہے۔ باسم الاب والابن والروح القدس پس اسمین کسیکو شبہہ نہین کہ اس انجیل سے جو نکہ عربی دان تہا قرآن خوان تہا تقلیدًا یہہ بسم اللہ بنا کر لکہی جس سے یہ یقین ہوگیا کہ غیر لوگون کے دلون مین بہی اس کلام الہی کی خوبی بس گئی اور انہون نے چاہا کہ ہماری کتابون مین یہہ ہو تو بہت خوب ہو چنانچہ بخوف ثبوت سرقہ بجنسہ اصل کلام الہی کو تو نہ لکہا اور اوسی طرز پر کچہہ الٹ پلٹ کر لکھہ دیا۔ اور یہہ تو ظاہر ہے کہ آنحضرت علیہ الصلوٰة والسلام عمر بہر کبہی ایران مین تشریف نہین لیگئے نہ کسی مجوسیون کے مدرسہ مین تعلیم پائی نہ کوئی مجوسی کتب خانہ یا مدرسہ عرب مین تہا بلکہ یہودی اور عیسائی مذہب کا تو کچہہ پتا بہی تہا پارسیون کے مذہب سے تو وہ لوگ محض ناآشنا تہے پہر آنحضرت علیہ السلام اونکی کتاب مین سے سیکہنے کیونکر گئے اور اوس زمانہ مین اونکی یہ کتابین خود انہین لوگون مین بہی پوری شائع نہ تہین جسطرح کہ عیسائیون و یہودیون کے ہان کتاب کی قلت تہی آجکے ہان بہی اور جو کوئی کتاب تہی تو اوسکو بڑے متبرک لوگون کے پاس مقدس جگہہ مین رکہتے تہے غیر قومون از جانب جیسا کہ تقی چہاپہ نہ تہا کہ جسکے بدولت ہر کتاب گلی کوچون مین عام لوگون تک دست گردان پہرتی ہے۔ اور یہہ گمان کرنا کہ عجمی غلام سلمان فارسی وغیرہ آپکے پاس رہتے تہے اونسے سیکہہ کر لکہی ہوگی محض خیال خام ہے کیونکہ اول تو یہہ غلام کچہہ اپنے مذہب کے عالم نہ تہے کہ انہون نے تعلیم کر دیا ہوگا۔ دوم اگر یہہ تہا تو پہر اون غلامون پر کیا مصیبت پڑی تہی کہ ایسے شخص کے ہاتہہ پر اس صدق دل سے ایمان لائے کہ ہر چند اونکے مالکون نے اس بات پر اون پر کوڑے برسائے دہوپ مین جہنجا کیا بہوک پیاس کی تکلیف دیکر سخت مشقت مین گرفتار کیا مگر وہ پہر بہی حضرت کے دین سے نہ پہرے سوا اسکے بہی کوئی شبہہ نہین کہ اگر انہون نے

مسلمانون سے سنکر اس کلام کو اوڑا لیا اور بدلکر اپنی کتاب مین لکہہ لیا ہے اور دلیل اسکی یہ ہے کہ اسلام سے پیشتر کے کسی نسخہ مین یہ نہین ولو فرضنا ہوا بہی تو اوسمین یہ خوبی کہان ہے کیونکہ بنام ایزد بخشایندہ بخشایشگر مہربان دادگر مین لفظ مکرر ہے اور یہہ بہی ظاہر کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مین جسقدر محرف کتابین اور اوہام آمیز مذاہب یا لوگونکی رسم و عادات تہی سب غلط اور ناحق نہ تہے کیونکہ جہوٹی باتون مین بعض سچی باتین اور بُری عادتون مین بعض بہلی عادتین بہی ہوتی ہین پس اوس نبی کا کہ جو تمام جہان کی اصلاح اور فلاح کا بیڑا اوٹہاوے یہ کام نہین کہ وہ حق و ناحق سبکو مٹا کر اپنی ڈیڑہ اینٹ کی جدی مسجد بناوے جیسا کہ خود پسند کیا کرتے ہین بلکہ ہر مذہب اور ہر کتاب مین اور ہر رسم و رواج مین جو کچہہ حق اور فطرت کے موافق ہوا وسکو قایم رکہے اور غلط کو مٹاوے نہ یہہ کہ سبکا انکار کرے اور نہ یہہ کہ سب کو تسلیم کرے پس جب یہ بات ہر دانشمند کے نزدیک حق گو پر فرض ہے تو اب ضرور ہے کہ اوس مجموعہ تعلیم حقانی کے بعض اجزا کسی مذہب و ملت کے مطابق ہون اور بعض اجزا بعض دیگر کے مطابق ہون اور اسیطرح بعض عادات و رسوم کا حال ہے ۔ پادری صاحب آپکے عہد جدید مین کونسی نئی بات ہے کہ جو اور تاریخون اور کتب اخلاق یا عہد عتیق مین نہین پہر اس فرضی انجیل کو کتاب الہی بنانے کی کیا ضرورت ہے؟ براہ مہربانی اوسکو بہی بیان کر دیجئے۔ یہہ آپکی کتاب کا اجمالی جواب ہے اور تفصیلی بشرط فرصت پہر گوش گزار کرونگا ۔

دفعہ ۴ جو شخص کسیکی اطاعت کرتا ہے اور اوسکے حقوق و عہد کو قایم رکہتا ہے تو یا اوس سے خوف اور مضرت کا ڈر ہوتا ہے یا کسی انعام و اکرام بہلائی کی امید ہوتی ہے ۔ سو یہہ دونون چیز تو وہ ہین کہ جنپر عموماً طاعت کا مدار ہے (دیکہئے عام لوگ بادشاہ سے ڈر کر اور ملازمین انعام و اکرام کی طمع دلمین دہر کر اوسکی طاعت کرتے ہین اور جہان یہ دونون باتین ہوتی ہین تو وہان طاعت کے ساتہہ محبت بہی ہوتی ہے اور جو طاعت کہ محبت سے مرکب ہوتی ہے وہ طاعت صرف سے بہتر ہوتی ہے اور اسی لئے ایمان کو امید و بیم دونون کے اندر رکہا ہے کیونکہ محض خوف سے نفرت اور محض امید سے جرأت ہو جاتی ہے) اور بعض مخلص لوگ کہ جنکا عشق محویت کے درجہ تک پہونچ جاتا ہے وہ بلا لحاظ امید و بیم اوس سے محبت ذاتی رکہتے اور طاعت کرتے ہین وَقَلِیْلٌ مَّا هُمْ اور نبی کو (کہ خدا اور بندون مین واسطہ ہے) ضرور ہے کہ بندونکو اوسکے جلال سے ڈراوے اور اوسکی محبت دلمین پیدا کرے طاعت پر آمادہ کرے کیونکہ تمام دنیا و آخرت کی مصلحتین اسی پر موقوف ہین پس اسلئے اپنے ابتداء کلام مین وہ رعایت کی کہ جس سے یہہ مطلب نہایت خوبی و خوش اسلوبی سے ادا ہو گیا کیونکہ لفظ اللہ زبان عرب مین اوس شاہنشاہ حقیقی اور پروردگار عالم کا نام ہے کہ جسکی ہیبت سے پہاڑ لرزتے ہین ۔ اس نام کے ذکر کرنے سے اوسکی ہیبت ظاہر کرنا اور خوف دلانا مقصود ہے اور رحمن اور رحیم سے

عدم ضرورت قرآن کا اجمالی جواب

امید دلانا اور محبت پیدا کرنا مطلوب ہے تاکہ لوگ اوس سے ڈرین اور رحمت کے امیدوار رہکر طاعت کرین اور خالص لوگونکو تو لفظ اللہ ہی سے بلا لحاظ رحمت و غضب محبت فی اللہ پر تنبیہ ہوجاتا ہے جسطرح بسم اللہ مین سیر الے اللہ ہے اسیطرح الرحمن الرحیم مین سیر من اللہ ہے یعنی اسم چونکہ علامات و آثار مین سے ہے پس عارف اس نشان سے معبود حقیقی تک جا پہنچتا ہے اور پہر وہان سے لفنا و آلا ر کیطرف توجہ کر کے مخلوق کی جانب آ جاتا ہے۔ اور چونکہ امید سے خوف زیادہ تر اس امر مین موثر ہے اسلئے لفظ اللہ کو مقدم کیا۔ اور یون بہی قلم اور بالخصوص مقام تبرک کا مقتضے یہی ہے کہ لفظ اللہ جسطرح ذات مین مقدم ہے ذکر مین بہی مقدم رہے اور بعد لفظ رحمن کے رحیم اسلئے ذکر ہوا کہ عالم پر جو رحمت ہوتی ہے اوسکی دو شاخ ہین اول یہہ کہ ہر چیز کے لئے اوسکی تمام حاجات اور ضروریات کو پورا کیا جاوے دوم اوسکو مخالف اور منافی چیزون سے بچایا جاوے اول شاخ چونکہ نہایت بڑی اور اہم ہے اوسکے لئے لفظ رحمن کہ جسمین رحمت زیادہ ہے مناسب ہوا اور دوسری چھوٹی شاخ کے لئے لفظ رحیم بولا گیا۔ اور اسمین یہہ بہی اشارہ ہے کہ دنیا کے بادشاہون سے بڑی چیزون کا سوال کیا جاتا ہے اگر اونسے کوئی کمتر درجہ کی چیز مانگتا ہے تو خفا ہوتے ہین بخلاف خدا تعالے کے کہ اوس سے چھوٹی بڑی ہر چیز کا سوال کیا جاتا ہے پس اس رمز کے لئے رحمن اور رحیم دو لفظ بولے تاکہ دونون باتون پر دلالت کرین۔ رحمن بڑی باتون پر رحیم چھوٹی باتون پر۔ اور ایک پلہ مین لفظ اللہ ہے کہ جس سے ہیبت دلپر طاری ہوتی ہے تو دوسرے پلہ مین دو لفظ تسلی بخش کے بعد دیگرے سنا کر مطمئن بنایا تاکہ جسقدر اوسکا خوف دلپر پیدا ہوا اوتنی ہی محبت بہی جلوہ گر ہو کیونکہ افراط و تفریط مصلحت نبوت و منصب رسالت سے بعید ہے عیسائیون نے الوہیت مسیح و کفارہ ثابت کرنیکے لئے اول تو وہ خوف زائد از حد دلایا کہ خدا گناہ کو توبہ سے معاف ہی نہین کر سکتا اور وہ جو آدم علیہ السلام نے گناہ کیا تہا تمام بنی آدم پر پشت بہ پشت چلا آتا تہا (حالانکہ کسیکا گناہ خدا کی عدالت تو کیا بندون کی عدالت مین بہی دوسرے شخص پر لازم نہین ہوتا) اوسکی سزا دینی خدا کو از حد ضرور تہی اسلئے خود دنیا مین بشکل حضرت مسیح نو مہینہ رحم مین خون کہا کر مقام مخصوص سے پیدا ہوا اور تمام دنیا کے گناہون کی (دہوبی کی لادی کیطرح) گٹہری باندہکر اپنی پشت پر لاد کر لے گیا اور تین روز جہنم مین رہا اور ملعون ہوا حالانکہ یہہ عقیدہ چند وجوہ سے رد ہے (۱) تو خدا قادر اور رحیم و غفور ہے توبہ سے گناہ معاف کرنا اوسکا قدیم دستور ہے۔ (۲) عیسائیون کا یہہ عقیدہ ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام سے پیشتر جسقدر انبیاء اور اونکے فرمانبردار ہین سب مسیح کے پیدا ہونے سے پہلے ہی نجات یافتہ ہین بلکہ مسیح اور حواریون کے کلام سے ثابت ہوتا ہے پہر اگر کفارہ ضرور تہا تو اونکی نجات کیون ہوئی اور اونکے گناہ موروثی کیون معاف ہوے (۳) خود حضرت مسیح اور یوحنا (یحییٰ)

علیہ السلام لوگونکو توبہ اور استغفار کرنے کا حکم دیتے[1] تہے بلکہ خود مسیح نے ایک شخصکے گناہ[2] معاف کردیے پس اگر کفارہ مسیح پر نجات کل بنی آدم موقوف تہے تو استغفار اور توبہ اور یہہ گناہ معاف کرنا کیونکر ہوا ؟ ـ اور پہر امید اور رجاء کا یہان تک امن فراخ کیا کہ تثلیث اور کفارہ اور الوہیت مسیح پر ایمان لانیوالے کی حق مین پولوس نے ہر حرام اور ناپاک چیز[3] کو پاک کردیا اور شریعت پر چلنے والے کو لعنتی[4] قرار دیکر مطلق العنان اور سانڈ بنا دیا حالانکہ حضرت مسیح فرما چکے ہین کہ توراۃ[5] کا ایک شوشہ نہین مٹے گا اور خود توراۃ مین شریعت کے تارک پر سخت تہدید ہے ۔ توراۃ تو کیا اوسکے احکام عشرہ کو بہی مٹا دیا ـ اس افراط و تفریط کا کیا ٹہکانا ہے منجملہ اون ضرورات نزول قرآن کی ایک یہ بہی ضرورت تہی کہ اس سخت گمراہی کو اوٹہاوے ـ فرمائیے پادری صاحب اس سخت ضرورت کو سوائے قرآن کے اور کس کتاب آسمانی نے پورا کیا ـ منجملہ بیشمار معجزات کے آنحضرت علیہ السلام کا ایک معجزہ یہ کلام حکمت التیام بہی ہے کہ جسمین ہزارون خوبیان ہین اور جسکا مثل بنانا تو رہے اور ان پڑہ سے ممکن نہین ؂

فضائل

جن کلمات کا عالم برزخ یا عالم مثالی مین کوئی نہ کوئی ایسا اثر خاص ہوتا ہے کہ جسطرح عالم عنصری مین دواؤن کا اثر محسوس ہوتا ہے منجملہ اونکے یہہ بسم اللہ الرحمن الرحیم بہی ہے جس سے برکت کا نازل ہونا اور شیطان و خبیث کا اثر نہونا وغیرہ فوائد علاوہ اوس روحانی فائدہ کے ہین کہ جسکی ہم ابہی شرح کر آئے ہین اور ان فوائد کا سر تو ہم کسی موقع پر بیان کرین گے مگر اب بعض وہ فوائد کہ جو مشاہدہ ثقات مین آئی ہین ذکر کرتا ہون **از انجملہ** یہہ ہے جو ابوداؤد نے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو ایک شخص نے بغیر بسم اللہ پڑہے کہانا کہایا پس جب ایک لقمہ باقی رہگیا تو بسم اللہ اولہ و آخرہ کہکر اوسکو منہ مین رکہہ لیا اس بات پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہنسی آئی پہر فرمایا کہ اسکے ساتہہ شیطان کہاتا تہا جب اسنے بسم اللہ پڑہی تو شیطان نے جو کچہہ کہایا تہا کہڑا ہوکر قے کردیا ـ اور مسلم نے بہی روایت کیا ہے کہ جس کہانے پر بسم اللہ نہین پڑہی جاتی اومین شیطان کا حصہ ہوجاتا ہے **از انجملہ** وہ ہے کہ جو ترمذی نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کیا ہے کہ جب بیت الخلاء مین جاکر کوئی شخص بسم اللہ پڑہتا ہے تو اوسکے ستر اور جنون کی آنکہون کے بیچ مین یہہ کلام پردہ ہوجاتا ہے ـ

---

[1] انجیل متی باب سوم ۱۲ [2] انجیل لوقا باب ۵ آیت (۲۰) اور (۲۴) [3] پولوس کا وہ نامہ جو طیطس کو لکہا ہے اوسکے اول باب ۱۵ درس مین ہے ۱۲ [4] پولوس کے نامہ گلیتون کا ۳ باب اور اسمین مسیح علیہ السلام کو ملعون بہی کہا ہے ۱۲ منہ [5] یہ خیال مت کرو کہ مین توراۃ یا نبیون کی کتاب منسوخ کرنے آیا ہون مین منسوخ کرنے نہین بلکہ پورا کرنے آیا ہون کیونکہ مین تم سے سچ کہتا ہون کہ جب تک آسمان و زمین ٹل نجاوے توراۃ کا ایک نقطہ یا شوشہ ہرگز نہ مٹیگا جب تک سب کچہہ پورا نہو ــ پس جو کوئی ان حکمون مین سے سب سے چہوٹے کو ٹال دیوے اور ویسا ہی آدمیونکو سکہاوے آسمان کی بادشاہت مین سب سے چہوٹا کہلائیگا انجیل متی باب ۵ درس ۱۷ تا ۲۱ ۱۲ منہ

گو یہہ احادیث خبر احاد ہین اور بالخصوص اس اخیر حدیث کے سلسلہ مین ترمذی نے کلام بہی کیا ہے اور بعض علماء
نے ان کو معنی مجازی پر محمول کیا ہے مگر مین یہہ کہتا ہون کہ دراصل شیطان یا جن یا ہمزاد جو کہو ایک ایسی چیز مخلوق
الہی مین سے ہے کہ جو محسوس نہین اور انسان کے اکثر امور مین شریک ہوتی اور اوسکی نقل کرتی ہے جسکا صدہا
لوگون کو مشاہدہ ہوا ہے چنانچہ حجۃ اللہ البالغہ مین حضرت شاہ ولی اللہ رح لکہتے ہین کہ ایکبار میری ملاقات کو
ایک دوست آیا مین نے اوسکو کہانا دیا وہ کہانے لگا کہ اوسکے ہاتہہ سے روٹی کا ایک ٹکڑا چہوٹ کر خلاف عادت
از خود دور تک اسطرح لڑکتا ہوا چلا گیا کہ جس سے سب حاضرین جلسہ کو تعجب ہوا پہر اگلے روز محلہ مین ایک شخص کے سر
پہ آکر وہ خبیث یون بولا کہ فلان جگہہ مینے فلان شخص سے کل ایک روٹی کا ٹکڑا چہینا تہا مگر اوسنے جہٹ سے لیہی لیا ہمکو
زیادہ اور اسیطرح کی بہتیری حکایات صادقہ ہین پس اب یہہ کیا تعجب ہے کہ اس قوم جن کو ذکر الہی سے ایک جبلی نفرت ہو اور
اسکی تاثیر ملکیت اوسکو سخت ایذا پہونچاتی ہو کہ جس سے وہ لوگ ہٹ جاتے ہون شبہہ حضرت سلامت یہ تو پرانے
خیالات اور فاسد توہمات ہین کہ جنکو آج کل اہل یورپ بالخصوص نئی روشنی والے اور اونکے مقلد محض لغو سمجہتے ہین اور
اونپر ہنستے ہین اور اسیطرح عیسائی بہی ان باتون کو نہین مانتے الغرض روشن دماغ اور تربیت یافتہ لوگ قائل نہین
جواب مہربان اس انکار بلادلیل کا کوئی علاج ہی نہین - اہل یورپ کا کیا کہنا ہے وہ تو کل غیر محسوس چیزون کے منکر
ہین حتی کہ خدا تعالی کا وجود بہی صدہا نہین مانتے جرمن اور فرانس کے ملحدون پولیٹو وغیرہ کی کتابین دیکہئے وہ حضرت
عیسے و موسے و توراۃ و انجیل سب الہام کے قصہ ہی کو لغو سمجہتے ہین - اور یہہ ہزارہا اہل یورپ روحانیات کے بابت
اور ایسی باتین کرا دینے اور بلا دینے کے بہی قائل ہین - چنانچہ لندن مین ایک کمیٹی بڑے زور سے یہ دعوے
کرتی ہے جسکے ممبر ہندوستان مین بہی موجود ہین - اور عیسائیون کی اناجیل مین جب شیطان اور دیو اور ناپاک روحون
کا نکالنا حضرت عیسے سے لکہا ہے تو پہر اس قوم کا انکار جن بلادلیل چہ معنے دارد؟ اور جب دلائل عقلیہ و نقلیہ
سے یہہ قوم ثابت ہو چکی ہے تو پہر اسکے افعال ناشایستہ اور کلام الہی کے اثر کا انکار اور بہی طرفہ ہے - اگر اسیکا
نام روشن دماغی ہے تو اس روشنی ظلمت ماب کے کیا کہنے ہین ازانجملہ وہ قصہ ہے کہ جسکو امام فخر الدین
رازی نے اپنی تفسیر کبیر مین لکہا ہے کہ حضرت خالد بن ولید سے مقابل لوگون نے یہہ کہا کہ تم جو اسلام
کے مدعی ہو کوئی کرامت تو دکہاؤ تاکہ تمہارے دین کی صداقت معلوم ہو اور اس زہر قاتل کے شیشہ کو پیجاؤ اگر
کچہہ اثر نکیا تو یہہ دین حق ہے چنانچہ خالد نے اونکے ہاتہہ سے وہ زہر لیکر اونہین کے روبرو بسم اللہ کہکر پیلیا
اور پہر وہین کہڑے رہے مگر کچہہ بہی اثر نہوا - اور اسی قسم کے صدہا شواہد[1] ہین سوال بسا اوقات ہم بسم اللہ پڑہتے

[1] چنانچہ بچہو کے زہر دفع کرنے کے لئے ابن اقیم الحروف کے پاس اسلام کے متعلق ایسا عمل ہے کہ جس سے فورا زہر دور ہوجاتا ہے بارہا تجربہ کیا ہے اور جو چاہے آکر تجربہ کرلے ۱۲ منہ

ہین مگر ہمکو اس قسم کی کوئی بات معلوم نہین ہوتی جواب خواہ دوا ہو خواہ کوئی کلام ہو اوسکی تاثیر کے لئے دو باتین
ضرور ہین اجتماع شروط ارتفاع موانع - دیکھئے تریاق کے اثر مین کسی دانشمند کو شک نہین مگر جب اوسکی ایک ہی شرط
فوت ہو جاتی یا کوئی مانع حائل ہو جاتا ہے پہر تاثیر نہین کرتا - اسیطرح خلوص نیت وصدق اعتقاد ورابطہ الٰہی
وغیرہ ان باتون کے لئے شرط ہین اور ریاکاری اور خیالات فاسدہ وتوہمات شیطانی ان چیزون کے لئے موانع
ہین - اب کلام کو یہین تمام کرکے باقی الحمد للہ کی تفسیر لکھتا ہون ✤

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○ مٰلِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ ○

سب طرحکی خوبیان اللہ کے لئے ہین جو کل مخلوقات کا پرورش کرنے والا ہے جو نہایت مہربان بڑا رحم والا جزا کے دنکا مالک ہے

ترکیب

الحمد مبتدا اور للہ ثابت کے متعلق ہوکر اوسکی خبر ہوئی - رب العالمین اوسکی صفت اول (اگو یہہ نکرہ ہے مگر معنی کے
لحاظ سے معرفہ ہے کیونکہ رب العالمین سوائے خدا کے اور کسی پر صادق نہین آتا) الرحمٰن الرحیم صفت موصوف
اوسکی صفت دوم مالک یوم الدین مضاف ومضاف الیہ ملکر اوسکی صفت سوم - یہہ موصوف اپنی تینون صفات
سے ملکر ثابت کے متعلق ہوکر مبتدا کی خبر ہوئی اور خبر ومبتدا ملکر جملہ اسمیہ ہوا - گو مقام انشاء حمد جملہ فعلیہ چاہتا ہے
مگر حسب حمد ہی انشاء حمد ہے دوام وثبات کے لئے جملہ اسمیہ لایا گیا ✤

تفسیر

ان تین آیتون مین خدا تعالیٰ بہت سی حکمتونکی رعایت رکھکر اوس تقرب کو بتلاتا ہے کہ جسکی طرف بسم اللہ مین
اشارہ تہا - بسم اللہ مین لفظ اللہ سے ہیبت اور رحمٰن ورحیم سے رغبت دلاکر اپنی ذات پاک کی طرف توجہ کرنا مجملاً
بتلایا تہا لیکن اوس وصول اور تقرب کا کوئی طریق صراحتہً مذکور نہوا تہا کہ وہ کیونکر اوسکی طرف متوجہ ہو اور کونسی
روحانی سڑک پر چلکر شہر مقصود تک پہونچے آیا کسی درخت مین اولٹا لٹکے یا دنیا کے تمام طیبات چھوڑ کر لنگوٹا باندہ کر
کسی مندر یا تالاب یا دریا کے کنارے بیٹہا کرے یا کسی گرجا مین باجا بجاکر کوئی راگ یا بھجن گایا کرے یا پیالہ
لیکر گہر گہر بہیک مانگتا پہرے یا کوئی اور جتن کرے کہ جس سے اوس محبوب عالم معبود حقیقی کا وصال اور جمال باکمال
نصیب ہوتا کہ کمال حقیقی اور سعادت عظمےٰ ملے سو اس وادی پر خار اور اس بحر ذخار مین سیکڑون بہٹک کر
مرگئے اور بڑے بڑے حکیمون اور فلسفیون کی کشتیان غرق ہوگئین ؎ درین ورطہ کشتی فرو شد
هزار ✤ کہ پیدا نشد تختۂ برکنار ✤ اسلئے رحمٰن ورحیم نے اپنی رحمت سے الہام کے

ذریعہ سے اس مشکل کو حل کر دیا اور اپنی طرف آنیکا رستہ سہل کر دیا کہ اسے طالبان راہ نجات اور اسکے
جو یندگان آب حیات تم زبان سے یون کہو اور ان الفاظ کے رنگ معانی سے اپنی روح کو رنگین
بناؤ کیونکہ جب تم ان الفاظ کے معنی کو خوب دلمین جماؤ اور خیال مین لاؤ گے تو تمہاری روح کی تمام
کثافت اور ظلمت بہیمیت دور ہوجائیگی پس جب آئینہ کا زنگ دور ہوا تو اوسی وقت آفتاب جہان تاب کا
عکس پڑکر پرنور ہوا —

تفصیل

اس اجمال کی یہہ ہے کہ انسان دراصل روح ہے کہ جسکو نفس ناطقہ بھی کہتے ہین اور جو اس جسم سے
پیشتر بھی اور اسکے مفارقت کے بعد بھی رہیگی ۔ اور یہہ جسم خاکی کمالات حاصل کرنے کے لئے اوسکا
آلہ یا مرکب ہے جسطرح آئینہ مین ذاتی جوہر ظاہر کرنے کے لئے راکہہ یا کہر یا لگا دیتے ہین تاکہ اسکے بعد
رگڑنے سے اوسکا جوہر اصلی شکل آئے اور یہہ خوب صاف وشفاف ہوکر چمکنے دمکنے لگے اسیطرح حضرت
روح کو اس جسم کے ساتہہ اسی غرض سے پابستہ کیا ہے پس اصل و بالذات روح کی صفائی مقصود ہے
تاکہ یہہ اوس مبدا نور سے[1] تشبہ حاصل کرکے اوس سے جاملے اور اسی کو سعادت عظمے اور اسیکو کمال اصلی
اور اسیکو اتمام سلوک کہتے ہین لیکن اس سلوک کو جو لوگ اپنی عقل سے تمام کرتے ہین تو اونکو وہم اور تخیلات
فاسدہ کے راہزن (جو کہ اس جسم اور اسکی بہیمیت سے پیدا ہوتے ہین) مقصود تک نہین پہونچنے دیتے بلکہ وہ ان توہمات و
تخیلات کی وجہ سے مخلوق پرستی یا بنیاد جسم کے گرانے اور اس وسیلہ سے روح کو چمکانے کے درپے ہوتے ہین جیساکہ درخت
ہین ولنا للتحنا الخ اور جو انبیاء علیہم السلام اور الہام کی روشنی مین اوس سیدہی سڑک پر چلتے ہین کہ جسکو خدا تعالی نے قایم کیا
وہ مقصود تک پہونچ جاتے ہین کما قال تعالی - وَعَلَى اللّٰهِ قَصْدُ السَّبِيْلِ وَمِنْهَا جَآئِرٌ کہ بعض رستے سیدہے خدا تک پہنچتے
ہین اور بعض ٹیڑہے ہین ۔ اور خود اسی سورہ مین آگے چلکر یہہ تعلیم کرتا ہے کہ یون کہو اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ
اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ الخ کہ ہمکو وہ سیدہی راہ دکہا کہ جو انبیاء کی راہ ہے الغرض یہہ متفق علیہ ہے کہ جب تک روح کو صفائی نہین تب تک رسائی نہین

[1] کیسلئے کہ جب تک طرفین مین کوئی مناسبت نہین ہوتی اسوقت تک تقرب نہین ہوتا پس وہ نور محض اور لطیف یہہ ظلمانی اور کثیف باہم کیونکر ارتباط ہو
پس جب انسان اپنی روح کو منور کرتا ہے اور ملکیت غالب ہوجاتی ہے تو ظلمانیت اور تاریکی ہیولانیت دور ہوجاتی ہے - اور انوار عالم
قدس اسپر اسطرح پڑنے لگتے ہین کہ جسطرح آئینہ مین آفتاب - پھر یہہ شخص بارگاہ قدس اور انجمن انس مین باریاب اور
جمال باکمال سے فیض یاب ہوتا ہے - پس اسی طریق کو خدا نے اس سورہ مین نہایت لطف کے ساتہہ بیان فرمایا ۱۲ منہ

اور یہ ظاہر ہے کہ روح مین کئی طور سے تاریکی پیدا ہوتی ہے (۱) یہہ کہ یا تو سرے سے خدا تعالے کے وجود اور اوسکے جمیع
صفات قدرت و عظمت کا قائل نہو اور تمام مخلوقات یا بعض چیزون کی ہستی کو از خود جانے جیسا کہ دہریہ اور نیچریہ[1]
یہ عقیدہ رکہتے ہین کہ یہہ چیزین از خود طبیعت عناصر سے پیدا ہو جاتی ہین اور جب تک طبیعت اپنے تصرفات پر قادر
رہتی ہے یہہ زندہ رہتی ہین اور جب حرارت غریزیہ تحلیل ہو جاتی ہے تو فنا ہو جاتی ہین - اور یہہ سب کاروبار
گردش فلک اور طبائع اجسام سے ہو رہے ہین نہ زمانہ کی ابتدا ہے نہ انتہا یہہ رہٹ ہمیشہ سے یونہین پہرتا ہے
اور یونہین پہرتا رہیگا چنانچہ اس مذہب عقیدہ کے لوگ پہلے بہی بہت تہے اور اب بہی بالخصوص یورپ مین
ہزارون ہین - (۲) یہہ کہ خدا تعالے کو خالق تو جانے مگر بعد پیدا ہونے کے خلق کو اوسکے اسباب و شرائط کی وجہ
سے خالق سے مستغنی جانے جیسا کہ بعض آریہ سماج کا عقیدہ ہے کہ بعد مخلوق ہونے کے پہر اوسکی طرف کچہہ حاجت
باقی نہین رہتی (۳) یہہ کہ اس مجموعہ عالم مین سے کسی جزء کو اوسکے کمالات ذات و وجود مین مستقل جانے اور پہر اوسکو
بہی اختیارات الوہیت مین شریک سمجہکر اوس سے بہی واسطہ عبودیت رکہے جیسا کہ قدمائے یونان و فارس اور زمانہ
جاہلیت کے عرب اور ہندو لوگ آگ اور پانی اور ہوا اور آفتاب و ماہتاب اور تارون اور پتہر کے ارواحون
کی نسبت یہہ عقیدہ رکہتے تہے بلکہ رکہتے ہین (اس تاریکی روحانی کو زبان الہام مین شرک کہتے ہین)
(۴) یہہ ہے کہ آدمی بعض حاجات اور کاروبار کے پورا نہونے کی وجہ (کہ جنکو حسب الٰہی مصلحت ملک یا شہر یا اوس شخص
سے خلاف جانتی ہے) اوسکو سراسر غضب و بخل اور بلا کو جانکر اوس سے محبت نکیجاوے اور دل مین نفرت پیدا ہو جاوے
جس سے اوسکے ابرار اور اوسکے ہادی لوگون سے دشمنی کا برتاؤ کیا جاوے جیسا کہ بعض یہود نے انبیاء علیہم السلام
کو قتل کیا اور خدا کی دشمنی پر کمر باندہی (۵) یہہ کہ خدا اور انبیاء کا اقرار ہو مگر قیامت اور وہان کی جزا و سزا
کا انکار ہو جیسا کہ یہود مین فرقہ صدوقیہ کا عقیدہ تہا اور اب بہی صد ہا بے دینون اور دیگر بعض مذاہب کے لوگونکا
عقیدہ فاسد ہے بلکہ وہ دار مدار جزا و سزا کا اسی عالم پر تناسخ کے وسیلہ سے (جیسا کہ ہنود اور مجوس کا عقیدہ ہے)
یا مال و اولاد و تندرستی و بیماری مین محرومی و بہرہ وری کے وسیلہ سے جانتے ہین جیسا کہ بعض جہلا کا عقیدہ ہے
(۶) یہہ کہ قیامت اور جزا و سزا کا تو اعتقاد ہو مگر اپنے اوہام باطلہ اور خیالات فاسدہ سے بعض شخصون کی نسبت یہہ عقیدہ
ہو کہ وہ بہی وہان جسطرح چاہین گے اپنے معتقدون اور پرستش کرنے والون کو فائز المرام کرین گے اور خدا تعالے
کے عذاب و عتاب سے مانع آوین گے اسلئے خدا کے ساتہہ نذر و نیاز استمداد و پرستش مین اونکو شریک کرتے
ہین اونکو بہی خدا ہے یا خدا کا جزء یا شریک وہیم جانتے ہین جیسا کہ نصارا حضرت مسیح (عیسیٰ) علیہ السلام کو

[1] اسکو انگریزی مین نیچر کہتے ہین پس وہ آجکل اہل اسلام مین سے ایک فرقہ نیچریہ کہلاتا ہے وہ گو براے نام مسلمان ہین ورنہ در حقیقت طبعیہ ہین چنانچہ اس فرقہ کے سرگروہ نے جو ایک تفسیر لکہی ہے اوسمین اور تہذیب الاخلاق اخبار مین انکے عقائد ہمارے اس قول کے شاہد عدل ہین ۱۲ منہ

کفارہ سمجھکر بالکل مطمئن ہوگئے ہین اور اونکو خدا اور کبھی جزو خدا سمجھتے ہین اور اسیطرح اور بھی صدہا جہلا ہین کہ وہ اپنے
بزرگون کو مالک و مختار جانتے ہین۔ سوال اہل اسلام بھی تو اپنے نبی علیہ السلام کو شفیع روز محشر جانتے ہین جواب
شفاعت تو یہہ ہے کہ خدا تعالے رحیم ہے اپنے نبی علیہ السلام کی معرفت رحمت ظاہر کریگا اور اپنے وعدہ کو پورا فرمائیگا۔
نہ یہہ کہ آنحضرت علیہ السلام خدا کے شریک سہیم ہوکر اوسکے عذاب کو دفع کرینگے اور خواہ وہ چاہے یا نہ چاہے اوسکے
معتوب و مغضوب کو جنت مین لیجائین گے یہہ کسی اہل اسلام کا عقیدہ نہین بلکہ جو کچھہ آپ سے سرزد ہوگا بمرضی الہی ہوگا
پس یہہ چہہ طور ان روحانی تاریکیون کے اصول ہین کہ جو قرب خدا سے مانع ہین — اور یہہ قرب سے محروم رہنا آخرت
مین دوزخ اور طوق و زنجیر وغیرہ چیزون کی صورت مین ظاہر ہوکر جسم ہوجاویگا بلکہ ہوچکا اور طرح طرح کی
سختیان دکہاویگا۔ کیونکہ روح کی راحت (کہ جو بشکل جنت ظہور کریگی بلکہ کرچکی) یہ ہے کہ اوسکے مرکز اصلی
کیطرف پہنچنے مین کوئی چیز حائل نہو جاے۔ دیکہئے دنیا مین جب کوئی چیز کسی چیز کی جز طبعی یا مرکز اصلی سے بیچ
مین مانع اور حائل ہوجاتی ہے تو وہ چیز اپنے جز اور مرکز اصلی کیطرف جانے مین کیسی پہڑپہڑاتی ہے اور یہہ پہڑ
پہڑانا اور کشاکشی کے صدمات اوٹہانا اوسکے لئے جہنم ہے (علی قدر مراتبہ) باقی ان تاریکیون کے فروعات سو
وہ بیشمار اور ہزار در ہزار ہین اونکے ذکر کی یہان گنجایش نہین ان پانچون طریقون کی ظلمانیت کو عرف شرع مین کفر
اور الحاد کہتے ہین اور ساتوان طور تاریکی روحانی کا ایک اور ہے کہ جو اس جسم کے اعمال سے متعلق ہے یعنے جسطرح
وہ چہہ طور قوت نظریہ یعنی اعتقاد سے متعلق ہین یہہ قوت عملیہ سے علاقہ رکہتا ہے وہ یہہ کہ انسان اپنی
زبان سے وہ باتین بولے اور ہاتہہ پاؤن سے وہ کام کرے کہ جو نور فطرت کے خلاف ہون جنکو عرف شرع مین
حرام اور مکروہ کہتے ہین جیسا کہ کلمات کفر بکنا گالی دینا غیبت کرنا جہوٹہہ بولنا فحش کی باتین موہنہ سے نکالنا قتل
کرنا چوری کرنا زنا کرنا شراب پینا لوٹ مار کرنا وغیرہ وغیرہ وہ افعال و اقوال کہ جنکی تاریکی روح پر اثر کرتی اور اوسکی
نورانیت کو زدہ روئی ہے چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکی تشریح فرمادی ہے کہ جب بندہ گناہ کرتا ہے تو اوسکے
دل پر ایک سیاہ نقطہ ہوجاتا ہے پہر وہ پہیل کر تمام دل کو گہیر لیتا ہے رواہ البغوی یہہ سات چیزین
تمام گمراہی کی باتون کے اصول ہین کہ جنکے مٹانے کے لئے سلسلہ ارانبیاء علیہم السلام دنیا مین آیا کئے
اور تمام کتب آسمانی بلکہ جمیع کتب حکمت و اخلاق انہین سات چیزون کی شرح ہین۔ خود قرآن مجید مین بہی مختلف عنوان
سے اسکو بیان کیا ہے چنانچہ ایک جگہہ ایک ہی جملہ مین اسکو ختم کردیا قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا
وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا کہ جسنے اپنی روح کو پاک و صفا کیا اوسنے مراد پائی اور جسنے آلودہ کیا

توخسارت اوٹہائی اور ایک جگہہ اس نجات اور ابدی حیات کو اور لطف سے بیان فرمایا فَمَنْ شَاءَ اتَّخَذَ اِلٰی
رَبِّہٖ مَاٰبًا کہ جو چاہے اپنے رب کے پاس آنے کا ٹہکانا بنالے - اور ایک جگہہ اور بہی خوبی سے
اسکو ادا کرد یا یٰاَیُّہَا الْاِنْسَانُ اِنَّکَ کَادِحٌ اِلٰی رَبِّکَ کَدْحًا فَمُلٰقِیْہِ ط کہ اے انسان تو اپنے
رب کی طرف کہٹ کہٹ کرکے چلا آتا ہے آخر اوسکے پاس پہونچے گا - وغیرہا من الآیات - پس انسان
جب ان ساتون کو چہوڑ اِنکے برخلاف مین جو سات عمدہ اصول ہین اونکی طرف موہنہ موڑتا ہے تو مقصود
اصلی کو پہنچ جاتا اور سعادت عظمی پاتا ہے؛ پس ان آیات مین خدا تعالے نے اپنے پاس آنے کا
رستہ اسطرح سے بتایا کہ خدا تعالے کی حمد و ثنا ان صفات کے ساتہہ کرو تا کہ روح منور ہو جائے
اور جناب قدس تک گزر ہو جائے - اب ہم یہہ بات بتلاتے ہین کہ کونسے جملہ سے کس بات کی طرف اشارہ
ہے الحمد للہ (کہ تمام خوبیان اللہ کے لئے ہین) مین اول بات کی طرف اشارہ ہے کیونکہ حمد اوس ثنا و صفت
کو کہتے ہین کہ جو کسی شخص کے کمالات ذاتیہ و اختیاریہ کی وجہ سے زبان پر آوے جسطرح کہ علم کمالات
غیر اختیاریہ پر ہوتی ہے حمد اختیاریہ پر - موتی کی صفائی اور کسی مکان وغیرہ غیر ذی عقل کی صفائی و
زیبائی کو جو بیان کرینگے تو اسکو مدح کہین گے نہ حمد اور شکر کسی انعام و اکرام کی وجہ سے ہوتا ہے
خواہ زبان سے ثنا و صفت کردیجاے یا کوئی تعظیم کا کام کردیا جاوے یا دل ہی مین خوشنودی
پیدا کیجاے - شکر اور حمد مین عموم و خصوص من وجہ ہے جو حمد کہ کسی انعام و اکرام کی وجہ سے ہو
وہان اوسکو شکر بہی کہہ سکتے ہین - پس جب بندہ نے دل سے یہہ کہا اور صحیح اعتقاد کیا کہ تمام خوبیان
خدا کے لئے ہین تو خدا تعالے کی ذات و صفات کمالیہ کا اقرار پایا گیا دہریا پن جاتا رہا - اور جب
کہا رب العالمین کہ وہ تمام عالم کا پرورش کرنے والا ہے - اس سے دوسری اور تیسری بات جاتی
رہی کیلئے کہ عالم بروزن فاعل بالفتح اوس چیز کو کہتے ہین کہ جس سے دوسری چیز کا علم حاصل
ہو جاوے اور وہ خدا تعالے کی ذات اور صفات کے سوا ہر موجود و مخلوق کو شامل ہے کیونکہ
ان سے انکی پیدا کرنے والے خدا تعالے کا علم حاصل ہوتا ہے دیکہیے جب ہم کسی تخت یا مکان کو دیکہتے
ہین تو ہمکو یقین کامل ہو جاتا ہے کہ ضرور اسکا بنانے والا کوئی بڑہئی اور معمار تہا کہ جسکے ہاتہہ سے یہہ بنے
ہین اسیطرح مخلوقات کو غور کرنے سے صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ ضرور کوئی قادر بیچون بے چگون
اسکو عدم سے ہستی مین لانے والا ہے - پہر اس عالم کے بیشمار انواع و اقسام ہین عالم مجردات

یعنی وہ چیزین کہ جو جسم عنصری و جرم سماوی سے بری ہین اور ہمکو بسبب لطافت کے دکہائی نہین دیتی ہین۔
(جسطرح کہ عالم عنصری مین ہوا لطافت سے دکہائی نہین دیتی جیسا کہ ملائکہ اور ارواح عالم جسمانیات پہر
اسکی دو قسم ہین عالم علویات جیسا کہ آسمان اور آفتاب و ماہتاب و ستارے اور عالم سفلیات پہر اسکی بہی دو
قسم ہین ایک عالم لطیفات یعنی وہ چیزین کہ جو بسبب لطافت کے دکہائی نہین دیتین جیسا کہ ہوا اور کرہ آتش
اور دیگر بسائط کہ جو علوم جدیدہ سے ثابت ہوے ہین اور وہ چیزین کہ جنکا مادہ صرف یہہ لطیف عناصر ہین
یا یہہ غالب ہین جیسا کہ جن اور شیطان اور دیگر مخلوقات الٰہی کہ جسکو ہم نہین جانتے وَمَا يَعْلَمُ جُنُودَ رَبِّكَ
إِلَّا هُوَ دوسرا عالم کثیفات پہر اسکی بہی دو قسم ہین عالم مفردات جیسا کہ پانی اور خاک عالم
مرکبات پہر اسکی چار قسم ہین عالم کائنات جو یعنے وہ چیزین کہ جو زمین سے اوپر
ہین جیسا کہ ابر اور اولے اور قوس قزح وغیرہ چیزین دوم عالم جمادات یعنے پہاڑ
اور دیگر معدنیات چاندی سونا ہیرا بلور وغیرہ سوم عالم نباتات
یعنی درخت اور گہانس اور جڑی بوٹیان۔ چہارم عالم حیوانات یعنی انسان گدہا
گہوڑا درند پرند جاندار چیز خواہ برّی ہو خواہ بحری ان تینون اخیر کو موالید ثلاثہ کہتے ہین
ان سب مین عالم انسان مشرف ہے بلکہ اپنے روحانی علاقہ سے تو ملائکہ سے بہی دو چار قدم آگے
ہے پس جب ان سبکو جمع کرکے خدا نے رب العالمین کہا تو کوئی چیز اوسکی تربیت اور پرورش
سے خالی نرہی اور تربیت یہہ ہے کہ درجہ بدرجہ کسی چیز کو پورا کیا جاوے اور
اوسکے کمال تک کہ جو مقدار ہے پہنچایا جاوے۔ اور عالم محسوسات مین تو آپ کو بہی
صدہا بلکہ ہزارہا چیزون کا درجہ بدرجہ پورا ہونا اور تربیت پانا مشاہدہ سے معلوم
ہوتا ہے۔ سب سے اول اشرف المخلوقات حضرت انسان کو ہی دیکہیے کہ اول غذاؤن
سے نطفہ بنتا ہے پہر عورت کے پیٹ مین علقہ اور مضغہ بنکر پورا بچہ بنتا اور باہر آتا ہے۔
اور پہر ایک ہی بار جوان و قوی نہین ہوجاتا بلکہ رفتہ رفتہ اسطرح سے کہ پہلے بیٹہنے
لگتا ہے پہر گہٹنون چلتا ہے پہر دیوار پکڑکر پہر بڑہتے بڑہتے ڈاڑہی موچہہ اگکر
قوی جوان ہوجاتا ہے۔ اور پہر اسطرح منزل بمنزل بے اختیار گہٹتا جاتا ہے۔
اور یہی حال سب چیزون کا ہے۔ خواہ ہمکو معلوم ہون یا نہ ہون——

اب مین آپکے روبرو ایک ایسی دلیل بیان کرتا ہون کہ جس سے آپکو تمام عالم کے مجموعہ کا حادث ہونا بخوبی معلوم ہو جائے
عالم یعنی خدا تعالی کی ذات وصفات کے سوا جو کچھ ہے یا جوہر ہے یعنی بذات خود قائم جیسا کہ درخت و پتھر
یا عرض کہ جو کسی اور مین ہو کر پایا جاتا ہے جیسا کہ رنگ سیاہی سفیدی کہ جو بغیر کسی جسم کے پائی نہین جاتی اور ان
مین سے ہر ایک حادث ہے اعنی پہلے معدوم تہا پہر موجود ہوا ہے اور جب عالم کے دونون جزو حادث ہوئے
تو مجموعہ عالم بہی حادث ہے اور ہر حادث کے لئے ایک محدث یعنے پیدا کرنیوالا ضرور ہے کیونکہ جب تمام عالم
حادث ہوا تو قطعًا ضروری الوجود نہین ورنہ عدم کو قبول کرنے کے کیا معنے بلکہ وجود و عدم اوسکی ترازو کے دونو پلہ مساوی
ہین پس کوئی مرجح یعنے اس وجودی پلہ کا جہکانیوالا ضرور ہے اور وہ عالم سے الگ ہے اور عالم کے جمیع اوصاف وخصائص
سے بہی اسیطرح مباین ہے کہ جسطرح اپنی ذات مین مباین ہے ۔ اب رہا یہہ ثبوت کہ کل اعراض حادث ہین سو وہ
یون ہے کہ بعض کا حادث ہونا تو مشاہدہ سے معلوم ہوتا ہے کہ تاریکی چلی گئی روشنی ہوگئی اور سبز تہا سفید ہوگیا
اور بعض کا یون کہ ہر عرض قابل عدم ہے اور جو قابل عدم ہے وہ قدیم نہین سو یہہ بہی قدیم نہین اور جو قدیم نہین وہ
حادث ہے ۔ اور کل جواہر کا حادث ہونا بہی ظاہر ہے کیونکہ کوئی جوہر ایسا نہین کہ جسپر کوئی نہ کوئی عرض سوار نہو
اور نہین تو حرکت و سکون سے تو کوئی بہی خالی نہین کیونکہ اگر دو آن تک ایک جگہ مین ہے تو ساکن ورنہ متحرک پس
جو حوادث کا محل ہے وہ خود بہی حادث ہے ورنہ قدم حوادث لازم آویگا ۔ اسکے سوا اور صدہا دلائل اور براہین ایسے
امر پر ہین کہ جنکے ذکر کی یہان گنجائش نہین ۔ پس جب آپکو یہہ معلوم ہوگیا کہ یہہ تمام عالم حادث ہے تو اسمین بہی
کوئی شک نرہا ہوگا کہ یہہ ممکن ہے اور ممکن تو اپنی ذات وصفات مین ہر وقت واجب تعالے کا دست نگر رہتا ہے
یعنی ہر ساعت و ہر لحہ ہر بات مین فقیر کی طرح اوسکی طرف جہولی پہیلائے رہتا ہے اور وہ رحمن ورحیم اوسمین خزانہ
غیب سے وجودات اور صفات اور کل حاجات کے ٹکڑے ڈالتا رہتا ہے تاکہ ہر وقت اسکو اوس سے ارتباط و احتیاج رہے
اور یکبارگی حاصل کرکے دعوی استقلال نکرنے لگے اور خدائی کا دم نہ بہرنے لگے ۔ اور اس احتیاج ہمہ وقت کے روا
کرنے کو تربیت اور اوس روا کرنے والے کو رب کہتے ہین اس عمدہ مطلب کو (کہ جسپر حکما و عقلا دلائل و براہین
لانے مین بڑی سخت مشقت اوٹہاتے ہین) کس سہل طور سے ایک لفظ رب العالمین مین بیان کردیا کہ جسکو عالم و جاہل
حکیم و فلاسفر برابر سمجہتے ہین اور جسکو اونٹ بکری چرانے والے عرب کے بدو بہی سمجہکر حظ اوٹہاتے ہے کیونکہ تمام عالم
مین سے اکثر چیزون کا مربی ہونا تو مشاہدہ سے معلوم ہے اور باقی چیزون کی نسبت عقل یہ فیصلہ کرسکتی ہے کہ جب وہ
بہی ممکن ہین تو پہر جسطرح انکو ہر وقت احتیاج ہے اونکو بہی کوئی ترجیح کی وجہ معلوم نہین پس اس لفظ رب العالمین سے

چند امور ثابت ہوئے (۱) خدا تعالیٰ کی ذات مقدسہ کا اور اوسکے تمام صفات کمالیہ کا ثبوت کیسلئے کہ اس عالم گونا گون کے تربیت بغیر حیات۔ قدرت۔ علم۔ ارادہ۔ سمع۔ بصر۔ کلام۔ تکوین اور پہر رازقیت۔ رحمت۔ حلم وغیرہ کے نہین ہوسکتے اور تمام حدوث ونقصان کی باتون سے بری ہونا کیونکہ ممکن اور واجب اور رب اور مربوب مین تغایر ذاتی ہے پس جہالت عجز حدوث کہانے پینے سونے چلنے پہرنے سے وہ پاک ہے اسیطرح جورو بنانے بچا جننے اور مجسم ومشکل ہونے اور کسی مکان خاص مین اور زمانہ مین پای جانے سب سے پاک ہے کیونکہ یہہ باتین مربوب کا حصہ ہین نہ رب کا (۲) یہہ کہ اوسکا نہ کوئی شریک ہے نہ سہیم نہ ہمجنس نہ ہم کفو نہ باپ نہ بیٹا کیسلئے کہ اب جو کوئی دوسرا ہوگا تو عالم مین داخل ہوگا اور جب وہ ایک عالم بلکہ کل عالمون کا رب ہے تو پہر اوس کا کوئی شریک سہیم کب ہے۔ یہان سے توحید کا کامل ثبوت ہوگیا (۳) یہہ کہ مخلوقات کو جسطرح اپنے خالق کیطرف ابتداء وجود مین احتیاج ہے اسیطرح بعد وجود کے بہی ہر وقت ہر بات مین اوسکی دست نگر اور محتاج ہے جیسا کہ لفظ تربیت باواز بلند کہہ رہا ہے پس جو مستقل ماننے اور اسباب شروط کو مستقل بالتاثیر جانتے ہین محض تاریکی جہالت اور وادی ضلالت مین ہین (۴) عالم بلکہ اور جسقدر عالم مقدرۃ الوجود مانے جائین اون مین سے کوئی فرد اور کوئی جزء ایسا نہین کہ اپنے کسی کمال یا کسی صفت جلال سے اس مرتبہ مین پہونچ جاوے کہ وہ اوسکی ہر وقت کے دست نگری سے آزاد ہو جاوے پس جب خود ہر وقت محتاج ہے تو پہر اوروںکی کیا حاجت روائی اور کاربراری کرسکتا ہے پہر اوسکی پرستش وعبادت اور اوس سے سوال واستعانت خام خیال اور روح کیلئے وبال ہے۔ سبحان اللہ ایک لفظ رب العالمین مین اول اور دوسری اور تیسری اور چوتہی صورت ظلمت روح کو کسطرح سے مٹا کر کیسا منور بنایا ہے بلکہ اسی لفظ مین پانچوین بات کیطرف بہی اشارہ ہے کیونکہ جو رب العالمین ہے تو اوسکو مہربان اور نہایت رحیم ہونا لازم ہے ورنہ تربیت ممکن نہین اور جب وہ مہربان اور ہر وقت تربیت کرنیوالا ہے تو یہہ بات خیال کرکے دل از حد اوس سے محبت کریگا اور جاننے زیادہ پیارا سمجہیگا لیکن اس بات کیطرف لفظ الرحمن الرحیم مین اور بہی صراحت کردی پس جو اوسکو رب العالمین سمجہیگا اور پہر اوسکے ساتہہ ہی رحمن ورحیم کے معنی بہی دل پر نقش ہونگی تو ایک دریا محبت جوش مین آئیگا اور شعلہ عشق بندہ کے دل مین بہڑکیگا اور جہان عقل کے ذریعہ سے برسون مین پہونچتا ہے وہان عشق کے بدولت ایک لمحہ مین وصال ہوتا ہے دیکہئے جب بچہ اپنی مان سے عاقلانہ طور پر سوال کرتا ہے تو وہ اوس سے اوسی دانشمندی سے پیش آتی ہے اور جب وہ چہوٹا بچہ امان امان کہہ کے گلے سے چمٹ جاتا ہے تو پہر اوسکے دلمین بہی محبت کا بیحد جوش ہوتا ہے پس یہی حال بندہ کا خدا سے ہے جب یہہ ایکبار جوش محبت مین یا ربی کہتا ہے تو وہاںسے پے در پے عبدی عبدی کی آوازین آتی ہین چنانچہ خود فرماتا ہے انا عند ظن عبدی

كُلَّ شَيْءٍ کہ میری رحمت نے ہر چیز کو گھیر لیا ہے ‌۔ اور فرماتا ہے مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ إِنْ شَكَرْتُمْ وَآمَنْتُمْ کہ اگر تم ایمان لاؤ اور شکر یہ ادا کرو تو اللہ تعالے تمہین عذاب کرکے کیا کریگا۔ اور جبکہ رحمت پر زیادہ نازان ہونا باعث جرأت تہا تو اس ترازو کو برابر رکہنے کے لئے مالک یوم الدین بہی فرما دیا اور اسمین پانچوین اور چہٹی اور ساتوین بات کیطرف اشارہ ہے کیلئے کہ جب انسان مالک یوم الدین کی تصویر پر نظر رکہیگا تو نہ انکار قیامت کریگا اور نہ عدم سزا و جزا کا قائل ہوگا نہ تناسخ کو دہیان مین لائیگا۔ اور جب اوس دن کا اوسکو مالک و مختار سمجہیگا تو مخلوق مین سے کسی چیز کو بہی اس امر مین حصہ دار نہ جانیگا نہ حضرت مسیح کو نہ کسی پیر و غوث ولی و نبی کو نہ فرشتہ کو کیونکہ یہہ وہ روز ہے کہ لَا يَتَكَلَّمُونَ إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ جسمین خدا کی اجازت بغیر کوئی بات بہی نہ کر سکیگا ۔ اور جب خدا کے روبرو جانے اور اوس روز کی حکومت مین حاضر ہونے کو دلمین جاویگا تو ادنی گناہ سے بہی اوسکے دلمین لرزہ آویگا۔ پہر شتر بے مہار ہوکر لذائذ دنیا مین مستغرق ہونا اور فسق و فجور مین عمر کہونا تو کجا ایسی باتین تو وہی کرتے ہین جو قیامت سے نہین ڈرتے ہین۔ اس تہوڑے سے کلام مین تمام مضامین ہدایت کو ختم کر دیا اور تین آیتون مین بیشمار الہامی اور روح کو زندہ کرنے والی باتونکو بہر دیا۔ اب جو کوئی اسکلام سے واقف ہوکر ان الفاظ سے خدا کی ثنا و صفت کرکے اوسکو یاد کریگا بالخصوص نماز مین کہ جہان طہارت جسمانی بہی ہے اور پہر ہر عضو سے مضمون محبت بہی ادا کیا جاتا ہے کبہی دست بستہ کہڑا ہوکر یہہ کلام مونہہ سے بولتا ہے کبہی شوق مین اگر پاؤن پڑتا ہے تو اسقدر دل پر انوار الہی اور فیوض نامتناہی فائض ہونگے کہ بیان سے باہر ہین اس مطلب کے علاوہ اس کلام مین اور جو کچہہ اسرار ہین بیشمار ہین ہین دو ایک بطور نمونہ کے بیان کرتا ہون۔

۱ یہہ کہ ہر ایک جملہ دوسرے سے زنجیر کے حلقون کی طرح مربوط ہے گویا کہ ایک دوسرے کی دلیل ہے چنانچہ الحمد للہ (کہ تمام تعریفین اور خوبیان خدا ہی کے لئے ہین) ایک بڑا بہاری دعوے ہے کہ جسکا منکر انکار کر سکتا ہے کہ بعض خوبیان فلان کے لئے بہی ہین یا سرے سے ہم اللہ کو نہین مانتے یا ان خوبیون کا اللہ کے لئے ثبوت نہین مانتے پس جب اسکے بعد رب العالمین کہا تو ان تمام شکوک کو بڑی دلیل قوی سے دفع کر دیا (جیسا کہ آپ جان چکے ہین) پہر جب الرحمن الرحیم کہا تو گویا تمام عالم کے رب ہونے کے لئے کامل شہادت ادا کر دی کیلئے کہ تمام عالم کی پرورش اسیکا کام ہے کہ جو رحمن و رحیم ہے اور اسمین اسطرف بہی اشارہ ہے کہ وہ یہہ تربیت باختیار خود کرتا ہے نہ بمجبوری جیسا کہ حکماء یونان سمجہتے تہے۔ اور مالک یوم الدین گویا الرحمن الرحیم کے لئے تتمہ اور تکملہ ہے کیلئے کہ گو دنیا کی لاکہون نعمتین اور بیشمار خوبیان کسیکو اوسکی رحمت سے حاصل ہو جائین مگر تا بکے آخر

غریبانہ اس ملک سے جانا اور ہر چیز کو چھوڑ جانا ہے - کیونکہ یہہ ترکیبِ[1] اجسام ایک روز منہدم ہونے والی ہے
یہہ خاک کا گھر مٹی مین ملنے والا ہے ۔ ہمارے بدن کے وہ حالات کہ جو تیس برس یا چالیس برس بعد پیش
آتے ہین زبان حال سے یہہ خبر سناتے ہین ادہر بال سفید ہونے لگے اُدہر چہرہ کی تازگی مین فرق آنے
لگا - آنکہہ کان ہی جواب دینے لگے سب کیل و پرزے ڈہیلے ہونے لگے طبیعت اپنے کاروبار سے
معطل ہونے لگی ایک دن بلبلہ سا بیٹہہ گیا سب عیش و آرام خواب و خیال ہوگئے سب نعمتین جاتی
رہین پس جب تک اوس عالم مین سب نعمار اور ہر طرح کی فرحت نصیب نہوئی تو کچہہ ہی نہوا پس مالک یوم
الدین ہونا اس رحمت کو کمال تک پہنچا دیتا ہے - کیونکہ مالک روز جزا وہان یہان سے بڑہ کر دیگا -
اور اوس غیر متناہی زمانہ مین بہت کچہہ سلوک اور احسان کرے گا یہہ کمال رحمت ہے

۲ آپ یہہ تو جان ہی چکے ہین کہ نبی بندون اور خدا مین ایک واسطہ ہے کہ جو بندون کو خدا سے
ملاتا اور باہم میل و جول پیدا کرتا ہے - پس وس کلام مین کہ جو خدا کی طرف سے نازل ہوتا ہے اس رابطہ
اور میل جول کے متعلق تمام باتین اجمالاً یا تفصیلاً ہونی ضرور رہین اور اس باہمی ارتباط اور رشتہ کا
مدار چند چیز پر ہے ۔ (اول) یہہ کہ خدا تعالے کی ذات اور جمیع صفات کا بندون کو یقین کرا دے اور
مشاہدہ سا کر کے دکہا دے نہ یہہ کہ صرف بیان غیر کافی اور دعوی غیر شافی پر بس کرے -

---

[1] ترکیبِ اجسام کے لحاظ سے سب سے بے بنیاد یہہ نرم جسم حیوانات اور نباتات ہے پہر جمادات اسلئے دنیا مین جسقدر جمادات کی عمر ہے وہ حیوانات
نباتات کی نہین - یہہ جمادات وہ ہین کہ جو قدرتی ترکیب سے مرکب ہین - جیسا چاندی سونا ہیرا وغیرہ ورنہ ترکیب صناعی کو وہ استحکام
کہان - شاہجہانی عمارتین ہی کئی سو سال بعد ملنے لگتے ہین - ایک دوست کا مکان دیکہنے کا بعد مدت کے اتفاق ہوا گیا دیکہتا ہون کہ ہر جگہہ کا چونہ
جہڑ گیا دیوارون مین دہرا ودہر دراڑین پڑ گئین نہ کمرہ پر وہ رونق ہے نہ کڑی تختہ کا وہ حال ہے یہہ دیکہکر ترکیب انسان کی طرف دہیان آیا کہ
اسیطرح یہہ گل ہی مرجہا تا ہے - اور اس خانہ تن کا نقشہ چند روز مین کیسا بگڑ جاتا ہے - شعر حیف است کہ گلرخان کفن پوش شدند ٭ وز خاطر
یک دگر فراموش شدند ٭ انانکہ بصد زبان سخن می گفتند ٭ آیا چہ شنیدند کہ خاموش شدند ٭ پہر چند احباب و اقارب کی وہ شکلین کہ
جو ہمارے رو برو خاک مین مل گئین تہین آنکہون کے سامنے کہڑی ہوگئین - اور بے اختیار دل آنکہون سے آنسو ہوکر بہنے لگا سه مقدور ہو تو خاک
سے پوچہون کہ اے لئیم ٭ تو نے وہ گنجہاے گرانمایہ کیا کئے ٭ ۲ اس بے بنیاد ہستی مین یہ کچہہ غفلت در خود مستی اور مصائب پر بیقراری اور دکہہ
پر آہ و زاری سه اسے شمع صبح ہوتی ہے روتی ہے کس لئے ٭ تہوڑی سی رہ گئی ہے اسے ہی گزار دے ٭ اس مضمون کو
قرآن مجید نے اکثر مقام پر بڑی خوبی کے ساتہہ بیان کیا ہے - ایک جگہہ گہانس
کے ساتہہ تشبیہ دیکر بے ثباتی بیان کی ہے - جیسا کہ فرماتا ہے - كَمَثَلِ غَيْثٍ
أَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهُ ثُمَّ يَهِيجُ فَتَرَاهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُونُ حُطَامًا - الآية ۱۲ منه

اور یہہ بات عالم جاہل حکیم و فلاسفر سب کے حصہ مین علی قدر استعداد اوہم باران رحمت کیطرح آوی سوائے عنادی اور ازلی کور باطنون
کے ہر شخص اس سے پورا فیض پاوی سو یہہ بات اسوقت مین کہ جب سلسلہ نبوت کو تمام کرنا منظور ہو از حد ضرور ہے اور یہہ بڑی بہاری بات ہے
بلکہ جو شخص رہنمائی کا بیڑا اٹہاوی اور سلسلہ نبوت کا خاتم ہو اوسکے لئے کرامت اور معجزہ ہے ۔ اور یہہ اول امر اسلئے ضروری ہے کہ انسانکی
جبلی عادت ہے کہ وہ غیر محسوس چیز کا مشکل سے قائل ہوتا ہے اور ذات باری بہی محسوس نہین اسلئے سیکڑون ملحد اسی وادی شکوک مین سر ٹکرا کر
مر گئے ۔ اور سیکڑون کی چشم حق بین پر ظلمات کے پردہ پڑ گئے ۔ اور یہہ مقتضی جسمانی اور اثر شیطانی ہے (دوم) وہ نبی اپنے نور نبوت سے
اس عالم کی ابتدا اور انتہا اسطرح سے دکہا دیوے کہ عقل کے نزدیک جسطرح اور چیز کی ابتدا و انتہا ہین کہ جسکو اپنے روبرو بنتے و بگڑتے دیکہا
پہر بگڑتے دیکہا کوئی شک نہین رہتا ایسا ہی اس مجموعہ کائنات کی ابتدا و انتہا مین کوئی شک باقی نرہے تاکہ سوائے خدا کی نہ کسیکو قابل
عبادت سمجہے نہ کسی سے مدد مانگے نہ کسیکو الوہیت کا حصہ دار جانے اور یہانکی چیزونکو فانی اور نعماء دنیا و مصائب ہر کو آنی جانی جانکر ہرگز انمین
اوسیکا خیال رکہی و راہنما کو مسافر تیز رو جانے کیونکہ تمام اصول سعادت اسی پر موقوف ہین (سوم) یہہ کہ خدا تعالی سے وہ محبت پیدا کرادے کہ جو عقل
سلیم کے نزدیک اور کسیکی ساتہہ جائز ہو یعنی ہزار جان و دل سے ہر قربان ہونیکو آمادہ ہے جسکو عشق یا حقیقی محبت کہتے ہین نہ یہہ کہ صرف بانسے یہہ کہکر
بس کرے کہ خدا سے محبت کرو اور ایسی ویسی محبت کرو کیونکہ سب سے اخیر روحانی حکیم کا یہی کام نہین کہ وہ یہہ کہکر چلا جاوے کہ تندرستی حاصل کرو بیماری کو دفع کرو
بلکہ اپنی تدبیر مجربہ سے علاج کرکے مرض زائل کردے سو یہی تمام انبیاء کی تعلیم کی یہی علت غائی اور مقصود اصلی ہے (چہارم) یہہ کہ نیک چلنی اور تمام دینی
اور دنیاوی کاروبار مین اوس بات کو اختیار کرنے پر پہلے لوگونکے اچہے برے حالات اور انکے نیک و بد نتیجہ کو یاد دلا کر خوب آمادہ کیا جاوے کہ اونکے
دلمین بہی بدی کا خوف اور نیکی کا شوق پیدا ہو جاوے اور جسطرح دنیاوی کاروبار کو کسی نتیجہ پر یقین کرنے سے از خود اختیار کرتے اور انکے بجا لانے
مین جو کچہ مشقت اوٹہاتے ہین اس نتیجہ کے شوق مین اسکو خاطر مین نہین لاتے ہین اسیطرح ہر عمل کا نتیجہ نیک و بد لوگون کے روبرو ہر وقت تصویر بنکر
کہڑا رہے جس سے وہ از خود نیک عمل بجا لاوین اور برے کاموں سے بچنے مین سعی کرین ۔ نہ یہہ کہ فقط اسی بات پر بس کرے کہ فلان کام کرو اور
فلان نکرو اور نہ پہلے لوگونکی کہانیان کہکر قصہ خوانونکی طرح اپنی محفل کا رنگ جماوے اور وہ نبی بلا سود اپنے کتاب کو روزنامچہ یا تاریخ
بناوے ۔ یہہ وہ چار اصل الاصول ہین کہ جنپر عقلمند آنکہون سے صاد کرتے ہین اور جنکی خوبی کا ہر اہل مذہب مسلم ہین اب دیکہنا ہے کہ

ان چارون کو

خدا تعالی نے کس خوبی کے ساتہہ اپنی ایک تہوڑیسی کلام مین بیان کردیا کہ جسکو ذرا بہی سمجہ ہو تو وہ یہی اس کلام مقدس پر سو جان سے
ایمان لاوے (اول) امر کو الحمد للہ رب العالمین مین مشاہدہ کرادیا کیونکہ جب تمام عالم درجہ بدرجہ کمال کو پہونچتا اور اسکا ہر جزء وقتاً فوقتاً
پرورش پاتا ہے جیسا کہ ہم بیان کر آئے ہین اور مشاہدہ بہی اسکی تائید کر رہا ہے تو اب اس تمام عالم او مجموعہ کائنات سے علحدہ ایک شخص
ایسے موجود ہونیکا یقین کہ جو مربی اور قادر اور حلیم و حکیم مرید و سمیع و بصیر رحمن و رحیم ہے البتہ اوس عقل کے اندہے کو شک ہوگا کہ جو کسی

دیکھکر بہی کو دیکھکر اوسکے بنانیوالے کے وجود اور صفات صنعت و قدرت مین شک کرتا ہے ورنہ عقلمند کو تو مشاہدہ سے بڑہکر اسبات
کا یقین ہوگا۔ دیکھیے جب کوئی کسی پردہ کے پیچھے سے کوئی دیوار بناے اور رفتہ رفتہ چنکر اوسکو تیار کرے پس اس دیوار کی
حالت دیکھنے والیکو اوس شخص کے وجود کا ایسا ہی یقین ہوگا کہ جسطرح اوسکو عیانا دیکھنے سے ہوتا اور اسکی صفات ورا اس دیوار کے
حدوث مین بہی کوئی شک باقی نرہیگا اسیطرح جو شخص ہر چیز کو خدا ہی کے ید قدرت سے پرورش پاتے اور گہٹتے بڑہتے دیکھتا ہے
وہ بہی اوسکی ذات اور صفات پر اعلی درجہ کا یقین کہتا ہے اگرچہ یہان بہی اوسکی صفات معلوم ہوتے ہیئے مگر الرحمن الرحیم
مالک یوم الدین مین اور بہی کہولدیا اور مشاہدہ کرکے دکہا دیا۔ اب غور کیجیے یہہ برہان مفید ہے یا یہ کہنا کہ ابتدا مین خدا نے
آسمان کو اور زمین کو پیدا کیا الخ جیسا کہ سب سے اول توراۃ مین کہا گیا ہے نہین ہرگز نہین کسلیے کہ اسکو تو وہی مانیگا کہ جو خدا
کا قائل اور الہام کا بالخصوص اس کلام کا مقر ہوگا ورنہ وہ کہہ سکتا ہو کہ جائز ہے کہ آسمان زمین قدیم ہون اور خدا موجود نہو بخلاف اس
عبارت قرآنیہ کے کہ اسنے منکر و ملحد کے تمام شکوک و شبہات کی جڑ اکہاڑدی اور اسبات کو اس قوی برہان سے ثابت کردیا گویا مشاہدہ
کرادیا لہذا اسلیے بہی قرآن کا نازل ہونا ضروری تہا اور دیگر کتب انجیل وغیرہ مین تو اتنا بہی نہین جیسا کہ ہم ہر کتاب کا سرنامہ لکہا کرتے
بہی کہا کرتے ہین۔ امر دوم کو بہی اسی جملہ الحمد للہ رب العالمین سے مشاہدہ کرادیا کسلیے کہ جب عقل نے اپنی آنکہون سے عالم کو ہر وقت ایک غیر شخص کا
محتاج دیکھ لیا کہ جو غیب ہے اوسکو ہستی کا حصہ عطا کرتا ہے اور یہہ ہر آن اسکی تربیت سے فیض اٹہاتا ہے تو اب اسکے حادث ہونے اور اسکی ابتدا اور انتہا
مین کیا شک باقی رہگیا یہ بات بہی ایسی فطری الیقین ہے کہ جیسی پہلی بات اس برہان سے جو شخص ذرا بہی غور کریگا تو اپنی عقل کی دونو
آنکہون سے جسطرح خدا تعالی کو بجمیع صفات مشاہدہ کریگا اسیطرح اسکے مربوب مصنوع عالم کے احتیاج اور حدوث اور فنا پذیر ہونے کو بہی دیکھ لیگا
ایک بڑا حکیم و فلسفی جو فن الہیات مین بیشمار دلائل سے ان دونو باتون کو ثابت کرکے لطف و تہا رہے یا کوئی صاحب قوت روحانی اپنے مکاشفہ
اور نور نبوت سے یہانتک پہونچ جاوے تو اوسکا علم اور یقین اس امر مین اس سے زیادہ نہوگا کہ جو اس کلام اور اس برہان سے فیض
پانیوالیکو حاصل ہے۔ توراۃ کا جملہ مذکورہ تو اس امر مین اسی نقصان پر ہے جو پہلے امر مین تہا۔ اور کتابون مین تو اتنا بہی نہین
یہہ بہی نزول قرآن کیلیے ایک بڑی ضرورت تہی (امر سوم) کو الحمد للہ رب العالمین۔ الرحمن الرحیم۔ مالک یوم الدین سے
ثابت کیا بلکہ دکہلادیا کسلیے کہ محبت کی دو قسم ہین ایک ذاتی کہ بغیر طمع کسی نفع کے اوسکی ذات سے ایک جذب مقناطیسی کیسی
کیفیت پیدا ہوجاے دوسری صفاتی کہ کسی سے پہلے حقوق اور حال کی نعمتون اور آیندہ کی امیدون سے محبت کیجاے۔ پہر
صفاتی کی تین قسم ہین ایک پہلے حقوق کے لحاظ سے دوسری حال کی بخششون اور نعمتون سے تیسرے آیندہ کے لئے بہتری اور قسم
کی بہلائی کی امید سے۔ اور تمام دنیا کی محبوبون کو بہی جو آپ غور کرینگے تو وہ انہین مین سے ایک محبت ہوگی۔ پس کسیکے دلمین محبت
پیدا کرنے کی یہی صورت ہے کہ یا اوسکو جلوہ ذات دکہایا جاے یا ان تینون صورتون مین سے ایک کو یاد دلایا جاے بلکہ خود دل پر

لکہدیا جاوے۔ اور جہان کہ جلوہ ذات اور یہ تینون حالات بہی سامنے کہڑے کردئے جاوین تو وہان محبت کا
کچہہ ٹہکانا ہی نہین اسکے مقابلہ مین زبانی محبت کرنیکا حکم دینا وہ نسبت رکہتا ہے کہ جو کسی پیاسے کو برف کے شربت پلانے
سے زبانی پانی پیو پانی پیو کہنا نسبت کہتا ہے پس اس اہم امر کو خدا تعالی نے ان تینون جلوون سے دلون پر نقش کردیا اور ہر قسم کی
محبت سے دلکو بہردیا۔ الحمد للہ مین اپنی ذات مجمع الصفات کا جلوہ دکہاکر ذاتی محبت کا پیالہ پلادیا اور رب العالمین مین حقوق سابقہ
ولاحقہ تربیت اور حاجت روائی کو یاد دلاکر شیدا بنادیا اور الرحمن الرحیم سے اپنی ہمہ وقت رحمت وعنایت کا امیدوار بناکے مفتون
کردیا اور مالک یوم الدین سے تو آخرت کی نعما باقیہ اور عنایات غیر متناہیہ کا نقشہ دلپر جماکر اپنا دیوانہ کردیا اور مجنون بنادیا۔ اور
اسی لئے ایک جگہہ قرآن مجید مین اسلام پر ایمان لانیوالیکی نسبت یہ فرمایا ہے وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ کہ اہل ایمان اللہ سے
سب چیزون سے زیادہ محبت رکہتے ہین۔ اور بہی کئی جگہہ اسیطرح پر ارشاد فرمایا ہے۔ اسوقت دنیا مین جو لوگ الہامی کتابین فرض کررکہی ہین
انہین اس اہم مسئلہ کا پتا ہی نہین چنانچہ انکے سرنامون سے آپکو معلوم ہوگا اور جو کہین ذکر بہی ہے تو صرف محبت کرنا فرمایا ہے نہ محبت کا
طریق بتلایا ہے نہ اوسکو دلونمین جمایا ہے۔ اسیلئے جسقدر اس امت محمدیہ مین محبان خدا گذرے ہین اور اب بہی ہین اور آئندہ ہونگے کسی مین
سوان حصہ بہی نہین کیونکہ محبت کا نتیجہ اول تو پوری پوری اطاعت ہے جیسا کہ فرماتا ہے قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ
کہ اگر تم خدا سے محبت رکہتے ہو تو میرا کہا مانو کیونکہ اطاعت رسول عین اطاعت الہی ہے سو یہ فرمانبرداری اور جان نثاری جسقدر اس امت
مین اپنے رسول کیلئے پائی جاتی ہے اسکا بیسوان حصہ بہی کسی مین نہین موسی علیہ السلام کی امت کی سرکشی تو ضرب المثل ہے حضرت عیسی
علیہ السلام کے بارہ حواری گو مطیع تہے مگر آنحضرت علیہ السلام کے صحابہ سے کیا نسبت جنہون نے حضرت پر اپنی جان کو تہلکہ مین ڈالکر
خدا کے دشمنون سے بڑے استقلال سے مقابلہ کیا اور مسیح علیہ السلام کے ایک حواری نے تو چند روپے لیکر اونکو دشمنون کے پنجہ مین پہنسادیا
اور حضرت شمعون پطرس اور دیگر حواری کافور ہوگئے (جسپر عیسی علیہ السلام نے سب کو بے ایمان اور سخت دلی کا لقب عطا کیا (انجیل
مرقس باب ۱۶) اور اخیر مرتبہ محبت کا یہہ ہے کہ اوسکے شوق مین اپنی جان اور جسم کو اوسپر فدا کرکے وصال کا طالب ہو ؎
خرم آنروز کزین منزل ویران برویم ٭ راحت جان طلبیم وز پے جانان برویم ٭ در ہوائے رخ تو ذرہ صفت رقص کنان ٭ تا لب چشمہ
خورشید درخشان برویم ٭ اس مرتبہ کو زبان شریعت مین شہادت اور عرف طریقت مین فنا فی اللہ کہتے ہین اس محبت الہی نے
اسلام مین یہانتک ترقی کی کہ مرنے جینے کہانے پینے ہر کاروبار مین اوسیکا واسطہ اور اوسیکا ذکر مقدم سمجہا جاتا ہے ؎
کار ما عشق و بار ما عشق است ٭ حاصل روزگار ما عشق است ٭ اور شہدا اور اولیاء اللہ اس امت مین انبیاء بنی اسرائیل کے ہم پلہ
گذرے ہین جنکے خرق عادات وکرامات کا ایک عالم مقر ہے یہ فیض حواریون مین بہکر منقطع ہوگیا اس امت مین قیامت تک رہیگا دوسری
صدی عیسوی سے لیکر اتبک عیسائی بہی کسی سچے عیسائی کا پتا نہین بتلاتے کہ جسپر زہر اثر نکرے سانپونکو اٹھالے اسکا ہاتہہ

لگتے ہی بیمار تندرست ہو جاوین (انجیل مرقس) یہ بھی نزول قرآن کے لئے ایک بڑی ضرورت تہی واضح ہو کہ جب انسان کے دل پر یہ تینون باتین
خوب جلوہ گر ہو جاتی ہین تو پہر اُسکی آنکہون مین کسیکی ہستی مستقل نہین معلوم ہوتی چہ جائیکہ اوس سے طلب حاجات وادا عبادات بلکہ وہ ہر کام مین خدا ہی
سے استعانت چاہتا اور اُسیکی عبادت کرتا ہی اسلئے ان تینون آیتون کے بعد ایاک نعبد وایاک نستعین بندے کے موہنہ سے کہلوا دیا (امر چہارم) کو اہدنا الصراط
المستقیم صراط الذین انعمت علیہم غیر المغضوب علیہم ولا الضالین مین واضح کر دیا کیونکہ جب بندے کو ہر امر مین راہ راست چلنے کی ترغیب دی اور سیدہی راہ چلنے والون کو جو
نیک نتیجہ ملا وہ بتلا دیا اور اسکے برخلاف افراط و تفریط کرنیوالون اور راہ راست کو چہوڑنیوالون کا ثمر غضب الٰہی و گمراہی ہونیکا حال بیان کر کے جتلا دیا تو گویا
ہر کام کا نیک و بد نتیجہ دنیاوی و اُخروی آنکہون سے دکہلا دیا۔ پس جسطرح ان تینون مضامین کی شرح قرآن مجید مین جا بجا ہے اسیطرح اس امر چہارم کی شرح کیلئے
بہی موسیٰ اور فرعون اور دیگر انبیاء اور اُنکے اعداء کا حال بیان کر کے متنبہ کر دیا اور پہر عالم آخرت کے نیک و بد نتائج مختلف طور سے بیان کر کے
تو دل کو عالم آخرت کے شوق اور اپنے خوف سے بہر دیا۔ چونکہ توراۃ و انجیل مین یہ بات نہین بلکہ صرف مورخانہ طور پر ابتدا سے آخر تک روزنامچہ
نویسی کی ہے اسلئے اسکی اصلاح کے لئے بہی قرآن کا نازل ہونا بہت ضرور تہا (۳) ان تینون آیات مین رحمت و غضب کی جیسی رعایت
منصب الہام کو ضرور تہی ویسی ہی رکہی چنانچہ اس اُمت مرحومہ کے لئے یہہ مناسب تہا کہ آثار غضب کی بہ نسبت اطوار رحمت کو زیادہ
ظاہر کیا جاوے اسلئے رب العالمین اور الرحمن الرحیم دو جملہ تو وہ بیان کئے کہ جنسے رحمت ٹپکتی ہے اور پہر خوف دلانیکو جیسا آسٹے مین نمک
مالک یوم الدین کو بہی ذکر فرما کر چوگنا کر دیا تاکہ رحمت پر مغرور ہو کر جرأت نہ پیدا ہو جاوے الغرض افراط و تفریط سے کامل اجتناب کیا نہ سراسر
رحمت نہ بالکل غضب بلکہ مناسب مناسب۔ یہ کمال حکمت ہے (۴) مبدء و معاد کو بہی برابر یاد دلایا جسطرح الحمد للہ رب العالمین الرحمن الرحیم
مین آفرینش اور پرورش دنیا کا ذکر تہا تو اسیطرح مالک یوم الدین مین آخرت کو یاد دلا دیا (۵) ہر ایک موقع پر وہ مناسب لفظ بولا گیا
کہ اگر اور لفظ بولا جاتا تو مطلب فوت ہو جاتا چنانچہ الحمد کی جگہ المدح والشکر مین یہ بات حاصل نہوتی کیونکہ مدح غیر اختیاری کمالات پر
ہوتی ہے اور یہان خدا تعالےٰ کے کمالات کا اختیاری اور عدم اضطراری ہونا ثابت کرنا مقصود تہا تاکہ فلسفہ یونان کا یہ غلط خیال رد
ہو جاوے کہ یہ عالم اوس سے بایجاب (بالاضطرار) سرزد ہوا ہے اور وہ بے اختیار ہر چیز کی پرورش کرتا ہے اور اسیطرح شکر کسی نعمت عطا
کرنے پر ہوتا ہے نہ کمالات ذاتیہ پر بخلاف الحمد کے کہ وہ سب پر ہوتی ہے پس اسلئے لفظ حمد کو اختیار کیا اور اسکے ساتھ الف لام بہی
بلا دیا تاکہ فائدہ استغراق دیوے اور ہر حمد اسیکے لیے ثابت ہو جاوے۔ کلام عرب مین الف لام اکثر اسم نکرہ پر آتا ہے جیسا کہ انگریزی مین
نون (انکرہ) پر لفظ دی آتا ہے اور یہ لام چار قسم ہے کیونکہ اگر اس سے کوئی شخص خاص مراد ہے جیسا کہ الرجل یعنے وہ آدمی تو اسکو
لام عہد خارجی کہتے ہین اور اگر ماہیت مراد ہے تو پہر یا صرف ماہیت بلا لحاظ تحقق افراد ہے تو اوسکو لام جنس کہتے ہین جیسا کہ
الرجل خیر من المرأۃ مین جنس رجل (مرد) مراد ہے اور اگر وہ ماہیت افراد مین متحقق ہونے کے لحاظ سے ہے تو یا کل افراد مراد ہونگے تو
اوسکو لام استغراق کہتے ہین جیسا کہ الحمد مین کل افراد حمد مراد ہین خواہ کوئی حمد کسی کی کرے سب انجام کار خدا ہی کی حمد ہین کیونکہ

جسکی کوئی حمد کریگا تو کسی کمال پر کرے گا سو وہ اسیکے بانٹے آیا ہے - نوکرون کے جود و سخا کی تعریف درحقیقت
آقا کے جود و سخا کی تعریف ہے کہ جسکے مال کو اوسکی اجازت سے دیتے ہین - اور اگر کل افراد مراد نہین بلکہ بعض غیر معین
تو اوسکو لام عہد ذہنی کہتے ہین جیساکہ کوئی شخص اپنے نوکر کو کہے اعط الرجل کہ کسی شخص کو یہہ صدقہ دے آ
یعنی جو ملے کسیکی خصوصیت نہین ہے اس تقسیم کے بیان کرنے مین علما اصول اور بیان کے مختلف عنوان ہین -
تلویح اور مطول مین علامہ سعدالدین علیہ الرحمۃ نے اسکی خوب تحقیق کی ہے اور اسیطرح ﷲ کی جگہہ الغفور یا
کوئی اور نام آتا تو یہہ مطلب حاصل نہوتا کیونکہ دعوے یہ ہے کہ کل خوبیان خدا کو ہین سو اسکے لئے
وہ اسم لانا چاہیئے کہ جسمین کل خوبیان مجتمع ہون تاکہ اوسی دعوے مین دلیل پیدا ہو کر ایک عجیب لطف
حاصل ہو سو اسکے لئے سوائے لفظ الله کے کہ جو اوس ذات واجب الوجود کے لئے مقرر کیا گیا ہے کہ جس مین
تمام صفات کمالیہ ہون اور کوئی اسم صلاحیت نہین رکہتا کیونکہ اور اسماء صفاتیہ ہین اون مین خاص ایک
صفت کا لحاظ ہے - اور اسیطرح رب العالمین مین رب کی جگہہ اگر صانع اور خالق کہتے تو مقصود حاصل نہوتا
کیونکہ مقصود یہہ تہا کہ ہر دہریہ اور منکر کے رو برو ذات باری تعالے کو ثابت کیا جاوے
سو یہہ بات لفظ رب مین حاصل ہے کہ جس سے ہر چیز کا ہر وقت حادث اور محتاج ہونا
دیکہکر جلد یقین ہو جاوے کہ آخر اس سلسلۂ ممکنات کا ہر وقت پرورش کرنے والا ضرور کوئی
واجب الوجود جامع الصفات ہے ورنہ اگر یہہ چیزین خود بخود ہوتین تو پہر انکے وجود کی باگ
کون روکنے والا ہے کہ جو ٹہہر ٹہر کر ہر چیز عطا کرتا اور بتدریجا میدان ہستی مین آنے دیتا ہے -
کیون یکبارگی نہوگئین بخلاف لفظ خالق و صانع کے کہ اون مین یہہ بات حاصل نہین - اور اسیلئے
خدا تعالے کے ثبوت وجود کے لئے اس برہان تربیت سے کوئی دلیل بڑہکر کیا برابر بہی نہین -
اور اسیطرح اگر العالمین مین جمع کی جگہہ لفظ مفرد عالم لاتے اور رب العالم کہتے تو وہ مدعا کہ جو ہمنے بیان
کیا حاصل نہوتا - کیونکہ حکماء یونان اور زردشتیون اور مصریون اور قدماء ہنود اور بہت
سے لوگون کا یہہ عقیدہ غلط ہے (کہ ہر نوع کے لئے ایک رب ہے کہ جسکا بت بناکر ابتک ہندوستان
مین ہنود پوجتے ہین - اور جہلاے عرب نے بہی ہر کام کا ایک حاجت روا بناکر سیکڑون بت کعبہ مین اور
دیگر مقامات مین رکہہ چہوڑے تہے) مگر اونکے مقابلہ مین خدا کو رب العالم کہنا نفی شرک اور بت پرستی مٹانے
کے لئے چندان موثر نہوتا اور جب رب العالمین کہا تو سبکو خدا کی بے نہایت قدرت و عظمت جتلا کر

اور سب معبودون پر فوقیت مشاہدہ کرا کر خواب غفلت سے جگا دیا کہ اے نادانو ذرا یہہ تو جانو کہ اول تو جسکو تم جس چیز کے لئے رب
قرار دیتے ہو وہ بہی رب حقیقی نہین نہ باپ بیٹے کے لئے نہ مان اولاد کے لئے نہ بادشاہ رعیت کے لئے نہ ارواح و ملائکہ نہ ستارے نہ چاند
و سورج نہ جوالاکہی آگ کا مالک ہے نہ بہیرن کا کچہہ پانی پر اختیار ہے علیٰ ہذا القیاس اگر یہہ بہی فرض کیا جاوے
تو پہر سب کا رب کون ہے اور تمام عناصر و اجسام اور علویات و سفلیات آسمان و زمین کس کے قبضہ مین ہین سو وہ حقیقی رب ہے عباد و
استعانت اوسیکا حصہ ہے۔ درحقیقت انسان جب تربیت کے مضمون کو خیال کرے اور جو جو چیزین ایک ادنے چیز کی
تربیت مین درکار ہین اونکو سوچیگا تو یقینًا یہہ کہہ اُٹہیگا کہ ایک نوع کا رب رب نہین کیسلئے کہ تربیت اور پرورش ایک نوع
کی بغیر اسکے کہ اوسکو جمیع انواع پر اختیار کلی ہو ممکن نہین فرد انسان کی پرورش مین صرف روٹی ہی کو خیال کر لیجیے کہ
اسکے لئے آفتاب کی حرارت اور ماہتاب کی برودت اور بارش اور ہوا اور زمین کی صلاحیت وغیرہ وغیرہ کتنی چیزین درکار ہین
سو وہ کل ایک رب النوع کے بس کی نہین پس وہ رب النوع ایک روٹی حاصل کرنے پر تو قادر ہی نہین و جمیع امور مین تو کیا خاک
تربیت اور پرورش کریگا۔ اب یہانسے ہنود وغیرہ اون مذاہب کی حقیقت اور اونکے پیشواؤنکی عقل کی تیزی اور صفائی تو
آپکو بخوبی معلوم ہو گئی ہوگی کہ جنہون نے عناصر اور کواکب پرستی کو طریق نجات ٹہیرا دیا اور دسا تیر اور وید ون اور
پرانونکو انہین لغویات سے بہر دیا۔ جو اللہ کو رب العالمین جانیگا وہ تو ان کو اور پہر ان طریقون کے پابند ہو کر ریاضت کرنے
اور ترک گوشت کرنے اور غیر قومون کے پانی کہانے سے بچنے کو مدار نجات یا مکتی کا باعث جاننے والیکو تو کس درجہ کی جہل
مرکب مین گرفتار جانکر اوسپر تاسف کریگا۔ یادری صاحب دیکہیے قرآن کے ایک لفظ نے کسقدر جنمی اندہونکو بینا اور مرض مہلک کے
بیمارونکو تندرست کر دیا اور کسقدر مردہ روحونکو زندہ کر دیا تمہارے تمام اناجیل و تورات اور قرآن کا یہہ ایک لفظ ذرا دونونکو
دو پلون مین رکہکر تو تولو اور پہر انصاف سے بولو حضرت مسیح علیہ السلام نے تو دو چار بیمارون اور دو ایک مردون اور دو ایک
اندہونکو معجزہ دکہا کر تندرست اور زندہ کیا اور وہ تندرستی اور زندگی بخشی کہ جو جسم فانی سے متعلق تہی اور اخیر نبی سید المرسلین علیہ السلام
کے تو ایک لفظ نے حیات ابدی اور صحت روحانی بخشی۔ اب دیکہیے کونسا معجزہ بڑہکر ہے وہ کیا اک لفظ سے عالم کو زندہ
یہہ اک ادنے ہے فیضان محمد + بیون مین آپکے کیا ہی اثر ہے مسیحا بہی ہین قربان محمد + اور اسیطرح الرحمٰن الرحیم کی
جگہہ اگر کوئی اور لفظ بولا جاتا تو وہ لطف کہ جو ہمنے ان دونون لفظون کی تفسیر مین بیان کیا ہے حاصل نہوتا اور اسیطرح
اگر رحیم کو پہلے اور رحمٰن کو پیچہے لاتے تو وہ بات فوت ہو جاتی۔ اور اسیطرح مالک یوم الدین مین اگر لفظ مالک کی جگہہ
حاکم کہتے تو یہہ بات حاصل نہوتی کیسلئے کہ کسی چیز کا مالک ہونا اوسپر کلیۃً اختیارات کو ہاتہہ مین لانا ہے بخلاف حاکم کے
کہ اوسکو اپنے محکوم پر ایک اختیار خاص کے سوا اور کوئی اختیار نہین ہوتا بلکہ خاص و حاکم عام ہے اور خاص مین عام بہی

آجاتا ہے۔ اوراسیلیے جو مالک کو ملک پڑہتے ہین اونکے قول کو مرجوح ٹہیرایا جاتا ہے - اوراگر مالک کے بعد لفظ یوم نہ لاتے بلکہ مالک الدین کہتے تو یہہ مقصود اعظم کہ جو قیامت کا ثابت کرنا ہے حاصل نہوتا کسلیئے کہ دین (دان یدین سے) جزا کو کہتے ہین عرب بولتے ہین کما تدین تدان[۵۰] کہ جیسا کریگا ویسا بہریگا + پس یہہ جزا، ہر وقت نہین ہوتی بلکہ خواہ جزا دنیاوی ہو خواہ اُخروی اوسکا ایک وقت ہوتا ہے اور یوم سے مراد بہی یہان مطلق وقت ہے اگر لفظ یوم ذکر نکرتے تو جزا کا موقت ہونا سمجہا نجاتا تو ہر وقت جزا نپانے سے خواہ مخواہ بہت سے کجرو لوگونکے دلون مین عدالت مین شبہہ آتا اور اپنے افعال نیک یہ اوسی وقت نیک نتیجہ مرتب نہونے سے نیکی کرنے والا مایوس اور بدکام کا بُرا نتیجہ اوسی وقت نہ پانے سے شہرا ور دلیر ہو جاتا پس جب یوم کہا تو دونون کو آگاہ کردیا اور جزا کامل کے وقت (قیامت) کو مبہم کرکے دلکو خوف و اُمید سے بہردیا اور یہہ بات قانون نبوت کیلئے اصل الاصول ہے [۶۴] یہہ کہ اسکلام مین جو خدا نے اپنے بندے کو حمد کرنے سے تقرب کا رستہ بتلایا[۵۱] تو اوسکلام کے ساتہ حمد کرنی بتلائی کہ جس سے ہر طرح کی تاریکی روحانی (خواہ اعتقاد سے متعلق ہو خواہ عمل سے) زائل ہوتی ہے اور پہر اس حمد کو تین اوصاف پر قایم کیا اول یہہ کہ حمد اوس ذات کے لئے ہے کہ جو تمام جہان کا پرورش کرنیوالا ہے دوم یہہ کہ وہ نہایت مہربان ورحیم ہے سوم یہہ کہ وہ یوم جزا کا مالک ہے - اسمین یہہ اشارہ ہے کہ جسمین یہ تین وصف نہ پائے جاوین وہ ہر قسم کی حمد کا مستحق نہین اور جب حمد کا مستحق نہین تو پہر عبادت اور استعانت کا تو کیا استحقاق ہے پس اسلیئے اس کلام کے بعد وہ کلام ذکر کیا کہ جو اسکا نتیجہ ہے یعنی

---

۵۱ اور چونکہ دین سے جزا ملتی ہے اسلیئے اوسکو **دین** کہتے ہین اور اوسکو اس لحاظ سے کہ وہ ایک راہ خدا کی ہے اوسپر خلق کو چلنا چاہیئے **مذہب** اور **شریعت** کہتے ہین اور چونکہ وہ لکہنے کے قابل ہوتا ہے اس لحاظ سے اوسکو **ملّت** کہتے ہین - بات ایک ہے مگر ہر اعتبار سے ایک جدا نام ہے ۱۲ منہ

۵۲ اس نبی آخر کی تعلیم خدا سے ملانے مین اپنا نظیر نہین رکہتی جو بات پہلی امتون کو ساری عمر مین نصیب ہوتی تہی اس امت مین اول بار حاصل ہوتی ہے ع اول ما آخر ہر منتہی است + آخر ما جیب تمنا تہی ست + اور اسی لئے پہلی کتابون کی طرف حاجت نرہی چنانچہ نبی علیہ السلام نے حضرت عمرؓ کو فرمایا تہا کہ تمکو موسیٰ کی کتاب کی کیا ضرورت ہے؟ واللہ اگر موسیٰ بہی زندہ ہوتے تو میرا ہی اتباع کرتے (بخاری) انہین روح افزا باتون سے تخمیناً بتیس ۳۲ برس مین شرقاً غرباً روے زمین پر دین محمدی ابر رحمت کی طرح پہیل گیا - بہلا یہہ بات تلوار کے زور سے کہین نصیب ہوتی ہے؟ جو لوگ یہہ کہتے ہین کہ دین محمدی تلوار کے زور سے دنیا مین پہیلا وہ اپنے تعصب بیجا سے اسلام کے نورانی چہرہ پہ دہبہ لگانا چاہتے ہین ۱۲ منہ

اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہین - اور تجہہ ہی سے (ہرکام مین) مدد مانگتے ہین +

ترکیب نعبد فعل اور ضمیر نحن فاعل ایاک مفعول ہے کہ تخصیص کے لئے مقدم کردیا گیا ہے فعل اپنے فاعل و مفعول سے ملکر جملہ فعلیہ ہوا
وا حرف عطف نستعین فعل انا فاعل ایاک مفعول مقدم برائے تخصیص فعل اپنے فاعل و مفعول سے ملکر جملہ فعلیہ ہوکر معطوف ہوا جملہ سابقہ پر

تفسیر بندہ جبکہ اسکی حمد اور اوصاف کے ساتہہ کرچکا کہ جنکی تجلی سے خدا تعالی کی ہستی اور صفات کما ینبغی وہ نقشہ اسکے دلپر جما کہ اوسکے
سوا پہر اور کوئی نظرون مین نہ سمایا تو اس شوق غائبانہ نے اوسکو بارگاہ حضور تک پہونچایا پس جیسا کہ وہ ابتدا مین خدا تعالی کو
بن دیکہے اوسکے صفات مخصوصہ سے یاد کرکے دلشاد کرتا تہا اسیطرح اب اوسکے روبرو ہوکر یہ کہنے لگا کہ اے میرے معبود مین تجہہ پر قربان
تیرے سوا کون ہے مین تیری ہی عبادت کرتا ہون اور تجہہ ہی سے ہر کام مین مدد مانگتا ہون پس اوس آیت کا پہلی آیتون سے ربط معلوم ہوگیا کہ یہ اون دلائل
کا نتیجہ اور اوس تعلیم کا ثمرہ ہے اور غائبانہ حاضر ہوکر کلام کرنیکا مرہبی مناسبت ہے گیا مگر اسکلام کے اسرار اور معانی بیان کرنے باقی ہین پیشتر ہم معانی بیان کرتے ہین

معانی - عبادت نہایت درجہ کی عاجزی اور انکساری ہے کہ جو کسیکی تعظیم کے لئے عمل مین آوے اور یہہ عرب کے اس قول سے
ماخوذ ہے طریق معبد اے مذلل اوس رستہ کو عرب معبد کہتے تہے کہ جسپر کثرت سے لوگ چلتے ہون اور وہ پاؤن مین روندا جاے
پس اسی سے عبادت ہے کہ عابد اپنے معبود کے آگے بچہا جاتا ہے - عبادت دو قسم ہے اول وہ کہ جو ظاہر اعضاء بدن سے متعلق
ہے - دوسرے وہ کہ جو قوای باطنیہ سے علاقہ رکہتی ہے - پہر اول کی دو قسم ہین - بدنی اور مالی پہر بدنی کے دو قسم ہین -
ایک یہہ کہ کوئی فعل تعظیماً عمل مین آوے - جیسا کہ سجدہ کرنا رکوع کرنا جسکو نماز کہتے ہین اور اوسکا نام زبان سے
تبرکاً لینا اوسکی تسبیح و تقدیس کرنی اوسکی کلام کو تبرکاً پڑہنا اوسکے اون مقدس مقامات مین تبرکاً جانا کہ جہان اسکے انوار
کے نشان ظہور برکات ہون جیسا کہ حج و طواف و سعی وغیرہ مصائب و حاجات مین اوسکو پکارنا اوسکے نام کی دہائی دینا
دعا مانگنا دوسرے اوسکے خوف اور ادب سے کسی کام کو عمل مین نہ لانا جیسا کہ جماع و اکل و شرب کو کہ جو نفس کے نزدیک نہایت
مرغوب ہین اوسکے لئے ترک کرنا جسکو شرع مین صوم یعنی روزہ کہتے ہین اور جیسا کہ مقامات متبرکہ مین شکار نہ کہیلنا و ہانکے
درخت نہ کاٹنا جیسا کہ حرم اور احرام مین نہین کرتے اور مالی عبادت اوسکے نام پر کچہہ دینا جیسا کہ زکوۃ اور
صدقہ - اور جو قواے باطنیہ سے متعلق ہین وہ بہی چند قسم ہین - اوسکے آیات اور عجائبات قدرت مین غور و فکر
کرنا اوس سے دلی اور حقیقی محبت رکہنا - اوسکی دل سے نہایت تعظیم اور عظمت کرنا اذکار روح
اور نفس اور قلب اور خفی اور سر بہی اسی قسم مین داخل ہین کہ جسکو ارباب طریقت
عمل مین لاکر قدسی ہو جاتے ہین - یہہ اصول ہین باقی اونکے فروع اور اسباب شروط بے شمار ہین
پس جب اوسکے روبرو حاضر ہوکر بندے نے یہہ کہا کہ ایاک نعبد کہ ہم خاص تیری ہی عبادت کرتے اور آیندہ

کرینگے تو اقرار کر لیا کہ یہ امور خاص تیرے ہی لیئے عمل مین لاوینگے اور کسیکو شریک نکرینگے - اب غور کرو کہ ایک تو بندہ کو
یہ حکم دینا کہ تو بت کو سجدہ نکیجیو کسی تصویر کو نہ پوجیو جیسا کہ توراۃ مین مذکور ہے اور ایک یہ کہ اُن دلائل کا پرتو ڈالکر کہ جو
پہلے تین آیتون مین مذکور ہوئین بندہ کے موہنہ سے یہ اقرار کرادینا دونون مین کون زیادہ اثر رکہتا ہے - چونکہ
پہلی کتابین اس امر مین قاصر تہین اسلیئے نزول قرآن کی ضرورت ہوئی - اور جسطرح رد شرک مین یہ کلام بے نظیر
ہے اسیطرح ہر قسم کی بندگی اور عبادت الہی کی ترغیب مین اپنا مثل نہین رکہتا کیونکہ ایک یہہ کہنا کہ تو اپنے سارے
دل اور سارے جی سے اوسکی بندگی کر (توراۃ سفر استثنا) اور ایک اون دلائل سے کہ جو پہلے مذکور ہوے
بندہ کی آنکہون مین اور کسیکو قابل عبادت نہ رکہکر اور اپنی پرورش اور رحمت یاد دلاکر خود اوسکے موہنہ سے یہہ
اقرار کروانا - ان مین زمین آسمان کا فرق ہے اور اسیطرح یہہ آیت محبت الہی کے پیدا کرنے مین بہی بےمثل ہے۔
توراۃ مین تو صرف اتنا ہی ہے کہ تو اپنے سارے زور سے اپنے خداوند کو دوست رکہہ (استثنا) وہان نہ محبت
کا طریق بتلایا ہے نہ وجوہات محبت ذکر کیئے ہین اور اسجگہہ دونون باتین ہین کسلیئے کہ وجوہات محبت تو (پرورش
کرنا ہر طرحکی حاجات کا رواکرنا بعد مرنے کے آرام وراحت پہنچانا) اول کی تینون آیتون مین ذکر ہو چکے اور یہان
طریق محبت بتلادیا کہ اسکی عبادت کرو ورنہ اسکے سوا محبت کا اور کیا طور ہے ؟ کیا کسی لکڑی یا بت کو گلے سے لگا کر پیار کیا کرے

واضح ہو

کہ دنیا مین جو لوگ وہم اور خیالات فاسدہ کی پابندی سے جن خیالی معبودونکی پرستش کرتے ہین - اونکی چند قسم ہین کیونکہ
بعض تو جسمانی چیزونکو شریک عبادت کرتے ہین - اور بعض غیر جسمانی چیزون کو اول اعنی جسمانی معبودون کی دو قسم
ہین - ایک جسم سفلی دوسرا جسم علوی پہر وہ معبود کہ جو جسم سفلی ہین اونکی بہی دو قسم ہین بسیط اور مرکب
بسائط جیسا کہ اگ اور پانی اور ہوا چنانچہ ان چیزون کی ابتک ہنود اور مجوس پرستش کرتے ہین اور
دساتیر اور وید اور پرانون مین مذکور ہے اور پہر وہ معبود کہ جو اجسام مرکبہ ہین اونکی بہی چند اقسام ہین
معدنیات پتہر اور چاندی اور سونا اور تانبا اور پیتل چنانچہ ان چیزون کی بہی ابتک اہل ہند
پرستش کرتے ہین ۔ اور درخت وغیرہ نباتات چنانچہ پیپل کو ابتک ہندو لوگ پوجتے ہین اور اوسکے
کاٹنے کو بڑا گناہ جانتے ہین اور حیوانات چنانچہ گائے اور بیل اور سانپ وغیرہ جانورونکو ابتک
ہندو پوجتے ہین اور اونکے ذبح کرنے کو بڑا گناہ عظیم جانتے ہین - اور انسان چنانچہ راجہ رام چندر
اور کرشن اور مہادیو اور بشن وغیرہم بہت سے انسانون کو ابتک خدا جانتے اور اونکے نام کی

خیالی صورتین پتہرون کی بناکے مندرون مین رکہتے ہین اور اونکے آگے گا بجاکر اور بہوگ لگا پوجا کرتے سجدہ کرتے ہین اور اونسے حاجات طلب کرتے ہین۔ اور اسیطرح عیسائی حضرت عیسی علیہ السلام کو خدا جانتے ہین اور بعض یہود حضرت عزیر علیہ السلام کو بہی خدا کا بیٹا کہتے ہین اور وہ معبود باطل کہ جو اجسام علویہ ہین اونکی بہی کئی قسم ہین آفتاب اور ماہتاب اور ستارے چنانچہ انکو بہی ہنود اور مجوس ابتک پوجتے ہین وساتیر مین ہر ایک ستارہ اور آفتاب و ماہتاب کی تسبیح اور پرستش کا طریق مندرج ہے اور وید اور پرانون مین بہی سورج دیوتا کی پوجا کے طریق مندرج ہین اور گایتری منتر بہی ہنود اوسکی پوجا کرتے ہین بڑے اعتقاد سے پڑہتے ہین جسمین آفتاب کی بڑی مدح ہے اور بعض تو ایسے دہرماتما ہین کہ جب تک سورج دیوتا کے درشن نہین کرتے آن جل کے پاس نہین جاتے اور آسمان چنانچہ بہت سے جہلاء عرب اور مجوس آسمان کو ہر بات کا خالق سمجہتے تہے۔ اور جب ایران مین اگر اہل اسلام آباد ہوئے تو اونکی اولاد مین بعض پر مجوس کا خیال قدرے مؤثر ہوا اور اپنے اشعار مین آسمان کو مخاطب کرنے لگے اور پہر جب اردو شعر نے جنم لیا تو اونہین ایرانیون کی تقلید سے یہان کے شعرا بہی بیچارے آسمان کے پیچہے پڑگئے اور سارے گلہ شکوہ ناکامیابی کے اسیکے سر لگاکر دو دو پانچ گالیان دینا ضرور سمجہنے لگے اور جو اجسام نہین تو اونکی چند قسم ہین۔ ایک قسم نور و ظلمت یعنی چاندنا اور اندہیرا چنانچہ فرقہ مانویہ اور ثنویہ کہ مجوس ہین اندہیرے اور چاندنے کو مدبر عالم جانکر پوجتے اور خدا سمجہتے اور ہین دوسری قسم ارواح چنانچہ ایک قوم کا عرب مین یہی عقیدہ تہا کہ ملائکہ ارواح فلکیہ ہین اور ہر ملک کے لئے ارواح فلکیہ مین سے ایک روح مدبر اور کارکن ہے اور اسیطرح اس عالم مین سے ہر نوع کے لئے ایک روح مدبر اور رب ہے سو یہ لوگ ہر روح کی ایک خیالی صورت پتہر یا پیتل کی بناکر پوجتے تہے۔ چنانچہ ہنود بہی ابتک یہی کرتے ہین۔ اور ایک قسم خیر و شر چنانچہ مجوس مین سے ایک گروہ کا یہہ عقیدہ ہے کہ اس عالم کے دو خدا ہین اور وہ دونون بہائی ہین ایک یزدان جو خیر ہے اور تمام اچہی باتین وہی کرتا ہے اور ایک اہرمن کہ جو شر ہے اور تمام بری باتین وہی کرتا ہے۔ اگرچہ پادری موحد ہونے کا دعوے کرتے ہین مگر باہمی مناظرات سے بہی اور اونکی بعض کتابون سے بہی یہ بات معلوم ہوئی کہ شر کا خالق خدا تعالے نہین گو اہرمن کے قائل نہون مگر اوسکی جگہہ دوسرا مستقل خدا انسان کو مانتے ہین حالانکہ ہمنے اونکو سمجہایا بہی کہ خالق ہونا اور چیز ہے اور کاسب ہونا اور چیز خدا خالق ہے اور بندہ کاسب اور اوس فعل کے ساتہہ کاسب متصف ہوتا ہے نہ خالق دیکہو سیاہی بنانے والیکو سیاہ نہین کہتے بلکہ اوسکو کہ جسکے بدن پر لگی ہو لیکن اونکی سمجہہ مین یہ باریک بات نہین آئی۔ اور اسیلئے اہل اسلام مین سے بہی بعض لوگ کہ جنکو قدریہ یا معتزلہ کہتے ہین یہہ کہ شر کا خالق بندے کو قرار دیتے ہین جس سے عالم کے لئے دو مستقل خالق ماننے

پڑتے ہین وفسادہ مالانجنے پس یہہ تمام گروہ ان چیزون کو نفع کی اُمید اور برائی کے ڈرسے پوجتے تھے اور اب بھی پوجتے ہین اور جو کسیکی عبادت باطاعت کرتا ہے تو انہین دونون باتون سے کرتا ہے ۔ اور جو ذاتی عبادت کرتے ہین تو وہ بہت ہی کم ہین ۔ اور محکمہ نبوت کے لئے یہ ضرور ہے کہ وہ اس خراب بات کو مٹاوے بالخصوص اوس نبی کے لئے کہ جو تمام عالم کا نبی ہوا اور اسوقت تمام عالم مین انہین خیالات فاسدہ کی اندہیریان ہر طرف سے محیط ہون اور اس گمراہی نے تمام عالم کو تاریک کر رکہا ہو ۔ اور اس خیال فاسد کے مٹانے کے لئے تنہا معجزات کافی نہین کیا ہے کہ کچھہ عجب نہین کہ اس نبی کو بھی ان معجزات وکرامات سے منجملہ اور معبودون کے ایک معبود سمجھہ بیٹھین مطلب برعکس ہوجاوے جیساکہ عیسائیون نے حضرت عیسٰے علیہ السلام کو خدا سمجھہ لیا اور اوسکا بیٹا بنادیا بلکہ کسی برہان قوی سے ان تمام چیزونکا بلکہ مجموعہ عالم کا اور جسقدر عالم فرض کئے جاوین اون سب کا محتاج اور حادث ہونا اور اونکے سب کمالات بلکہ اونکی حیات کا مستعار ہونا دکہا دیا جاوے اور کسی مالک مختار قادر علیم ورحیم کا ہروقت دست نگر ہونا مشاہدہ کرادیا جاوے تاکہ پہر اور کسی چیز کو استحقاق عبادت عقل سلیم کے نزدیک نرہے اور نہ کسی سے مدد مانگنے کی حاجت پڑے اسلئے خداتعالے نے اپنے کلام مین ایسا ہی کردیا کہ اول تینون آیتون مین تمام عالم کا محتاج ہونا اور اپنا ہر طرح کا قادر رحیم وکریم ہونا ثابت کرکے بندہ کے دلپر وہ تجلی ذاتی کی کہ ہرچیز اوسکی نظر وہین گر گئی اور خداہی کی عبادت واستعانت کا اقرار کرنا پڑا ۔ پس ان تینون آیتون کے بعد ایاک نعبد نے تمام جہان کے جہوٹے معبودون کی خدائی چہین کر کلمۂ لا الہ الا اللہ کو برہان قطعی سے ثابت کردیا ۔

استعانت معونت (مدد) کا طلب کرنا ہے ۔ استعانت کے اصول چار ہین (۱) دلمین کسی کام کا ارادہ پیدا کرنا اور اوسکی خوبی اور نتیجہ کا حسن جو لپرنقش کردینا کہ جسکی وجہ سے انسان اوسکی طلب مین سرگرم ہوتا ہے (۲) اوس کام کے آلات واسباب اور سب سازوسامان بہم پہنچادینا ۔ پہر اس سازوسامان کی دو قسم ہین ایک ضروری کہ جس بغیر کام تمام نہو مگر آسانی ملحوظ نہو دوسرے زائد از ضروری کہ جس سے بآسانی وہ کام تمام ہوجاے مثلاً ایک تو صرف پیٹ بہردینا خواہ عمدہ غذا ہو یا بُری دوسرے یہہ کہ عمدہ غذا سے پیٹ بہرنا پس قسم اول کے سازوسامان کو قدرت ممکنہ اور دوسری کو قدرت میسرہ کہتے ہین ۔ اور استطاعت بھی اسیکو کہتے ہین ۔ پہر یہہ سازوسامان بے شمار ہین ۔ سلامت حواس ظاہرہ وباطنہ اور خارجی اسباب کا بہم پہونچانا وغیر ذلک (۳) ارتفاع موانع یعنی اوس کار مین جو چیزین خلل انداز ہین (خواہ اوس کام مین یا اوسکی حسن وخوبی مین) اونکو دفع کرنا کیلئے کہ گو کسی کام کا ارادہ دل مین مصمم ہوا اور اوسکے سب سامان بھی بہم پہنچین مگر تاوقتیکہ اوسکے خارج اور خلل انداز اور مانع آنے والی چیزون کو دور نکیا جاوے وہ کام کبہی انجام کو نہ پہنچیگا

(۴) اوس کام پر غرض کا مترتب ہونا کیونکہ ایک گروہ کی یہ راے ہے (کہ جب دونون چیزین ہونگی یعنی ساز وسامان اور ارتفاع موانع ہوگا تو خواہ مخواہ اوس فعل کا نتیجہ یا غرض پیدا ہوگی) مگر ہم خدا تعالی کو قادر مطلق مان چکے ہین ہرچند اوسکی عادت یون ہی جاری ہے کہ وہ ان دونون باتون کے بعد اثر کو فعل پر مرتب کرتا ہے لیکن وہ قادر ہے چاہے تو نہونے دے - چنانچہ جسطرح کبھی کبھی اپنا یدقدرت دکہانے کو بغیر سامان و اسباب کے اثر مرتب کردیتا ہے اسیطرح گاہے اسباب پائے جانے اور موانع نہونے پر بہی اثر کو مترتب نہین ہونے دیتا - کبھی آگ نہین جلاتی پانی سے سیرابی نہین حاصل ہوتی بے لشکر کے فوجونکو ہزیمت دیدیتا ہے - بے ساز وسامان غیب سے کام کردیتا ہے اسکو ہم خرق عادات کہتے ہین جو اپنے خدا کو عاجز کہے وہ اوسکا انکار کیا کرے ہمین اوس سے کیا مگر ہمارا خدا تعالی قادر ہے - اس چوتھی قسم کو برکت بہی کہتے ہین پس جن کامون پر اثر مرتب نہین ہوتا یا حسب دلخواہ نہین ہوتا تو وہان کہتے ہین کہ اسمین برکت نہوئی اور اسی لئے ہر کاروبار مین خدا کا نام لینا اس برکت کے لئے طریقہ اسلام قرار پاگیا - پس جو لوگ کہ یہہ سمجھتے ہین کہ سامان کا بہم پہنچنا کافی ہے وہ اپنے زعم فاسد مین اپنی احتیاج کا سلسلہ خدا سے منقطع جانتے ہین اسلئے نہ وہ برکت کے قائل ہین نہ ہر کام مین اوسکا نام لینا سودمند سمجھتے ہین جیساکہ اکثر اہل یورپ اور اونکے مقلد نیچری لوگ خدا تعالی اونکو اس گمراہی سے نجات دے پس یہہ جسقدر معونتین ہین سب خدا ہی کے خزانہ غیب سے عطا ہوتے ہین - کیونکہ اوسکے سوا جو کچہہ ہے وہ اوسکے دامن تربیت تلے محتاجانہ پرورش پاتا ہے وہ خود محتاج ہین اونکی ہستی بہی گہر کی نہین چہ جائیکہ اور کمالات - اوسنے اور کوئی کیا خاک مدد مانگے جو خود محتاج ہووے دوسرے کا؟ بہلا اوس سے مدد کا مانگنا کیا؟ وہ لوگ کہ جو مخلوق پرستی کرتے ہین جیساکہ معنی عبادت مین بیان ہوا وہ اون معبودون سے حاجات بہی طلب کرتے ہین - پس خدا تعالی نے لفظ ایاک مقدم کرکے جب بندہ کے مونہہ سے حالت مشاہدہ مین یہہ اقرار کرایا کہ ہم تجہہ ہی سے مدد مانگتے ہین تو ان تمام غلط مذاہب کو مٹادیا اور مسئلہ توحید کو کہا دیا - اس مسئلہ کو بہی حضرت خاتم الانبیا علیہ السلام نے لوگون کے دلون پر ایسا مدلل کرکے بٹہا دیا کہ جس سے زیادہ ممکن نہین - اسلئے اس نبی علیہ السلام کا پیرو ہر جگہہ موحد کے لقب سے ممتاز ہے -

سوال - بلاشک جو قومین کہ مخلوق پرستی کرتی ہین خواہ اوس مخلوق کو اوسکا مظہر بناکر پوجین یا جہت قبلہ کی توجہ کرین جو کچہہ ہو بہرحال صریح گمراہی مین ہین مگر ہندوستان کے بعض مسلمان بہی تو اس سے بری نہین دیکہئے کوئی تعزیہ پوجتا ہے کوئی کسی قبر کو سجدہ کرتا ہے - کوئی طاق بہرتا ہے الغرض جسطرح ہندو کرتے ہین اسیطرح یہہ بہی کرتے ہین صرف یہہ فرق ہے کہ وہ اپنے بزرگونکو پوجتے ہین یہہ اپنے بزرگون کو جواب اس سے اسلام پر کوئی عیب نہین لگتا کیونکہ اسلام ان باتونکی

ممانعت کردی ہے جو کریگا وہ عدالت اسلام کا مجرم ہوگا۔ پس خالص مسلمان تو ان باتون کے پاس بہی نہین جاتے ہان صحبت ہنود سے اگر بعض جہلا ایسا کرتے ہون تو تبرا کرتے ہین - دیکہو زنا کو شرع نے حرام کردیا اب جو کوئی مسلمان اسکا مرتکب ہو تو اس سے اسلام پر کچہہ عیب نہین لگتا یہہ اوس شخص کی برائی ہے ✤

اسرار

|۱| یہہ کہ لفظ ایاک کو کہ جو ضمیر منصوب منفصل ہے لفظ نعبد سے مقدم کیا چند حکمتون کے لئے (اول) یہہ کہ عبادت بندہ کی طرف سے اوس شاہنشاہ حقیقی کے لئے ایک ہدیہ یا نذرانہ ہے پس اسکا مقتضی یہہ ہے کہ اس نذرانہ پیشتر جسکے لئے نذرانہ ہے اوسکا وجود اور اوسکا جلال آنکہون مین سما جاوے کیونکہ جب تک بادشاہ قایم اور اوسکا وجود مسلم نہین ہوتا تو نذرانہ اور ہدیہ بہی قائم نہین ہوسکتا (دوم) یہہ کہ خدا تعالےٰ کی ذات قدیم اور بندہ اور اسکی بندگی حادث ہے تو جو چیز مقدم الوجود ہے جب تک کوئی اور وجہ عارض نہین تو اوسکو ذکر مین بہی مقدم کرتے ہین (سوم) یہہ کہ عبادت ہر چند غذا ء روحانی ہے مگر یہہ جسم اور اسکے مقتضیات جو چارون طرف سے گہیرے ہوئے ہین اونپر عبادت شاق گذرتی ہے اور لہو و لعب مین آرام آتا ہے ✤ دیکہئے ناچ مین رات بہر نیند نہین آتی مسجد مین تہوڑی سی دیر مین اونگہنے لگتے ہین ✤ اور درحقیقت یہ عبادت خدا تعالیٰ کی وہ امانت ہے کہ جسکا انا عرضنا الامانة الآیة مین اشارہ ہے سو یہہ بوجہ بہاری بغیر کسی سہارے کے نہین اوٹہہ سکتا پس اس تکان اور ماندگی دفع کرنے کے لئے پیشتر شربت حضوری کا پیالہ پلا دیا کہ اوسکے نشہ اور سرور مین چور ہو کر دنیا و مافیہا سے غافل ہو کر ہمہ تن عبادت مین مستغرق ہو جائے اور اسپر تکان و ماندگی نہ آئے ؎ ہر چند پیر خستہ دل و ناتوان شدم ✤ ہر گہہ کہ یاد روئے تو کردم جوان شدم ✤ دیکہئے جب کوئی کسی پر عاشق زار ہوتا ہے تو جب اوسکے محبوب کا نام لیکر کوئی اوس سے کیسے ہی بہاری کام کو کہتا ہے تو اوسکے نشہ مین آکر کس خوشی سے کرتا ہے اور ہے ہے جب وہ اوسکے سامنے کہڑا ہو کر یون کہے کہ تیرے قربان (کیونکہ عبادت دراصل قربان ہوتا ہے) محبوب کا تو نام سننے سے دل بیقرار ہو جاتا ہے چہ جائیکہ وصال اور مشاہدہ جمال ہو ؎ جو میرے سامنے تیرا کسینے نام لیا ✤ دل ستمزدہ کو ہینے تہام تہام لیا ✤ پس اسلئے ایاک کو مقدم کیا (چہارم) اسمین اسطرف اشارہ ہے کہ عابد کو لازم ہے کہ اولاً و بالذات معبود کی طرف دہیان رہے اور عبادت کو صرف اپنے اور اوسکے بیچ مین ایک عمدہ واسطہ اور رابطہ جانے نہ یہہ کہ عبادت یا اوسکے ثواب و جزا پر نظر کرے کیونکہ کامل عبادت یہہ ہے کہ اور تو کیا اپنی ہستی کو بہی بہول جائے اور سوائے معبود کے اور کچہہ نظر نہ آئے ✤ اور یہانسے یہہ بہی معلوم ہوا کہ عبادت عالم غرور سے عالم سرور کیطرف اور اشغال خلق سے حضرت حق کی طرف جانا ہے - اور یہہ محویت کچہہ تعجب کی بات نہین عشق مجازی مین محبوب کو دیکہکر سب کچہہ بہول جاتا ہے - دیکہئے حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکہکر مصر کی عورتون نے

بیخود ہوکر ترنج کی جگہہ اپنے ہاتہہ کاٹ ڈالے پس جب اس مجازی محبت او جمال کا یہہ حال ہے تو اوس حقیقی محبوب او حقیقی جمال مین کیا مقال ہے ۔ اور یہہ بات بہی معلوم ہوئی کہ عبادت کے تین مرتبہ ہین پہلا مرتبہ یہہ کہ ثواب کی امید اور عذاب کے خوف سے عبادت کیجائے دوسرا مرتبہ یہہ کہ اپنی عبادت کے قبول ہونے سے بزرگی اور کمال پیدا کرنے کے لئے عبادت کرے ۔ تیسرا درجہ یہہ کہ خدا کی خاص خدا ہی کے لئے عبادت کرے (یعنی وہی مقصود ہو) اور تینون مین اخیر مرتبہ بلند ہے ✦ پس اسلئے ایاک کو جو ذات الٰہی پر دلالت کرتا ہے مقدم کیا (پنجم) اگر لفظ ایاک کو مقدم نکرتے تو حصر او خصوصیت نہ سمجہی جاتی پس اون مذاہب باطلہ کا اس لطف و خوبی کے ساتہہ رد نہوتا ۔ کیونکہ یہان اور معبودون کی عبادت کنایۃً مٹادی گئی ہے اور کنایہ صراحت سے ابلغ ہوتا ہے کیا خوب کہا کسینے ۵ خوشتر آن باشد کہ سر دلبران گفتہ آید در حدیث دیگران ✦

[۲] یہہ کہ لفظ نعبد جمع متکلم کا صیغہ بولا اعبد نہ کہا اسمین بہی کئی حکمت ہین (اول) یہہ کہ عبادت ایک نہایت عمدہ فعل ہے اسکے لئے خلوص نیت او حضور قلب شرط ہے اور یہہ ہر شخص کو میسر آنا مشکل ہے اسلئے اپنی عبادت کو اور اچہے لوگون کی عبادت مین شامل کر دیا تاکہ وہ کریم اونکے طفیل مین اسکو بہی قبول کرے مثل مشہور ہے لکڑی کے ساتہہ لوہا بہی تیرتا ہے (دوسرے) یہ کہ عبادت کا استحقاق تربیت اور رحمت اور بندونکی حاجت روائی کی وجہ سے ہے (کہتے ہین جسکا کہائیے اوسکا گائیے) اور اوسکی پرورش ایک دو کے لئے نہین بلکہ تمام جہان کے لئے ہے جیساکہ پہلے گزرا پہر اسکی عبادت بہی تمام جہان پر فرض ہوئی پس اسبات کی طرف اشارہ کرنے کے لئے (کہ نہ تنہا مین بلکہ اے خداوند عالم ہم سب تیری عبادت کرتے ہین) جمع کا صیغہ بولا (تیسرے) یہہ کہ سورۃ نماز مین پڑہی جاتی ہے اور نماز مین جماعت مقصود ہے (تاکہ شوکت اسلام معلوم ہو اور ایک کا دوسرے کو حال دریافت ہوا کرے ۔ اور باہم محبت پیدا ہو اور ایک کی دوسرے پر انوار منعکس ہون اور بہتون مین ایک نہ ایک خالص بندہ بہی ہوتا ہے اوسکے ساتہہ عبادت کرنا قبولیت کا باعث ہے) پس اس مقصود کیطرف اشارہ کرنے کو لفظ جمع لایا گیا (چوتہے) یہہ کہ اگر اعبد کہتے تو اسمین عابد کو یہہ خیال آتا کہ مین عبادت کرتا ہون اور کوئی نہین سواس وسوسہ کے مٹانے کے لئے جمع متکلم کا صیغہ نعبد کہدیا تاکہ معلوم ہو کہ او ہزارون ہین مین کیا ہون [۳] یہہ کہ نعبد مضارع کا صیغہ بولا کہ جو حال استقبال دونون کو شامل ہے ماضی عبدنا نہ کہا کسلئے کہ حضوری کا مقام یہہ چاہتا ہے کہ اوسوقت بہی عبادت کیجاے اور آیندہ کے لئے اسکا عہد کرے سو یہہ بات مضارع مین حاصل ہے نہ ماضی مین ۔ اور بیقدر اسرار ایاک نستعین مین ہین ان سکو وہان خیال کریجئے طول کلام سے ڈر کر بس کرتا ہون ✦

[۴] عبادت کو مقدم کیا اور استعانت کو مؤخر اسمین چند اسرار ہین (اول) یہہ کہ اول بادشاہون کے حضور مین پیشتر

کوئی تعظیم و کورنش بجا لاکر اور کچھہ ہدیہ یا نذرانہ پیش کرکے پھر عرض حال و سوال کیا کرتا ہے - گو خدا تعالیٰ کو دنیاوی بادشاہون سے کچھہ بہی مناسبت نہین مگر فطرت سلیمہ کا بہی یہی مقتضیٰ ہے اسلئے اول عبادت کو اُسکے حضور اعلیٰ مین پیشکش کرکے اپنی عبودیت کا اظہار کردیا - اور اوسکی خوشنودی کو حاصل کرلیا - اُسکے بعد ایاک نستعین کہکر سوال کیا - خلاصہ یہہ کہ عباد ت وسیلہ ہے اور استعانت اور سوال مطلب و ہمیشہ وسیلہ مقدم ہوتا ہے (دوم) یہہ کہ ایاک نعبد یہہ چاہتا ہے کہ نفس کو عبادۃ الہی سے ایک بڑا رتبہ حاصل ہو - اور اسمین ایک قسم کی خود پسندی پیدا ہونیکا احتمال تہا تو اسی لئے اسکے بعد ایاک نستعین کہدیا کہ یہہ عبادت بہی تیری ہی مدد اور اعانت سے ہوتی ہے تاکہ اوس مرض کا علاج ہوجاوے (سوم) اسمین اشارہ ہے اِسطرف کہ استعانت اُسی سے چاہتے ہین کہ جسکی عبادت کرتے ہین کیونکہ عبادت کا وہی مستحق ہے کہ جو خالق اور مربی اور ہر طرح کی قدرت و اختیار رکہتا ہو اور وہی مستحق طلب اعانت ہے گویا کہ یہہ دونون باتین لازم و ملزوم ہین - پہران دونون لفظونکی جمع کرنے مین بہی حکمتین ہے - (۱) یہہ کہ مرتبہ عبودیت دو باتون سے کامل ہوتا ہے - اوّل یہہ کہ عبادۃ کرے - دوم یہہ اپنے آپکو محتاج محض سمجھکر ہر کام مین اُسی سے مدد مانگے کیسلئے کہ جو نوکر ہمیشہ خدمت گزاری کرتے ہین اور اپنی حاجات کا اظہار مولیٰ سے نہین کرتے اور نہ اوس سے طالب امداد ہوتے ہین تو اونسے کسیقدر بوئی نخوت آیا کرتی ہے اور اونکا فدوی محض ہونا ثابت نہین ہوتا بالخصوص اوس آقا کے کہ جو دیکر خوش ہوتا ہے اور جو مانگنے کا حکم دیتا ہے - پس اسلئے ایاک نعبد کے بعد ایاک نستعین کہدیا - (۲) یہہ کہ یہہ تکملہ عبادت کا ہے - یعنی پوری اور اصل عبادت جب ہی پائی جاتی ہے کہ جب ہمہ تن عجز و انکسار ہوکر اُسکے آگے ہاتہہ پہیلایا جاتا ہے - کس لئے کہ اسوقت مین ایک روحانی نیاز اور ارتباط پیدا ہوتا ہے کہ جو بہت سی عبادت سے نہین ہوتا ہے - اور اسی لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ دعا عبادت کا مغز ہے (مشکوۃ) اور اسی لئے ہر عبادت کے ساتہہ دعا کا مانگنا اسلام مین لازم قرار دیا گیا - نماز پنجگانہ کے بعد ہمیشہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم او ر صحابہ کرام دعا مانگا کرتے تہے اور سب انبیاء اکثر اوقات دعا کرتے تہے - اور اسی لئے حکیمون کا قول ہے کہ جب بندہ دعا کرتا ہی تو عرش الہی حرکت کرتا ہے یعنی بندہ اور خدا مین جو ایک واسطہ یا رابطہ ہے وہ زندہ ہوتا ہے اور اسیلئے اسکے بعد اکثر بندہ کا مقصود خدا تعالیٰ عطا فرماتا ہے (۳) یہہ کہ دنیا کے جسقدر فرق مشرک ہین وہ اپنے خیالی معبودونکی عبادت بہی کرتے تہے - اور پہر اونسے ہر حاجات کا سوال بہی کرتے تہے جیسا کہ اب بہی ہنود بتون سے ہاتہہ جوڑ جوڑ کر مانگتے ہین اور بعض آدمیون سے بہی اولاد و مال و تندرستی و عزت مانگا کرتے ہین - پس شرک کی یہہ دو شاخ ہین ایک عبادت دوسرے استعانت اسلئے خدا تعالیٰ نے پہلے تین آیات مین وہ دلائل قایم کرکے (کہ جنسے اُسکے ماسوا ہر چیز کا محتاج اور حادث ہونا ثابت ہوتا ہے) ان دونون شاخون کو جڑ سے کاٹ دیا کہ بندہ کے مُنہ سے دربار خاص مین بہت سی جماعت کے روبرو اپنا جلوہ دکہاکر یہہ اقرار کرادیا

کہ ایاک نعبد وایاک نستعین ہم خاص تیری ہی عبادۃ کرتے ہین نہ اور کیسکی اور تجہی سے مدد مانگتے ہین نہ اور کسی سے -

(۴) یہہ کہ دنیا مین تین قسم کے آدمی ہین اول جبری جو کہتے ہین کہ ہمکو کچہہ اختیار نہین جو کچہہ کرتا ہے وہی کرتا ہے ہم تو لکڑی اور پتہر کی طرح بے اختیار ہین - دوم قدری کہ جو ہر چیز مین اپنے آپکو فاعل مختار اور موجد اور قادر سمجہتے ہین - سوم - اہل حق کہ جو نہ بندہ کو مختار محض کہتے ہین نہ بے اختیار محض چونکہ وہ دونون فریق غلطی پر ہین کیسلئے کہ اول گروہ تو شریعت بلکہ کل معاملات دنیاوی کا ابطال کرتا اور خدا کی ذات مقدس مین عبث ثابت کرتا ہے پس انکے رد مین تو ایاک نعبد فرمایا کہ جس سے بندہ کو عبادت کا اختیار ثابت ہوتا ہے اور دوسرا فریق کارخانہ خالقیت مین حصہ پیدا کرتا ہے - انکی اصلاح کے لئے لفظ ایاک نستعین فرمایا کہ جس سے بندہ کا محتاج ہونا ثابت ہوتا ہے -

مسائل فقہ

اس آیت سے یہہ بات ثابت ہوئی کہ خدائے تعالی کے سوا اور کیسکی پرستش حرام ہے خواہ وہ اور کوئی ہو - نہ اور کیسکو سجدہ درست ہے نہ رکوع - صحابہ نے عرض کیا کہ یا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہم چاہتے ہین کہ آپکو سجدہ کیا کرین آپ نے منع فرمایا (مشکوۃ) اور نہ کسی کے نام کا روزہ رکہنا جائز ہے اور نہ غیر اللہ کے نام سے صدقہ وخیرات دینا درست ہے - نہ اور کسی گہر کا خانہ کعبہ کیطرح طواف درست ہے نہ احرام باندہ کر جانا یہانتک کہ ذبیحہ پر بہی غیر اللہ کا نام لیکر ذبح درست نہین - اور اسیطرح غیر اللہ سے مدد مانگنا بہی درست نہین - نہ کیسکو قاضی الحاجات دافع البلیات خیال کرنا روا ہے -

سوال جب یہہ بات ہے تو پہر مسلمان ایک دوسرے سے کیون مدد مانگتے ہین کوئی کسی سے پانی مانگتا ہے - طبیب کے پاس علاج کیلئے جاتے بادشاہون اور امراء سے سوال کرتے ہین - علی ہذا القیاس حالانکہ ان باتونکو کوئی بہی منع نہین کرتا نہ انکے مرتکب کو کوئی مشرک کہتا ہے -

جواب استمداد کی دو قسم ہین - ایک یہہ کہ جس سے مدد چاہتا ہے اوسکو عالم اسباب مین ایک وسیلہ و مدد الہی کا مظہر جانتا ہے اور در اصل مدد کرنیوالا خدا ہی کو سمجہتا ہے چونکہ وہ اوسکے دلمین القا کرتا ہے تو وہ کام کر دیتا ہے - ایک یہہ کہ اوس غیر کو مستقل جانتا ہے قسم اول کی استمداد در حقیقت خدا تعالی سے استمداد ہے نہ اوس غیر سے - اور دوسری قسم غیر سے ہے - اسلئے قسم اول مباح اور دوسری حرام ہے اور سوال مذکورہ مین جو استمداد ہے وہ قسم اول سے ہے اسی لئے علماء اسلام نے یہہ فرمایا ہے کہ جو طبیب کو صحت بخشنے والا جانیگا اور دوا کو مستقل مؤثر سمجہیگا مشرک ہوگا - ہان دوا کو اور حکیم کو ایک سبب جانے اور فاعل اوسی کو سمجہے تو کچہہ مضائقہ نہین - اور اسی طرح انبیا اور اولیا اور صلحاء سے محبت کہنا اونکی تعظیم کرنا عبادت غیر اللہ نہین - کیسلئے کہ یہہ بہی صرف خدا تعالے کے واسطے سے کیا جاتا ہے - نہ ایسے افعال مین عبادت پائی جاتی ہے - مگر افراط و تفریط بچنا چاہئے

فروعات

(۱) اس حکم کو قرآن مجید مین اور جگہہ بہی بکثرت بیان فرمایا وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ کہ مینے جن وانس کو اپنی
عبادت ہی کے لئے پیدا کیا ہے۔ وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ کہ تیرے ربنے یہی حکم دیا ہے کہ اوسکو پوجو اِسْتَعِيْنُوْا بِاللّٰهِ
کہ خدا سے مدد مانگو۔ اور بہت سی آیات مین۔ اس حکم کا اسلامیون پر وہ اثر ہوا کہ کبہی کسی نبی کی امت پر نہین ہوا۔ پنجگانہ نماز (کہ جسمین
روحانی اور جسمانی عبادت اور استعانت اور استغفار اور اپنی عاجزی اور خدا کی شکر گزاری اور اوسکی ثنا وصفت اور دعا ہے) پہر اوسکے
ساتہہ سنن اور نوافل اور پہر شب بیداری کہ جسکی نسبت فرمایا ہے يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًا کہ خدا کے خالص بندے اوسکے لئے
سجدہ اور قیام مین شب گزاری کرتے ہین اور پہر صبح اور شام اور زوال وغیرہ اوقات سفر وحضر سونے جاگنے کہانے پینے کے اذکار مسنونہ
اسلام کی شرف کی دلیل واضح ہے یہ بات کسی مذہب وملت مین نہین۔ پہر مالی عبادت اور ریاضت صوم وحج بہی اس ملت مین فرض
ہے یہ نہین کہ جو چاہے کرے چاہے نکرے۔ پہر اس عبادت اور توحید کا نور اور سرور جو کچہہ اہل اسلام کے دلون پر جلوہ گر ہوا اور ابتک ہے
اوسکا نظیر بہی کہین اور کسی امت مین پایا نہین جاتا محبت اور خوف الہی سے شب بہر رونا اور اس مزہ مین مست بیخود ہونا کہ تن کی خبر نہ بدن کی
سرور کائنات علیہ السلام والصلوٰۃ اور صحابہؓ اور تابعین اور تبع تابعین کے بلکہ اولیا متاخرین حضرت محبوب سبحانی عبد القادر جیلانی
قدس سرہ اور حضرت بایزید بسطامیؒ اور حضرت جنید بغدادی اور حضرت معین الدین چشتیؒ وغیرہم کے احوال بیان کرنے
کی یہان گنجایش نہین۔ خود آنحضرت کے سینۂ فیض گنجینہ سے ایک ہانڈی کے جوش کیسی شوق الہی کی آواز آیا کرتی تہی حضرت ابو حنیفہؒ
کو شام سے صبح ہو جاتی تہی مگر اوس ذوق مین انکو خبر بہی نہوتی تہی۔ اسیلئے ان لوگون کی روحانی قوت اس درجہ پر غالب آگئی تہی
کہ جو انبیاء بنی اسرائیل سے معجزات سرزد ہوئے ہین وہ انسے کرامات صادر ہوئی ہین کہ جنکو لوقا اور مرقس سے زیادہ ثقہ لوگون
نے مشاہدہ کیا اور اپنی کتابون مین لکہا ہے۔ ہان یہ اور بات ہے کہ حواریون کے حالات و انکی تاریخ وملفوظات کو عیسائی انجیل
اور کتاب الہی کہتے ہین ہم ان بزرگوار حضرات کی کتابون کو قرآن اور کلام الہی نہین کہتے مگر دونون برابر ہین کوئی کچہہ کہا کرے
چونکہ انکے ہان کتاب الہی نہ تہی اگر یہ لوگ ان تاریخون کو انجیل کہکر دل خوش نکرتے تو کیا کرتے۔ ہمارے ہان چونکہ قرآن مجید کلام الہی
موجود ہے ہمکو اس تکلف کی کیا ضرورت اس بات سے انکی تاریخین (کہ جنکو انجیل کہتے ہین) معتبر اور ہماری تاریخین غیر معتبر
نہین ہو سکتین نہ وہ ہمسے یہ کہہ سکتے ہین کہ ان باتون کو قرآن مین دکہلاؤ۔

(۲) چونکہ اس مذہب مین یہ نور عبادت وتوحید ہمیشہ ہے اسلئے انکے ہان وہ لوگ کہ جنپر فیض روح القدس نازل ہوتا ہے
ہمیشہ چلے آئے ہین اور عیسائیون کے ہان چونکہ یہ بات حواریون مین تہی تو انپر روح نازل ہوتی تہی جس سے وہ صدہا کرامات
دکہلاتے تہے زہر انپر اثر نکرتا تہا بیمار انکے ہاتہہ لگانے سے تندرست ہو جاتے تہے۔ سانپون کو اوٹہا لیتے تہے (مرقس) مگر اونکے
بعد چونکہ دین مسیح مین تحریف وتبدیل ہوکر فرق آگیا وہ بات جاتی رہی پہر کوئی ایسا نہین ہوا نہ کوئی عیسائی ایسا ہونیکا دعویٰ کرتا ہے

جس سے معلوم ہوا کہ اب کیا حواریوں کے بعد سے کوئی سچا عیسائی نہ رہا ورنہ اس فیض روحانی کے بند ہونے کی کیا وجہ ؟
(۳) آپ جان چکے ہین کہ بندہ سے کرامات جب صادر ہوتے ہین کہ وہ قرب خدا حاصل کرتا ہے کیونکہ دراصل ہر چیز پر وہی قادر ہے لیکن جب بندہ اسکی صحبت مین رہتا ہے تو جسطرح آگ کا لوہے پر اثر اگرچہ اسکو بہی جلانیوالا بنا دیتی ہے یا جسطرح پہول اپنی صحبت مین مٹی کو معطر بنا دیتا ہے یہی حال عابد وعارف کو خدا تعالی کی قربت سے نصیب ہوتا ہے پہر تو اوسکی زبان اوسکا بیان ہوجاتی ہے
ع جمال ہمنشین در من اثر کرد ۔ وگرنہ من ہمان خاکم کہ ہستم ۔ اسکیلئے کہ جب ممکنات مین اثر وتاثیر کا یہہ حال ہے پہر وہ تو قا ذوالجلال ہے ۔ اور یہانسے آپکو یہہ بہی معلوم ہوا کہ عبادت کا فائدہ بندہ کے لئے ہے خدا کو کچہہ ضرورت نہین وہ بندہ کے نفع کے لئے حکم دیتا ہے

	اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝	
	ہمکو سیدہے رستہ پر چلا ۔	
	ترکیب	

اِهْدِ امر حاضر معروف اَنْتَ اسکا فاعل اور نا مفعول اول اور الصِّرَاطَ موصوف المستقیم صفت دونو ملکر مفعول ثانی ۔ فعل اپنے فاعل اور دونون مفعولون سے ملکر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا ۔ اور معنی یہہ نستعین مین جو اعانت مطلوب تہی اوسکا بیان ہے کہ ہم آپسے یہہ استعانت چاہتے ہین کہ آپ ہمکو ہر امر مین خواہ دینی ہو یا دنیوی سیدہے رستہ پر چلائین ۔ افراط وتفریط یعنے کمی زیادتی سے بچائین ۔ پس پہلے جملہ سے ربط اسطور سے ہوا

معانی الفاظ

(ہدایت) زبان عرب مین مقصود کا رستہ دکہانا یا رہنمائی یا مطلوب تک پہنچانا ہے ۔ اور ہدیہ (تحفہ ہے) چونکہ تحفہ دینے والونکی محبت معلوم ہوتی ہے اسلئے اسکو ہدیہ کہتے ہین ۔ اور ہوادی الوحش اون وحشی اور صحرائی جانورونکو کہتے ہین کہ جو سب کے آگے چلا کرتے ہین کیونکہ وہ ان سب کی رہنمائی کرتے ہین ۔ لیکن عرف مین اسکا استعمال نیک چیزونکی رہنمائی مین ہوتا ہے اور وہان کہ جہان فائدہ اور بہلائی حاصل ہو پس اسلئے چوری وغیرہ بدکاری کا رستہ بتانے کو ہدایت نہ کہین گے نہ قیدخانہ کی راہ بتانے کو ہدایت بولا جائے گا ۔ اور قرآن مین جو فَاهْدُوْهُمْ اِلٰى صِرَاطِ الْجَحِيْمِ (کہ ان دوزخیونکو جہنم کا رستہ بتلاؤ) آیا ہے تو علی سبیل الاستہزاء آیا ہے ۔ چونکہ علماء مین سے بعض کہتے تہے کہ ہدایت کے معنی راہ دکہانا اور بعض کہتے تہے مطلوب تک پہنچانا تو اسکا فیصلہ بعض محققین نے یون کیا ہے کہ جہان اسکا استعمال مفعول ثانی کیطرف لام اور الی کے ذریعہ سے ہوگا تو وہان ارائۃ الطریق یعنے راہ دکہانا مراد لیا جاویگا ۔ جیسا کہ اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِيْ لِلَّتِيْ هِيَ اَقْوَمُ ۔ هَدَيْنٰهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ اور جہانکہ بغیر ان دونو کے ہوگا تو وہان ایصال الی المطلوب ہوگا یعنے مقصود تک پہنچانا جیسا کہ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ مین ۔ فقیر کہتا ہے کہ یہہ قاعدہ کلیہ نہین بعض مواقع پر اسکا خلاف بہی ہے

پس اس امر مین قرآن اور [تفسیر] مواعظ سے بہتر کوئی چیز نہین

خدا تعالی کی ہدایت کے بیشمار اقسام ہین کہ جنکا شمار کرنا مشکل ہے لیکن اونکے اجناس عالیہ یہہ ہین -

اول مرتبہ ہدایت الہامی ہے کہ خدا تعالی کی طرف سے مطلب کا القا ہوتا ہے جیسا کہ بچہ کو پیدا ہوتے ہی دودہ پینا اور روکر اپنی حالت درد کو بیان کرنا الہام ہوتا ہے - درختونکو زمین سے پانی چوسکر بڑہنا پہل پہول لانا شاخونکا فضا کیطرف پہیلنا علی ہذا القیاس عالم مین سے کوئی چیز بہی اس فیض سے محروم نہین - اور خدا تعالی کے وجود کا جو علم ہے اور اوسپر جو ایمان لاے ہوئے ہے وہ بہی اسی قسم کی ہدایت کا ثمرہ ہے اُسکی طرف اس آیت مین اشارہ ہے أَعْطَىٰ كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهُ ثُمَّ هَدَىٰ یعنی ہر شے کو اُسکو مناسب طور پر پیدا کرکے رہنمائی کی -

دوسرا مرتبہ ہدایت احساسی کا ہے کہ حواس ظاہری کان آنکھ ناک چکہنا - چہونا (۲) حواس باطنی حس مشترک - خیال - وہم - حافظہ - قوت متصرفہ - عطا فرما کر گرم و سرد نافع و مضر چیزونکا تمیز کرنا بتلایا - اگر یہہ چیزین نہوتین انسان کیا بلکہ ہر حیوان کی زندگی نہوتی یہہ فیض تمام حیوانات پر ہے اسکی طرف بہی آیت مذکورہ مین اشارہ ہے -

تیسرا مرتبہ ہدایت بداہت عقلی ہے کہ جو چیز حواس سے غائب ہے اور جہان کہ حواس کی رسائی نہین وہان انسانکی عقل مدرکات حواس ظاہری اور باطنی سے کلیات انتزاع کرکے فی الفور کام لیتی ہے دیکہیے جب کا ہمنین بہت سے لوگونسے کسی واقعہ کی خبر پہونچتی ہے تو عقل اُسی وقت اُس خبر کی صداقت کا حکم لگا دیتی ہے - وہان استدلال و ترتیب مقدمات کی ضرورت نہین پڑتی - اس فیض الہی سے حکما احمقا تمام انسان بلکہ جن او فرشتے بہی فیضیاب ہین اُسکی طرف بہی آیت سابقہ مین اشارہ ہے -

چوتہا مرتبہ ہدایت استدلال عقلی ہے یعنی جہان بداہت عقلی کی رسائی نہین وہان مقدمات ترتیب دیکر نتیجہ نکالنا اور اس ذریعہ سے کسی نامعلوم چیز کو حاصل کرنا اور یقین پیدا کرنا خدا تعالی نے عطا کیا - اس امر مین عقلا و حکما مخصوص ہین اسلیے اونکے اقوال کے عام لوگ پیروی کرتے ہین - مگر عقل سے بسا اوقات قوت وہمیہ مقابلہ کر بیٹہتی ہے اور اوسکو راہ راست یعنی صراط مستقیم سے پہرا کر ادہر اودہر وادی غلاط مین لیجاتی ہے - اسلیے حکماء کے اقوال و رائین باہم متعارض و مخالف ہوتی ہین ایک حکیم کچہہ کہتا ہے دوسرا اوسکے برخلاف فرماتا ہے اور کبہی خود ایک ہی شخص ایکوقت ایک بات دریافت کرکے اوسپر دلکو جماتا ہے پہر دوسرے وقت آپ ہی اُسکو غلط بتلاتا ہے - ہر چند اس غلطی سے بچانے کے لئے حکماء نے فن منطق بنایا مگر اسنے تو اور بہی پریشانی مین ڈالدیا - پس اسلیے خدا تعالی نے اوسکے واسطے

پانچوان مرتبہ ہدایت کا الہام - انبیاء علیہم السلام قایم کیا کہ جہان عقول عاجز آجاوین وہان خدا تعالی الہام انبیاء کے ذریعہ سے رہنمائی کرتا ہے پس اسلیے جسطرح عامیونکو عقلا و حکماء کے اقوال پر اعتماد تہا اسیطرح حکما و عقلاء کو انبیاء علیہم السلام کا اتباع ضرور رہا - کیونکہ اونکی رہنمائی کا یہی لوگ سبب ہین - یہانسے آپکو ضرورت نبوت بہی بخوبی معلوم ہوگی -

پس جو لوگ کہ منصب نبوت کے منکر ہین جیسا کہ آریہ سماج والے وہم کی دلدل مین دہنسے ہوئے ہین۔ چوتھے مرتبہ کی طرف اس آیت مین اشارہ ہے هَدَيْنَاهُ النَّجْدَيْنِ کہ انسان کو ہمنے نیک و بد دونون رستے بتلائے اور اس پانچوین مرتبہ کی طرف اس آیت مین اشارہ ہے وَجَعَلْنَاهُمْ أَئِمَّةً يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا کہ ہمنے انبیار کو پیشوا بنایا کہ وہ ہمارے حکم کی رہنمائی کرتے ہین۔

(چہٹا مرتبہ) ہدایت انکشافی ہے کہ خدا تعالیٰ بندہ کے دل سے حجاب ظلمانی اوٹھا کر اوسکو عالم غیب کا مشاہدہ کرا دے اور ہر چیز کی اصل حقیقت دکہا دے یہہ ہدایت کا انتہائے مرتبہ ہے یہہ انبیار علیہم السلام کا حصہ ہے کہ جنکی اطاعت تمام خلق پہ فرض ہے۔ اور اونکے مریدون اور پیروون مین سے بہی اُن لوگونکو (کہ جنکے قلوب مین آئینہ کی طرح اونکے انوار قبول کرنے کی صلاحیت ہوتی ہے) اس ہدایت مین سے کچہہ حصہ ملجاتا ہے۔ اور ان پیروون کو حواری یا اولیار اور کبہی محدث کہتے ہین اس ہدایت کی طرف اس آیت مین اشارہ ہے وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا۔ کہ جنہون نے ہمارے لئے کوشش کی ہم اُنکو اپنا رستہ بتلاوینگے آپ کو یہان سے نبی اور ولی کے معنی بہی بخوبی معلوم ہوگئے۔ اور جو لوگ کہ نبوت کو بڑہی لوہارکے کام کا ملکہ قرار دیتے ہین اونکی غلط فہمی بہی معلوم ہوگئی۔ اور یہہ بہی معلوم ہوگیا کہ دنیا کے تمام کاروبار اور عمدہ صنعتین اور تدابیر ملک اور آخرت کے احکام اور قواعد شریعت سب خدا کی ہدایت کا نتیجہ ہے۔

مگر آپ کو یہہ بہی یاد رہے کہ یہہ جتنے امور ہین سب مین سیدہا رستہ ضرور ہے اور جہان افراط و تفریط ہوئی سیدہے رستہ سے الگ ہوا۔ مقصد مین خرابی آئی پس اسی لئے خدا تعالے نے اہدنا کے بعد الصراط المستقیم ذکر فرمایا یعنے یہہ تعلیم کی کہ یون دعا مانگو کہ ای خدا ہمکو ہر امر مین سیدہا رستہ دکہا۔

واضح ہو

کہ جبتک ہر امر مین افراط (زیادتی) و تفریط (کمی) معلوم نہوگی صراط مستقیم یعنے درمیانہ پن معلوم نہوگا۔ پس سب سے پیشتر ہم عبادت اور استعانت مین جو افراط و تفریط ہے اوسکو بیان کرتے ہین۔ پس عبادت مین **افراط** یہہ ہے کہ جہان خدا کی کسی صفت کا ظہور دیکہے اوسی کو پوجنے لگے۔ جیسا کہ **مجوس** اور **ہنود** کرتے ہین کہ اونہون نے کوئی چیز بہی نہ چہوڑی۔ یہانتک کہ جب ہندوستان مین ریل جاری ہوئی اور انجن کو جو بغیر بیل اور گہوڑون کے خود بخود دوڑتا دیکہا تو بہت سے ہندوون نے ہر ہر کرکے اوسکے آگے **ڈنڈوت** کی اور ریلیشر مہاراج بنایا۔ اور **تفریط** یہہ کہ معاش دنیا اور کاروبار مین ایسا مشغول ہو کہ ذرا بہی خدا کی

طرف توجہ نرہے عبادت تو کجا جیساکہ اہل یورپ کا دستور ہے شاید پیرس اور لندن اور برلن وغیرہ شہرون مین کبھی کوئی خدا کا نام لیتا ہوگا[1] - اور اسیطرح استعانت مین افراط یہہ ہے کہ ہر چیز کو سبب سمجھکر اور وسیلہ حاجات جانکر اوس سے سوال کرے اور ستارونکی تاثیر سے اپنی سعادت ونحوست سمجھے اور نباتات اور جمادات اور حیوانات کے خواص مخصوصہ کی رعایت کرے اور گہر اور بیوی اور ہتیارون اور دیگر اسباب معیشت مین نحوست و سعادت کا خیال کرکے سودائی بنجاوے اور عناصر اور آفتاب و ماہتاب اور ارواح انسانیت و دیگر غیر مرئی چیزونکو خدا تعالی کے خزانہ غیب کا داروغہ یا مالک یا مختار جانکر اونسے مدد مانگے اور اونکے نام سے نذر و نیاز بہوم دہگ کرے جیساکہ ہندو کرتے ہین اور وید ون مین اب تک یہی مضامین بہرے پڑے ہین کہ جس سبب یہہ لوگ ہر چیز سے ڈرتے اور ہر چیز سے امید نفع رسانی رکہتے ہین اور تفریط یہہ کہ دوا و غذا و غیرہ اسباب معتبرہ کو بے اعتبار جانے اور خدا سے دعا کرنا اور نیکی اور خدا کی راہ مین دینے کو خیر و برکت کا سبب نہ سمجھکر اُنسے اعراض کرے اور جو چیزین کہ عالم اسباب مین موثر ہین اون کو فضول اور بے اعتبار جانے -

اگرچہ صراط مستقیم کی تفصیل علم اخلاق کی کتابون مین خوب کی ہے مگر کسیقدر مختصر طور پر یہان بہی بیان کرنا ضروری سمجہتا ہون لان ما لا یدرک کلہ لا یترک کلہ

واضح ہو

کہ خدا تعالے نے انسان کو تین قوتین عطا فرمائی ہین (اول) **قوت ادراکیہ** کہ جس سے ہر چیز کو جانتا ہے کہ جسکو قوت عقلیہ و نطقیہ بہی کہتے ہین پس اس جس چیز کو جانتا ہے وہ یا خدا تعالے کی **ذات و صفات** اور اوسکے افعال کی دنیا و آخرت مین آثار ہین اور اونکے علم کو **علم الہی** کہتے ہین اور اسمین **افراط** یہہ ہے کہ خدا تعالی کی کنہ حقیقت دریافت کرنے لگے اور اوسکی صفات مین گہوڑے دوڑانے لگے - جیساکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ لوگ باہم قیل و قال اور سوال کرینگے کہ یہہ چیزین تو خدا نے بنائی ہین خدا کو کسنے بنایا - پس جب یہہ نوبت پہونچے تو یون کہو اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ وَرُسُلِہٖ - کہ مین اللہ اور اوسکے رسول پر ایمان لایا (متفق علیہ) اور اوسکیلئے جسم اور مکان و حدوث و شکل و صورت وغیرہ وہ صفات ثابت کرے کہ جو اُسکی تقدس کے منافی ہین -

---

[1] بخلاف اسکے اہل اسلام کا کوئی ایسا شہر نہین کہ جسمین پانچ وقت بآواز بلند خدا کی توحید و تقدیس پکاری جاتی ہو اور سیکڑون خدا کے بندے اُسکی ثنا و صفت اور اسکی شکرگزاری اور اپنے گناہون سے استغفار اور اس سے دعا نکرتے ہون اور اسکے آگے اپنے جسم و روح سے نہایت پاکیزہ حالت بناکر نہ جہکتے ہون یہ سچے دین کی علامت ہے - بالخصوص مکہ معظمہ اور مدینہ طیبہ مین تو ہمہ وقت یہی حالت رہتی ہے - فقیر مکہ معظمہ مین جبل صفا کے نزدیک مقیم تہا سب کو تمام شب تکبیر و تہلیل کی آواز کانونمین آتی تہی (ابو محمد عبد الحق)

چنانچہ یہود و نصارے بلکہ ہنود نے ایسا ہی کیا ہے کہ خدا کو مجسم اور حضرت آدم کا ہمشکل مانا اور حضرت مسیح علیہ السلام کی صورت میں اور کچھہ مچھہ سور شیر وغیرہ حیوانات کی شکل میں ہوکر دنیا پر آنا اور کہانا پینا وغیرہ وہ باتین ثابت کی ہین کہ جس سے وہ بری ہے اور خالق کو مخلوق کے ساتھ مشابہ بنا دیا ہے تعالی اللہ عن ذلک علوا کبیرا یا بندہ کو عاجز محض جانکر تمام قبایح زنا و چوری کو اوسی کیطرف نسبت کرے جیساکہ جبریہ کرتے ہین یا یہہ اعتقاد کرے کہ ایمان لانے کے بعد پہر بندہ کو کسی گناہ پر عذاب دینا اوسکا دستور نہین بندہ جو چاہے سو کرے جیساکہ پولوس اور اوسکے مریدوں نصارے کا عقیدہ ہے انکے مقلد اہل اسلام مین سے بہی بعض لوگ ہین جنکو مرجیہ کہتے ہین اور تفریط یہ کہ اوسکی صفات کا انکار کیا جاوے اور اوسکو اپنے خیال مین جزئیات کے علم سے بے بہرہ جانے اور ایسا عاجز جانے کہ سوائے عقل اول کے اور کوئی چیز اوسنے پیدا ہی نہین کی جیساکہ حکماء یونان اور مجوس کا عقیدہ ہے اور یہ کہ اوسکی صفات سمع و بصر وغیرہ جو نصوص قرآنیہ سے ثابت ہین اونسے بلا کسی وجہ وجیہ کے انکار کیا جائے اور یہہ کہ اوسکو گناہ بخشنے سے عاجز قرار دیا جاوے کہ بغیر اسباب کے کہ وہ سب کی عوض مین آدمی کی شکل مین اگر خود کفارہ ہو یہود کے ہاتہہ سے صلیب پر کہنچا جاوے گناہ معاف نہین کرسکتا جیساکہ پادریان حال کا عقیدہ ہے اور یہہ جمیع افراد عالم مین اسباب ہی کو موثر تام جانکر خدا تعالے کو نکما اور بیکار جانے جیساکہ آریہ سماج کا عقیدہ ہے اور یہہ کہ بندہ کو خالق مستقل جانکر افعال عباد کو اوسکے قبضہ قدرت سے علیحدہ سمجہے جیساکہ حال کے عیسائیوں کا عقیدہ ہے اور اہل اسلام مین سے معتزلہ اونکے مقلد ہین اسکے علاوہ اور بہت سی افراط و تفریط ہین ۔ اور یا وہ چیزین کہ جنکو بندہ جانتا ہے ارواح و ملائکہ و انبیاء و اولیا و ائمہ دین ہین اور اونکے علم کو علم نبوات کہتے ہین اسمین افراط یہ ہے کہ ان لوگون کو ایسا بڑہائے کہ درجہ خدائی تک پہنچائے جیساکہ عیسائی حضرت مسیح علیہ السلام کو خدا اور اوسکا بیٹا کہتے ہین یا بعض جہلا ان چیزون کو یہہ سمجہتے ہین کہ یہہ غیب دان ہین ان کو بندون کی حاجت برآری اور فریادرسی کی مستقل قدرت ہے یہہ خیال کرکے انکی تصویرون کو اور انکی قبرون کو اور تعزیہ کو پوجتے ہین اور انسے اولاد اور مال اور تندرستی اور عزت وآبرو مانگتے ہین جیساکہ ہنود عناصر اور دیوتاؤن کو بہت سے انسانون کو اسلیے پوجتے ہین چنانچہ رگوید اور یجروید مین اونکی پرستش کے طریقے اور اونکی پوجا مین منتر اور سنسکرت ان ویدون کی سنگتہا مین مندرج ہین اور اسی طرح پارسیون کے دساتیر انہین باتون سے بہری پڑی ہین جو چاہے دیکہہ لے ۔ یا انکو یون سمجہے کہ خدا چاہے یہ ہماری حاجات کو پورا کرینگے اور حشر مین خواہ مخواہ اپنے پرستش کرنے والون کو رنج و غم سے رہائی دینگے جیساکہ یہود اپنے انبیا کی نسبت اور مسیح علیہ السلام کی نسبت عیسائی ابتک یہی اعتقاد رکہتے ہین اور بعض جاہل مسلمان اپنی جہالت و سفاہت سے حضرات انبیاء اور اولیا اور اونکے مزارات مقدسہ سے ایسی لغو باتین عمل مین لاتے ہین یا کسی ولی کو نبی کے رتبہ مین خیال کیا جاوے اور نبی کو شریک خدائی کردیا جاوے جیساکہ عیسائی کرتے ہین اور تفریط یہہ کہ سرے سے غیر محسوس چیزون کا منکر ہو جاوے پس نہ وجود ملائکہ کا قائل ہو ۔ نہ جن شیطان کے وجود کا اور

لہ ہندوؤن کا ایک فرقہ ہے کہ جسکے اس زمانہ مین پیشرو دیانند سرسوتی ہتے ۱۲ منہ

انبیا علیہم السلام کو صرف فارم یعنی ناصح اور واعظ جانے نہ اونکے انکشاف کا معتقد ہو نہ اونکے خرق عادات معجزات و کرامات کا قائل ہو جیسا
کہ آجکل یورپ کے ملحدون کا عقیدہ ہے اور ہندوستان مین ونکے مرید نیچریون کا اعتقاد ہے یا انبیا علیہم السلام کو معصوم و محفوظ نہ جانے نہ ملائکہ
کی عصمت کا قائل ہو بلکہ اپنے نفس خبیث پر قیاس کرکے انکو بہی ہر طرح کے گناہ مین ملوث سمجھے جیسا کہ اہل کتاب کا عقیدہ ہے کہ
وہ حضرت لوط علیہم السلام کو اپنے دونون بیٹیون[51] سے زنا کرنیوالا اور حضرت ہارون[52] علیہم السلام کو بچھڑا پوجنے والا اور حضرت داود علیہم السلام
کو اوریا کی بیوی بنت سبع سے حرام کرنیوالا اور حضرت[53] سلیمان علیہم السلام کو بت پرستی کرنیوالا سمجھتے ہین اور یہہ باتین انکی توریت
و دیگر کتب الہامیہ مین مذکور ہین اور جیسا کہ ہنود دیوتاؤن کو کہ جنکو وہ فرشتہ کہتے ہین زناکار اور سخت مکار جانتے ہین چنانچہ
اندر کا گوتم کی جورو سے زنا کرنا کتب مسلمہ ہنود مین مندرج ہے اور یہود مین بہی ہاروت ماروت کا قصہ مشہور تہا کہ انہون نے شراب
پیکر زہرہ سے زنا کیا کہ جنکی تقلید سے بعض ناسمجھہ مفسرون نے اس بے اصل قصہ کو قرآن مجید کی تفاسیر مین لکھہ دیا یا انبیا علیہم السلام کے
رتبہ کا لحاظ نکرکے اونکو بڑے بہائی کے برابر قرار دیا جاوے وغیر ذلک من العقائد الفاسدۃ یا وہ چیزین کہ جنکو جاننا ہی قبر اور
دوزخ اور جنت اور حساب و میزان وغیرہ امور آخرت کے معاملات ہین اور انکے علم کو علم معاد اور علم سمعیات بہی کہتے ہین پس ہمین
افراط یہہ ہے کہ ایمان کو ایسا موثر جانے کہ پہر اوسکے لیے کوئی گناہ مضر نہ سمجھے اور جزاء اعمال مین خدا تعالیٰ کو محض مجبور جانکر
گناہ بخشنے پر یا کسی عمل کے قبول نکرنے پر قادر نہ جانے جیسا کہ نصاری کا عقیدہ ہے اور تفریط یہہ کہ یا تو سرے سے بعد مرنے کے جزا و سزا
عذاب ثواب قبر و حشر کا قائل نہو جیسا کہ دہریون کا عقیدہ ہے اور جو قائل ہو تو پہر ادنے سے گناہ کو بہی ایمان کا زائل
کرنے والا جانے جیسا کہ خوارج کا عقیدہ ہے یا وہان کے عذاب ثواب کو خیالی عذاب ثواب جانے جیسا کہ عیسائیون
اور حکماء یونان اور انکے مقلدین نیچریون کا عقیدہ ہے یا وہان کے ملذذات اور عقوبات کو فانی جانے اور دنیا کے انقلابات پر
محمول کرے وغیر ذلک۔ یا وہ چیزین کہ جنکو انسان جانتا ہے علاوہ انکے اور جواہر و اعراض ہین کہ جنکے علوم کو علی حسب اختلاف الموضوع
علم طبعی اور ریاضی کہتے ہین پہر ہندسہ اور ہیئت اور نجوم اور زیچ اور راگ اور علم الحیوان وغیرہ بہت سے علوم انہین علوم کے موضوعات
کی شاخین ہین پس ان مین افراط یہہ ہے کہ ان مین ایسا مشغول ہو کہ دنیا و مافیہا سے خبر نرہے یا نجوم اور طلسم
اور نیرنجات اور کیمیا وغیرہ ان فنون مین مشغول ہو کہ جو کارآمد نہین یا انکی تاثیرات سعادت و نحوست بہی کا قائل ہو اور
تفریط یہہ کہ بالکل ان علوم سے بے بہرہ رہے یا ان چیزونکی تاثیرات جسمانیہ کا بہی مطلق قائل نہو المختصر اس قوت ادراکیہ یا
عقلیہ مین افراط و تفریط بری ہے اور درمیانی حالت عمدہ ہے اور اوسکو حکمت کہتے ہین کہ جو انسان کا بڑا کمال ہے اور

۵۱ کتاب پیدایش ۱۹ باب ۵۲ کتاب خروج ۳۲ باب ۵۳ کتاب دوم سموئیل ۱۱ باب ۵۴ کتاب اول سلاطین ۱۱ باب
۵۵ چنانچہ پادری فانڈر کی کتاب میزان الحق اور سید احمد خان صاحب نیچری کی تفسیر القرآن مین مذکور ہے جیسا کہ مقدمہ کتاب مین اسکی خوب تشریح ہو چکی ہے ۱۲ منہ

صراط مستقیم کا مصداق اور اسکی افراط کو جربزہ کہتے ہین یعنی عیاری وطراری اور تفریط کو غباوت بلادت (دوسری قوت شہویہ) ہے کہ جسپر منافع حاصل کرنے کا مدار ہے اور اسکی وجہ مرغوب چیزون کی خواہش ہوتی ہے پس اسکی افراط یہ ہے کہ کہانے اور پینے اور جماع کرنے وغیرہ لذائذ مین ہمہ تن مصروف اور سراسر گرفتار ہوجاوے اور اس مرتبہ کو فجور اور خلاعت بہی کہتے ہین جسکا ثمرہ فحش اور بیحیائی ہے اور اسکی تفریط یہہ ہے کہ جسقدر لذائذ اسکے لئے حلال اور مباح ہین اور جنپر معیشت دنیا کی بنیاد قائم ہے اونکو بہی ترک کر بیٹہے جیساکہ رہبان اور ہندوون کے فقیر جوگی اور گشائین وغیرہم کرتے ہین۔ قرآن و نبی علیہ السلام نے جسطرح افراط سے منع کیا ہے اسی طرح اس تفریط سے بہی کہ جسکو خمود کہتے ہین بڑی تاکید سے روکا قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ کہ کہدے خدا کی اون ستہری اور زینت کی چیزون کو حرام کیا ہے کہ جو اسنے اپنے بندون کے لئے بنائی ہین اور نبی صلعم نے بہی لا رہبانیۃ فی الاسلام فرمایا ہے (مشکوۃ) کہ اسلام مین رہبانیت کا کچہہ کام نہین ور ان دونون حالتون کی درمیانی حالت کہ جسپر صراط مستقیم صادق آتا ہے عفت ہے یعنی اپنی خواہش نفسانی کو عقل اور شرع کے تابع بنانا اور اس عفت سے بہت اخلاق حمیدہ پیدا ہوتے ہین جیساکہ صبر اور قناعت اور جود اور سخاوت اور پہر سخاوت سے کرم اور ایثار کہ اور لوگون کو بہلائی مین اپنے نفس پر مقدم رکہنا اور معاملات مین مساہلت یعنی فروگزاشت کرنا۔ اور تیسری (قوت غضبیہ) ہے کہ جسکے طفیل سے انسان خطرناک کامون مین گر پڑتا اور اپنے نفس اور اپنے متعلقون سے مضرت کو دفع کرتا ہے اسکی افراط کو تہور کہتے ہین کہ بغیر مصلحت جرئت اور دلیری کر بیٹہنا کہ جسطرح شیر وغیرہ درندے کرتے ہین اس سے ظلم اور بے رحمی وغیرہ قبائح پیدا ہوتے ہین اس تہور کو خدا تعالی نے قرآن مین منع کیا ہے وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ - کہ اپنی جانون کو ہلاکی مین نہ ڈالو۔ اور اس صفت کی تفریط کو جبن یعنی نامردی کہتے ہین بے غیرتی اور بزدلی کہ جو انسان کو اوسکے دشمنون مین ذلیل و خوار اور غیر لوگون کا غلام اور رعیت اور تابعدار بنادیتی ہے اسی کا ثمرہ ہے۔ اسکی برائی بہی قرآن اور احادیث مین بکثرت آئی ہے اور صراط مستقیم یعنی درمیانی حالت کو شجاعت کہتے ہین کہ جس سے بہت اخلاق حمیدہ پیدا ہوتے ہین جیساکہ علو ہمتی اور استقلال اور حلم اور تحمل اور حمیت وغیرہ انکے قرآن مجید اور احادیث صحیحہ مین ہر ایک جانب کا اور توسط کا اور پہر جو اُسنے اخلاق حمیدہ پیدا ہوتے ہین ان کا بیان بکثرت ہے بخوف تطویل ہر مقام پر آیت لانا مناسب نہ جانا جو چاہے کتاب اخلاق محمدیہ دیکہہ لے۔ پس جب یہ تینون قوتین کامل ہوجاتی ہین یعنی توسط کے مرتبہ مین آتی ہین کہ جسکو صراط مستقیم کہتے ہین تو اس حالت کو عدالت کہتے ہین کہ جسکی نسبت خدا تعالی قرآن مین اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى فرماتا ہے۔ پہر اس عدالت سے بیشمار اخلاق حمیدہ پیدا ہوتے ہین جیساکہ محبت اور وفا اور شفقت کہ جسکو خداترسی کہتے ہین اور کسیکے احسان کا بدلا دینا اور حسن صحبت اور توکل اور ہر حقدار کا حق ادا کرنا کہ جسکا

ثمرۂ توحید وایمان وطاعت خدا ورسول اور رعیت اور ملک وشہر کی خیرخواہی اور ماں باپ بیوی اولاد یا عزیزوں کے ساتھ نیک
سلوک کرنا عمدہ تربیت کرنا غلاموں اور نوکروں اور بے زبان چارپایوں پر رحم کرنا اونکی وسعت سے زیادہ کام نہ لینا انکی خوراک
وغیرہ ضروریات کو بخوبی روا کرنا وغیرہ وغیرہ اخلاق حمیدہ کہ جنکو فطرت انسانیہ اچھا جانتی ہے ان سب باتوں کو خدا تعالے نے
ایک آیت میں کس خوبی کے ساتھ ادا کر دیا ہے کہ جسکا مثل نہیں إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ
وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَيَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ پس جب کچھ لفظ ہدایت اور صراط مستقیم
کے معنی بخوبی معلوم ہوگئے تو اب اس آیت کا یہ مطلب ہوا کہ بندہ کو خدا تعالی یہ ارشاد کرتا ہے کہ تو مجھ سے یہہ دعا کر کہ اے خدا تعالی تو
مجھکو صراط مستقیم (کہ جو ہر امر کی درمیانی حالت ہے) نصیب کر کیونکہ جب انسان کو صراط مستقیم پر چلنا نصیب ہوا تو سعادت ملگئی کہ جسکے لئے
انبیاء علیہم السلام دنیا میں آئے ہیں۔ اب اس دعا کو دیکھئے کہ جسکو پادری گرجا میں عبادت کے وقت پڑھتے ہیں وہ یہہ کہ اے
ہمارے باپ جو آسمان پر ہے تیرے نام کی تقدیس ہو تیری بادشاہت آوے تیری مرضی جسطرح آسمان پر ہے ویسی زمین پر بھی
ہووے ہماری روز کی روٹی[۱] آج ہمیں دے الخ بلاشک ان دونوں میں زمین وآسمان کا تفاوت ہے پس جسکی معرفت یہہ دعا
الہام ہو اوسکو نبی نہ کہا جاوے اور دعا سے نان سکے معلم کو نبی کہا جاوے اگر تحت نا انصافی اور تعصب نہیں تو اور کیا ہے ؟

نکات

(۱) یہہ کہ خدا تعالے نے ان بیشمار علم اخلاق کی باتوں کو کہ جنکی تصریح آگے چلکر قرآن میں کی ہے اور پھر اپنے نبی صلعم کی زبان
سے احادیث میں بیان کرا دیا ہے سب کی گٹھری باندھ کر یا سب کو سمیٹ کر ایک مختصر سے لفظ میں رکھدیا کہ جو ہر وقت بندہ کو ہر
طرح کی نیک چلنی کی طرف بلاتا ہے اور حالت ابتدائی میں تفصیل کرنا قانون تعلیم کے منافی ہے۔

(۲) یہہ کہ لفظ صراط آیا تا کہ عارف کی نظر میں پل صراط کا خیال پیدا ہو اور یہ جان لے کہ یہ تمام شریعت اوس روز پل صراط کی
صورت میں ظہور کریگی جو یہاں اس پر باسانی چلتے ہیں وہاں بھی وہ باسانی چلینگے اگر لفظ طریق بولا جاتا تو یہ مطلب حاصل نہوتا

(۳) یہہ کہ صراط کے بعد لفظ مستقیم آیا اسکی بجگہہ سوی وغیرہ دیگر الفاظ جو سیدہا ہونے کے معنی پر دلالت کرتے ہیں نہیں آئے اس
نکتہ کے لئے کہ مستقیم میں استقامت پائی جاتی ہے کہ جس سے یہہ اشارہ ہوا کہ صرف ایکبار ان اخلاق حمیدہ سے موصوف ہونا کافی
نہیں بلکہ ان پر مداومت ہونی چاہئے اور ایک ملکہ پیدا ہونا چاہئے کہ جسکو استقامت کہتے ہیں چنانچہ ایک جگہہ خود فرماتا ہے
إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا کہ جن لوگوں نے یہہ کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے اور پھر وہ اس پر قائم بھی رہے تو انکو
نہ کچھ خوف ہے اور نہ وہ غم کھاوینگے۔ اور اسی لئے جس بات میں استقامت نہیں ہوتی اس کا کچھ اعتبار نہیں ہوتا چنانچہ یہ قول مشہور ہے

[۱] کیا اسی دعا کی تعلیم کو الہام اور نبوت درکار ہے ای حضرت پیٹ بھرنے کی دعا تو گدا بھی ہر روز مانگتا ہے چونکہ اس دین میں جنت و دوزخ بھی دنیا کی عیش و ناکامی ہے اسلئے عیسائی زمانہ میں بھی
یہی دعا مانگتے ہیں کیا خوب کہا ہے کسی نے ع - فکر ہر کس بقدر ہمت اوست ۱۲ منہ

کہ الاستقامۃ فوق الکرامۃ پس لفظ مستقیم میں ہمیشہ ان باتوں پر قایم رہنے کی طرف اشارہ ہے۔

(۴) یہ کہ اہدنا ذکر کیا اہدنی بصیغہ واحد نہ آیا اسمین چند مصلحتین ہین (۱) یہہ کہ یہہ دعا ہے اور دعا جب سب لوگ مجتمع ہوکر کرتے ہین وہ زیادہ قبول ہوتی ہے کیونکہ جب بہت سے قلوب عالم بالا کی طرف ہمت کرتے ہین تو اونکی اثر ہمت کو عالم بالا سے مقصود کے وجود مین بڑا علاقہ ہے پس وہ دعا مصائب کے دفع کرنے مین صرف ہوتی ہے اور کبہی عالم حس مین متشکل ہوکر مقصود اور مطلوب بنجاتی ہے اور یہ ایک سر الہی ہے کہ جسکو ہر شخص نہین جانتا (۲) یہ کہ جب تک سب کو ہدایت نہو تو اس دعا کرنیوالیکا بہی پورا مقصد نہ پایا جاوے کیلئے کہ تمام کاروبار عالم کے ایک دوسرے سے متعلق ہین پس جب ایک راہ راست پر ہوا اور نہون تو اسکو بہی وقت پیش آوے اور دینی و دنیاوی معاملات مین بڑی مصیبتین اوٹہانی پڑین اور جبکہ گہر یا شہر کے سب یا اکثر لوگ راہ راست پر ہوتے ہین تو کامل فائدہ ہوتا ہے (۳) یہہ کہ اسمین اسطرف اشارہ ہے کہ تم خلق کی خیر خواہی اور دوسرون کی بہلائی کے بہی درپے رہو نفسا نفسی نہ کرو پس دعا مین جسطرح اونکو شریک کرتے ہو تو اوسپر عمل بہی کرو کہ اور کاروبار مین بہی اونکو شریک کرو رفاہ عام کا لحاظ رکہو (۴) یہ کہ دعا عاجزی اور احتیاج کا ثبوت ہے پس جسطرح وہ رب العالمین ہے اسیطرح اس سب کو اظہار احتیاج اور عاجزی کرنی چاہیئے ¶ واضح ہو کہ صراط مستقیم کو عقل سلیم پہچان سکتی ہے مگر اکثر اوقات وہم و خیل ہوکر غلطی مین ڈالدیتا ہے اسلئے آپ دنیا مین سیکڑون اختلافات اور ہزارون تناقضات دیکہتے ہین۔ دیکہیے جن چیزون کو اہل عقل سلیم برا کہتے ہین اونکو کج فہم بہلا بتلاتے ہین تمام بنی آدم گوشت کہانے کو مباح مانتے ہین مگر ہنود اسے برا جانتے ہین علی ہذا القیاس بحکم کس نگوید کہ دوغ من ترش است ¶ ہر شخص اپنے مذہب و ملت اخلاق و عادات معاشرت و معاملات کو راہ راست بتلاتا اور صراط مستقیم کا مصداق بناتا ہے حلال خورون سے پوچہئے تو وہ لال گرو کی اطاعت ہی کو باعث نجات بتلاتے ہین۔ ہنود بت اور عناصر پرستی ہی کو مکتی کہتے ہین۔ عیسائی تثلیث و کفارہ و الوہیت مسیح کو ماننا حیات ابدی کہتے ہین۔ پارسی آتش پرستی ہی مین سرگرم ہین۔ الغرض کسیکے کچہہ افعال و اقوال ہین کسی کے کچہہ اور کچہہ اور گرم ہین مگر یہ تو سب کے نزدیک مسلم ہے کہ نہ سب حق ہین نہ سب باطل کیونکہ نہ اجتماع النقیضین ممکن ہے نہ ارتفاع النقیضین پس اسلئے ان مین سے ایک فریق صراط مستقیم پر ہے اور سب ضلال مبین مین گرفتار اور خوار ہین کسلئے کہ بری چیز کو بہلا جانکر اسپر نقد عمر عزیز کو صرف کرنا بڑے خسارہ کی بات ہے اور اسی لئے اس جہل مرکب کو حکما نے مرض لا دوا مانا ہے اور خدا تعالے نے بہی اپنے کلام مین اسکو سب سے بڑا مرض گردانا ہے قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْأَخْسَرِينَ أَعْمَالًا الَّذِينَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعًا تو کہہ کہ آؤ ہم تمکو بتلا دیں کہ سب سے زیادہ کون خسارہ مین پڑے ہوئے ہین۔ وہ کہ جنکی دنیا مین کمائی اکارت گئی اور وہ یہہ سمجہہ رہے ہین کہ ہم اچہا کر رہے ہین ¶ بروز حشر شود ہمچو روز معلومت ¶ کہ باکہ باختۂ عشق در شب دیجور ¶ کیا خوب کہا ہے کسی نے

؎ خواجہ پندار د کہ دارد حاصلے ٭ خواجہ را حاصل بجز پندار نیست ٭

لیکن جہان عقل غلطیون کی سخت دلدل مین پہنس جاتی ہے تو رحمت الٰہی اسکو الہام انبیاء علیہم السلام کے ہاتھ سے نجات دیتی ہے یعنی ایسے اختلاف مین انبیاء علیہم السلام اور اونکے متبعین کسوٹی ہین کہ جو اونسے مطابق ہین تو ٹھیک ورنہ صراط مستقیم سے الگ ہین پس اسلئے اسکے بعد یہہ فرمایا کہ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ۞ اون لوگونکے رستہ پر چلا کہ جن پر تو نے بخشش کی (انبیاء) ۔ نہ اُن لوگونکی راہ پر کہ جن پر تو خفا ہوا اور نہ اونکی راہ پر کہ جو گمراہ ہین (کفار و مشرکین)

ترکیب

صراط مضاف الذین مضاف الیہ موصول انعمت علیہم فعل با فاعل و ضمیر عائد اسکا صلہ ۔ موصول و صلہ ملکر مضاف الیہ ہوا مضاف کا وہ مضاف اپنے مضاف الیہ سے ملکر بدل کل ہوا الصراط المستقیم سے یعنے صراط مستقیم سے مراد وہ رستہ ہے کہ جو انبیاء علیہم السلام اور اونکے متبعین کا ہے ۔ غیر المغضوب علیہم معطوف علیہ لا الضالین معطوف ۔ معطوف اور معطوف علیہ دونون ملکر الذین سے بدل ہوا یعنی جن پر تو نے انعام کیا ہے اونسے مراد وہ لوگ ہین کہ جن پر تیری خفگی نہین ہوئی اور نہ گمراہ ہین تاکہ کوئی انعام دنیاوی سمجھکر گمراہ دولتمندون اور بادشاہون کا طریقہ نہ سمجھ لے ۔ یہان یہ سورۃ تمام ہوگئی ۔

تفسیر

نعمت[1] لغت مین نرمی کو کہتے ہین ۔ ثوب ناعم اور جلد ناعم بولتے ہین یعنے نرم کپڑا یا نرم جلد ۔ پھر اوسی حالت سرور و لذت پر اس مناسبت سے لفظ نعمت[2] بولنے لگے لیکن مراد اس سے وہ چیزین لینے لگے کہ جنسے انسان کو راحت اور سرور پیدا ہوتا ہے اور انعام نعمت کسیکو اسطرح دینا کہ اوس سے صرف احسان مقصود ہو اپنی کوئی غرض نہو اور اسی لئے خدا تعالےٰ کے سوا کسیکو منعم حقیقی نہین کہتے ہان مجازاً اطلاق کرسکتے ہین ۔

ہر چند خدا تعالی کی نعمتین بیشمار ہین جیسا کہ وہ خود فرماتا ہے وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا کہ اگر تم خدا کی نعمتین گنو تو شمار نکرسکوگے لیکن اونکی دو قسم ہین ایک دنیوی دوسری اُخروی پھر دنیوی دو قسم ہین ایک وہبی کہ جسمین بندہ کو کچھہ دخل نہین دوسری کسبی کہ جو بندہ کے کسب و کام سے علاقہ رکھتے ہین پھر وہبی کی دو قسم ہین ایک روحانی جیسا کہ اسکی روح کو پیدا کرنا اور پھر اسکے بدن سے متعلق کرنا کہ جسکو زندگی دنیاوی کہتے ہین اور پھر اوسکو عقل سے منور کرنا اور اوسکے متعلق قوی فہم و فکر و نطق وغیرہ عطا کرنا ۔ دوسرے جسمانی جیسا کہ اسکا بدن پیدا کرنا اور اوسمین قوی غاذیہ و نامیہ وغیرہا کہ جنسے اسکا قوام بدن ہے عطا کرنا اور اسکے اعضاء ہاتھہ پاوں آنکھہ ناک کو کامل بنانا اور پھر اسکے متعلق کہانا اور کپڑا و دیگر جو انگ

[1] بالفتح [2] بالکسر

وزینت روپیہ پیسا زن و فرزند مکان و سواری وغیرہ وغیرہ بیشمار چیزین ہین - یہ نعمتین خدا تعالیٰ کی کافر و مومن نیک و بد سبکو
عطا ہین چونکہ بندہ کو مفت ملی ہین اسلیئے قدر نہین کرتا - اگر انمین سے ایک تندرستی اور فراغ دستی ہی کو دیکھا جائے تو کیسی نعمت ہے ؟
پہر ایک آنکہہ یا ناک وغیرہ اعضا کے لیئے اگر لاکہون روپیہ صرف کرے تو کہین دستیاب ہون وہ سی بات جوانی مین بالون کا سیاہ
ہونا ہے پہر اسکے لیئے بڑہاپے مین لوگ خضاب لگاکر جو کچہہ مشقت اٹہاتے ہین بیان سے باہر ہے - پہر پانی اور ہوا اور طرح طرح کی
خوشبوئین اور میوے اور قسم قسم کے اناج اور نفیس کپڑے سب خدا کی مخلوق ہین جو بندہ کے کام مین آتے ہین بندہ کا اس مین خانہ
زاد کچہہ بہی نہین - اور کسبی بہی بہت سی نعمتین ہین جیسا کہ اخلاق حمیدہ سے نفس کو مزین بنانا اور علم و فضل صنعت اور طرح
طرح کی آرائشین ظاہری و باطنی پیدا کرنا ہے یہ بہی سب وہبی ہین لیکن قدرے بندہ کے کام کو دخل ہے مگر مراد کو وہی پہنچاتا ہے
ورنہ اپنی سعی و کوشش کو سلطنت اور دیگر کمالات حاصل کرنے مین کون کم کرتا ہے - اُخروی نعمتون کی بہی بیشمار اقسام ہین جیسا کہ
بندہ کو اپنی معرفت اور ہدایت اور تقرب وغیرہ آخرت کے وسائل عطا کرنا اور اوسکے گناہ معاف کرنا اور مرنے کے بعد اسکو عالم
برزخ (قبر) مین اور عالم حشر مین جنت مین بنا اور اوسمین صدہا وہ نعمتین کہ جنکو نہ کسی آنکہہ نے دیکہا ہے نہ کان نے سنا ہے نہ کسیکے دل پر اونکا
خیال گزرا ہے اور سب سے بڑہکر وہان اوسکا دوام اور اوسکا دیدار ہے اللہم ارزقنا رویتک فی جنۃ الفردوس آمین ⁂ پس آپکو جب
نعماء الٰہی کا کسیقدر حال معلوم ہوا تو اب یہ جان لیجیے کہ اس آیت مین (کہ جنپر اے خدا تو نے نعمت کی ہے انکی راہ پر چلا)
نعمت آخرویہ مراد ہے کسلیئے کہ در اصل جسقدر دنیا کی نعمتین ہین سب فانی ہین اور باقی نعمتین آخرویہ ہین سو انکے مقابلہ مین وہ
کالعدم ہین - دوم دنیاوی نعمتون مین تو گمراہ لوگ بہی شریک ہین پہر انکی راہ کیونکر مطلوب ہو سکتی ہے اونکی راہ تو سیدہ
عملدہ جہنم مین جاتی ہے اعاذنا اللہ منہا - اور یہہ بہی واضح ہو کہ جنکو خدا تعالیٰ نے اخروی نعمتین عطا فرمائی ہین وہ چار
گروہ ہین جیسا کہ خود ایک جگہہ فرماتا ہے وَمَنْ يُطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَ
الصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا کہ جو اللہ اور رسول کی اطاعت کرے تو وہ ان لوگون کے
ساتہہ رہیگا کہ جنپر خدا نے انعام کیا اور وہ انبیا اور صدیقین اور شہدا اور صالحین ہین اور یہہ اچہے رفیق ہین -
آپکو یہ تو معلوم ہوگا کہ عالم غیب سے یہ صراط مستقیم اول انبیا علیہم السلام کو عطا ہوتا ہے اور پہر اونکا پرتو صدیقین پر پڑتا ہے
اور اونکا شہیدون پر اور اونکا صالحین پر کسلیئے کہ خدا تعالیٰ نے انسان کو دو قوتین عطا فرمائی ہین ایک قوت نظریہ کہ جسکی

له یہ دنیا کر تمام عیش و عشرت شان جوانی حسن خوبی اقبال و شہرت سب خواب و خیال ہین جسطرح کوئی رات کو خواب مین شادی کرے اور نہایت خوشی اٹہاوے یا تخت سلطنت پاوے
پس صبح کو جب آنکہہ کہلے تو کچہہ نہین دیکہتا یہی حال اس چند روزہ زندگی اور اوسکی بہار کا ہے - اگر کسیکو اسبات کا معائنہ کرنا ہو تو پرانے کہنڈرات بالخصوص پرانی دہلی مین بادشاہون کی
شکستہ عمارات اور کوشک ہزار ستون کی بنیاد کو دیکہے اور تزک سلاطین تیموریہ کا آئینہ عبرت لال قلعہ ہے - کسی جگہہ بادشاہ ... کے جب بسر سفر تہے کیا حسرت سے یہ
اشعار کہے ہین سے بسیار درین جہان چمیدیم ⁂ بسیار نعیم و ناز دیدیم ⁂ اسپان بلند بر نشستیم ⁂ ترکان گران بہا خریدیم ⁂ کردیم بسے نشاط آخر ⁂ چون قامت ماہ نو خمیدیم ⁂ ۱۲۱

وجہ سے اشیا کا علم حاصل ہوتا ہے اور اس قوت کی تکمیل کی دو صورتین ہین ایک انکشاف کہ روح کو نور قدس سے وہ صفائی حاصل ہو کہ پہر حجابات اور ظلمات ادراک حقائق الاشیاء سے مانع نہ آوین اسکا قلب عالم غیب کا خزانہ ہوجاوے اگر بغیر اکتساب و تعلیم یہ بات اوسکو حاصل ہے تو وہ نبی ہے پہر انبیاء کے بہی مراتب متفاوت ہین اعلی درجہ مین رسول اولو العزم ہین اور ان سب کا سلسلہ ایک ایسے شخص کی طرف منتہی ہے کہ جو عالم روحانی مین خداوند تعالی کے ظہور کا اول پرتوا ہے کہ پہر جو اور مخلوقات ہے سب اسی کی تفصیلات[۱] ہین اور عالم حسی مین وہ سب سے اخیر ہے جسکو حقیقت محمدیہ کہتے ہین علیہ الصلوہ والسلام کیا خوب کہا ہے کسی نے ؎ تو اصل وجود آمدی از نخست ٭ دگر ہرچہ موجود شد فرع تست ٭ پس چونکہ کل کائنات اسی کے وجود کے انبساطات ہین اسلئے جسطرح اپنے وجود کا علم ضروری ہے انکا بہی ضروری ہے اسلئے تمام علوم کا سرچشمہ آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام ہین چنانچہ خود ہی ارشاد فرماتے ہین کہ مجہکو تمام اولین وآخرین کے علوم دئے گئے ہین اور چونکہ بنی آدم از علم یابد کمال ٭ کمال کا اعلی مرتبہ قوت علمیہ کی تکمیل ہے اور آپ اسمین سب سے بڑہکر تو اسلئے آنحضرت سید المرسلین قرار پائے الحاصل نبی وہ ہے جسکی قوت علمیہ انکشاف الہی سے نہایت کمال کو پہنچ جاتی ہے کہ پہر اوسمین غلطی کا احتمال نہین رہتا اور اسکی قوت عملیہ بہی تکمیل ہوجاتی ہے کہ جس سے ہر قسم کے گناہون سے محفوظ و معصوم رہتا ہے اور اوسکی روحانی قوت سے خرق عادات و معجزات[۲] اوسکی تصدیق کے لئے ظاہر ہوتے ہین اور جو لوگ انکے فیض صحبت سے اور اثر تربیت سے اس درجہ علیا کو پہنچتے ہین اونکو صدیق کہتے ہین جیسا کہ صحابہ مین ابوبکر تہے اور پہر تابعین و تبع تابعین اور انکے بعد اور ہزارہا صدیقین گزرے ہین کہ جنکے فیوض و انوار نے ایک عالم کو منور کر رکہا ہے اگرچہ حکماء اشراقیہ

---

[۱] اسکی ایک چہوٹی سی مثال دیتا ہون کہ جس سے ایک چیز کا سب سے اول ہونا اور آخر ہونا سمجہہ مین آجاوے ۔ کسی درخت کے تخم کو دیکہئے کہ وہ اوس درخت کی اصل ہے پہر اوس سے دو پتے نکلتے ہین یہ ایک مرتبہ تفصیل کا ہوا پہر کسیقدر شاخین نکلتا ہے یہ دوسرا مرتبہ اوس تخم کی تفصیل کا ہوا پہر تمام شاخین اور پتے پہل پہول نمودار ہوتے ہین یہ تیسرا مرتبہ تفصیل کا ہوا کہ اوس تخم مین جسقدر یہ چیزین مجملاً ودیعت تہین سب باہر آگئی ہین اور تفصیل ہوگئی پہر وہ تخم سب سے اخیر پہل مین آگیا ۔ یہ تخم جو پہل مین نمودار ہوا ہے اگر کسیقدر تعینات کا لحاظ نکیا جاوے تو وہی پہل ہے کہ جس سے یہ تمام درخت پیدا ہوا ۔ اب دیکہئے یہ تخم سارے درخت سے مقدم ہے مگر موخر بہی ہے ۔ یہی حال حقیقت محمدیہ اور تمام سلسلہ انبیاء کا ہے فتامل ۱۲ منہ

[۲] معجزات کبہی اقوال ہوتے ہین جیسا کہ غیب کی خبر دینا اور بے مثل کلام کہ جسمین ہر طرح کی ہدایت مع غایت فصاحت ہو بنانا جیسا کہ قرآن مجید یا افعال ہین جیسا کہ اونگلیون سے پانی جاری کرنا اور چاند کے دو ٹکڑے کر دینا اور درختون کو حاضر کرنا ایک مشت خاک سے لشکر کو اندہا کر دینا وغیرہ وغیرہ ۔ اور جسطرح انبیاء کو تصدیق کے لئے معجزات دئے جاتے ہین اسی طرح اون کو آیات عقلیہ بہی ملتی ہین پہر ان آیات عقلیہ کی بہی چند قسم ہین از انجملہ اخلاق حمیدہ ہین از انجملہ بیان شافی ہے از انجملہ حجت واضحہ ہے از انجملہ انوار صحبت ہین از انجملہ تکمیل نفس ہے کہ اوس نبی صلعم کی صحبت سے نفس کو کمال حاصل ہوجاوے از انجملہ خیر و برکات و نیک وقتی ہے کہ اوسکے یمن و برکت سے انسان کو ہر قسم کی نیک چلنی و خیر و برکت حاصل ہوجاوے ۔ پس جسطرح کہ ناقصون کو معجزات سے نبی کی تصدیق ہوتی ہے کاملون کو اس سے بڑہکر آیات عقلیہ سے تصدیق ہوجایا کرتی ہے گو ہمارے نبی صلعم کو جسقدر معجزات عطا ہوئے تہے کہ آجتک کسی نبی کو نہین ملے مگر اونسے زیادہ حضرت کو آیات عقلیہ عنایت ہوئی تہین جس سے امت محمدیہ علی صاحبہا السلام کا کمال معلوم ہوتا ہے یعنے جناب محمد علیہ السلام کی امت ایسی گوڑ مغزی نہین کہ اونکو سوائے موٹی موٹی باتون کے اور لطیف باتون سے نبوت دریافت کرنے کا حصہ ہی نہین ملا ۔ دیکہئے اہل نسبت اور حکماء اشراقیہ آیات عقلیہ سے دوسرے شخص کے کمالات کیسے جلد دریافت کرلیتے ہین اور دیکہئے ویسرائے کا حاکم ہندوستان ہونا عامیون کو ظاہری تجمل و شوکت سے معلوم ہوتا ہے اور جو پارلیمنٹ کے ممبر ہین انکو اسکی کچہہ حاجت نہین وہ بغیر اس ظاہری تجمل کے یقین کامل کرتے ہین ۔ بس زیادہ ظاہری تجمل ساتہہ رہنا ویسرائے کی خوبی اور کمال نہین بلکہ عامیون کے نقصان عقل کی دلیل ہے ٭

و دیگر اہل ریاضت جیسا کہ ہنود کے جوگی وغیرہم بہی اس انکشاف سے کسیقدر بہرہ یاب ہوتے ہین مگر بسبب اختلاف قوت وہمیہ کے غلطیون سے محفوظ نہین اور نہ یہ قوت انکے حد کمال تک پہنچتی ہے بلکہ وہ ایسے ہین کہ جسطرح کسی طائر کے تہوڑے سے پر ہون اور وہ اچہی طرح نہین اُڑسکتا کسیقدر اُڑتا ہے مگر گر پڑتا ہے اور وہ لوگ باز وعقاب کی طرح اُڑتے ہین اسلئے انکا اعتبار نہین انکا اعتبار ہے اور وہی قابل اقتدا ہین ۔ یہ نہین عام لوگ انکی ان ادنی باتون پر حیران ہوکر ایمان لے آتے اور اونکو خدا بنا لیتے ہین چنانچہ مدینہ منورہ مین آنحضرت علیہ السلام کے عہد مین ایک شخص ابن صیاد تہا کہ حضرت نے اوسے دخان دل مین کہکر پوچہا تو دُخ کہکے رہگیا اور اب بہی ایسے ہزارون شعبدہ باز ہین ۔ دوسری صورت استدلال اور تجربہ وغیرہ امور ہین گو ان چیزون سے عقل کو ترقی ہوتی مگر حد کمال کو نہین پہنچتی کسلئے کہ استدلال مین جو کچہہ خرابیان پیش آئی ہین اوسکے تو حکما مشائین بہی قائل ہین کہ جنکی اصلاح کے لئے فن منطق تدوین کیا تہا اور اوسکے بعد بہی ارسطا طالیس وغیرہ بہت سے حکیم غلطیون سے نجات نہ پاسکے جیسا کہ انکے فلسفہ سے ظاہر ہے کیا خوب کہا ہے کسی نے ؎ پائے استدلالیان چوبین بود ٭ پائے چوبین سخت بے تمکین بود ٭ اور تجربہ کا یہ حال ہے کہ انسان کی جون جون عمر زیادہ ہوتی جاتی ہے تجربہ اور مشاہدہ سے عقل بڑہتی جاتی ہے مگر اسکے ساتہہ ہی یوماً فیوماً حواس مین بہی فرق آنے لگتا ہے پس جسطرح بوڑہے لوگ دانائی کے سبب سے ممتاز ہین اسی طرح کم عقلی کا بہی اونکو خطاب ملتا ہے اسکے سوا تجربہ کو امور آخرت وغیرہ یعنی فن نبوات سے کیا علاقہ ہے ٭ اسلئے یہ فریق بہی معتبر نہ رہا اور انکو خود حضرات انبیاء علیہم السلام کا متبع ہونا پڑا۔ دوسری قوت عملیہ ہے کہ جس سے کسی قول کے نتیجہ پر یقین کرکے اوسکو عمل مین لاتے ہین پس جن لوگون پر انبیاء علیہم السلام اور اونکے صدیقون کا اثر پڑتا ہے اور اونکو ثواب اور وعدہ الہی کی پوری تصدیق ہو جاتی ہے (کہ گویا یہ اوسکے پاس پہنچ گئے ہین اور اسوجہ سے اوسپر یہانتک عمل کرنے کو آمادہ ہین کہ اپنی جان کو بہی دریغ نہین کرتے) اونکو شہید[1] کہتے ہین گو وہ زندہ ہون مگر جب اس مرتبہ پر پہنچ جاتے ہین تو شہید ہی کہلاتے ہین اور چونکہ انہون نے اپنی حیات مستعار کو دریغ نکیا تو اسکے بدلہ مین خدا انکو حیات ابدی نصیب کرتا ہے کہ جسکی نسبت فرماتا ہے وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَكِنْ لَا تَشْعُرُونَ جو خدا کی راہ مین مارے گئے ہین انکو مردہ نکہو بلکہ وہ زندہ ہین مگر تمکو خبر نہین ۔ کیا خوب کہا ہے کسی نے ؎ کشتگان خنجر تسلیم را ٭ ہر زمان از غیب جانے دیگر است ٭ اور اسی لئے بعد مردن بہی انکی روح سے امور عجیبہ اسرار غریبہ سرزد ہوتے ہین ۔ اور چونکہ انکی یہ کارروائی ملاء اعلیٰ کے موافق اور حسب خواہش ہوتی ہے تو انکی یہ خواہش باغ اور خوشبو اور طرح طرح کی راحتون مین ظہور کرتی ہے اسلئے نبی صلعم نے فرمایا ہے کہ

[1] پس جسطرح نبی کو اسلئے نبی کہتے ہین کہ لفظ نبوت کے معنی علم وخبر کے ہین اور وہ لوگون کو اپنے علم سے خبر دیتا ہے اسی طرح صدیق چونکہ صداقت والا ہوتا ہے اور نبی کی تصدیق کرتا ہے اوسکو صدیق کہتے ہین اور شہادت کے معنے حاضر ہونے کے ہین اور چونکہ گواہ موقع پر حاضر تہا ہوتا ہے اسلئے اوسکو شاہد کہتے ہین اور شہید چونکہ اپنے دل سے ایسی تعمیل کرتا ہے کہ گویا اسکے نتیجہ پاس پہنچگیا اور حاضر ہوگیا اسلئے اُسکو شہید کہتے ہین اور صالح چونکہ نیک ہوتا ہے اُسکو صالح کہتے ہین یہ لغوی معنے ہین ورنہ حقیقت ہر ایک کی ہم بیان کر آئے ہین ١٢

دنیا مین پھر آنے کی کوئی آرزو نکریگا مگر شہید کہ وہ اس ذائقہ کے لئے پھر آنے کی آرزو کریگا اور اسی لئے اس شہادت کی آرزو
مین آنحضرت فرماتے ہین کہ واللہ میری یہ آرزو ہے کہ مین خدا کی راہ مین مارا جاؤن اور پھر زندہ ہون اور پھر مارا جاؤن (مشکوۃ) یہ بات
کہ اول قطرہ خون سے شہید کے تمام گناہ معاف ہوجاتے ہین منجملہ اور فضائل کے ایک ادنیٰ بات ہے اسی لئے حضرت عمرؓ یہ
کہا کرتے تھے کہ اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِیْ شَہَادَۃً فِیْ سَبِیْلِكَ وَاجْعَلْ مَوْتِیْ بِبَلَدِ رَسُوْلِكَ کہ اے الٰہی مجھکو اپنی راہ مین شہادت نصیب
کر اور اپنے رسول کے شہر مین موت دیجیو۔ چنانچہ خدا نے اونکی دعا قبول کی۔ الٰہی مین بھی یہی دعا کرتا ہون ؁ آرزو یہ ہے
کہ تیری راہ مین + ٹھوکرین کھاتا ہمارا سر چلے + جسطرح حضرت مسیح علیہ السلام کے مریدون مین ستیفان رحمہ اللہ یروشلم مین شہید
ہوے ہین آنحضرتؐ کے صحابہ مین ہر جگہہ صدہا شہید ہوے ہین۔ اور اگر یہہ دونون قوتین کمال پر نہین پہنچین بشرطیکہ اسکو حضرات انبیاء
کمال درجہ کا اتباع ہے تو اوسکو صالح کہتے ہین پس یہہ وہ لوگ ہین کہ جنپر خدا تعالیٰ نے رحمت کی اور نعمت دی حضرت
کی اُمت مین قیامت تک صدیق اور شہید اور صالح پیدا ہوتے رہین گے۔

متعلقات

غضب انسان کی ایک کیفیت ہے کہ جس مین خون دل جوش مارتا اور روح حیوانی نکروہ کے دفع کرنے کو اور دشمن کو مقہور
کرنے کو باہر کی طرف متوجہ ہوتی ہے پس یہ بات ذات باری تعالیٰ کی نسبت محال ہے کیونکہ خون دل جوش مارنا جسمانی چیزون
اور ممکنات کا خاصہ ہے۔ پس اس صفت سے مراد اُسکی غایت اور اثر ہے یعنی دشمن اور مخالف کا مقہور کرنا اور تمام صفات رحمت
اور استہزا، اور خداع اور مکر جو قرآن مجید مین خدا تعالیٰ کی نسبت وارد ہین سب کے مجازی معنی اثر اور غایت مراد ہین کس لئے
کہ خدا تعالیٰ کو ممکنات سے کسی بات مین اشتراک نہین مگر جبکہ اوسکی صفات تعبیر کرنے کی ضرورت پڑی تو لامحالہ وہی الفاظ
استعمال کرنے پڑے کہ جو بندون کی صفات کے لئے وضع کئے گئے تھے۔ خدا تعالیٰ کا غصہ اُسکی برخلافی اور سرکشی پر ہوتا ہے
کہ جس کا نتیجہ دین و دنیا کی خرابی اور بربادی ہے۔ خدا اپنے غضب سے محفوظ رکھے۔ آمین۔

ضلال ہدایت کا ضد ہے یعنے اوس رستہ پر چلنا کہ جس سے مقصود کو نہ پہنچے پس جسطرح ہدایت کے مراتب مرتبہ ہین اسی طرح
ضلالت کے مراتب مرتبہ ہین اور جسطرح ہدایت کے مراتب غیر متناہی ہین اسیطرح ضلالت کے مراتب بھی لاانتہا ہین الغرض ہر ہدایت کے
مقابلہ مین ایک ضلالت ہے پس جسکو دس مرتبہ ہدایت کے حاصل ہوے اوس سے اوپر گیارہوین مرتبہ مین ہنوز ضلالت ہے۔ ایک بڑے
سے بڑے کامل کو کہ ہنوز اخیر مرتبہ کمال کی اُسکو ہدایت نہین ہوئی اوس مرتبہ کے لحاظ سے ضال کہہ سکتے ہین اور اسی وجہ سے

؁ اور اسی لئے باوجودیکہ بندہ اوسکے، وہ وہ پہونچ گیا پھر اہدنا الصراط المستقیم کے سوال کرنے کا حکم ہوا کیونکہ قرب الٰہی کی نہایت نہین ؁ اے برادر بے نہایت درگہیست + ہرچہ بروی میرسی بروی مایست + ۱۲ منہ رحمہ اللہ تعالےٰ

قرآن مجید میں انحضرت صلعم کو یہ فرمایا ہے وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدَىٰ کہ آپ جبتک مرتبۂ نبوت و روحی جلی کی ہدایت تک نہ پہنچے تھے اس مرتبہ مین ضالّ تھے پھر اسکی آپ کو ہدایت کردی - بعض بے علم عیسائیون نے اس لفظ کو عرفی ضلالت پر محمول کرکے انحضرت علیہ السلام کی نسبت قبل نبوت گمراہی کا الزام لگایا ہے - اور پولوس مقدس پر قیاس کیا ہے کہ ابتدا مین سخت بے دین تھا چنانچہ حضرت استیفان کو شہید کرنیوالون مین شامل تھا اور پھر ہر روز دینداروںکو قتل کرتا اور ستاتا تھا اور دمشق کو کاہنون کا خط لیکر ایماندارونکو قتل کرنے چلا تھا کہ حضرت مسیح علیہم السلام نے روحانی تصرف سے اُسکو اندھا کردیا اور پھر یہ شخص عیسائیون کا وہ پیشوا ہوا کہ جسنے حضرت مسیح کو بھی ملعون کہا اور تمام شریعت موسیٰ علیہ السلام اور توریت کو منسوخ کردیا چنانچہ یہ سب باتین کتاب اعمال و رنامجات سے ظاہر ہوتی ہین یہ ضلالت یعنی گمراہی کبھی اختیاری ہوتی ہے کہ اسباب گمراہی کو از خود اختیار کرلیا جاوے جیسا کہ اللہ تعالے فرماتا ہے وَأَمَّا ثَمُودُ فَهَدَيْنَاهُمْ فَاسْتَحَبُّوا الْعَمَىٰ عَلَى الْهُدَىٰ کہ ہمنے ثمود کو اسباب ہدایت میسر کردیے تھے مگر اُنہون نے اسباب گمراہی کو اختیار کیا وَأَضَلَّهُ اللَّهُ عَلَىٰ عِلْمٍ بھی اسی قبیل سے ہے اور یہ بات کبھی لذات جسمانیہ کو لذات روحانیہ پر مقدم کرنے سے حاصل ہوتی ہے اور کبھی حب جاہ و مال سے پیدا ہوتی ہے اور کبھی پابندی رسم و عادات سے حاصل ہوتی ہے اور کبھی صحبت بد سے اور کبھی نفس کو لذات اور خواہشون مین شتر بے مہار کرنے سے اور جب نفس موٹا ہوجاتا ہے تو اوسکو نیکی سے نفرت پیدا ہوتی ہے جیسا کہ آجکل ہم اوباشونکو دیکھتے ہین کہ رات دن چانڈو اور بھنگ و افیون و شراب و ناچ و رنگ گنجفہ و شطرنج مین غرق رہتے ہین اور رنڈی بھڑوونکو ہروقت اپنی صحبت مین رکھنا اور ہاہا ہوہو اور فحش بکنے مین شب کے دو بجے تک جاگنا اور صبح کو دس بجے اوٹھنا اور پھر کنگھی چوٹی مین باقی وقت ضایع کردینا اور پھر بٹیر بازی اور کبوتر بازی پتنگ بازی مین مصروف ہونا اونکے خمیر مین داخل ہوگیا - الغرض ان دنون مین نہ خدا کا نام کبھی اونکے منہ نکلتا ہے نہ موت کا دھیان آتا ہے نہ اونکو دنیا کے کاروبار کا دل و دماغ نہ سلطنت و ملک کی کچھہ خبر عدل و انتظام مالی و ملکی تدبیر کجا اور بیدار مغزی سے کیا علاقہ - ان لوگونکا جسطرح حصہ دینی برباد گیا دنیاوی حصہ بھی برباد ہوتا جاتا ہے اگر باور نہ آئے تو ہندوستان کے رئیسون و امیرونکو دیکھہ لیجیے اور اونکے ملک کی اندرونی اور بیرونی حالت کو غور کرلیجیے - انہین خرافات کی بدولت سلطنت تیموریہ برباد ہوئی انہین کی وجہ سے لکھنؤ اور مرشدآباد وغیرہ بڑی بڑی ریاستون پر جھاڑو پھرگئی اور جو باقی ہین اُنکو عبرت نہین - لشکر کی یہ حالت کہ پرانی توپون پر زنگ لگا ہوا ہے - توڑے دار بندوقون اور بوسیدہ و ٹوٹے ہتیارون کے بوجھہ نے سپاہیون کی پشت کو توڑ دیا ہے ایک پاؤن مین جوتی تو دوسرا ننگا وردی ندارد اور جو پھٹی پرانی کہین سے سرکار انگریزی کے نیلام مین خرید لی ہے تو اوسکی درستی کی نوبت نہین پہنچتی نہ قواعد نہ پریڈ نہ افسر قواعد جنگ سے واقف نہ افسر کون وہی امیرون کی نالایق اولاد کہ جنکو اپنے تن کا بھی ہوش نہین - رئیس کے دیوان و روزیر کون ہی عیاش یا اونکی اولاد کہ جنہون نے رئیس کو لغویات مین بالکل بیہوش کر رکھا ہے - خزانہ کی حالت تباہ دروازہ پر ہزارون داد خواہ نہ رعایا مین دینی مدارس فنون کی تعلیم نہ علوم جدیدہ کے لیے کوئی جماعت

مستثنٰے۔ حتی کہ تمام ملک مین کوئی کارخانہ عمدہ ہی کسی چیز کا نہین اور جو ہے تو غیر لوگون کے اہتمام سے ۔ نہ یہ توفیق کہ اپنی رعایا مین سے
دس بیس کو غیر ممالک مین تعلیم پانے کو بہیجکر اپنی رعایا مین وہ ہنر عموماً شائع کئے جاوین ۔ نہ کوئی جنگی فوج کا حصہ کہ جس سے مخالف دلیر
کوئی اثر ہو نہ رعایا کو عام قواعد سکہانے کی خواہش ۔ نہ والینٹری لشکر رکہنے کی لیاقت ۔ قلم کہانسے کہان چل نکلا ۔ الغرض اس
مرتبہ مین دل پر ایک زنگ لگ جاتا ہے کہ جسکو رین کہتے ہین جیسا کہ اللہ تعالی فرماتا ہے کَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰی قُلُوْبِہِمْ مَّا کَانُوْا یَکْسِبُوْنَ
پہر جب اس حالت کو توبہ اور تنبیہ کے صابون سے نہین دہویا جاتا تو غشاوہ کی نوبت آتی ہے یعنی دلون پر پردے پڑ جاتے ہین
پہر اس پر جب کچہ مدت گزرتی ہے تو ختم کی نوبت آتی ہے یعنی دلون پر مہر لگ جاتی ہے اسکے بعد نوبت قفل کی آتی ہے اسکے
بعد دل مر جاتا ہے اسکے بعد نہ کوئی نصیحت اثر کرتی ہے نہ کوئی معجزہ کارگر ہوتا ہے جیسا کہ اللہ تعالی قرآن مجید و فرقان حمید
مین فرماتا ہے سَوَآءٌ عَلَیْہِمْ ءَاَنْذَرْتَہُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْہُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ اور کبہی ضلالت بے اختیاری ہوتی ہے کہ مبدء غیب سے اس بدنصیب کو
اسکی بد استعدادی کی وجہ سے سامان ہدایت عطا نہوئے ایسے شخص کو گمراہ ازلی اور شقی بطنی کہتے ہین کہ ماں کے پیٹ ہی
مین بدبخت تہا ایسے ہی لوگون کی نسبت خداتعالی فرماتا ہے کہ ان لوگون کو ہمنے جہنم کے لئے پیدا کیا ہے اور کچہ پروا نہین ہے
پس ان لوگون سے بے خوف و خطر برائیان اسطرح ظاہر ہوتی ہین کہ جسطرح مقتضیات طبع سونا کہانا وغیرہ باتین بلا تکلف سرزد ہوتی ہین ۔
جب آپ کو نعمت اور غضب اور ضلالت کے معنی بخوبی معلوم ہو گئے تو اب ہم آپسے ان دونون آیتون کی تفسیر بیان کرتے
ہین آپ جان چکے ہین کہ صراط مستقیم کی وضاحت کے لئے یہ دونون آیتین وارد ہین اور صراط مستقیم درمیانی رستہ کو کہتے ہین اور مخاطب
کو وہ نشان دیا کرتے ہین کہ جسکو وہ جانتا ہوا اور جسکو مانتا ہو تو اسلئے خداتعالے نے اپنے کلام مقدس مین تینون چیزون کا ایک ایک
ایسا مسلم وصف بیان کیا اور معلوم و مشہور نشان دیا کہ جسکو ہر شخص تسلیم کرتا ہے اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ ہر درمیانی راہ کی دو طرف
مخالف ہوتی ہین ایک افراط دوسری تفریط پس یہ دو ہوئے اور ایک وہ درمیانی حالت یہ تین رستہ نکل آئے سو سب سے پہلے مقدم
درمیانی رستہ کو تو صراط الذین انعمت سے واضح کیا کہ صراط مستقیم وہ ہے کہ جسپر چلنے سے نیک نتیجہ پیدا ہوا اور وہ خدا کی نعمت ہے پس جس رستہ
پر نیک نتیجہ مرتب نہو وہ صراط مستقیم نہین کیونکہ مستقیم ہوتا تو مطلوب (جو نعمت ہے) حاصل ہوتا ۔ یہ نشان صراط مستقیم کا وہ ہے کہ جسکو ہر شخص تسلیم کرتا ہے
اور جو لوگ کہ طبع سلیم رکہتے ہین وہ یہ بہی جانتے ہین کہ درحقیقت خدا کا کامل انعام انبیا اور صدیقین اور شہدا اور صالحین پر ہے پس اسلئے انکی
پیروی اور تقلید واجب ہوئی اور عہد آدم سے اسوقت تک آپ جسقدر بنی آدم کو دیکہین گے اکثر کو ان چارون فریق کا مقلد و متبع پاوینگے
پس مناظرہ مین ثابت کرنے کے لئے اس جملہ صراط الذین انعمت علیہم الخ سے بڑہکر اور کوئی دلیل نہین (وللہ الحجۃ البالغۃ) اور اس صراط
مستقیم کے ایک جانب مخالف یعنی افراط کو غیر المغضوب علیہم سے واضح کر دیا اور دوسری جانب تفریط کو ولا الضالین سے کہولدیا
اور یہ بتلا دیا کہ جنپر خدا کا غصہ بہڑکا اور جو گمراہ ہین صراط مستقیم سے برطرف ہین خواہ وہ یہودی ہون خواہ نصاری خواہ بت پرست خواہ منافق و گنہگار

نکات

۱ انسان کی پوری سعادت یہ ہے کہ دونو قوتین کامل ہو جاوین اور وہ دونو یہ ہین قوت نظریہ کہ جس سے علم و معرفت الٰہی حاصل ہوتی ہے اور مبدء و معاد کے متعلق عقائد کی درستی میسر آتی ہے دوسری قوت عملیہ کہ جس سے عمدہ اعمال ظہور مین آتے ہین پس جسکی یہ دونو قوتین کمل ہوگئین اوسکو بڑی نعمت نصیب ہوئی اسلیئے اس گروہ کو خدا نے نعمت علیہم سے یاد فرمایا اور اس لفظ سے ان دونو قوتون کے کمل کرنے کی رغبت دلائی - اور جسکی اول قوت مین نقصان ہے یعنی خدا تعالیٰ کی ذات و صفات قیامت اور رسولون اور فرشتون کی بابت برا عقیدہ ہے بلکہ خیالات فاسدہ اور توہمات کاسدہ ہی کو علم و معرفت تصور کرکے مست و مغرور ہے تو اوسپر غضب الٰہی ضرور ہے کسلیئے کہ سزا بقدر گناہ ہوتی ہے اور قوت نظریہ انسان کی سعادت کا اعلیٰ بازو ہے کہ جو بعد مردن بھی باقی رہتی ہے اور عمل کا اسی پر مدار ہے کیونکہ جب علم ہوتا ہے تب اوسکی موافق عمل کرتا ہے پس جسنے اس عمدہ قوت کو کہ جسکی وجہ سے ملائکہ مین مل سکتا تھا خراب کیا تو اسپر غضب الٰہی نازل ہوتا ہے اور اس گروہ مین کافر و مشرک و منافق اور دہریہ وغیرہم لوگ داخل ہین پس ان لوگون کو مغضوب علیہم سے یاد کیا تاکہ سزا اور نتیجہ بر خیال مین آوے اور ہر شخص اس شریف قوت کے خراب کرنے سے ڈر جاوے - پس وہ جو بعض صحابہ سے منقول ہے کہ مغضوب علیہم یہود ہین ہمارے قول کو موید ہے - اور جسکی قوت عملیہ مین خرابی ہوتی ہے تو وہ چوری زنا حسد و بغض قتل وغیرہ بدکام کرتا ہے اور نیک کامون مین کوتاہی کرتا ہے نماز روزہ عبادت سخاوت محبت انصاف وغیرہ چیزون کی بے بہرہ ہے تاہم سو وہ گو اس مرتبہ کا گناہ گار نہین کہ اوسپر غضب الٰہی بھڑکے اور ہمیشہ جہنم مین رہے مگر راہ رحمت اور طریق صواب سے ضرور دور ہے اور اسلیئے کافر کو فاسق سے زیادہ قابل عقوبت شرع نے بیان کیا ہے - اس فریق کو خدا نے ضالین سے تعبیر کیا تاکہ انکی نا راستی معلوم ہو جاوے -

۲ یا یون کہو کہ بندون کی تین قسم ہین (اول) وہ لوگ کہ جو خدا کے ظاہراً و باطناً فرمانبردار ہین اور اونکو مومن کہتے ہین (دوم) وہ کہ جو ظاہر و باطن نافرمان ہین اور اونکو کافر کہتے ہین (سوم) وہ کہ جو ظاہر مین کسی خوف یا لالچ دنیاوی سے فرمانبردار شریعت ہین اور در پردہ مخالف اور انکو منافق کہتے ہین پس اول فریق کو بلفظ انعمت علیہم تعبیر کیا اور فرمانبرداری کا نتیجہ بتلا دیا - اور دوسرے فریق تیسرے فریق کو بلفظ مغضوب علیہم و ضالین تعبیر کیا تاکہ انکے اسکام کا بد نتیجہ معلوم ہو جاوے لیکن چونکہ منافق گو کفر مین کافر کے برابر ہے مگر اسکی فریب بازی سے عام اہل اسلام کو مضرت پہنچی ہے اور اسی لئے جسقدر فتنہ اور فساد اول دن سے ابتک اسلام مین واقع ہوئے انہین بد نفسیون کی وجہ سے ہوئے ہین آنحضرت علیہ السلام کے عہد مین جو کچھ ہوا سو معلوم ہے مگر اب بھی جو فتنہ اُن لوگون نے برپا کر رکھے ہین (کہ بظاہر مسلمان کہلاتے ہین اور در پردہ اسلام کے سخت دشمن جیسا کہ (نیچریہ) فتنہ مسیح الدجال سے کم نہین اسی لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ کہ منافق جہنم کے سب سے نیچے کے درجہ مین ہونگے - پس اسی لیئے بیشتر انکو بلفظ المغضوب علیہم تعبیر کیا اور کفار کو بلفظ الضالین تعبیر کیا خواہ یہود ہون خواہ نصاریٰ +

۴ صراط مستقیم کے بیان کرنے میں ضرور تہا کہ تین فریق کا ذکر ہوتا ایک وہ کہ جو صراط مستقیم پر ہے دو وہ کہ جو افراط و تفریط میں پڑکر اسکو چھوڑ گئے لیکن کسی شخص خاص یا قوم خاص کا نام لینا منصب نصیحت و پایۂ ہدایت کو مناسب نہا دو وجہ سے اول یہ کہ جسکو صراط مستقیم پر قایم کہا جاتا اور جسکو برخلاف کہا جاتا تو وہ غرا خود پسندی اور یہ ناراضگی ظاہر کرتے اور یہ سمجہتے کہ اب تو ہم صراط مستقیم پر ہین کچہہ پروا نہین اور ہم گمراہ ازلی ہین جستجو بیفایدہ ہے دوم یہ کہ کسی فریق کے نام لینے سے ان تینون فریق کے نتیجون کا ذکر رہجاتا جو مقصود اصلی تہا علاوہ اسکے شارع کے احکام کلیہ ہونے چاہییں جو زمان و اشخاص کے بدلنے سے نہ بدلین اور اقوام کا کیا اعتبار کوئی قوم کبہی کیسی اور کبہی کیسی ہوجاتی ہے اچھون کو برا اور بُرون کو اچہا ہوتے دیکہا ہے پس اس نکتہ کے لئے خدای پاک نے کسیکا نام نہ لیا بلکہ یہ کہدیا کہ صراط مستقیم انکا طریق ہے کہ جنپر فضل الٰہی ہوا نہ اون کا کہ جنپر غضب ہوا نہ اون کا کہ جو بے راہ ہین - ایسی عام نصیحت دل پر نہایت مؤثر ہوتی ہے + یہانتک کہ جو مختصر ا ہمنے بیان کیا ہر ہر جملہ کی بابت بیان کیا ہے - اب ہم مجموعہ کلام کی نکات و اسرار بیان کرتے ہین +

اسرار مجموعہ سورہ

۱ اس سورہ مین پانچ چیزین خدا تعالیٰ کے متعلق اور پانچ بندہ کے متعلق مذکور ہین - خدا تعالیٰ کے متعلق یہ ہین اللہ[۱] رب[۲] رحمٰن[۳] رحیم[۴] مالک[۵] - اور بندہ کے متعلق یہ ہین - عبادت[۱] استعانت[۲] طلب ہدایت[۳] طلب استقامت[۴] طلب نعمت[۵] اور غضب الٰہی سے پناہ پس عبادت لفظ اللہ سے اور استعانت لفظ رب سے اور ہدایت لفظ رحمٰن سے اور طلب استقامت لفظ رحیم سے اور نعمت باقیہ کا طلب کرنا اور غضب سے محفوظ ہونا مالک سے متعلق ہیں - اور اسی طرح انسان پانچ چیز سے مرکب ہے بدن[۱] نفس شیطانی[۲] نفس سبعی[۳] نفس بہیمی[۴] جوہر ملکی[۵] ہے کہ جسکو عقل کہتے ہین پس پانچون چیزین اُن پانچون اسما سے ایک مناسبت خاصہ رکہتے ہین کہ جس سے انکی اصلاح ہوتی ہے چنانچہ جوہر ملکی اسم اللہ کی تجلی سے چمکتا ہے۔ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ اور کثافت بدنی رب العالمین کے ملاحظہ سے دور ہوجاتی ہین اور نفس سبعی کی اصلاح لفظ رحمٰن سے ہوتی ہے اور نفس شیطانی کی اصلاح رحیم سے متعلق ہے اور نفس بہیمی پر مالک یوم الدین سے دہشت طاری ہوتی ہے پس جب ان پانچون نامونکی تجلی سے آدمی بالکل مہذب اور شایستہ ہوگیا ہے تو اپنے مقصود کی طرف چلا پس طاعت بدن کے لئے ایاک نعبد کہا اور نفس بہیمی کے زیر کرنے کو ایاک نستعین زبان پر لایا اور نفس سبعی کے پنجہ اور شیطان کے چنگل سے رہائی پانے کو اہدنا الصراط المستقیم کہا اور جنکا جوہر ملکی کامل ہے (یعنے ارواح مقدسہ) انکی رفاقت طلب کرنیکے لئے صراط الذین انعمت علیہم کہا اور غضب سے بچنے اور ارواح خبیثہ سے دور رہنے کے لئے غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کہا۔

۲ جبکہ بندہ نے مقام مناجات مین کہڑا ہوکر کمالات و صفات باریتعالیٰ کا الحمد للہ سے لیکر مالک یوم الدین تک ملاحظہ کیا تو اوسکو بے اختیار شوق الی اللہ پیدا ہوا کہ جس سے اوسکو اس سفر کا کاٹنا ضرور پڑا اور ایسے سفر مین توشہ اور سواری ضرور ہے پس ایاک نعبد کا توشہ لیا یعنے عبادت کو اس سفر کا زاد و راہ اور ایاک نستعین یعنی استعانت کو سواری بنایا کیونکہ گو عبادت سے خدا تعالیٰ کا وصال ہے مگر بغیر اعانت الٰہی اور

مدد غیبی کے محال ہے پس جب اودراحلہ مہیا ہوا تو سیدہے رستہ کے درپے ہوا اور اہدنا الصراط المستقیم کہا اور جبکہ سیدہی سڑک ملگئی تو رستہ کے رفیق بہی درکار ہوے کہ جنکے سبب سے اس سفر کی تمام صعوبتین آسان ہوجاوین اور اسکے مشابہ دوسرے رستہ پر نہ پڑجاوے تو اسلیئے صراط الذین انعمت علیہم کہا اور جبکہ راہ زنون اور رستہ کے جہاڑ کنکرون سے خوف پیدا ہوا تو غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کہا۔

[۳] اس تہوڑے سے کلام مین نہایت خوش اسلوبی سے خدا تعالی نے وہ تینون علم بیان کردیئے کہ جنکے لیئے انبیاء علیہم السلام آئے اور انکے قبول و تصدیق کرانے کے لیئے معجزات و آیات دکہائے گئے پس اسلیئے اس سورہ کو تمام کتب سماویہ کا خلاصہ کہین تو بجا ہے اور سب کا عطر کہین تو روا ہے اور اسی لیئے نبی صلعم نے فرمایا کہ یہ وہ سورہ ہے کہ اسکی برابر توریت و انجیل و قرآن مین اور کوئی سورہ نہین (کما سیاتی) اور وہ تین علم یہ ہین علم شریعت یعنی وہ قانون الہی کہ جسکے مطابق چلنا بندون پر ضرور ہے علم طریقت کہ جس مین دل کے معاملات پہچانے جاتے ہین علم حقیقت یعنے مکاشفات ارواح کا دریافت کرنا۔

علم شریعت

کی دو قسم ہین اول علم عقائد کہ جسکو اصول کہتے ہین دوسرا علم احکام فقہیہ کہ جسکو فروع کہتے ہین پہر علم عقائد کی تین قسم ہین (۱) خدا تعالی کی ذات و صفات کے متعلق عقائد کہ وہ موجود ہے اور وحدہ لاشریک ہے اور ہر چیز کا اوسکو علم ہے دیکہتا سنتا ہے ازلی ابدی ہے عادل رحیم و کریم ہے کہانے پینے سونے مکان و زمان مین ہونے و دیگر عیوب سے پاک ہے کوئی چیز اسکے مثل نہین نہ کوئی اوسکی اولاد ہے وہ کسیکی سب کامون مین بے نیاز اور ہر چیز پر قادر ہے کوئی اسکے حکم کو ٹال نہین سکتا۔ نہ اوس سے مقابلہ کرسکتا ہے۔ سو یہ سب باتین خدا تعالی نے الحمد للہ رب العالمین الرحمن الرحیم سے ثابت کردین کیونکہ جب تمام عالم کا وہ مربی ہوا تو اب کون چیز ہے کہ جو اسکے شریک و سہیم ہو اور مربی بغیر رحیم و علیم و قادر و سمیع و بصیر حی قیوم ہونیکے نہین ہوسکتا اور جب تمام عالم کا مربی ہے تو عالم کی ذات اسکی ذات کے مشابہ و مانند نہین تو جمیع اوصاف حوادث سے لامحالہ بری ہوا بالخصوص لفظ رحمن سے کہ جس سے اوسکی تقدیس مین فرق آتا ہے (۲) آخرت کے متعلق عقائد کہ مرنے کے بعد روح باقی رہتی ہے وہان جاکر ہر قسم کے آرام و راحت یا تکلیف و دکہہ اوٹہاتی ہے اور پہر ایک دن وہ بدلا ضرور دیگا اور اعمال کے بموجب ہر ایک کو جو شخص پاویگا اور ایماندارون پر وہ وہان نہایت مہربانی فرمائیگا سو یہ سب باتین آیت مالک یوم الدین سے ثابت کردین کیونکہ جو شخص جزا کے دن کا مالک ہے تو اسکے لیئے یہ سب باتین ضرور ہین کما لا یخفی۔ اور ان دونون قسمون کو علم مبدء و معاد بہی کہتے ہین کہ تمام عالم کی ابتدا و انتہا انجام کا رسب کچہہ بیان کردیا کہ ابتدا مین وہی ایک تہا اور پہر اسیکے ... ہوگا۔ (۳) نبوت و امامت و ولایت کے متعلق عقائد اور اونکے مقابلہ مین کفر اور بدعت و شرک کی پہچان سو ان سب باتون کو مجملاً صراط الذین انعمت علیہم الخ مین مع انکے نیک و بد نتیجہ کے بیان کردیا کیونکہ جب اہدنا الصراط المستقیم کہا تو سیدہے رستہ کی خواہش ظاہر کی اور صراط الذین انعمت مین اس رستہ پر چلنے والون انبیاء و صدیقین و شہداء و صالحین کا منعم علیہم ہونا بیان کردیا اور انبیاء کی عصمت ثابت کردی و انکا ... ہونا بتلادیا

اور اسیطرح انکے مقابلہ میں برے لوگون کا حال بیان کردیا علم فقہ کی دو قسم ہین عبادات کہ عبادات و استعانت ہر قسم کی خدا تعالی ہی کو سزاوار ہے اور نہ اور کسیکو سجدہ کرنا چاہیئے نہ رکوع اور نہ کسی اور کو بوقت حاجت پکارنا چاہیئے اسی سے ہر کام مین مدد مانگنی چاہیئے اور مال و بدن مین ہر قسم کی عبادت اسیکا حق ہے پس ان سب باتون کو ایاک نعبد و ایاک نستعین سے ثابت کردیا دوسرے معاملات یعنی بیع و شرا، نکاح و طلاق قرض امانت غیرہ وغیرہ جملہ احکام کو اہدنا الصراط المستقیم مین واضح کردیا اور پہر امر و نہی فرض و واجب مندوب و مکروہ و حرام کا نتیجہ صراط الذین انعمت علیہم غیر المغضوب علیہم ولا الضالین سے مؤکد کردیا +

علم طریقت

کہ جس کا خلاصہ قوت نظریہ و عملیہ کے کمال کا دریافت کرنا ہے مجملاً اہدنا الصراط المستقیم مین بیان کردیا اور اسکی دونون جانب افراط و تفریط کو غیر المغضوب علیہم ولا الضالین سے خوب واضح کردیا پہر اس طریقت کے تینون مرتبون کو بہی بیان کردیا کیسلئے کہ طریقت کا مرتبہ ابتدائی کہ جس بغیر طریقت حاصل نہین ہوتی اسکو عبادت کہتے ہین سو اسکو ایاک نعبد کے ساتہ تعبیر کردیا اور اسکا درمیانی مرتبہ استعانت ہے اور اسکو ایاک نستعین سے واضح کیا اور انتہائی مرتبہ استقامت ہے اور اسکو اہدنا الصراط المستقیم مین ذکر کیا۔ اور اس علم مین بڑہکر دو چیزون کے حالات سے مطلع رہنا اصل الاصول ہے (اول) نفس کہ جو ہر دم ہر طرح کی خواہشون کی طرف رغبت دلاتا اور راہ راست سے ادہر ادہر لیجاتا ہے کہ جسکے مطیع کرنے کو لوگ سخت سخت ریاضت کرتے ہین بہوک پیاس زائد تکلیفین دیکر اس موذی کو مارتے ہین۔ مگر خدا تعالے نے غیر المغضوب علیہم ولا الضالین مین اسکی لگام کی دونو باگین بیان کردین یعنی درصورت زیادتی غضب اور درصورت کمی ضلالت ہے پس جو شخص ان دونون باتون کو ملحوظ رکہیگا نفس کو ادہر ادہر جانے نہ دیگا (دوم) قلب کہ جسکی سلامتی خدا تعالی کی بڑی نعمت ہے۔ اِلَّا مَنْ اَتَی اللّٰہَ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ اس قلب کا کام شوق و محبت ہے پس جسکا دل محبت الٰہی سے معمور ہوگیا وہ مراد کو پہنچگیا اسلئے اس سورہ مین خدا نے اپنے سے ہر قسم کی محبت کے پیدا کرنے کا طریقہ بتلا دیا محبت ذاتیہ لفظ الحمد للہ سے اور صفاتیہ رب العالمین الرحمن الرحیم مالک یوم الدین سے تلقین کردی اور پہر ایاک نعبد و ایاک نستعین مین تو صاف صاف محبت پیدا کرنیکا طریقہ تعلیم کردیا کہ جس سے محبان خدا اور خاصان کبریا سے ملنے کا بیحد شوق پیدا ہو ؎ نالہ من برساند بہر غان چمن ؛ کہ ہم آواز شما در قفسے افتادہ است ؛ اور نہایت اشتیاق مین اہدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم کہا اب محبت الٰہی سے مومن کا دل ایسا بہر گیا کہ اور کی جگہہ ہی نہ رہی۔ اس قلب کی حفاظت پر تمام انبیا و صدیقین تاکید کرتے چلے آئے ہین ؎ پاسبانی کن بسے درکوی دل ؛ تا نیاید دزد اندر پہلوی دل +

واضح ہو

کہ جن چیزون کی اصلاح اہل طریقت کے نزدیک زیادہ تر ملحوظ ہے وہ تین قوت ہین ایک شہوت دوسری غضب تیسری ہوا قوت شہوت کو نفس بہیمی یا بہیمیت کہتے ہین اور اسکی کمی زیادتی جسم کی زیادتی سے ہوتی ہے اور غضب کو نفس سبعی اور سبعیت بہی کہتے ہین

یعنے درندہ پن اور ہواکو نفس شیطانی اور شیطانیت بہی کہتے ہین۔ لیکن سب مین زیادہ تیز ہوا ہے۔ کہ جو جسم کے پژمردہ ہونے سے بہی کم نہین ہوتی۔ اسکے بعد غضب ہے۔ پہر شہوت۔ آپ یہہ بہی جان چکے ہین کہ جب یہہ تینون صلاحیت پر آتی ہین تو عفت اور حلم وغیرہ صفات حمیدہ پیدا ہوتی ہین کہ جنکو عدالت کہتے ہین کہ جسکے سبب حضرت انسان ملائکہ سے فوقیت لے گئے اور خلیفہ بنائے گئے۔

مگر اسی طرح یہہ قوی جب خراب ہوتے ہین تو انسان کو درندہ گدہا شیطان بنا دیتے ہین۔ پس شہوت سے حرص اور بخل پیدا ہوتا ہے۔ اور غضب سے خود پسندی اور تکبر۔ اور ہوا سے کفر اور بدعت۔ اور اسیلئے کہتے ہین کہ شہوت سے انسان اپنے نفس پر ظلم کرتا ہے اور غضب سے غیر پر اور ہوا تو خداے تعالے وتقدس کی جناب مین بغاوت کرنے کا باعث ہے۔ پس اسی لیئے ان الشرک لظلم عظیم آیا اور اسکی بخشش نہین۔ اور اسکے بعد غضب کا نتیجہ حقوق العباد مین دست اندازی ہے۔ وہ بہی بہ نسبت گناہ شہوانی کے زیادہ ہے۔ اور جب یہہ چند اوصاف رذیلہ جمع ہو جاتے ہین تو اسنے حسد پیدا ہوتا ہے کہ جو سخت مرض روحانی ہے۔ پس جب ان اوصاف رذیلہ کا علاج کلام الہامی اور کتاب آسمانی مین ضرور تہا تو خدا تعالی نے اپنے اخیر کلام بالخصوص اس سورہ مین بہی اسکا نہایت عمدگی سے علاج فرمایا الحمد للہ رب العالمین مین سب سے بڑہکر مرض حسد کا تدارک کیا۔ کسلیئے کہ جب بندہ خدا تعالے کو رب العالمین خیال کریگا اور ہر ایک نعمت کا مبدا فیاض اور مالک عطا کنندہ اسیکو سمجہے گا تو پہر کسیکی نعمت دیکہکر نہ جلیگا۔ اور خدا تعالے کے فیض عام اور خوان بے دریغ کو دیکہکر اس ناپاک خیال کو دل سے نکال دیگا۔ کیونکہ خدا کے دیئے کو کون لے سکتا ہے؟ اور پہر کس کس کی نعمت کا زوال چاہیگا۔ ایک دو نہین تمام عالم اس انعام سے مالامال ہے۔ اور بخل کا علاج بہی ملاحظہ رب العالمین سے بخوبی ہو جاتا ہے۔ کیونکہ ہر نعمت کا پیدا کرنیوالا خدا کو تصور کریگا تو اسکی ملک مین بخل کرنا قبیح جانیگا اور غضب کو اپنی رحمت یاد دلا کر اور اپنا جلال اخروی دکہا کر الرحمن الرحیم مالک یوم الدین سے فرو کردیا۔ کسلیئے کہ جب مضمون رحمت آگیا اور اسکے ساتہہ خدا کی شان کبریائی دلمین سمائی تو غضب کافور ہوا۔ اور خود پسندی کا علاج ایاک نعبد سے کردیا۔ کسلیئے کہ جب عاجزانہ خدا کے آگے جہکا تمام خود پسندی رخصت ہوئی اور تکبر کو ایاک نستعین سے پست کردیا کسلیئے کہ جب عاجزانہ ہر کام مین اسکی طرف ہاتہہ پہیلانا سیکہلایا تو تکبر کو اڑا دیا اور کفر وشرک وبدعت کو اہدنا الصراط المستقیم سے دور کیا کسلیئے کہ ہر امر مین میانہ پن کفر و بدعت کے منافی ہے۔ پہر غیر المغضوب علیہم سے کفر کا بد نتیجہ دکہا کر ڈرا دیا اور ولا الضالین سے اہل بدعت کا مآل کار بتلا دیا۔ **الغرض** بسم اللہ الرحمن الرحیم مین تین اسماء الہی سے ان تینون بد صفات کو مٹایا کسلیئے کہ جسنے اللہ کو جانا شیطان ہوا کو بہگایا۔ اور جسنے رحمانیت خدا کو جانا دل مین نرمی آئی غضب و غصہ دور ہوا اور جسنے اسکی رحیمی کا لحاظ کیا اپنی جان حزین کو شہوات کے ظلم سے محفوظ رکہا۔ اور الحمد کی سات آیتون مین ان سات خصلتون کی اصلاح کردی کہ جو ان تینون سے پیدا ہوتی ہین جیسا کہ ابہی بیان ہوا۔ سبحان اللہ کیا کلام ہے۔ عیسائی حضرت عیسی علیہ السلام کے پہاڑی وعظ کو مکارم اخلاق کی تعلیم مین ہر جگہہ قرآن کے مقابلہ مین پیش کیا کرتے ہین۔ اگر انصاف فرماوین تو یقینا معلوم ہو جاے کہ اس وعظ کو اس کلام سے کچہہ بہی نسبت نہین ؎

علم حقیقت

کو بہی (کہ جو مکاشفہ روحانی ہے) اس سورہ مین بخوبی ذکر کردیا۔ چنانچہ تمام اسرار ربوبیت کو الحمد للہ رب العالمین مین بہر دیا۔ گویا کہ عارف کے دلپر اس جملہ مین یہہ منکشف کردیا کہ تمام عالم کی ہستی اور ہر چیز کا وجود اوسیکے وجود واجب کا پرتوا اور اس آفتاب حقیقی کی شعاعین ہین۔ اس عالم کی جس چیز کو دیکہیگا تو مرتبہ ذات مین معدوم پائیگا۔ خود بہی فرماتا ہے الم تر الی ربک کیف مد الظل کس لیئے کہ جب عارف اس مضمون کا (کہ تمام خوبیان اس ذات جامع الصفات الکمالیہ کو ہین کہ جو تمام عالمون کی ہر وقت پرورش اور تربیت کرتا ہے) مراقبہ کریگا

تو پہر اُسکی چشم حقیقت کے آگے اُسکے سوا کچہہ اور کہائی نہ دیگا - اور جب یہ اس مقام سے لیکر الرحمن الرحیم مالک یوم الدین تک تجلیات جلالیہ و جمالیہ کی سیر کرتا ہوا آویگا تو اوسکو مرتبہ علم الیقین حاصل ہوجاویگا - اور جب اس نور سے روح مسرور و منور ہوجاویگی تو تمام حجاب مرتفع ہوجاوینگے اور ایاک نعبد و ایاک نستعین کے مرتبہ مین عین الیقین حاصل ہوجاویگا - اور اس مرتبہ مین لطائف خمسہ النفس - قلب - روح - خفی - اخفی - ضلال و استعانت و ہدایت و استقامت و انعام کے ملاحظہ سے) نہایت درجہ پر جاری ہوجاوینگی - اور پہر انکے ذریعہ سے ہر چیز کی حقیقت کماہی معلوم ہونے لگے گی اور حق الیقین کا مرتبہ نصیب ہوجاویگا اور جب سیر الی اللہ سے فارغ ہوچکا تو سیر من اللہ شروع کی اور اہدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم غیر المغضوب علیہم ولا الضالین مین اُمور آخرت اور اعمال کی حقیقت دریافت کرتا ہوا - پہر مین لوٹ کر آگیا ہو الاول والآخر کی حقیقت منکشف ہوگئی -

چونکہ ان باریک باتون کے بیان کرنے کی میری قلم مین طاقت نہین لہذا اسی پر بس کرتا ہون - یہانسے آپکو اس دعوی کی تصدیق ہوگئی ہے - کہ جسطرح بسم اللہ الرحمن الرحیم مین تمام الحمد کا مضمون ملخص ہے اسیطرح الحمد مین قرآن اور جمیع کتب سماویہ کا مضمون جمع ہے -

(۴) خدا تعالی نے اجمالی طور پر اس سورۃ مین بیشمار وہ علوم جمع کردیئے ہین کہ جنکو تمام انبیاء اپنی کتابون مین عہد آدم سے لیکر آنحضرت علیہ السلام تک جمع کر سکے - چنانچہ یہہ بات آپکو دفعہ سابق سے بخوبی معلوم ہوگئی ہوگی کہ علم شریعت طریقت حقیقت جو دریا کے دریا ہین اس سورۃ مین کس خوبی کے ساتہہ مذکور ہین - مگر اس مسئلہ کی اور تشریح کرنی ضرور ہے -

پس واضح ہو کہ بسم اللہ مین ذات اور بیشمار اسماء الہی کیطرف اشارہ ہے اور الرحمن الرحیم مین خدا تعالی کی صفات کمالیہ کیطرف اشارہ ہے اور الحمد مین اُن افعال الہی کیطرف اشارہ ہے کہ جنکا بیان کرنا محال ہے خواہ وہ وجود آسمان و زمین و عناصر اور کواکب و انسان کی تندرستی اور اناج اور کپڑے وغیرہ چیزین ہون کہ جنکی معرفت ہزار ہا مسائل سے متعلق ہے - چنانچہ منجملہ انکے بدن انسان ہے جو کچہہ متعلق ہے تخمیناً پانچہزار مسئلہ ہین کہ جنکو اطباء ہی جانتے ہین اور رب العالمین مین تربیت کے ہزارہا اقسام کہ کیونکر تربیت ہوتی ہے - حیوانات - نباتات - جمادات - کے اصناف و انواع ہی کی تربیت کو لکہا جاوے تو سیکڑون کتابین بنین - پہر عالم کے اقسام ارواح و اجسام شہادی و مثالی و اعراض و جواہر کا جاننا ہزارون مسائل علم حکمت سے متعلق ہے اور اس جملہ کی تفسیر لکہی جاوے تو صدہا کتابین بنین - اور پہر الرحمن الرحیم مین دنیا و آخرت کے متعلق وہ صدہا باتین کہ جو انسان کی حالت و روحانیکے عذاب و ثواب اور مرنے کے بعد زندہ ہونے اور نفخ صور اور وقوف عرصات و حساب و میزان و دوزخ و جنت کے درجات اور انبیاء و صدیقین و دیگر اولیاء کی شفاعت کی طرف اجمالاً اشارہ ہے کہ جنکے لئے دفتر درکار ہین اور ایاک نعبد مین عبادت کے اقسام قلبی و قالبی مالی و بدنی کی طرف اشارہ ہے - اور اونکے ارکان و شروط کیطرف کہ جنکا ذکر کتب فقہ و سلوک و اوراد و اشغال کے رسائل مین ہے - اور یہہ بھی سیکڑون مسائل ہین - اور ایاک نستعین مین تمام موجودات و دنیا کی جمیع صنعتون اور کل حرفون کی طرف مجملاً اشارہ ہے کیلئے کہ تمام پیشون اور صنعتون مین خدا تعالے سے اُسکی مخلوق کے ذریعہ استعانت ہے - پس ان صنعتون اور پیشون کے بیان کرنے کے لئے ایک دفتر چاہیئے تاکہ پورے طور پر استعانت الہی کا حال معلوم ہو - یہہ ہزارہا مسائل اور بیشمار مباحث ہین کہ جو اس کلمہ مین مندرج ہین - اہدنا الصراط المستقیم مین تو اسقدر بیشمار مسائل علوم حکمیہ کیطرف اشارہ ہے کہ جنکا کچہہ شمار ہی نہین کیونکہ دنیا کی امور بیاہ شادی مرنے جینے بیع و شراء مین

دین وغیرہ معاملات میں صراط مستقیم ہی ایک دریاے بے کنار ہے۔ اسیطرح اخلاق انسانیہ سخاوت و شجاعت صبر و قناعت وغیرہ میں بھی صراط مستقیم ہزار ہا مسائل سے متعلق ہے۔ پھر ہر امر میں صراط مستقیم کی ہدایت کے دو طریق ہیں ایک استدلال سے صراط مستقیم حاصل کرنا جیسا کہ مشائین کرتے ہیں پھر اور امور تو درکنار خاص ذات باری کے لئے عالم علوی و سفلی کا ہر ایک ذرہ شاہد عدل ہے کہ جو اسکی کمال ذات و تقدس صفات و عظمت قدرت پر زبان حال سے گواہی دے رہا ہے کیا خوب کہا ہے کسی نے وفی کل شیء له آية ٭ تدل علی انه واحد ٭ دوسرا طریق انکشاف باطنی و نور روحانی ہے کہ جو اشراقیین کا ہے یہ ہزار ہا مسائل و بیشمار علوم ہیں کہ جو اس ایک جملہ میں مجتمع کر دیئے گئے ہیں۔ صراط الذین انعمت علیہم میں مباحث نبوت و ولایت کیطرف و انبیاء علیہم السلام کی شریعتوں و انکی عقائد و حالات اور سرگزشت کیطرف اشارہ ہے کہ جو صدہا مسائل ملت و تاریخی و قصص سے متعلق ہے۔ گویا اس جملہ میں تمام انبیاء اور اونکے پیروؤں کی تاریخ اور انکی شریعت مجملاً بیان کر دی غیر المغضوب علیہم و لا الضالین میں تمام کفار و مشرکین کے حالات و کل بدتوں کی سرگزشت و انکے مذاہب باطلہ و عقائد فاسدہ اور خراب چال و چلن کیطرف اشارہ ہے کہ جسکی تفصیل کے لئے ملل و نحل و دبستان مذاہب وغیرہ صدہا کتابیں بھی کافی نہیں۔ اور جنکی تاریخ عبرت انگیز بیشمار کتابوں میں بھی نہ آسکی۔ الحاصل مبدء معاد۔ ملت۔ شریعت۔ الہیات۔ طبعیات۔ تاریخ انبیاء و صلحاء۔ مخالفین کے حالات وغیرہ بیشمار علوم خدا تعالی نے اجمالاً بترتیب اس سورہ میں جمع کر دیئے ہیں {۵} دعا خدا اور بندہ میں ایک ایسا عمدہ ارتباط ہے کہ اس سے بڑھکر پھر کوئی واسطہ نہیں کیونکہ دعا میں دو باتیں ضرور ہوتی ہیں ایک اپنی عاجزی و فروماندگی کا اظہار اور کسی مقصود کا سوال دوسرے خدا تعالی کی دل سے کامل عظمت اور اسکی جناب میں کمال درجہ کا اعتقاد کہ وہ ہر چیز پر بالخصوص میرے اس مقصد کے عطا کرنے پر قادر ہے گویا دعا پوری عبودیت کا اظہار اور اسکی الوہیت کا اقرار ہے کہ جو دل سے اور زبان سے ادا کر رہا ہے اور اعضاء اسکی شہادت دے رہے ہیں اور اسیلئے حدیث میں آیا ہے کہ دعا عبادت کا مغز ہے (رواہ الترمذی) اور یہ بھی آیا ہے کہ دعا سے زیادہ کوئی چیز خدا کے نزدیک بڑی نہیں (رواہ الترمذی ابن ماجہ) پس دعا جب بندہ کی روح کو جنبش دیتی ہے اسیطرح رحمت الہی کو تحریک کرتی ہے جس سے خدا تعالی یا تو اس دعا سے کسی مصیبت آئندہ کو ٹال دیتا ہے یا اسکے اسباب پیدا کرکے اسکو پورا کر دیتا ہے یا کبھی بطور خرق عادت بلا اسباب مقصد کو کہ جسکے لئے دعا مانگی گئی ہے پورا کر دیتا ہے۔ جیسا کہ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کی دعا سے ظہور میں آیا ہے جسکی شہادت خود قرآن اور کتب معتبر روایت ثقات دے رہی ہے اور یہی اجابت ہے اور چونکہ دعا اعلی عبادت ہے تو ضرور ہوا کہ اسکے آداب

سلہ محرف القرآن اپنی تفسیر میں قواعد نیچر کے موافق صفحہ ۵۸ میں تحریر فرماتے ہیں۔

{قولہ مگر لوگ دعا کے مقصد اور استجابت کا مطلب سمجھنے میں غلطی کرتے ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ جس مطلب کے لئے دعا کرتے ہیں وہ دعا کرنے سے حاصل ہو جاویگا اور استجابت کے معنے اوس مطلب کا حاصل ہو جانا سمجھتے ہیں حالانکہ یہ غلطی ہے حصول مطلب کے جو اسباب خدا نے مقرر کئے ہیں وہ مطلب تو انہیں اسباب کے جمع ہونے سے حاصل ہوتا ہے۔ مگر دعا اس مطلب کے اسباب میں سے ہے اور نہ اوس مطلب کے اسباب کو جمع کرنیوالی ہے بلکہ وہ اس قوت کو تحریک دیتی ہے جس سے اضطراب میں تسکین ہوتی ہے اور ایسی کیفیت کا دل میں پیدا ہونا دعا کا مستجاب ہونا ہے۔ انتہی ملخصا}

اقول بلاشک اصول نیچر کے موافق نہ دعا سے مطلب کے اسباب خدا پیدا کرنے پر قادر ہے نہ اسکو اسقدر قدرت ہے کہ وہ بندہ کو اسکی مجبوری اور زاری سے اسکا مطلب عطا کرے کیونکہ سید نیچر کے نزدیک خدا کا قادر و مختار ہونا مسلم نہیں۔ نہ اسباب پیدا کرنے سے مجبور ہونے کے کیا معنے؟ اور بطور خرق عادت بلا اسباب مطلب حاصل کرنے سے ناچار ہونے کی کیا وجہ۔ بلکہ انکے نزدیک خدا ایک فرضی چیز ہے کہ جسکو بالطبع دنیا عالم ہونے کے وجود کیطرح اختراع کرتے ہیں۔ اور جسطرح لڑکوں کو ہوّے سے ڈراتے ہیں یہ معنی ہیں کہ اون میں ایک کیفیت پیدا ہو جاتی ہے اسیطرح دعا کی مستجابت کے یہ معنے ہیں کہ بیوقوفوں کو تسکین سی ہو جاتی ہے ٭ العیاذ باللہ۔ مگر یہ معنی عقل سلیم اور اصول ادیان سماویہ بالخصوص اہل اسلام کے نزدیک بالکل مردود و مطرود ہیں کیونکہ جب دلائل عقلیہ و نقلیہ سے عالم کے بانی کا ایک ایسا وجود تسلیم کر لیا گیا ہے کہ جسکی نہ ابتداء ہے نہ انتہاء اور وہ ہر ممکن پر قادر ہے۔ اور ممکنات میں تصرف کرنے سے کوئی چیز اوسکو نہیں روک سکتی ہے۔ اور دعا کے بعد اسباب کا پیدا کر دینا یا بلا اسباب مطلب کا حاصل کر دینا یہ سب کچھ اوس قادر مطلق کے نزدیک ممکن ہے تو پھر اس تصرف سے کسکا ہاتھ اوسکو روک سکتا ہے۔ اور نبی صلعم کی بیشمار حدیثوں میں دعا سے مطلب کا حاصل ہونا پایا جاتا ہے چنانچہ انہیں حضرت ترمذی نے کہ جسکی روایت کو مفسر صاحب آگے چلکر لکھتے ہیں نبی صلعم سے روایت کی کہ حضرت فرماتے ہیں۔ ما من احد یدعو بدعاء الا آتاہ اللہ ما سأل او کف عنہ من السوء مثلہ ما لم یدع باثم او قطیعة رحم (رواہ الترمذی) کہ جو شخص خدا سے دعا کرتا ہے خدا تعالی اوسکا مطلب عطا کرتا ہے یا اسکی مثل اوس سے برائی دور کر دیتا ہے جبتک کہ گناہ یا قطع رحم کی دعا نہ مانگے۔ وعن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلعم ان الدعاء ینفع مما نزل و مما لم ینزل فعلیکم عباد اللہ بالدعاء (رواہ الترمذی و رواہ احمد عن معاذ بن جبل) کہ دعا ہر حال میں بہتر ہے بلائے نازل شدہ میں صبر دیتی ہے اور جو ہنوز نازل نہیں ہوئی اوسکو دفع کرتی ہے۔ وعن سلمان الفارسی قال قال رسول اللہ صلعم لا یرد القضاء الا الدعاء (رواہ الترمذی) کہ دعا کے سوا قضا کو کوئی چیز نہیں رد کرتی۔ اسیطرح تمام کتب سماویہ میں پایا جاتا ہے۔ مگر چونکہ اکثر مسلمان اس فریق کے وہ ہیں کہ جنکو امور دنیاوی میں کامیابی ہے۔ اسلئے وہ دعا کے اثر کو فضول جانتے ہیں اور اکثر اہل دنیا ایسا ہی جانا کرتے ہیں ۱۲ منہ

تعلیم فرمائے جاوین - پس اسلئے اس سورہ مین تعلیم کردیا کہ اول خدا تعالی کی ثنا، وصفت کرنی چاہیے - جیساکہ الحمد سے لیکر مالک یوم الدین تک پایا جاتا ہے - اور پھر اپنا اخلاص اور نیاز ظاہر کرنا چاہئے جیساکہ ایاک نعبد وایاک نستعین سے ظاہر ہے پھر دعا کرنی چاہئے جیساکہ اہدنا الصراط المستقیم الخ سے ظاہر ہے - مگر ایسے بادشاہ حقیقی سے دعا بھی وہ کرنی چاہیے کہ تمام دینی و دنیاوی امور کے لئے کافی ہو جیساکہ الصراط المستقیم الخ سے ظاہر ہے - اور اسی حکمت بالغہ سے ہر نماز مین دو بار اس سورۃ کا پڑھنا واجب ٹھہرا - خدائے تعالیٰ اپنے بندونکو کیا عمدہ دعا تعلیم فرمائی ہے

تعلیم کی یہہ خوبی ہے کہ ایک بار اجمالاً تمام مراتب ہدایت تعلیم کردے - پھر تدریجاً انکی تفصیل کرے کیونکہ اجمال کے بعد تفصیل دلپزیر تسکین ہوتی ہے اور اس اجمالی فہرست پر عمل کرنا اور ان مضامین کو اس مختصر متن سے دریافت کرنا بھی زیادہ تر آسان ہوتا ہے - پس خدا تعالے نے اس سورہ مقدسہ مین یہی کیا کہ تمام الہامی مضامین کو مجملاً مجتمع کردیا - پھر باقی قرآن مجید مین اونکی تفصیل فرمائی چنانچہ خداوند تعالیٰ وتقدس کی ذات اور صفات کی بابت جسقدر آیات ہین جیساکہ اللہ لا الہ الا ھو الحی القیوم الایات ان اللہ علی کل شئ قدیر و ان اللہ بکل شئ علیم - لاتدرکہ الابصار وھو یدرک الابصار وھو اللطیف الخبیر - ولیس کمثلہ شئ - لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفوا احد وغیرہا من الآیات - اور اسیطرح[2] جو کچھہ ابتداء آفرینش آسمان و زمین حجر و شجر کے متعلق بیان ہے جیساکہ قل ائنکم لتکفرون بالذی خلق الارض فی یومین الایات وھو الذی خلق لکم ما فی الارض جمیعا ثم استوی الی السماء - ھو الذی خلق السموات والارض فی ستۃ ایام اور اسی طرح[3] جو کچھہ اوسکی علامات قدرت اور دنیا کی نعمتون کے باب مذکور ہے جیساکہ ان فی خلق السموات والارض لایات للمومنین ٥ وفی خلقکم وما یبث من دابۃ ایات لقوم یوقنون - واختلاف اللیل والنہار وما انزل من السماء من رزق فاحیا بہ الارض بعد موتھا وتصریف الریاح ایت لقوم یعقلون الم تر ان اللہ انزل من السماء ماء فاخرجنا بہ ثمرات مختلفا الوانھا الآیات - اور انہین اقسام کی جملہ آیات سب الحمد للہ رب العالمین الرحمن الرحیم کی تفصیل اور شرح ہے - جیساکہ اوپر بیان ہوا - اور جو کچھہ[4] انسان کی موت اور موت کے بعد عذاب و ثواب اور دنیا کی بے ثباتی اور نفخ صور اور احوال قیامت اور دوزخ وجنت کی کیفیت کے متعلق قرآن مین مذکور ہے جیساکہ کل نفس ذائقۃ الموت انک میت وانھم میتون - یا ایھا الانسان انک کادح الی ربک کدحا فملاقیہ الایہ انما مثل الحیوۃ الدنیا کماء انزلنہ من السماء فاختلط بہ نبات الارض الایہ ونفخ فی الصور فصعق من فی السموات ومن فی الارض الا من شاء اللہ ثم نفخ فیہ اخری فاذا ھم قیام ینظرون ٥ واشرقت الارض بنور ربھا ووضع الکتب وجای بالنبیین والشھداء وقضی بینھم بالحق الایات یہ آیات اور سورۃ الرحمن وغیرہا کہ جو جنت و دوزخ کے حالات سے پر ہین اور وہ آیات کہ جنمین دیدار الہی کا ذکر ہے سب مالک یوم الدین کی تفسیر اور تفصیل ہے اور اسیطرح[5] جسقدر آیات مین نماز روزہ و حج و زکوۃ و صدقہ و خیرات اور جنکے ساتہہ اخلاص و محبت اور ویسے اسکی اطاعت اور فرمانبرداری کا ذکر ہے جیساکہ اقیموا الصلوۃ واتوا الزکوۃ - واتموا الحج والعمرۃ للہ الایۃ - والذین یبیتون لربھم سجدا وقیاما - وبالاسحار ھم یستغفرون - وفی اموالھم حق للسائل والمحروم - واقرضوا اللہ قرضا حسنا - کتب علیکم الصیام - والذین امنوا اشد حبا للہ - واطیعوا اللہ - واذکروا اللہ ذکرا کثیرا لعلکم تفلحون یہہ سب ایاک نعبد وایاک نستعین کی تفصیل ہے - اور اسیطرح[6] جو کچھہ باہمی معاملات مین نیک چلنی اور لوگون سے نیکی سے پیش آنے کی بابت اور گناہون سے بچنے کی بابت اور اخلاق حمیدہ کی بابت اور ہر امر مین میانہ روی کی بابت قرآن کی مختلف سورتون مین مختلف عنوان سے وارد ہے جیساکہ ادفع بالتی ھی احسن - کہ بدی کے مقابلہ مین نیکی کرو (حضرت مسیح علیہ السلام نے تو یہی فرمایا تھا کہ جو تیرے ایک

گال پر طمانچہ مارے تو اسکی طرف دوسرا گال بہی کر دے) مگر سید المرسلین کی معرفت اُس سے بہی بڑہکر یہہ تعلیم دی گئی کہ بدی کے بدلہ مین
نیکی کرو وَذَرُوا ظَاهِرَ الْإِثْمِ وَبَاطِنَهُ الذین یجتنبون کبائر الاثم والفواحش والذین اذا انفقوا لم یسرفوا
ولم یقتروا وکان بین ذلک قواما والذین لا یدعون مع اللہ الٰہا اٰخر ولا یقتلون النفس التی حرم اللہ الا بالحق ولا یزنون
الآیات یہ سب کچہہ اہدنا الصراط المستقیم کی تفسیر ہے۔ اور اسیطرح جو کچہہ انبیا علیہم السلام اور اونکے پیروون نے مجاہدات اور ایذا اور بلائین ایمان لانے
کی بابت اور اونکے طریقہ کی بابت جو کچہہ مختلف سورتون مین آیا ہے جیسا کہ سورہ قصص و سورہ انبیا اور سورہ یوسف اور سورہ نوح اور
سورہ شعرا اور سورہ نمل اور سورہ یونس اور سورہ مومنون اور سورہ طٰہٰ اور سورہ مریم اور سورہ کہف مین مذکور ہے۔ سب صراط الذین انعمت
علیہم کی تفصیل ہے۔ اور اسیطرح جسقدر سرکشون کے قصے اور انپر عذاب الٰہی نازل ہونا اور قہر خدا کا ظاہر ہونا قرآن مین مذکور ہے۔
جیسا کہ سور مذکورہ مین فرعون اور ہامان اور قارون اور قوم عاد اور ثمود کا قصہ کہ جو سورہ اعراف وغیرہا مین مذکور ہے۔ اور اسیطرح
اور گمراہون اور نافرمانون اور کافرون کے حالات عبرت انگیز جسقدر قرآن مین مذکور ہین سب غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کی تفسیر
و تشریح ہے۔ یہہ مضامین اس خوبی سے کسی کتاب مین نہین اور جو کوئی دعوی کرے تو دکہاوے۔
وید۔ وساتیر۔ انجیل۔ توراۃ۔ سب اس خوبی سے معرا ہین۔

۷ | جو کچہہ بلاغت اور فصاحت اور سلاست الفاظ (کہ جسکا مزہ اہل زبان لیتے ہین) اس سورۃ مین ہے وہ تو بیان سے باہر ہے
از انجملہ یہہ کہ الحمد للہ کہا نحمد اللہ یا احمد اللہ جملہ فعلیہ نکہا دو وجہ سے اوّل یہہ کہ جملہ فعلیہ تجدد اور حدوث پر دلالت کرتا ہے اور وہ اسکے علو
شان کے مناسب نہین بخلاف اسمیہ کے کہ جو دوام و استمرار پر دلالت کرتا ہے (دوّم) یہہ کہ خدا کی حمد کوئی کیا کر سکتا ہے لاکہون نعمت
ہین۔ اور ہزارون خوبیان۔ پس اُسکی حمد کا دعوی کرنا چہوٹا منہ بڑی بات ہے اسلئے الحمد للہ کہدیا کہ حمد خدا کے لئے ہے۔
از انجملہ صنعت التفات ہے کیونکہ الحمد للہ سے لیکر مالک یوم الدین تک تو غائبانہ گفتگو تہی۔ پہر ایاک نعبد و ایاک نستعین مین مخاطب بناکر
کلام کیا۔ پہر اہدنا الصراط الخ مین صیغہ متکلم بولا۔ اور یہہ صنعت زبان عرب مین نہایت محمود ہے۔ تاکہ ایک طرح کے کلام سے دل پر
ملال نہ آجاوے جیسا کہ امرء القیس عرب کا مشہور شاعر اپنے ان اشعار مین اس صنعت کو استعمال کرتا ہے ؎ تطاول لیلک بالاثمد + ونام الخلی ولم
ترقد + وبات وباتت لہ لیلۃ + کلیلۃ ذی العائر الارمد + وذلک من نبإ جاءنی + وخبرتہ عن ابی الاسود + کلام کے اسلوب بدلنے سے نشاط
خاطر پیدا ہوتا ہے کہ جسکو ہر صاحب ذوق سلیم جانتا ہے۔ اور یہہ کلام مین ایسا ہے کہ جیسا کہانے مین نمک۔ اور انہین خوبیون سے عرب قرآن سنکر
وجد مین آتے اور آنکہون سے آنسو بہاتے تہے روایت ہے کہ ہجرت سے پہلے مکہ مین جب چند لوگ ایمان لائے تہے او مشرکین کے خوف سے
بیچارے ایماندار بلکہ سید الابرار پوشیدہ رہتے تہے او جسطرح شہر یروشلم مین حضرت عیسی علیہ السلام اور اونکے حواریون پر ہر طرف سے مار مار اور
طعن و تشنیع کی بوچہاڑ تہی یہی حال مکہ مین حضرتؐ اور صحابہؓ جانباز کا تہا۔ مگر حضرت ابو بکر صدیقؓ چونکہ بڑے تاجر تہے لوگ انکا لحاظ رکہتے تہے
اسلئے گہر سے باہر ایک چبوترہ تہا اوسپر بیٹہکر حضرت صدیق اکبر نہایت درد سے قرآن مجید پڑہتے اور اوسکے اثر جان گداز سے شمع کی طرح
روتے تہے۔ ایک تو قرآن مجید کی وہ روح کو کپکپا دینے والی نئی نئی باتین رستہ چلنے والی عورتون اور مردون اور بڈہون اور بچون
کے کان مین پڑتا اسپر صدیق اکبر کا درد اور اصلی لب و لہجہ سے پڑہنا شعر وصف اُس بت کا او بیان اپنا تہا رقیب ہوگیا راز دان
اپنا + پہر تو جو سنتا تہا کہڑا ہو کر سر دہنتا تہا۔ ایک ازدحام اور مجمع خاص و عام ہو جاتا تہا جو سخت منکر ننگی تلوار لیکر مارنے
آتے تہے آنکہون سے آنسو پونچہتے جاتے تہے جسکا یہہ اثر ہوا کہ ہر روز بہت سی عورتین اور بہت سے مرد
ایمان لاتے تہے اور اوسپر مخالفون کی ہر قسم کی اذیت اٹہاتے تہے۔ کوئی دہوپ مین چونچا کیا جاتا ہے کسی پر

کوڑے پڑ رہے ہین - کیسکو مار پٹ رہی ہے - کوئی جلاوطن کیا جاتا ہے کوئی جانسے مارا جاتا ہے - میان سے بی بی اس بارہ مین لڑ رہی ہے - میان بی بی کو سمجہارہا ہے - مگر دلمین قرآن کا اثر روزافزون اور عشق الہی مین ہردم حالت دگرگون ہے - نہ کسی قسم کی تکلیف کا ڈر نہ جلاوطنی کا خوف وخطر - یہہ حال دیکہکر لوگون نے یہہ کہا کہ ابوبکر جادوگر ہے جلنے یہہ کیا پڑہتا ہے کہ جو نہایت پر اثر ہے لہذا صدیق اکبر رض کو بہی مکہ سے نکالدیا - الغرض قرآن مجید کے اس اثر سحر سے تمام عرب مین کہلبلی پڑگئی - جہان چند صحابہ نے جاکر قرآن کی منادی کی وہین ہزارون سرکش ودیب پرست سنکر لوٹ پوٹ ہوگئے اور جب چند صحابہ ملک حبشہ مین گئے اور وہان کے بادشاہ نجاشی نے کہ جو اہل کتاب کا بڑا عالم تہا قرآن سنا اسکا اور اوسکے ارکان دولت کا دل و روح ایمان سے بہر گیا - اور سب ارباب جلسہ بے اختیار رونے لگے - اسیطرح جہان جہان قرآن پہنچا وہین اسنے اپنا اثر دکہایا - اسلیے چند سال مین مشرق سے غرب تک اکثر سرسبز سلطنتون مین اسلام پہیل گیا - افسوس متعصب پادری شیوع اسلام تلوار کے زور سے بتاکر اسلام پر عیب لگاتے ہین اب ہم قرآن کا مقابلہ اور کتابون کے کرتے ہین اور الحمدللہ کی سات آیتون کے مقابلہ مین ہر کتاب کے سات جملہ لکہکر دکہاتے ہین کہ کونسا کلام خدا کا ہے -

رات محفل مین ہر اک مہ پارہ گرم لاف تہا ۔ صبح کو خورشید جو نکلا تو مطلع صاف تہا ۔ مقابلہ

توارات	زبور	دساتیر	رگوید	انجیل	قرآن مجید
کہ جسکو بقول اہل کتاب حضرت موسیٰ کے صدہا سال بعد علماء یہود نے جمع کیا - اور جسطرح کوئی کسی مردہ کی ہڈیان جمع کریکے اسکا نام دہی رکہے - اسیطرح اس مجموعہ کا نام توارات رکہا - مطبوعہ مرزاپور ناریتہ انڈیا ۱۸۷۴ء	بقول اہل کتاب اسکے مصنف کا ابتک صحیح پتا نہین کہ حضرت داؤد علیہ السلام یا کوئی شخص ہے - مطبوعہ مطبع مذکور	کہ جنکو ساسان پنجم نے پارزندی زبان سے دری مین ترجمہ کیا - مطبوعہ مطبع سراجی دہلی سنہ ۱۲۸۰ ہجری	کہ جسکو بیاس جی شاگرد زردشت نے لوگون کے بلمنتر لیکر جمع کیا - ترجمہ لچہمن پرشاد اسس دہلوی - مطبوعہ دہلی سنہ ۱۸۷۳	یہہ بقول نصاری چار شخصون امتی - مرقس - لوقا - یوحنا نے حضرت مسیح کے بعد تاریخ کے طور پر اونکے حالات کو جمع کیا - مطبوعہ مطبع مرزاپور سنہ ۱۸۶۹ء	عرب مین شہر مکہ اور مدینہ مین جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء پر بواسطہ جبرئیل علیہ السلام خدا کی طرف سے کہ بلا تغیر حرف اہل اسلام مین موجود ہے -
باب اول ابتدا مین خدا نے آسمان کو اور زمین کو پیدا کیا -	اول زبور مبارک وہ آدمی ہے کہ جو شریرونکی صلاح پر نہین چلتا - اور خطاکارون کی راہ پر کہڑا نہین رہتا - اور ٹہٹہا کرنے والون کے مجلسہ مین نہین بیٹہتا -	بنام ہہ یزدان ارنس خوی بہ ورنستہ گمراہ کنندہ وبراہ ناخوب برندہ رنج دہندہ آزار رسانندہ -	مین اگنی دیوتا کی اچہہ ہوم کا بڑا گرو کا رکن ورتہی دیوتا و بخور تارین پہنچانیوالا اور بڑا ثروت والا ہے - تعریف کرتا ہون یعنی مین اگنی کی ستائیش کرتا ہون -	یسوع مسیح ابن داود ابن ابرہام کا نسب نامہ -	بسم اللہ الرحمن الرحیم شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور رحیم ہے الحمد للہ رب العالمین سب خوبیان اللہ کو کہ جو تمام عالم کا پرورش کرنیوالا -
(۲) اور زمین ویران اور سنسان تہی اور گہراؤ کے اوپر اندہیرا تہا اور خدا کی روح پانیون پر جنبش کرتی تہی -	(۲) بلکہ خداوند کی شریعت مین مگن رہتا اور دن رات اوسکی شریعت مین سوچا کرتا ہے	(۲) بنام ایزد بخشایندہ بخشائش گر مہربان دادگر	(۲) ایسا ہو کہ اگنی جسکے حمد زمانہ قدیم اور زمانہ حال کی رشی کرتے چلے آتے ہین دیوتاؤن کو اس طرف متوجہ کرے -	(۲) ابراہیم سے اضحاق پیدا ہوا - اور اضحاق سے یعقوب پیدا ہوا - اور یعقوب سے یہوداہ اور اوسکے بہائی پیدا ہوے	(۲) الرحمن الرحیم جو نہایت مہربان اور رحیم اور جزا کے دن کا مالک
(۳) اور خدا نے کہا کہ اوجالا ہو اور اوجالا ہوگیا	(۳) سو وہ اوس درخت کی مانند ہوگا کہ جو پانی کی نہرون کے کنارے پر لگایا جاوے اور اپنے وقت	(۳) بنام یزدان	(۳) اگنی کے وسیلے سے پوجاری کو ایسی آسودگی حاصل ہوتی ہے جو روز بروز بڑہتی ہے -	(۳) اور یہوداہ سے پہارس اور زارح سے تمر کے پیٹ سے پیدا ہوے - اور پہارس سے	(۳) مالک یوم الدین اور جزا کے دن کا مالک ہے

* رگوید ستہتا اشٹک اول ادہیاے اول (۱) انوواک (۱) سکت (۱) اول منڈل اول سکت یعنی منتر اگنی کی تعریف مین ہے رشی مصنف مدہو چہندا رشی وسوامتر کا بیٹا ہے وزن گایتری ورگ ۱۱

تورات	زبور	دساتیر	رگوید	انجیل	قرآن مجید
	میوہ لاوے جسکے پتے مرجہاتے نہین۔ اور اپنے ہر ایک کام مین سپولتا پہلتا رہیگا۔		جاتی ہے اور جو شہرت کا سرچشمہ اور انسان کی نسل کشی بڑہانیوالی ہے ۱۲	حصروم پیدا ہوا۔ اور حصروم سے آرام پیدا ہوا۔	
(۴) اور خدا نے اوجالے کو دیکہا کہ اچہا ہے اور خدا نے اوجالے کو اندہیرے سے جدا کیا۔	(۴) شریر ایسے نہین بلکہ وہ بہوسی کی مانند ہین جسے ہوا اُڑا لیجاتی ہے۔	(۴) این بود اینزد نتوان دانست چنانکہ ہست جز او کہ یارد (یعنے حقیقت وجود خدا تعالی کو سوا اوسکے اور کوئی نہین جان سکتا۔	(۴) اے اگنی یگ جسکو کوئی نہین روک سکتا اور جسکی تو ہر طرف سے رکشا کرنیوالا ہے تحقیق دیوتاؤن کو پہونچتا ہے۔	(۴) اور آرام سے عمینداب پیدا ہوا۔ اور عمینداب سے نحسون پیدا ہوا۔ اور نحسون سے سلمون پیدا ہوا۔	(۴) اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہین اور تجہہی سے مدد مانگتے ہین۔
(۵) اور خدا نے اُجالے کو دن کہا اور اندہیرے کو رات کہا سو شام اور صبح پہلا دن ہوا۔	(۵) سو شریر عدالت مین کہڑے نہو سکینگے نہ خطاکار صادقون کی جماعت مین	(۵) ہستی و یکتائی و کسی سراسر فروزہا آورند گوہر اوست و از وبیرون نیست۔ (یعنے اوسکی ہستی اور تمام صفات اوسکی ذات کے عین ہین)	(۵) ایسا ہو کہ اگنی جو نذرونکا پہنچانیوالا اور علم کا حاصل کرنیوالا اور سچا نامور دیوتا ہے مع دیوتاؤن کے یہانتک آوے۔	(۵) اور سلمون سے بوعز راحت کے پیٹ سے پیدا ہوا اور بوعز سے عوبید روت کے پیٹ سے پیدا ہوا اور عوبید سے یسی پیدا ہوا۔	(۵) اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ہمکو سیدہی راہ پر چلا۔
(۶) اور خدا نے کہا کہ پانیون کے بیچ فضا ہووے۔ اور پانیون کو پانی سے جدا کرے۔	(۶) کیونکہ خداوند صادقون کی راہ جانتا ہے پر شریرون کی راہ نیست و نابود ہوگی۔ {یہانتک اول زبور تمام ہوا}	(۶) نخبز آغاز و انجام و انباز و دشمن و مانند و یار و پدر و مادر و زن و فرزند و جا و سوے و تن و تن آسا و تنائی و رنگ و بوہست۔ یعنے خدا تعالی ابتدا و انتہا دشمن اور شریک اور ماور پدر جسم و رنگ و بو سے پاک ہے۔	(۶) اے اگنی جسقدر تیرے سے ہوسکے اپنی نذر دینے والے کو فائدہ پہونچا وہ یقینا تیرے پاس آئیگا اے انگرا واپس آوے گا	(۶) اور یسی سے داؤد بادشاہ پیدا ہوا۔ اور داؤد بادشاہ سے سلیمان اس سے جو اوریاہ کی جورو تہی پیدا ہوا۔	(۶) صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْہِمْ راہ اون لوگونکی کہ جنپر تونے انعام کیا۔
(۷) تب خدا نے فضا کو بنایا اور فضا کے نیچے کے پانیون کو فضا کے اوپر کے پانیون سے جدا کیا اور ایسا ہی ہوگیا۔ اور خدا نے فضا کو آسمان کہا۔ سو شام اور صبح دوسرا دن ہوا		(۷) زندہ و دانا و توانا و بے نیاز و داوگر و بخشودن و دیدن و بودن آگاہ است (یعنے خدا زندہ اور دانا اور لاشریک اور سنتا اور خبردار ہے ۱)	(۷) اے اگنی ہم ہر روز صبح اور شام اطاعت کے ساتھ تیرا دہیان کرکر تیرے پاس آتے ہین۔	(۷) اور سلیمان سے رحبعام پیدا ہوا اور رحبعام سے ابیاہ پیدا ہوا۔ اور ابیاہ سے آسا پیدا ہوا۔	(۷) غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْہِمْ وَلَا الضَّالِّیْنَ نہ انکی کہ جنپر غضب نازل ہوا نہ گمراہون کی آمین۔
		اسکے بعد بطرز حکماء یونان خدا تعالے سے عقل اول کا پیدا ہونا اور اوس سے عقل دوم اور نوین آسمان کا پیدا ہونا لکہا ہے۔ اور اسی طرح آسمانون کے عدم خرق والتیام پر دلائل لایا ہے مگر اسکلام مین بہی چند نظر ہین۔			اس سورۃ کو مع اُن تمام اسرار کے ملاحظہ کرنا چاہئے کہ جو اوپر بیان ہوئے۔ اور اوسکے سوا اور بیشمار اسرار ہین کہ جنکو مین نہین جانتا اور جو جانتا ہون تو بیان کرنے سے عاجز ہون کہ جنکو اولیا امت اور اہل باطن جانتے ہین اور وہ سب اسرار ان لفظونسے ذرا تامل کرنے سے بے ساختہ منکشف ہوتے چلے جاتے ہین فقط

(۱) یہ کہ سب ترجمہ ساسان

توراۃ

(٨) اور خدا نے فضا کو آسمان کہا سو شام اور صبح دوسرا دن ہوا

(٩) اور خدا نے کہا کہ آسمان کے نیچے کے پانی ایک جگہ جمع ہوئین کہ خشکی نظر آوے اور ایسا ہی ہو گیا -

(١٠) اور خدا نے خشکی کو زمین کہا اور جمع ہوئے پانیونکو سمندر کہا - (یہانسے لیکر ٢٦ آیت تک سبزیوں کی گہانس درخت اور جانداروں اور باقی دنون کا بیان ہے -

(٢٦) تب خدا نے کہا کہ ہم انسانکو اپنی صورت اور اپنی مانند بناوین الخ

(٢٧) اور خدا نے انسانکو اپنی صورت پر پیدا کیا الخ (باب دوم)

(٨) اور خداوند نے عدن مین پورب کی طرف سے ایک باغ لگایا اور آدم کو جسے اوسنے بنایا تہا وہان رکہا الخ -

(١٠) اور عدن سے ایک ندی باغ کے سیراب کرنے کو نکلی اور وہان سے تقسیم ہوکے چار سرے نہرون کے بنے -

(١١) پہلی کا نام فیسون جو حویلہ کی ساری زمین کو گہیرتی ہے وہان سونا ہوتا ہے -

(١٢) اور اوس زمین کا سونا اچہا ہے - اور وہان موتی بہی ہین -

(١٣) دوسری نہر کا نام جیحون ہے جو کوش کی ساری زمین کو گہیرتی ہے +

(١٤) اور تیسری نہر کا نام دجلہ ہے جو آسور کی پورب جاتی ہے -

(١٥) اور چوتہی نہر کا نام فرات ہے الخ فقط

زبور

یہان بہی کچہہ کلام ہے

(١) یہ کہ اسمین کچہہ شک نہین کہ یہ کلام عمدہ ہے اور اسکو الہامی کہہ سکتے ہین مگر اسمین جو کچہہ ہے صرف شریعت پر عمل کرنے کی تاکید ہے مگر جسقدر تاکید اور جو خوبی اہدنا الصراط المستقیم مین ہے (کہ شریعت کے نتیجہ کو مشاہدہ کرا دیا ہے) اسمین سو مین ایک حصہ بہی نہین - علاوہ اسکے اور باقی مضامین سورہ الحمد کے مقابلہ مین تو کچہہ بہی اسمین بو بہی نہین پہر جو اسکو کلام الہی کہتے ہین انکو ضرور ہے کہ سورۃ الحمد کو بہی کلام الہی کہین نہ انصاف بعید ہے

(٢) یہ کہ اسکے مولف کا ابتک تحقیق حال معلوم نہین کہ کون ہے آیا حضرت داود ہین یا کوئی اور اور جو حضرت داود ہون تو اونکی نسبت سموئیل کی دوسری کتاب کے (١١) باب مین اوریاہ کی جورو کو زنا کرنا لکہا ہے - پہر جب انہون نے خود شریعت پر عمل نکیا تو اونکی بات کا کیا اعتبار رہا ؟

(٣) علیہا نیوں کے نزدیک تو یہ زبور بالکل لغو ہونی چاہئے - کیلئے کہ پولوس نے کہ جو انکے نزدیک بڑا رسول ہے اپنے اوس خط مین کہ جو گلیتونکو لکہا ہے اور جسکو عیسائی کلام الہی جانتے ہین اوسکے تیسرے باب مین شریعت پر چلنے والے کو بلکہ خود عیسی علیہ السلام کو ملعون لکہا ہے - چنانچہ اوسکے دس گیارہ و بارہویں جملہ مین اسکی تصریح ہے پہر اوسکے بموجب تو یہہ زبور کچہہ بہی نہین -

(٤) لیکن با این ہمہ اہل اسلام حضرت داود علیہ السلام کو سچا رسول اور بلکہ اوس کلام کو حق سمجہتے ہین - +

دساتیر

نجم کا ہے کہ جسنے زمانہ اسلام کا بہی دیکہا ہے اگر اوسنے اہل اسلام کی تقلید سے صفات باری مین کچہہ بیان کیا ہو تو کچہہ تعجب نہین چنانچہ اعوذ باللہ اور بسم اللہ کا ترجمہ شاہد عادل ہے

(٣) یہہ کہ جن کتابون کو ہم غیر الہامی کہتے ہین اوسنے یہہ مراد نہین کہ اون مین کوئی بات بہی حق نہین اور یہہ کیون کر ہوسکتا ہے -

شاید خدا نے ایران مین بہی انبیا بہیجے ہون اور انپر کتاب نازل کی ہو اور پہر انکی کتابون اور دین مین تحریف ہوگئی ہو (جیسا کہ توراۃ اور انجیل مین ہوئی) تو کچہہ تعجب نہین لیکن اس مضمون کو صرف

الحمد للہ رب العالمین الرحمن الرحیم مالک یوم الدین سے بہی کچہہ نسبت نہین کس لیے کہ الحمد مین برہان ترتیب سے خدا تعالی کی ذات اور جملہ صفات کا کامل ثبوت اور ہر نقص سے منزہ و تقدیس ہے کہ جسکو ہر منکر مجبور ہو کر تسلیم کرتا ہے - جیسا کہ اوپر بیان ہوا بخلاف نامہ مہ آباد کے کہ وہان منکر وجود باری کے مقابلہ مین کچہہ بہی بیان نہین اور نہ جملہ صفات مذکور ہین - صرف حکیمانہ طور پر صفت کے علم وغیرہ ہونے مین موشگافی کی ہے کہ جو منصب انبیا علیہم السلام سے بعید ہے -

پہر عقل اول اور اسکے سلسلہ سے تمام مخلوقات کا پیدا ہونا اور آسمانون کا خرق التیام کو قبول نکرنا لکہا ہے - وہ یا تو حکما یونان کی تقلید ہے - کہ جو سکندر کی فتحیابی سے ایرانیون پر غالب آگئی تہی یا ایجاد بندہ مگر سراسر غلط کہ جسکی اغلاط کو علما کلام نے (شرح مواقف و شرح مقاصد وغیرہما کتب مین) طشت از بام کر دیا - نہایت سے نہایت اس نامہ کو ہدایت الحکمت کی برابر سمجہا جاویگا - اور بس - باقی اور مضامین حکمت عملیہ و نظریہ جو الحمد مین ہین وہ یہان کہان نہ اسرار آخرت نہ عبادت الہی نہ اخلاق کی درستی نہ ہر امر مین ایک چلتی

(٣) اس دعوی پر کہ اس مجموعہ دساتیر کو

وید

(٨) ای اگنی جو نئی سروپ یگ کی رکشا کرنیوالی کو راستی کو فروغ دینے والی اور اپنے مکان مین کثیر ہونیوالی ہم تیرے پاس آئے ہین -

(٩) اے اگنی ایسی کر یا کرکہ ہم تجہہ تک آسانی سے پہونچ سکین جیسے فرزند باپ کے پاس جب چاہے جا سکتا ہے ہماری بہلائی کے واسطے ہمیشہ ہمارے ساتہہ رہو -

یہ بات تو ظاہر ہے کہ اس کلام کو الحمد سے کچہہ بہی نسبت نہین - بلکہ یہ سراسر توحید اور خدا پرستی کے مخالف ہے - شرک کی برائی اور بت پرستی اور عناصر پرستی کی قباحت اسوقت تہذیب یافتہ ہندووں کے دلون پر نقش کا لحجر ہو گئی ہے اب وہ زمانہ گیا کہ جو لوگ بتا اور مخلوق پرستی کی کتابونکو عزت کی نگاہون سے دیکہا جاوے جسیہہ کتاب اور اسکا مولف عقلمندونکے نزدیک نہایت تاریکی جہالت مین گرفتار ہے -

(٣) یہان سے معلوم ہوا کہ ہندون مین مشہور ہے کہ وید برہما کے منہہ سے نکلا ہے محض بے اصل بات ہے کہ جو وید کے ناواقفیت پر دلالت کرتی ہے کیا لیے کہ وید کے دو حصہ ہین اول حصہ کو نہ تہا کہتے ہین جسمین سنکت یعنے منترا اور دعا ئین جو مختلف رشیون یعنے مصنفون نے عناصر اور اندر وغیرہ کے مہا پینے ستائیش مین بنائے ہین یہہ حصہ اول تصنیف ہوا ہے اسکے بعد دوسرا حصہ برہمنا تصنیف ہوا ہے جسمین سنترون کے قواعد اور یگ وغیرہ رسوم کے اصل حالات اور منترون کے استعمال کے مواضع کہ اسکو فلان موقع پر آہستہ یا پکار کے پڑہنا چاہئے اور انکے متعلق کہا نیان اور ہرگز شتین ہین رگوید مین اترا یہ برہمنا

انجیل

(٨) اور آسا سے یہوسفط پیدا ہوا اور یہوسفط سے یورام پیدا ہوا اور یورام سے عزیاہ پیدا ہوا

—

(٩) اور عزیاہ سے یوتام پیدا ہوا - اور یوتام سے آخز پیدا ہوا - اور آخز سے حزقیاہ پیدا ہوا -

(١٠) اور حزقیاہ سے منسی پیدا ہوا اور منسی سے آمون پیدا ہوا - اور آمون سے یوسیاہ پیدا ہوا -

(١١) یوسیاہ یکونیاہ اور اوسکی بہائی بابل کو اٹہہ جاتے وقت پیدا ہوئے -

(١٢) اور بابل کو اٹہہ جانے کے بعد یکونیاہ سلتائیل پیدا ہوا اور سلتائیل سے زوربابل پیدا ہوا -

(١٣) زوربابل سے آبیود پیدا ہوا اور آبیود سے الیاقیم پیدا ہوا اور الیاقیم سے عازور پیدا ہوا -

(١٤) اور عازور سے صدوق پیدا ہوا اور صدوق سے اخیم پیدا ہوا اور اخیم سے الیہود پیدا ہوا -

(١٥) الیہود سے الیعزر پیدا ہوا - الیعزر سے متان پیدا ہوا اور متان سے یعقوب پیدا ہوا -

(١٦) یعقوب سے یوسف پیدا ہوا جو شوہر تہا مریم کا جس سے یسوع جو مسیح کہلاتا ہے پیدا ہوا

(١٧) پس سب پشتین ابرہام سے داود تک چودہ ہین اور داود سے بابل جانے تک چودہ - اور بابل اٹہہ جانے سے مسیح تک چودہ پشتین ہوئین

(١٨) اب یسوع مسیح کی پیدائش یون ہوئی کہ جب اسکی مان مریم کی منگنی یوسف سے ہوئی تو انکے جمع ہونے سے پہلے وہ روح القدس سے حاملہ پائی گئی -

(١٩) تب اوسکے شوہر یوسف نے الخ چاہا کہ اسے چپکے سے چہوڑ دے الخ

توراة

اگرچہ اس توراة موجودہ مین اصلی توراة کی بہت سی باتین ہین کہ جنکا قرآن مصدق ہے مگر اس وقت مین اس کلام کی نسبت کہنا ہون

(۱) یہ کلام غلطی سے خالی نہین کیونکہ دوسری اور پہلی آیت مین یہ تصریح ہے کہ خدا نے زمین و آسمان پیدا کیا – اور زمین پر پانی اور اندہیرا تہا تہین اور ۶ آیتون مین پانیون کے اندر کی فضا کو آسمان کہا ہے تو یہ پہلی بات کے خلاف ہے اور پہر نوین آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ آسمانون کے پانی کو ایک جگہ جمع کرنے سے خشکی یعنے زمین پیدا ہوئی حالانکہ یہ بہی اول بات کے خلاف ہے اس کو صحیح طور پر قرآن نے بیان کیا ہے جیسا کہ آپکو آگے چلکر معلوم ہوگا ❊

(۲) یہ کہ خدا بے مثل اور بے صورت ہے پہر آدم کو اسکی مثل اور صورت پر بنانا تقدس ذات مین دہبہ لگاتا ہے –

(۳) یہہ کہ عدن کے شہر سے دجلہ اور فرات اور جیحون اور فیشون کا نکلنا بالکل غلط ہے – اول تو عدن سے کوئی نہر نہین نکلتی دوم دجلہ اور فرات اور جیحون کہا – یہ ایسی بات ہے کہ جسکی تفسیر مین اب تک تمام علما اہل کتاب حیران و سرگردان ہین – پادری لوگ جو مسلمانون سے سد ذوالقرنین پوچہا کرتے اور قرآن پر بیجا عیب لگایا کرتے ہین براہ مہربانی ان نہرونکا تو پتا بتلادین –

(۴) الہامی کتاب اور نبی کا یہ منصب نہین کہ وہ تاریخ بیان کیا کرے اور نہ یہ اہم کام ہے کہ جسکے لئے الہام و نبی کی ضرورت ہے بیان کیجائے کیونکہ ایسے امور کو عام مورخ بیان کرسکتے ہین شاید اسی ضرورت کو آریہ سماج فضول سمجہکر نبوت کے قائل نہین –

(۵) اگر یہ بہی تسلیم کیا جاوے اور اس مضمون کے نقصون سے چشم پوشی کیجاے اور اسکو حضرت موسی علیہ السلام کی وہی اصلی توراة مانا جاوے کہ جسکا قرآن مین ذکر ہے ! مگر پہر اسکو الحمد سے مضامین مذکورہ بالا مین کون سے مضمون مین ہمسری ہے – نہ اسمین خدا کی ستائش نہ اسکی ذات و صفات کا ثبوت قطعی نہ عالم آخرت اور نہ جزا و سزا کی بابت اشارہ نہ عبادت کا ذکر نہ شکر کا مطلق ذکر نہ نیک چلنی اور سیدہا روی کی ترغیب نہ پہلے لوگون کے رستے کی تحریص نہ برے لوگون کے طریق سے تحذیر پہر جو شخص اسکو کلام الہی اور الہامی کہے تو اسپر فرض ہے کہ قرآن مجید کو کیون کہے اور اس سے زیادہ صدق دل سے اس آسمانی کلام پر ایمان لاوے –

ہم اہل قرآن ہرا چہی بات اور کلام الہی کی تسلیم مین انکار نہین کرتے جو شخص اپنی کتاب کو الہامی ثابت کردیگے تو ہمارے سر آنکہون پر فقط

وساتیر

الہامی نہین کہہ سکتے – یہہ دلیل ہے کہ نامہ وخشور گلشاہ مین زحل ستارہ کی پرستش کا حکم اور اسکی ستایش مین یہہ کلمات ہین (۲۰) و این گونہ ستایی کیوانرا تا یا ور تو باشد بنام و نشان شناخت شناسایی چیز و یاد داشت در یافت فرازش کرد بزرگ پیکر گنبا پشکوہ خشندہ و بخشایندہ و بخشایشگر و دہشور داد گر الخ ۔ دیکہیے جو کلمات خدا تعالی کی نسبت تہے وہی اسکے حق مین بہی اطلاق کرد ئے – پہر نامہ وخشور ہوشنگ مین مریخ کی پرستش اور اسکی بڑی لمبی چوڑی تسبیح مذکور ہے – اور پہر نامہ وخشور تہمورس مین آفتاب کی بابت یہہ ہے – آفتاب را پرستید و اکہ خورشید باشد ہر موبد کہ اہرزید و بدان پرستاید ور این گونہ یعنے مین خورشید کو تیری اطاعت کا حکم دیا ہے تو اسکی ستائش کر آگے بہت کچہ ستائش مذکور ہے اسیطرح ماہتاب و دیگر ستارونکی پرستش اور ان سے استمداد اور دعا کرنا مذکور ہے اور نامہ وخشور ساسان مین ہاتہ پاؤن دہو کر دن مین تین یا چار یا دو بار شش کاخ کے آگے نماز پڑہنے کا حکم ہے اور شش کاخ ستارون اور آگ کو کہتے ہین چنانچہ خود کہتا ہے – قولہ پس بر تیغ ہر ۹ آبی و نماز بن و شش کاخ ستارگان اند و آتش کر فروغ گاہ اند با این ہر گاہ شش کاخ یعنے ستارے نظر نہ آئین یعنے جہان نظر نہ آئین اور آگ کو دیکہو تو اسکے آگے جہکو – آگے شش کاخ کی نماز کا ذکر بیان کرتا ہے –

باز وم ہر شش کاخ سر بر زمین گزارد و ہشیاری ہر زمین سپاسدار و اگر آتش باشد گو یزدا سپہر ردگار آورد نماز ہر ایزدان سپاسدار الخ اسیطرح آگے چلکر عناصر کی تعظیم و عبادت کا حکم دیتا ہے – الغرض جانورونکو ذبح نکرنا آگ اور ستارونکو پوجنا اور آفتاب کی پرستش کرنا اور ہر روز غسل کرنا اور عناصر کی عبادت کرنا وغیرہ دستور اسکا کہ جنکو ہنود بہی عمل مین لاتے ہین اور آگ جلا کر جگ اور ہوم کرتے اور اسکو پوجتے ہین جنکا ذکر وید بالخصوص رگوید مین موجود ہے – یہ سب دساتیر مین موجود ہے – سو یہ باتین ہند مین غالبا مہرسی بیاس جی جامع وید کے مروج کیے ہین – چنانچہ زرتشت مین اول سکندر کے ذریعہ سے علم کا یونان مین پہونچنا اور ایک یونانی کا زرتشت کے پاس آنا اور تعلیم پانا لکہکر جی کرت گوچہ ہندی کا تعلیم پاکر جانا اور پہر بیاس کا تعلیم پانا اور ہند مین جانا لکہا ہے – اکنون برہمنی بیاس نام از ہند آید بس دانا کہ بر زمین کم کسی بنسبت وی دل دارد کہ نخست از تو پرسید الخ

الغرض یہہ مخلوق پرستی اور صفت مجاہدات اور جگ اور ہوم کرنا وغیرہ

وید

نہایت مشہور ہے جسمین اس وقت کے بہت سے قصّے جمع ہین – اور بیشتر گل بنگالی اور بد رمنیر کے سے وہ فسانے ہین کہ جو خیالات اور توہمات پر مبنی ہین – دوسرا اتہرا وید اسکا نام اس کا بہی یہ ہے جسمین بیاز قیاس باتین اور سحر کا ستا پایا تہا برہما جو وہ جلد مین تہا – جسمین از تہارہے اصل قصے ہین جنسکہ سوتے وقت بوڑہیان کہانیان کہکر بچونکو بہلا یا کرتی ہین – اس قسم کی کہانیان ہمین ہین باقی شاید اور الہی ہین وید مین بہت کم برہمنا زمینا پہر صد ہا سال بعد پنڈتون نے ان وید کے بعد برہمنا ہنا مین رسالے تتمہ یا ضمیمہ کے طور پر لگادیے ہین انکو اوپنشد کہتے ہین – اور اسیطرح علم نجوم اور علم موسیقی اور تدبیر قواعد کے رسالے کہ جنکو ویدانگ کہتے ہین دیگر ضمیمہ ہین – انکی تصنیف زمانہ وہ ہے کہ جب ہندوون مین کسی قدر شائستگی نے ظہور کیا تہا –

سب سے قدیم رگوید ہے اسکے ہزار سے زیادہ سکت ہین – اور دس ہزار چار سو پچیس کل منتر ہین آٹہہ کہنڈون یا اشٹکون (حصہ) پر منقسم ہین – اور ہر کہنڈ یا اشٹک مین آٹہہ اودہیائی ہین

انجیل

یہان چند ابحاث ہین –

(۱) یہ کہ اس تمام نسخہ مین نہ خدا کی حمد ہے نہ اسکی ذات و صفات کا ثبوت ہے نہ عالم آخرت کے احوال ہین نہ عبادت و استعانت نہ امرا آخرت نہ عبادت الہی نہ اخلاق کی درستی نہ ہر امر مین نیک چلنی کا ذکر ہے – نہ اوحکم دعوی رہنمائی دین مین مستقامت اور صراط مستقیم کا اشارہ ہے نہ اسکے پہلے برے لوگون کے حالات عبرت انگیز نصیحت خیز اسلئے اسکو سورۃ الحمد سے کچہہ بہی نسبت نہین –

(۲) قطع نظر اسکے کہ اس کو سورۃ الحمد سے کچہہ بہی نسبت نہین فی نفسہ یہہ کلام اسیا قابل نہین کہ اسکو الہامی کہا جاوے اور اسکی تصنیف کو ابراہیم خیال کرکے الہامی کی ضرورت مانی جاسکے – عام تاریخون مین جس طرح نسب نامہ ہین اسیطرح یہ بہی ہے – اگر وہ الہامی ہین تو یہ بہی ہے اور وہ نہین تو یہ بہی نہین کوئی خصوصیت اسمین نہین –

(۳) یہ نسب نامہ غلط ہے کیونکہ حضرت مسیح علیہ السلام مین عیسائی لوگ دو جہت مانتے ہین ایک لوہیت – دوسرے انسانیت – جہت اول سے تو یہ نسب نامہ قطعی غلط ہے کیونکہ حضرت مسیح کی جہت لوہیت یوسف و یعقوب علیہ السلام

وساتیر

وغیرہ سب کا سرچشمہ
دساتیر ہین پس یہہ
وساتیر اور وید
تو اس قابل بہی
نہین کہ انکو موحدین
کی کتابون کی فہرست
مین لکہا جائے
کیونکہ محض شرک
ہے اور بُری تعلیم
ہے کہ جسکو عقل و
نقل رد کرتی ہے
فقط

[illegible]

وید

ہر منتر نظم ہے اوسکا جدا گانہ وزن اور علیحدہ مصنف ہے اور ہر منتر مین ایک یا دو دیوتا
کی مدح ہے - چنانچہ اس رگوید کے ایک سو اکیس[1] منترون مین ۳۴ صرف آگ کی
تعریف مین ہین - اور اسکے مصنف مدہوچن داس اور اسکا بیٹا جٹری - اور مدہاتی
کا نواکا بیٹا وغیرہ ہین - اور کہین کہین اگنی کے ساتہ اور دیوتاؤنکی بہی مدح - اور
۵۴ میں اندر کی مدح اور اہمن پینہ ستائش ہے - اور بقایا باقی منترون کے باوجود منتر مرتو یعنے ہوا کے
دیوتاؤن کی تعریف مین ہین - کہ جو اندر کے ہمراہی ہین اور گیارہ آسو نون کی تعریف
مین کہ جو سورج کے پوتر ہین - چار صبح کے دیوتا کی تعریف مین باقی اور دیوتاؤن
کی مدح مین ہین - اور دوسرے منڈل کے منتر گرتسمدا سنا ہوترا کے فرزند
کی تصنیف جو انگرا کے خاندان مین تہا - تیسرے منڈلا کے منتر وشوامترا اور اور
اوسکے بیٹون یا رشتہ دارون کی تصنیف ہین اور شخص جمدگنی جو رام چندر کا اوستاد ہے
چوتہے منڈل کے منتر وامادیوا کی تصنیف ہین - پانچوان منڈل آتری اور اسکے
فرزندونکی طرف منسوب ہے - چہٹے مصنف کا بہاردواج ہے اور ساتوین
کا وسشٹہا اور اسکی اولاد ہے - ان سب منترون یعنے اشعار کو کر (جنکو عناصر اور
غیر مرئی چیزون اور آفتاب سے مدد مانگے اور دشمنوں پر فتح پانے اور اسکے
محامد کے بیان مین مختلف شاعرون نے بنایا تہا کہ جو ہنود کے نزدیک رشی کامل
اتہو رکہے جاتے تہے) پراسر عابد کے بیٹے کرشنا دوایپایانا نے کہ جسکو بیاس
یعنے بیاس جی کہتے ہین کورون پانڈون کے زمانہ مین جمع کیا اور مرتب کر کے انکا
نام وید رکہا - اور ویاسا کے معنے ترتیب دینے والے کے ہین - غالباً بعد
فتح پانڈون کے راجہ یدہشٹر نے اس کام مین بیاس کو مصروف کیا ہے اور اسکے
علاوہ اور بہی پنڈت جو اوس زمانہ مین مختلف منترون سے واقف تہے منتہا نے
منترون کے مجموعہ کے تیار کرنے مین حسب تفصیل ذیل مصروف تہے - پیلہ رگوید
کے اور ویشمپاین یجروید کے اور جیمین شام وید کے اور سمنتو اتہروید کے جمع کرنے پر
مصروف تہا اور کچہہ عجب نہین کہ بیاس جی اونکے مہتمم اور سرپرست ہون -
ہرچہ باشد اسمین کوئی شک نہین کہ کوئی وید ایک شخص خاص کی تصنیف نہین نہ ایک زمانہ
مین تصنیف ہوا چہ جائے کہ برہما کی تصنیف ہو کوئی لکہا پڑہا ہندو بہی قائل
نہین - عوام کا کیا اعتبار ہے پس جب اصل الاصول وید الہامی کیا بلکہ روشنی علم
زمانہ کی بہی تصنیف نہین نہ کوئی الہامی اور عاقلانہ بات اسمین ہے تو پہر اس کتاب
کو نجات کا مدار جانکر پرانی جہالت کے خیالات اور توہمات مین گرفتار ہو نام کے
کے بعد بڑی حسرت اٹہانے کا سامان ہے نعوذ باللہ اور جب وید کا یہہ حال ہے
تو اوسکے بعد جو پران اور دیگر پستک انہین خیالات کے بنا، فاسد پر بنائے
گئے اور اوسکا نام دہرم رکہا گیا ہے اور جگ کرنا اور آگ جلا کر دیوتاؤن
کی نذرون کے لئے کہ گہیون مین گہی ڈالنا اور رگوید کے یہہ منتر
پڑہ کر دنیا و آخرت کی بہلائی تلاش کرنا خیال خام
اور تقلید عام ہے *
تمام ہوا وید فقط

انجیل

یا اور کسی انسان سے کچہہ بہی علاقہ نہیں رکہتے بلکہ معاذ اللہ خدا کے بیٹے ہین
تب یون کہنا تہا کہ مسیح جبرئیل کا بیٹا خدا اکا پوتا یا بالعکس - اور دوسری
جہت سے بہی غلط ہے کس لئے کہ انسانیت کے طور پر نسب حمل سے ثابت ہوتا
ہے - اور مسیح علیہ السلام تو حضرت مریم کے پیٹ مین یوسف کے پاس آنے سے
پیشتر کو اریپنے مین پائے گئے تہے جیسا کہ خود اسی متی کے (۱۸) جملہ سے
صاف ظاہر ہے اور یہہ احتمال ہو نہین سکتا کہ یہ نسب نامہ حضرت مریم کا ہے -
کیونکہ مریم یوسف کی بیٹی نہین بلکہ بیوی تہیں -
(۴) اگر یہہ نسب نامہ صحیح فرض کیا جاوے تو لازم آوے کہ حضرت عیسیٰ
(خدا اور خدا کے بیٹے تو کجا) بلکہ اسکی جماعت سے بہی باہر کئے جاوین
کیونکہ کتاب استثنا ۲۳ باب کے اول ہی مین یہہ ہے (کہ حرامی بچہ
خداوند کی جماعت مین داخل نہووے - اسکی دسوین پشت تک
خدا کی جماعت مین شامل حال نہو الخ (۳) کوئی عمونی یا موابی الخ)
ہمیشہ تک خدا کی جماعت مین شامل نہووین الخ) اور حضرت داؤد
کا باپ یسی اور اوسکا باپ عوبید ہے کہ جو بوعز کے نطفہ سے روت کے
شکم سے پیدا ہوا تہا کہ جو موابی ہے جیسا کہ کتاب روت کے چوتہے باب مین
ہے اور اوسپر لطف یہ ہے کہ بوعز راحاب فاحشہ کے پیٹ سے
پیدا ہوا ہے اور راحاب کا فاجرہ ہونا کتاب یشوع کے ۲ باب سے
ظاہر ہے - کہ پہارس کہ جنکو حضرت مسیح کے نسب نامہ مین یہودہ کا بیٹا لکہا
ہے وہ تمر کے پیٹ سے زناکاری سے پیدا ہوئے ہین جیسا کہ کتاب
پیدائش کے ۳۸ باب مین تصریح ہے کہ یہودا نے اپنی بہو تمر سے زنا کیا جس سے
پہارس پیدا ہوا - پہر اسیطرح حضرت سلیمان اوریاہ کی جورو سے پیدا ہو
ہین کہ جسنے داؤد سے زنا کرایا - خیال کیجے کہ مسیح کے نسب نامہ
مین کیسے پاک دامن لوگ ہین -
(۵) اس نسب نامہ مین اور بہی اغلاط ہین - اول[1] یہہ کہ اگر خود ابرہیم
کو اور داؤد کو شمار کرین تو اول قسمت مین اور دوسری مین
چودہ چودہ نام آجاتے ہین مگر تیسری قسمت جو سلت ایل سے شروع
اور یوسف پر تمام ہوتی ہے اوسمین کل بارہ شخص ہین - اور جو خود حضرت
مسیح کو بہی ملاوین تو بہی تیرہ ہوتے ہین چودہ نہین جسکا دل چاہے شمار کرلے -
پادری عماد الدین نے یکونیاہ کو دو بار گنکر ڈہکوسلا کی سی ہیرا پہیری کی ہے
مگر غلط اس انجیل مین غلطی کا ضرور رد ہے لگتا ہے - دوسری[2] قسمت
جو سلیمان سے شروع ہو کر یکونیاہ پر ختم ہوتی ہے متی نے اسکی چودہ
گنوائی ہین - حالانکہ یہہ صریح غلط ہے - بلکہ اول کتاب تواریخ کے ۳ باب
مین اٹہارہ شخص لکہے ہین اگر انجیل متی غلط نہین تو کتاب تواریخ کہ جسکو
تمام عیسائی اور یہودی الہامی مانتے ہین غلط ہے -
(۳) متی نے سلت ایل سے زروبابل کا پیدا ہونا لکہا ہے حالانکہ

سوال یہہ تسلیم کہ جسقدر مذاہب اور انکی کتابونکا قرآن مجید سے مقابلہ کرکے دیکہا گیا سب مین اسلام کو من جانب اللہ اور دین الہی پایا جسمین خدا پرستی اور اسکی صفات کاملہ اور ملائکہ اور انبیاء اور قیامت پر ایمان لانیکی بڑی تاکید ہے اور انسانکی روح کی صفائی کی بابت اور دنیا مین ہر طرح سے نیک چلنی اور مرنے کے بعد جو کچہہ وہان پیش آتا ہے اوسکی بابت کامل بیان ہے اور اسکے مقابلہ مین یہہ سب مذاہب ناقص یا بالکل باطل ہین۔ مگر ہنوز اور صدہا مذاہب دنیا مین ہین جیساکہ دبستان المذاہب مین لکہا ہے اور انکے اصول جمیدہ بیان کئے ہین اسلئے ہنوز اسلام کا مقابلہ نہین ہوا ہے جائز ہے کہ وہ حق ہون۔ پوری تحقیق جب ہے کہ اونسے مقابلہ کرکے اسلام کا حق ہونا ثابت کیا جاوے ورنہ بطور تقلید اسلام کو حق ماننا پڑیگا جواب دنیا مین جسقدر مشہور و معروف مذاہب قدیم سے ہین وہ یہی مذاہب ہین کہ جنکی کتاب کو آپنے آنکہہ سے دیکہا باقی وہ جو صدہا مذاہب دبستان المذاہب مین لکہے ہین سب بااعتبار انہین کی شاخین ہین کیونکہ بہتر فرقے تو انہین اسلام کے لکہے ہین اور پہر ہندون کے بہت سے فرق جوگی اور سنیاسی وغیرہ لکہے ہین کہ جنکی ریاضات اور شعبدون پر صاحب دبستان لٹو ہوکر ہر مذہب پر منہ مین پانی بہر لاتے ہین اور ناظر کو شک مین ڈالدیتے ہین اور پہر آتش پرستون کے فریق کا بہت کچہہ بیان اور اپنا شوق عیان کیا ہے اور پہر کسی قدر یہود و نصاریٰ کے مذہب کا بیان ہے اور تحقیق کسی مذہب کی بہی حضرت کو میسر نہین ہوئی سنی سنائی باتین اور اپنے دیکہے ہوئے حالات بیان کردئے ہین نہ وید اونہون نے دیکہا اور نہ توراۃ نہ زبور نہ انجیل کو اسلام کے اصول مسائل مین کچہہ بیخبری سی بیان کرکے بے علمونکو حیرت مین ڈالدیا ہے اور ہمنے تو سب کے اصول بیان کردئے انکی فروع اور شاخون سے کیا غرض۔ البتہ حکماء یونان اور قدیم اہل مصر اور دہریون اور چینیون اور دیگر صحرائی قومونکا مذہب نہین بیان کیا۔ سو واضح ہو کہ حکماء مصر اور قدماء یونان ولکو اکب و عناصر پرست ہین۔ مصریون کے عقائد ہندؤن سے بہت ملتے ہین انکے ہان بہی بیل کو پوجتے ہین کہ جسکو ابیس کہتے ہین۔ اور اسی تقلید سے بنی اسرائیل نے بچہڑا بناکر پوجا تہا۔ چنانچہ یہہ باتین کتب تاریخ مین مذکور ہین اونکے پاس کوئی کتاب نہین تہی۔

اور دہریون کا نہ کوئی اصول ہے نہ مذہب وہ خدا تعالےٰ اور عالم آخرت کے منکر ہین سو یہہ بات ادلہ عقلیہ و نقلیہ سے باطل ٹہر چکی ہے۔ خود قرآن نے اسکو رد کردیا ہے۔ اور ایک مختصر سی بات ملحد صاحب کو مین بہی سناتا ہون کہ بہائی اگر نہ خدا ہے نہ قیامت نہ جزا نہ سزا تو ہمکو بہی کچہہ خوف نہین۔ غایۃ الامر نماز و روزہ طاعت و عبادت کا ثمرہ نہ ملا اور کسیقدر حرام لذتون سے مزہ نہ اوٹہایا تو کچہہ پروا نہین فقط دنیا کی تکلیف کیا اور مزا کیا۔ اور جو خدا تعالےٰ اور عالم آخرت سب کچہہ حق ہوا (اور قطعی ہے) تو کہئے تیرے لئے کیا خرابی ہوگی۔ اب تو محل خطر مین ہے یا ہم؟ اور چینیون کا مذہب بودھ ہے وہ بہی بت پرست ہین انکے ہان بہی کوئی کتاب ایسی نہین کہ جسکو وہ الہامی کہتے ہون۔ باقی بت پرست اور صحرائی قومین جیساکہ افریقہ مین رہین تو اونکا مذہب تو کیا سر ہے اونکو تو عقل انسانونکی فہرست مین ہی لکہتے ہوئے تامل ہے اب روئے زمین پر کوئی مذہب عقلاً و نقلاً اسلام کی برابر نہ نکلا۔ الحمد للہ علی دین الاسلام ؂

فضائل

اس سورۃ کے بیشمار ہین۔ بخاری وغیرہ محدثین نے ابی سعید بن معلی سے روایت کی ہے۔ کہ مین نماز پڑہ رہا تہا کہ مجکو نبی صلعم نے پکارا مین بوجہ نماز جواب نہ دے سکا۔ جب فارغ ہوکر حاضر ہوا تو آپنے فرمایا مینے تجکو بلایا تونے کیون جواب نہ دیا عرض کیا کہ حضور مین نماز مین تہا آپنے فرمایا ایسے وقت بہی رسول کا جواب دینا چاہئے کیونکہ اللہ فرماتا ہے يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ الآیہ۔ پہر آپنے فرمایا کہ دیکہہ مین تجکو مسجد سے باہر جانے سے پیشتر قرآن مین جو بڑی سورۃ ہے تعلیم کرونگا

---

(۱) مین اسبات کا نہایت شکر کرتا ہون کہ مینے اسلام کو تمام روئے زمین کے مذاہب سے ملاکر دیکہا اور کسوٹی پر اسکو لگایا۔ ہر طرح سے کہرا پایا۔ اور محققانہ طور پر مسلمان ہوا۔ اگر میرے ماں باپ مسلمان نہوتے اور قدیم سے میرے آباؤ اجداد حسنہ نہ پاتے آتے تو بہی مین از خود اسلام ہی کو اختیار کرتا۔ ان بہائیون پر ہزار افسوس کہ جو محض تقلید رسم اور نفسانیت سے اس نور کے زمانہ مین بہی باطل خیالات و غلط مذہب اڑے ہوئے ہین ۱۲ منہ

میرا ہاتھ پکڑ کر چلے جب آپ باہر ہونے لگے مین نے یاد دلایا آپنے فرمایا وہ سورہ الحمد ہے جسکی سات آیت ہین اور وہ قرآن عظیم ہے جو مجکو عطا ہوا صحیح مسلم وغیرہ کتب مین عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضرتؐ کے پاس جبرئیلؑ حاضر تھے کہ ایک فرشتہ آسمان سے نازل ہوا جبرئیلؑ نے کہا یہہ آج سے پہلے کبھی زمین پر نہ آیا تھا اُس فرشتہ نے کہا یا نبی اللہ مژدہ ہو کہ تمکو خدا نے وہ دو نور عطا فرمائے کہ جو تم سے پہلے کسی نبی کو نہین ملے ایک سورہ فاتحہ اور دوسرا اخیر سورۂ بقرہ ہے جو حرف اُن مین سے آپ پڑہینگے اُسکا ثواب ملیگا۔

دارمی اور بیہقی نے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سورہ الحمد ہر مرض کے لئے شفا ہے اور صحیح مسلم و نسائی وغیرہ کتابون مین ہے کہ صحابہؓ سانپ و بچھو کے کاٹے پر اور مجنون اور اہل صرع پر یہہ سورۃ پڑہکر دم کرتے تھے اُسیوقت مریض تندرست ہو جاتا تہا (جیسا کہ حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا ہے بیمار اُنکے ہاتھ لگانے سے تندرست ہو جاویگا)۔ یہہ معجزہ آنحضرتؐ کا ہر قرن مین متوارث ہوتا چلا آتا ہے چنانچہ اب بہی سورہ الحمد کا فجر کی سنتون و فرض کے بیچ مین اکتالیس بار ہر روز بسم اللہ کا میم الحمد کے لام سے ملا کر چالیس روز تک پڑہنا ہر کام کے لئے عمل مجرب ہے۔ اور بیمار کو دم کرکے پلانا اور چینی یا شیشہ کے برتن پر مشک و گلاب و زعفران سے لکہکر چالیس روز تک بیمار کو پلانا مجرب ہے۔ اور اسیطرح درد گردہ کے لئے ایک سانس سے گیارہ بار پڑہکر دم کرنا نہایت سریع الاثر ہے مگر اعتقاد کامل اور ہمت جازم شرط ہے۔ ترمذی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ آنحضرتؐ فرماتے ہین مجکو اُس ذات کی قسم کہ جسکے قبضہ مین میری جان ہے (یعنے خدا تعالے) سورۂ الحمد کی مثل کوئی سورۃ نہ توراۃ مین ہے نہ انجیل مین نہ زبور مین نہ قرآن مین۔ چنانچہ اس حدیث کی تصدیق ہمارے اُس مقابلہ سے بخوبی ہو سکتی ہے کہ جو ابہی ہمنے توراۃ و انجیل و زبور کو لکہکر کیا ہے حقیقت مین یہہ سورۃ ایک دریاے ذخار او مجمع اسرار بیشمار ہے۔ دنیا اور دین کے متعلق کوئی بات ایسی نہین کہ جو کامل طور پر اس سورۃ مین نہو۔ مگر کسیقدر فہم خداداد شرط ہے۔ ورنہ بہت سے عیسائی اور دیگر متعصب لوگ کہ جنکے انوار فطرت عداوت و قساوت سے مٹ گئے ہین وہ یہی کہتے ہین کہ پڑہتے وقت لفظون سے کوئی بات بہی سورۂ الحمد سے ہماری سمجھہ مین نہین آئی مسلمان لوگ اپنی ذکاوت خرچ کرکے یہ باریکیان پیدا کرتے ہین۔ الخ مین کہتا ہون نہین بلکہ یہہ سب باتین ظاہر الفاظ سے مستفاد ہین۔ اور ایسا ہی بہی آپ بہی تو روحانی تعلیم سے بہرہ یابی کا دعویٰ کرتے ہین ہم آپ کو بیس برس کی اجازت دیتے ہین اور تمام جہان کے لوگون سے مدد لینے کو بہی جائز رکہکر یہہ کہتے ہین کہ آپ بہی تو کبہی جملہ توراۃ و انجیل و زبور و بید و ساتیر سے اسقدر باتین پیدا کر دیجئے اور جو نہ کرسکو تو یقین کیجئے کہ یہہ خاص اعجاز قرآن ہے۔ اب مین اس سورۂ مقدسہ کی تفسیر سے فارغ ہوچکا مگر اسکے متعلق کئی بحث و باقی ہین کہ جنکا ذکر کرنا اس تفسیر مین بعض وجوہ سے نہایت مناسب ہے۔

بحث اول یہہ سورہ نماز مین پڑہی جاتی ہے اور ہر نماز مین اسکا پڑہنا (اُن خوبیونکی وجہ سے کہ جنکا اوپر ذکر ہوا) شرع نے ضروری کر دیا ہے تاکہ جس نماز مین یہہ سورۃ نہ پڑہی جاوے وہ فاسد یا باطل ہے چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین من صلی صلوۃ لم یقرأ فیہا بام القرآن فہی خداج ثلثا غیر تمام الحدیث رواہ مسلم کہ جسنے نماز مین الحمد نہین پڑہی وہ نماز ناقص ہے تین بار یہہ فرمایا۔ وعن عبادۃ بن الصامت قال قال رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم لاصلوٰۃ لمن لم یقرء بفاتحۃ الکتاب متفق علیہ کہ جسنے الحمد نہیں پڑہی اسکی نماز نہوئی۔ یہ مسئلہ تو سب کے نزدیک مسلم ہے کہ نماز میں الحمد کا پڑہنا واجب ہے۔ مگر جبکہ نماز جماعت سے ہو تو مقتدی کو بھی الحمد پڑہنا چاہیئے یا جماعت میں سے صرف امام کا پڑہنا سب مقتدیوں کی طرف سے کافی ہے ۔ حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور آنکے شاگرد امام ابو یوسف و امام محمد و امام مالک اور امام احمد اور اسحق اور سفیان ثوری اور ابن شہاب زہری اور ابراہیم نخعی اور عبداللہ بن مبارک اور قاسم بن محمد اور عبداللہ بن زبیر بڑے بڑے محدثین تابعین و صحابہ کبار کا یہ مذہب ہے کہ مقتدی الحمد نہ پڑہے بلکہ چپ رہے کر امام کی قرارت کو سنے اور ختم کرنے کے وقت آمین کہکر اپنی مشارکت ثابت کرے ان چند دلائل کی وجہ سے

دلیل ۱
(۱) اللہ تعالےٰ فرماتا ہے و اذا قری القرآن فاستمعوا لہ و انصتوا لعلکم ترحمون کہ جب قرآن پڑہا جاوے تو چپ ہو کر سنو تاکہ تمپر رحم ہو۔ بعض لوگ اسکے جواب میں کہتے ہیں کہ یہ خطبہ کے بارہ میں نازل ہوئی ہے یعنے خطبہ کیوقت چپ کرنا مراد ہے۔ مگر یہ جواب صحیح نہیں اولاً تو یون کہ یہ آیت مکیہ ہے اور خطبہ مدینہ میں کر جب جمعہ شروع ہوا تب مقرر ہوا ہے۔ چنانچہ اکثر مفسرین بالخصوص امام محی السنۃ بغوی شافعی اپنی تفسیر معالم التنزیل میں اسکے مقر ہیں۔ ثانیاً یون کہ گو خطبہ کے بارہ میں آیت کا نازل ہونا فرض کیا جاوے مگر بلحاظ عبارت کا ہوتا ہے نہ موقع نزول کا کس لیے کہ آیت سرقہ اور آیت لعان و دیگر آیات خاص اشخاص کے معاملون میں نازل ہوئی ہین مگر انکی عبارت پر لحاظ کرکے عام حکم جاری کیا جاتا ہے ثالثاً جب کہ خطبہ میں کہ جہان غالباً نصیحت حسب وقت ہوتی ہے سرتاسر قرآن مجید نہیں پڑہا جایا کرتا) چپ رہنا واجب ہوا تو جہان قرآن پڑہا جاوے اور حالت نماز اور توجہ الی اللہ ہو تو وہان بدرجہ اولیٰ سکوت کرنا چاہیئے

دلیل ۲
(۲) عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انما جعل الامام لیوتم بہ فاذا کبر فکبروا و اذا قرء فانصتوا رواہ ابو داؤد و النسائی و ابن ماجہ۔ یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا ہے کہ امام صرف اسلیے مقرر کیا گیا کہ لوگ نماز میں اسکا اقتدا کرین پس چاہیئے کہ جب وہ تکبیر کہے تو تکبیر کہو اور جب وہ قرآن پڑہے تو چپ ہو کر سنو۔

دلیل ۳
(۳) امام مسلم نے ابی ہریرہ اور قتادہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے و اذا قرء فانصتوا کہ جب امام پڑہے تو چپ کرو

دلیل ۴
(۴) امام مالک اور احمد اور ابوداؤد اور ترمذی اور نسائی اور ابن ماجہ نے ابوہریرہ سے روایت کی ہے کہ ایک جہری نماز میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (نماز سے فارغ ہو کر لوگونکی طرف متوجہ ہو کر) پوچھا کہ تم میں سے کسینے میرے ساتھ کچھ پڑہا ہے ایک شخص نے عرض کیا کہ ہان آپنے فرمایا کہ مین بھی کہتا تھا کہ مجھ سے قرآن پڑہنے میں کون جھگڑا کر رہا ہے پس جب لوگون نے یہہ سنا تو جن نمازون مین کہ پکار کر قرآن پڑہا جاتا ہے ان مین صحابہ امام کے پیچھے الحمد پڑہنے سے رک گئے ۔ انکے علاوہ اور بہت سی احادیث صحیحہ اس بارہ مین وارد ہین کہ جنکے ذکر کرنے کو ایک دفتر چاہیئے ۔ لیکن امام شافعی اور ظاہریہ کہتے ہین کہ گو امام کے ساتھ پڑہنا ممنوع ہے۔ مگر جب امام دم لیتا ہے بالخصوص تین سکتون مین مقتدی کو چاہیئے کہ الحمد پڑہ لے کس لیئے کہ مسلم نے روایت کی ہے کہ جب کسی نے ابوہریرہ سے پوچھا کہ امام کے پیچھے بھی الحمد پڑہین انہون نے فرمایا کہ اقرء بہا فی نفسک یا فارسی کہ اپنے دل مین پڑہ لے ۔ اس کا

جواب یہ ہے کہ اس سے مراد مضمون الحمد کو دل مین تصور کر لینا ہے نہ پڑہنا کس لئے کہ یہی ابوہریرہ پیشتر روایت کر چکے ہین کہ جب امام پڑہے تو حضرتؐ فرماتے ہین چپ ہو کر سنو پس یہان خلاف حکم حضرت کے کیونکر ابوہریرہ فتویٰ دیتے اور چپ کرنا مطلقاً حضرت نے فرمایا خواہ الحمد ہو یا کوئی اور سورۃ ہو سب کے چپ کرنا چاہیئے ۔ امام شافعی کے اور بھی دلائل ہین مگر وہ دلائل سابقہ کے مقابلہ مین کچھ بھی وقعت نہین رکھتے ۔ اسلیئے انکا بیان کرنا بیفائدہ سمجھتا ہون ازانجملہ یہ ہے کہ ابوداؤد اور ترمذی اور نسائی نے جہان امام کے پیچھے پڑہنے سے ممانعت روایت کی ہے وہان الحمد کو مستثنیٰ کر لیا ہے ۔ لاتفعلوا الا بفاتحۃ الکتاب فانہ لاصلوٰۃ لمن لم یقرء بہا واضح ہو کہ فریق اول کے (یعنی جو کہ امام کے پیچھے الحمد پڑہنا نماز مین درست نہین جانتے) دو قول ہین ۔ حضرت امام ابوحنیفہؒ اور ابو یوسف اور محمد تو مطلقاً منع کرتے ہین خواہ امام پکار کے پڑہے یا آہستہ ۔ کیونکہ

جو دلائل کہ امام کے پیچھے الحمد پڑھنے سے منع کرتے ہین وہ عام ہین سریہ اور جہریہ کی کوئی قید نہین - اور امام مالک اور امام احمد وغیرہما یہہ کہتے ہین کہ جب امام چپکے پڑھے یعنے صلوۃ سریہ مین تو مقتدی الحمد پڑھ لے کیونکہ امام سے منازعت نہین پائی جاتی اور فضیلت الحمد پڑھنے کی ملتی ہے اور اُن احادیث مخالفین پر بہی عمل ہوجاتا ہے اور یون خالی کہڑے رہنے سے کیا فائدہ ✤

بحث دوم - الحمد کے بعد آمین کہنا مسنون ہے خواہ اکیلا الحمد کو پڑہے خواہ امام کے پیچھے ہو خواہ نماز سے باہر ہو کیونکہ مسلم نے ابو موسی اشعری سے روایت کی ہے کہ نبی صلعم نے فرمایا ہے واذ قال غیر المغضوب علیہم ولا الضالین فقولوا آمین کہ جب امام غیر المغضوب علیہم و لا الضالین کہہ چکے تو تم آمین کہو اور بخاری اور مسلم نے ابو ہریرہ سے روایت کی ہے کہ نبی صلعم نے فرمایا ہے کہ جب امام آمین کہے تو تم بہی آمین کہو کس لیے کہ جسکی آمین ملائکہ کی آمین کے موافق پڑتی ہے تو اوسکے گناہ گزشتہ معاف کیے جاتے ہین - اور یہہ بہی ہے کہ سورہ الحمد مین خدا کی ثنا اور صفت کے بعد دعا ہے - اور دعا کے لیے آمین مہر الہی ہے کہ جس سے قبولیت کی اُمید زیادہ ہوتی ہے چنانچہ ابوداؤد نے ابو زہیر نمیری سے روایت کی ہے کہ ہم نبی صلعم کے ساتہہ باہر نکلے تو ایک شخص کو دعا مین نہایت تضرع کرتے دیکہا آپنے فرمایا اگر اسنے تمام کیا تو پالیا ساتہیون مین سے کسینے پوچہا کہ یا حضرت کا ہیکے ساتہہ تمام کرے فرمایا آمین کے ساتہہ ✤

آمین اسم ہے اُس فعل کا کہ جو استجب ہے یعنے قبول کر - صحیح بخاری مین ہے کہ عطا کا قول یہہ ہے کہ آمین دعا ہے الغرض آمین کے معنی قبول کر) ہین - یہہ لفظ مد الف اور قصر الف دونون سے جائز ہے - اور بالاتفاق یہہ لفظ قرآن کا جزو نہین بلکہ جسطرح عام دعاؤنکے بعد یہہ لفظ بولا جاتا ہے اسیطرح الحمد کے بعد بہی آمین کہنا بالاتفاق سنت ہے - لیکن صرف اسبات مین اختلاف ہے کہ آسکو آہستہ اور خفیہ کہنا بہتر ہے یا آواز سے کہنا اولی ہے امام ابو حنیفہ اور امام مالک و سفیان ثوری وغیرہم اکابر علما تابعین و تبع تابعین و صحابہ خفیہ کہنا اولے سمجہتے ہین چند دلائل سے (۱) اللہ تعالے فرماتا ہے اُدْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ۚ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ کہ اپنے رب سے تضرع اور خفیہ کرکے دعا مانگو اوسکو حد سے بڑہنے والے پسند نہین آتے اس آیت سے دعا کا خفیہ کرنا بہتر معلوم ہوتا ہے (کیونکہ تضرع و زاری آہستگی مین خوب پائی جاتی ہے اور یہی بات دعا مین اصل الاصول ہے) اور آمین دعا ہے جیسا کہ عطا نے فرمایا اور دیگر مواضع سے بہی ثابت ہوتا ہے (۲) بخاری اور مسلم کی احادیث مذکورہ (کہ جب امام غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو) اخفا پر دلالت کرتے ہین کیونکہ اگر امام پکار کر آمین کہتا تو مقتدیون کو معلوم ہوتا - پہر غیر المغضوب علیہم کا پتا دینا اور ملائکہ کے ساتہہ موافقت بتلانا کچہہ مفید نہین (۳) اور ابوداؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ اور دارمی وغیرہ نے سمرہ بن جندب سے روایت کی ہے کہ نبی صلعم دو سکتہ کرتے تہے سکتہ اذا کبر و سکتۃ اذا فرغ من قراءۃ غیر المغضوب علیہم ولا الضالین - ایک سکتہ جب کرتے تہے کہ جب تکبیر تحریمہ کرتے تہے (اس سکتہ مین تعوذ اور ثناء پڑہتے تہے) اور ایک سکتہ (یعنے چپ کرنا) اُسوقت کہ جب غیر المغضوب علیہم ولا الضالین پڑہکر فارغ ہوتے تہے (اسی سکتہ مین آمین کہتے تہے) پس اگر آنحضرت پکار کر آمین کہتے غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کے بعد چپ نکرتے بلکہ آمین پکار کر کہتے امام شافعی اور احمد بن حنبل وغیرہما علما یہہ فرماتے ہین کہ ذرا آواز سے آمین کہے تو بہتر ہے - کیونکہ وائل بن حجر سے ترمذی اور ابوداؤد اور دارمی اور ابن ماجہ نے روایت کی ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو غیر المغضوب علیہم ولا الضالین پڑہکر آمین کہتے سنا اور اپنی آواز کو بلند کیا اور اسیطرح ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ آمین سے مسجد گونج جاتی تہی (رواہ ابن ماجہ) لیکن اس قسم کی احادیث کا یہہ جواب ہے کہ صورت معارضہ پہلی احادیث کے معارضہ کی انمین صلاحیت نہین کیونکہ اُدہر قرآن اور صحیح حدیثین ہین اور ادہر صرف ایسی حدیثین ہین کہ جن مین محدثین کو کلام ہے - اور اسیلئے امام بخاری نے باوجودیکہ جہر آمین کا باب باندہا مگر ان حدیثون مین سے کسیکو بہی درج نکیا اُسکے نزدیک اُنکی صحت پر وثوق نہ تہا فقط قولوا آمین کو روایت کرکے بس کر گئے - اور قولوا سے کسی طرح جہر ثابت نہین ہوتا

ورنہ قولوا التحیات للہ الخ وقولوا ربنا لک الحمد (متفق علیہ) مین بھی جہر کا قائل ہونا پڑیگا ولم یقل بہ احد من العلماء دوم اگر انکی صحت بھی تسلیم کیجاے تو انکی یہہ توجیہہ ہوسکتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے احیاناً تعلیم کے لیے آمین کو آواز سے کہدیا ہوگا تاکہ لوگونکو آپکا آمین کہنا معلوم ہوجاے - چنانچہ بخاری اور مسلم نے قتادہ رض سے نماز ظہر کی بابت یہہ روایت کی ہے کہ یسمعنا الآیۃ احیاناً الحدیث کہ کبھی آنحضرت کوئی آیت ہمکو سناکر پڑھ دیتے تھے حالانکہ ظہر کی نماز مین خفیہ پڑھنا سب کے نزدیک متفق علیہ ہے پس صرف تعلیم کے لئے کہ مین ظہر مین فلان سورۃ پڑھتا ہون بعض آیات کو سنا دیتے تھے اسیطرح آمین ہو تو بعید نہین - پس جنہون نے اس موقعہ کو دیکھہ لیا انہون نے ہمیشہ آمین کا باواز بلند کہنا اوسے سمجھہ لیا - اور وہ اپنے مشاہدہ کے موافق سچے ہین -

سوم اگر آنحضرت ہمیشہ پنجگانہ دم آخیر تک آمین پکار کر کہتے تو یہہ فعل ایسا تہا کہ عبداللہ بن مسعود رض کیسے جلیل القدر صحابہ پر مخفی رہتا - حالانکہ وہ اسکا انکار کرتے ہین آجکل بعض صاحبون نے ان خفیف مسائل مین نہایت غلو کرکے مسلمانون مین تفرقہ ڈالدیا اور باہمی نفاق اور کینہ کو بجاے مردہ سنت کے جلا دیا +

بحث سوم اللہ تعالی فرماتا ہے فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ یعنے جب تو قرآن پڑہے تو شیطان سے خدا کی پناہ مانگ - اسلئے تمام علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ قرآن کو بغیر اعوذ کے نہ پڑھنا چاہیے - پھر اعوذ مختلف طور پر پڑھتے ہین - زیادہ مشہور تو یہہ ہے - اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم - مصر کے قراء اسمین اور کلمات بھی ملاتے ہین -

اور سر اسکا یہہ ہے کہ اللہ تعالی نے انسانکو مختلف قوی سے مرکب بنایا ہے جسطرح روحانی قوی ہین کہ جو امور فطرت کیطرف اس کو رہنمائی کرتی ہین وہ جنکو قوی ملکیہ کہتے ہین اسکو ملے ہین اسی طرح جسم کے متعلق ظلمانی قوی بھی اسکے پاس موجود ہین کہ جو کجی اور شہوت اور توہمات باطلہ کی طرف رہنمائی کرتے ہین کہ جنکو قواے بہیمیہ کہتے ہین پس قوای ملکوتیہ تو ملائکہ اور روحانی اور لطیف اور نورانی اشخاص کے آثار کے آنے کا ذریعہ ہین - اور ان قوای بہیمیہ کے گہوڑے پر شیطان رجیم سوار ہوکر آتا ہے اور گمراہ بناتا ہے اسی سلئے کبھی ان قواے بہیمیہ کو بھی شیطان کہدیتے ہین اور جسمین یہہ قواے زیادہ پائے جاتے ہین اسپر بھی اسی علاقہ سے شیطان کا اطلاق ہوتا ہے اور دراصل شیطان وہ ایک شخص خاص ہے کہ جو حضرت آدم کو سجدہ نکرکے نافرمان ہوا (چونکہ بعض کم فہم اس امر کو نہین سمجھے انہون نے ان قواے بہیمیہ اور ملکیہ کو کہ جنپر اس علاقہ سے شیطان اور ملک کا اطلاق قرآن اور حدیث مین ہوا ہے اصل شیطان اور فرشتہ سمجھکر وجود شیطان اور فرشتہ کا انکار کردیا -

حاصل کلام یہہ کہ انسان کے اندر ان قواے بہیمیہ کے لحاظ سے ہر رگ و ریشہ مین شیطان بہرتا ہے اور قرآن مجید ایک نورانی اور ملکی چیز ہے تو بیشتر جبتک گندہ چیزون سے تصفیہ نہولے یہہ رنگ ملکوتی نہین چڑہتا اور ان قواے بہیمیہ کے فرو کرنے کا بشر کو مقدور نہین - اس سلئے ضرور ہوا کہ خدا سے پناہ مانگے - اور جب اوس سے کوئی بصدق دل پناہ مانگتا ہے تو اوسکے قواے بہیمیہ کو اس خیر مین خلل انداز نہین ہونے دیتا نہ شیطان کچھہ خلل ڈال سکتا ہے - جسطرح عالم خواب مین وہم عقل کا معارض ہوکر ادہر اودہر بہکاتا اور کسی ادنی مناسبت سے اصل شے کو کسی دوسری چیز کی صورت مین دکھاتا ہے - اسی طرح اس عالم مین انسان کے قواے بہیمیہ اور انکا سوار شیطان آدمی کی راہ مین ہر طرح سے خلل انداز ہوتا ہے - بری چیزون کو سجاکر آگے لاتا ہے بہلی باتون کو برا بناکر دکہاتا ہے اور یہی تو وجہہ ہے کہ اس عالم مین انسان مذہب کے بارہ مین گوناگون اور ہر ایک غرض مین بہی نوع بوقلمون ہین - کوئی اپنے ہاتہہ کے تراشے ہوئے بت کے آگے دست بستہ کہڑا ہے کوئی اپنی کشتی ہین ہین لڑا ہی کل حزب بما لدیہم فرحون (ع) ہر قوم راست راہے دینی وقبلہ گاہے + اللہم اہدنا الصراط المستقیم

سورہ بقرہ

یہہ سورۃ مدنی ہے یعنی مدینہ منورہ میں نازل ہوئی ہے - اسکی دوسو چھیاسی [۲۸۶] آیتیں اور چھہ ہزار اکیس [۶۰۲۱] کلمات اور پچیس ہزار [۲۵۵۰۰] پانسو
حروف ہیں اور چالیس رکوع ہیں قرآن مجید کی سب سورتوں سے یہ سورۃ بڑی ہے - اور جسقدر احکام شرعیہ اس سے مستفاد ہیں اور کسی سے
نہیں - اسمین ایک آیت مداینہ ہے کہ جو سب آیتوں سے بڑی ہے - اگرچہ اس سورہ میں اور بہت سے عمدہ مضامین اور
طرح طرح کی ہدایت فزا باتیں ہیں مگر چونکہ گائے کے ذبح کرنے کا جو بنی اسرائیل میں واقع ہوا ہے ایک عجیب اور بہت سے مقاصد[۱]
ضروریہ کی طرف اشارہ کرنے والا قصہ اسمین مذکور ہے - اسلئے اسکا نام سورہ بقرہ ہوا - اور تسمیہ میں کوئی نہ کوئی مخصوص بات ملحوظ ہونی
چاہئے - یہہ نام[۲] اسکا آنحضرتؐ کے عہد میں مشہور ہو گیا تہا جیسا کہ احادیث صحاح ستہ سے معلوم ہوتا ہے - اس سورۃ کو سورۃ الحمد سے یہ

مناسبت

ہے کہ سورہ الحمد میں چونکہ ہدایت کے متعلق جمیع مضامین ایک ایسی خوبی کے ساتہہ مذکور ہوے جسکے اثر سے دل بیمار اور
روح مریض کو شفاء ابدی حاصل ہوتی ہے اور اسی لئے اس سورۃ کا نام سورہ شافیہ یا شفاء قرن اول میں شہرت پا چکا تہا
اور شفاء قلب کے بعد حیات روحانی اور زندگی جاودانی ایک ضروری بات ہے - اسلئے ضرور ہوا کہ اس سورۃ کے بعد
وہ سورۃ ہو کہ جسمین (بضمن تفصیل اجمال سورۂ اول) وہ باتیں ہوں کہ جو حیات اور ہمیشہ کی زندگی سے علاقہ رکہتی ہوں
سو یہ بات سورہ بقر میں موجود ہے کیونکہ اس سورۃ کے کل چالیس رکوع ہیں - انمین سے کوئی رکوع ایسا نہیں کہ جسمین
حیات کا مضمون نہو اول اور دوم رکوع میں یہہ بیان ہے کہ یہہ قرآن اُنکے لئے ہدایت ہے کہ جو خدا سے ڈرتے اور
نیک کام کرتے ہیں (یعنے جنکو صلاحیت ازلی و استعداد ایمانی نصیب ہے) نہ اُنکے لئے کہ جو کافر و منافق یعنے ازلی کور باطن
ہیں سو یہہ صاف طور پر اسباب کا بیان ہے کہ جنہوں نے بموجب صلاحیت ذاتی سعادت ایمان پائی حیات جاودان پائی
اور جو اس سے محروم رہے اُنہوں نے حیات ابدی نپائی - تیسرے رکوع میں خدا تعالیٰ کی (کہ جسنے آسمان و زمین کو
بنایا اور دنیا کی نعمتوں کو مباح فرمایا) عبادت کا حکم ہے کہ جو حیات ابدی کا باعث ہے -

---

(۱) منجملہ مقاصد ضروریہ کے خدا تعالیٰ کے وجود کا اثبات ہے سو وہ بھی اس قصہ سے بخوبی سمجھ میں آسکتا ہے کیونکہ اس مقتول کا زندہ ہونا کہ جسپر اس گائے کا گوشت رکھدیا تہا خدا قادر کے وجود پر دلالت صریحہ ہے کہ جسنے اسکو دوبارہ خلاف عادت جان بخشی - از انجملہ نبوت ہے سو وہ بھی اس سے صاف ظاہر ہے کہ جس نبی کے کہنے سے گائے کا گوشت رکھتے ہی مردہ زندہ ہو گیا یہ اسکا بڑا معجزہ ہے جو اسکی نبوت پر دلالت کرتا ہے اور جب موسیٰ کی نبوت ثابت ہوئی تو اسنے اگلے نبیوں کی نبوت کہ جنکی تصدیق حضرت موسیٰ نے کی اور آئندہ نبیوں کی نبوت کہ جنکی حضرت موسیٰ نے پیشین گوئی کی بخوبی ثابت ہوئی - از انجملہ انبیا علیہم السلام کے کہنے پر بے چون وچرا عمل کرنا ہے ورنہ مصیبت پیش آتی ہے سو وہ بھی اس قصہ سے بخوبی ثابت ہو کہ بنی اسرائیل نے حجتیں کر کے کیسی مصیبت اٹھائی اور رسوائی پائی - از انجملہ خوف خدا ہے اور یہ کہ کوئی گناہ خدا سے مخفی نہیں رہتا وہ بھی اس قصہ سے ظاہر ہے کہ قاتل معلوم ہو گیا اور اسکی وہ پوشیدہ خباثت ظاہر ہو گئی - از انجملہ قیامت و حشر کے جینے پر ایمان لانا ہے سو وہ بھی اس قصہ سے ظاہر ہے کہ مقتول دوبارہ زندہ ہو کر بولا اور اسنے راز مخفی کھولا - ۱۲ منہ

(۲) بعض مفسر اپنی تفسیر کے صفحہ بارہ میں کہتے ہیں - قولہ یہ سورۃ انہی انتیس سورتوں میں سے ہے جنکو خدا نے اُنکے نام سے موسوم کیا ہے یہہ حروف مقطعات اُن سورتوں کے نام ہیں جنکی ابتدا میں آئے ہیں - اقول اگر یہہ نام خدا کے مقرر کئے ہوتے تو ضرور تہا کہ صحابہ میں اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے شہرت پاتے اور انکے اور نام نہ رکھے جاتے حالانکہ کسی صحیح حدیث سے کیا بلکہ ضعیف سے بھی ہمکو یہ معلوم نہیں ہوا کہ الم اس سورۃ کا نام خدا نے مقرر کیا ہے بلکہ سب سلف سے خلف تک اسکو سورہ بقرہ کہتے چلے آئے ہیں - دوم اگر الم اس سورۃ کا نام ہو تو اور سورتوں کا بھی (کہ جنکے اول میں یہہ حروف آئے ہیں) یہی نام ہو - پس اشتراک لازم آئیگا جو تعیین اسما کی غرض کو منافی ہے اور جو تمیز وضع اول کو بھول جانے سے واقع ہوتا ہے - اور خدا بھول سے پاک ہے - سوم خود مفسر صاحب کیوں سورہ بقرہ سورہ عنکبوت سورہ روم سورہ لقمان سورہ سجدہ نام لیتے ہیں - الغرض قول علوم اسلام نا واقفیت پر دلالت کرتا ہے ۱۲ منہ

چوتھے مین حضرت آدم علیہ السلام کا پیدا ہونا اور اسکو حیات بخشکر ملائکہ پر تفضیل دینا اور اسکی بدعی کو حیات ابدی سے محروم کردینا مذکور ہے
جس سے یہ اشارہ ہے کہ نافرمانی حیات ابدی سے محروم کرتی ہے۔ اور یہان سے قیام اور حیات دنیوی کی طرف بھی اشارہ ہے کہ جو حیات آخروی
کا وسیلہ اور نمونہ ہے اول کنتم امواتا فاحیاکم مین زندہ ہونا بتلادیا پھر تمام نوع انسانی کی زندگی اور ابوالنوع حضرت آدم کا حال بیان
کردیا وَاِذْ قَالَ رَبُّکَ لِلْمَلٰٓئِکَۃِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً اسکے بعد اس نوع کے ایک بڑے خاندان کی حیات کا ذکر پانچوان رکوع یا بنی
اسرائیل سے شروع کیا کہ جس مین صدہا انبیا پیدا ہوئے ہین اور تخمیناً نصف بنی آدم ابتک اسی خاندان کے بزرگون کے معتقد ہین اسکے بعد (۹)
رکوع تک اس خاندان کے حالات عبرت خیز بیان کئے اور من و سلوی اور قلزم سے پار اتارنا اور فرعون کو کہ جو اس خاندان کی حیات کا دشمن
تھا ہلاک کرنا اور توریت کا عطا ہونا اور دیگر امور کہ جو حیات سے متعلق ہین اور پھر جہلا کا گوسالہ پرستی کرکے حیات ابدی سے محروم ہونا
اور پھر انکو حیات دنیوی خرچ کرکے حیات ابدی خریدنا بتانا اور بنی اسرائیل کے گناہون پر عذاب بھیجکر حیات ابدی کے لئے تنبیہ کرنا اور گائے
ذبح کرکے ایک شخص مردہ کو اسکے گوشت سے حیات دینا ذکر کیا (۱۰) رکوع مین بنی اسرائیل سے یہ عہد لینا کہ خاص اللہ کی عبادت کرینگے ماں باپ
یتیمون اور مسکینون سے نیک سلوک کرینگے اور نماز پڑھینگے زکوۃ دینگے اچھی بات کہینگے خونریزی نکرینگے کسیکو جلا وطن نکرینگے یہ وہ عہد ہے
کہ جو اسکو پورا کرے حیات ابدی پاوے دنیا کی زندگی کا بھی مزا اٹھاوے (۱۱) رکوع مین موسی کو کتاب دینا اور انکے بعد انبیا کے بھیجنا
اور حضرت عیسی علیہ السلام کی روح القدس سے مدد کرنا وغیرہ وہ امور بیان ہین کہ جو حیات ابدی کے لئے ضرور اور نافع ہین (۱۲) رکوع مین
قل من کان عدوا لجبریل الخ سے اسبات کا بیان ہے کہ جبرئیل اور جو لوگ حیات ابدی اور وحی کا واسطہ ہین انسے بغض رکھنا جیسا کہ
یہود رکھتے تھے حیات ابدی سے محروم ہونا ہے اسکے بعد (۱۴) رکوع تک اور یہود کی بہت سی لغو حرکات بیان فرمائی ہین کہ جو حیات ابدی سے
محروم اور بے نصیب کرتی ہین (۱۵) رکوع یا بنی اسرائیل سے لیکر ایک اور اعلی خاندان یعنی حضرت اسمعیل کے حالات اور انکی ذریت مین
نبی آخرالزمان برپا کرنے کا ذکر ہے کہ جو تمام عالم کی حیات ابدی کا ذریعہ ہے اور کعبہ جو اسکی تجلیات کا مظہر ہے اسکی بنیاد قائم کرنا مذکور ہے
(۱۶) رکوع مین ومن یرغب عن ملۃ ابراہیم سے لیکر آخر تک حضرت ابراہیم اور یعقوب علیہما السلام کے اسلام اور انکا اسلام کے لئے اولاد
کو وصیت کرنا اور ابراہیم علیہ السلام کی ملت پر قائم رہنا اور بلا تفریق تمام انبیا علیہم السلام پر ایمان لانا وہ باتین مذکور ہین کہ جو حیات
جاودانی کے لئے اصل الاصول ہین پھر (۱۸) رکوع تک قبلہ کی تحویل پر جو کچھ احمقون کے بیجا اعتراضات تھے انکا جواب اور اسبات کا
اظہار ہے کہ مقصود ہر طرف خدا ہے اور یہ مقام متبرک محض امتحان طاعت کے لئے مقرر ہوا ہے (۱۹) مین صبر اور نمازگزاری کا ذکر ہے
اور یہ کہ جو لوگ خدا کی راہ مین مرگئے انکو حیات ابدی نصیب ہوگئی اور رنج و غم وغیرہ وہ ریاضتین بیان فرمائی ہین کہ جن سے روح زندہ ہوتی ہے
(۲۰) رکوع مین خدا تعالی کی صفات و آیات اور اسبات کا ذکر ہے کہ خدا سے نہایت درجہ کی محبت رکھنی چاہئے اور دیگر امور کہ جو حیات ابدی کے
متعلق ہین (۲۱) مین زمین کی پاک چیزون کا استعمال اور ناپاک چیزون سے پرہیز کرنا اور شیطان کے رستہ پر نہ چلنا اور خدا کا شکر کرنا اور صور

اور مردار وغیرہ ان گندہ چیزون سے دور رہنا کہ جنکا اثر زہر کی مانند قوی ملکوتیہ پر ہو کر حیات جاودانی مین خلل انداز ہوتا ہے اور دیگر امور
متعلق بحیات بدنی مذکور ہین (۲۲) مین یہ بیان ہے کہ رسمی باتون پر سعادت اور نیکی کا مدار نہین بلکہ دراصل جو سعادت کہ باعث حیات
روح ہے وہ اللہ اور انبیاء اور ملائکہ پر ایمان لاکر صدقہ وخیرات ونماز ادا کرنا وغیرہ امور مذکور ہین (۲۳) مین روزہ کی فرضیت اور اسکے احکام اور
اعتکاف وغیرہ وہ باتین کہ جنکا اثر روح پر پہنچتا ہے اور حیات آخرت کے لیے کارآمد ہین (۲۴) مین حج کے احکام اور خدا کی راہ مین مال صرف
کرنے کی تاکید اور لوگون سے نیکی سے پیش آنا مذکور ہے کہ جو حیات کے لیے ضرور اور آخری جہان کے لئے نافع ہے (۲۵) مین احکام حج اور
دعا وتکبیر مذکور ہے کہ جنکا پرتو روح کو تازہ کرتا ہے اور تمام لوگون کو اصابت کی تاکید ہے کہ احکام الٰہی کی پابندی کرین تاکہ خرابی مین آکے
اور روح امراض مین گرفتار ہوکر نہ مرجاوے (۲۶) مین اسبات کا اظہار ہے کہ خدا کے دشمنون اور باغیون سے اسکی فوج بنکر لڑنا اور زمین
کو انکے شر سے پاک کرنا اور دین کو زندہ کرنا کہ جسکو جہاد کہتے ہین دنیا اور آخرت کی زندگانی کا سبب ہے کیونکہ جب دشمنان حق مین غالب آجاوینگے تو اپنا
غلام اور سواری کا جانور بناکر کام لین گے اور دین سے بھی بے بہرہ کردینگے اور نہ ترقی دینی کبھی نصیب ہوگی نہ دنیاوی اور اسکی شرح اور فوائد
دیگر آیات واحادیث مین بکثرت ہین و حکماء امت نے بدلائل قاطعہ ثابت کیا ہے اور تجربہ کارون نے تجربہ بے شبہ ثابت کردیا ہے (۲۷) مین شراب
اور جوے کی ممانعت کہ جو دنیا اور دین کی خرابیون کا باعث اور تلخی زندگی کا وسیلہ ہے اور یتیمون اور بیکسون کی خبرداری جو انکی حیات کا باعث
ہے و دیگر امور مذکور ہین (۲۸) مین خانہ داری اور زندگی کے متعلق احکام حیض و ایلاء و عدت و حرمت اخفاء حمل وغیرہ باتین (۲۹) مین
بھی طلاق و عدت و حضانت وغیرہا باہمی معاملات کے متعلق وہ احکام کہ جو زندگی کو تازہ کرتے ہین مذکور ہین (۳۰) مین بھی طلاق
وحلالہ و رضاعت ونفقہ مہر وتعیین مقدار عدت وفات وغیرہا وہ احکام ہین کہ جن بغیر معاشرت کا انتظام اور حیات کا لطف نہین ہے
بیان (۳۲) رکوع الم تر الی الذین خرجوا من دیارہم تک ہے پھر اس رکوع مین جبکہ باہمی معاملات پرورش اولاد وغیرہ امور سے فراغت
ہوچکی تو مبدء غیب سے بلا اسباب ظاہرہ زندگی عطا ہونا بیان کیا کہ اسکی قیومیت و قدرت پر کامل یقین ہوجاوے۔ اسی مین جملہ
بنی اسرائیل کا ایک نبی کی دعا سے زندہ ہونا مذکور ہے پھر (۳۳) مین طالوت کا جالوت کو قتل کرنا اور بنی اسرائیل کی برباد شدہ سلطنت
و قوت کا حضرت داؤد کے عہد مین دوبارہ زندہ ہونا اور تابوت سکینہ کا پھر ہاتھ آنا کہ جو خدا کی قبولیت و قدرت کی بڑی دلیل ہے (۳۴) مین آیۃ الکرسی
ہے کہ جسمین خدا تعالیٰ کا حی وقیوم ہونا اور بہت صفات مذکور ہین اور یہ کہ حیات ابدی کے لیے یعنے اسلام کے قبول کرنے مین کسی پر زبردستی نہین
کیونکہ اسکے دلائل در خود بیان واضح ہین (۳۵) مین حضرت ابراہیم علیہ السلام کو چار جانور ذبح کر زندہ کرکے دکھانا اور مرنے کے بعد زندہ ہونے کا
کامل وثوق دلانا ہے اور حضرت عزیر علیہ السلام کو جو بیت المقدس کی آباد ہونے مین تعجب تھا ایک عرصہ تک مردہ رکھکر زندہ کرنا اور خدا تعالیٰ
کے حی وقیوم ہونے پر وثوق دلانا مذکور ہے پھر رکوع (۳۹) تک صدقہ اور خیرات اور پرہیزگاری اور سود کی حرمت اور دیگر احکام شہادت
وغیرہا مذکور ہین کہ جو دنیا اور دین کی زندگی کے لئے نہایت کارآمد ہین اور (۴۰) رکوع مین تو لله ما فی السموات والارض سے لیکر اخیر سورہ تک

وہ باتین مذکور ہین کہ جو مردہ دل کو حیات جاودانی بخشتی ہین ان رکوعات اور پھر انکی آیات کو جو کچھہ باہم ارتباط اور سلسلہ بندی ہے وہ بیان سے باہر ہے کسیقدر ہم بھی بیان کرینگے انشاءاللہ اس سورہ کو الحمد سے ٭

پہلی ربط ہے

کہ اس سورہ مین الحمد کے جمیع مضامین کی تشریح ہے چنانچہ (۳) رکوع مین آسمانون اور زمین کا پیدا کرنا اور زمین پر اناج وپہل پہول وغیرہ اُن چیزون کا پیدا کرنا مذکور ہے کہ جن سے خدا تعالی کی پرورش اور تمام عالم کی تربیت معلوم ہوتی ہے پھر اسی طرح حضرت آدم کا پیدا کرکے جنت مین رکہنا اور ملائکہ سے سجدہ کروانا اور پھر اسکی اولاد مین سے بنی اسرائیل کا برگزیدہ کرنا اور اُنکو ہر طرح کی نعمتین عطا فرمانا۔ یَا بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ اذْکُرُوْا نِعْمَتِیَ پھر بنی اسمعیل مین نبی پیدا کرنا اور کعبہ کو حرمت وعزت بخشنا اور وہان کے رہنے والون کے لیے رزق رسانی اور ہوا نا پانی کا وعدہ کرنا اور بنی اسرائیل کی سلطنت بار رفتہ داود علیہ السلام کے عہد مین پھر واپس دینا اور حضرت عزیر علیہ السلام اور دیگر بنی اسرائیل کو زندہ کرنا اور موسیٰ کو توریت عطا کرنا اور جو اس قسم کی عمدہ مضامین اس سورہ مین مذکور ہین وہ سب تربیت الحمد للہ رب العالمین کی شرح ہے اور اسیطرح من وسلوی بنی اسرائیل کو عطا کرنا اور دن مین ابر کا سایہ کرنا اور فرعون سے نجات دینا وغیرہ امور جو اس قسم کے اس سورہ مین مذکور ہین سب الرحمن الرحیم کی شرح ہے اور پھر گائے کا ذبح کرنا اور اُسکا گوشت مقتول کی لاش پر دہرنا اور اُسکا جی اُٹھکر اپنے قاتل کا نام لینا اور قاتل کا سزا پانا اور اسی طرح بنی اسرائیل کو (گوسالہ پرستی کی سزا مین) خودکشی کرنیکا حکم دینا اور ایسی سخت توبہ مقرر کرنا اور بنی اسرائیل کی نافرمانیون پر طرح طرح کی سزائین دینا اور کافرون اور مشرکون اور منافقون کا جہنم مین جانا وغیرہ اس قسم کے مضامین جو اس سورہ مین مذکور ہین سب مالک یوم الدین کی تفسیر ہے اور روزہ اور نماز اور حج وزکوۃ وجہاد اور ذکر الٰہی اور تکبیر وتہلیل جو کچھہ مختلف رکوعون مین وارد ہے اور اُنکے احکام مذکور ہین اور جہان کہین خاص خدا تعالی سے محبت اشد کرنے کا حکم ہے اور شرک وبت پرستی کی ممانعت ہے یہ سب ایاک نعبد وایاک نستعین کی تفصیل ہے اور قرآن کا متقیون کے لیے ہدایت ہونا اور احکام طلاق ونکاح وغیرہ وصلہ رحمی اور والدین اور اقارب اور ہمسایہ سے نیکی کرنا۔ حرم اور اشہر حرم کی حرمت کرنا جو کچھہ اس قسم سے اسمین مذکور ہے سب اہدنا الصراط المستقیم کی تفسیر ہے اور جو کچھہ حضرت ابراہیم اور حضرت یعقوب اور دیگر انبیاء علیہم السلام اور اونکے پیرون کے اقوال اور اُنکے احوال اور اُنپر انعام الٰہی نازل ہونا اس سورہ مین مذکور ہے سب صراط الذین انعمت علیہم کی تفسیر ہے اور فرعون کا غرق ہونا اور اُسکی بداطواری سے اُسکا ملک ومال برباد ہونا اور نمرود کا حضرت ابراہیم سے مناظرہ کرنا اور یہود کی بدکاری سے مصیبت نازل ہونا اور جو کچھہ اس قسم کا مضمون ہے سب غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کی پوری شرح ہے چونکہ یہہ سورہ بشمار علوم کا سرچشمہ ہے اس لئے اس کے ٭

فضائل

بھی بہت سے ہین چنانچہ صحیح مسلم مین انس سے روایت ہے کہ ہم مین جو شخص سورہ بقرہ اور آل عمران پڑہ لیتا تہا اُسکی بڑی عظمت ہوتی تہی

اور مسند امام احمد وغیرہ کتب حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سورہ بقرہ بمنزلہ کوہان قرآن کے ہے اور بخاری اور مسلم نے روایت کیا ہے کہ اُسید بن حضیر رات کو سورہ بقرہ پڑھ رہے تھے اور انکا گھوڑا انکے پاس بندھا ہوا تھا کہ یکایک انکا گھوڑا چونکا وہ کہتے ہیں کہ میں نے پڑھنا بند کیا گھوڑا بھی ٹھیر گیا پھر جب میں نے پڑھنا شروع کیا پھر اُسی طرح گھوڑا بدکا تین بار یہ بات پیش آئی اور میرا بیٹا یحیی قریب سوتا تھا مجھے ڈر ہوا کہ گھوڑا اسکو نہ کچل ڈالے پھر جب میں نے اوپر کو دیکھا تو ایک بادل نورانی سا دکھائی دیا کہ جسمیں مشعلین سی روشن تھیں پھر میں اسکے دیکھنے کو باہر نکلا صبح کو یہ ماجرا میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا آپ نے فرمایا ملائکہ تھے جو تیری آواز سنکر آئے تھے اگر تو صبح تک پڑھے جاتا تو وہ بھی صبح تک موجود رہتے اور سب کو نظر آتے۔ ای ابن حضیر اسکو پڑھا کر ای ابن حضیر اسکو پڑھا کر۔ مسلم نے ابی امامہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قرآن پڑھا کرو کیونکہ یہ قیامت کو اپنے پڑھنے والونکی شفاعت کریگا۔ زہراوین[1] (سورہ بقرہ وآل عمران) پڑھا کرو کیونکہ قیامت کو یہ اپنے پڑھنے والے کے لئے (بادل کی طرح) ہوکر شفاعت کرنے کو آوینگے۔ سورہ بقرہ پڑھا کرو کیونکہ اسکے پڑھنے میں برکت اور ترک کرنے میں حسرت ہے اور فریبی لوگ اسکے مقابلہ کی طاقت نہیں رکھتے۔ اس سورہ کی برکت کے آثار جو کچھ بزرگان دین کے تجربہ میں بارہا آئے بیشمار ہیں از انجملہ یہ کہ جس رات یہ سورہ پڑھی جاتی یا جس گھر میں پڑھی جاتی وہان شیطان کا گذر نہیں ہوتا جو لوگ حسن باطن رکھتے ہیں وہ اس امر کی بخوبی تصدیق کرتے ہیں از انجملہ یہ کہ بیمار کے روبرو یہ سورہ پڑھی جاوے اور ایک مقدار معلوم چاول پکا کر دہی اور کھانڈ ڈال کر کسی مسکین کو کھلایا جاوے دفع مرض بالخصوص چیچک کے لئے نہایت مفید ہے۔ فقیر کے تجربہ میں بھی آیا ہے۔

شان نزول

جب مکہ اور اسکے گرد ونواح میں دین اسلام کی روشنی پھیلی اور وہان کے بت پرستوں کی زور وظلم سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ حکمت الٰہی کے موافق مدینہ میں (کہ جو مکہ سے شمال کیطرف چودہ منزل کے فاصلہ پر ہے) تشریف لائے۔ اس شہر میں اور اسکے اطراف میں عرصہ دراز سے اہل کتاب رہتے تھے اور اسوقت میں عیسائیوں اور یہود کے تعصبات اور گمراہیوں اور توہمات و خیالات مشائخ کی بیجا پابندیوں نے اس ذرا سے نور کو بھی کہ جو مدت سے ٹمٹما رہا تھا بجھا دیا تھا ایسی حالت میں جو یکایک نیر آفتاب اسلام نے طلوع کیا اور نبی علیہ السلام کی وہ باتیں کہ جو روح کو زندہ کرنیوالی ہیں انکے کان میں پڑیں تو باستثنار چند و میدار اکثر کو پابندی رسوم و تعصب بیجا نے باوجود دل میں مقر ہونے کے اسلام اور قرآن کے مقابلہ پر آمادہ کیا جیسا کہ حضرت مسیح علیہ السلام کے مقابلہ میں آمادہ کیا تھا۔ یہ فریق اہل کتاب علم و دانشمندی میں ہانکے عرب کی نزدیک مسلم تھا اسلئے انکی نکتہ چینیوں پر زیادہ کان رکھنے لگے اور چراغ اسلام کے بجھانے میں جہال عرب کو ان یہود و نصاریٰ سے ایک مدد ملگئی اور دونوں فریق مقابلہ میں کھڑے ہوگئے اور مدینہ کے رؤسا میں سے عبداللہ بن ابی بن سلول وغیرہ (وہ لوگ کہ جنکو حسد ریاست و حب جاہ و مال نے اندھا کردیا تھا اور کسی مصلحت دنیویہ سے وہ اسلام میں نامزد ہوگئے تھے اور درپردہ سخت دشمن تھے) انکے ساتھ ملگئے اس تیسرے فریق منافقین سے

---

[1] زہراوین زہرا کا تثنیہ ہے اور زہرا وازہر کا مؤنث ہے چمکنے والے نہایت روشن کو کہتے ہیں۔ چونکہ ان دونوں سورتوں یعنی بقرہ وآل عمران میں ایک عجیب نورانیت ہے کہ جو نفوس سافیہ کو معلوم ہوتی ہے اسلئے ان دونوں سورتوں کا لقب زہراوین ہوگیا ۱۲ منہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ الٓمّٓ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ ۛ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا رحم والا نہایت مہربان ہے ✦ وہ کتاب ہے اسمین کوئی شک نہین پرہیزگارون کے لئے ہدایت ہے۔

اور بہی انکی ہمت بندہ گئی۔ ان تینون فریق کی کج بحثیون کی اصلاح اور انکے شکوک و شبہات کا ابطال اور ہر طرح کا وعظ و پند حکمت الٰہی کے نزدیک ضرور ہوا پس اسلئے مدینہ مین جاتے ہی یہ سورہ بقرہ نازل ہونی شروع ہوئی کہ جسمین ان سب لوگونکی اصلاح اور درستی خدا تعالیٰ نے اپنے کلام مقدس مین ملحوظ رکھی ہے ✦ یہ تمام سورہ کا اجمالی سبب نزول ہے باقی بعض بعض آیات کے لیے اس اجمالی بیان سے خاص خاص باتین بہی سبب نزول ہین کہ جن کو ہم آگے چلکر حسب موقع بیان کرینگے۔ مگر ناظر کو لازم ہے کہ اس اجمالی سبب نزول کو ملحوظ رکھے تاکہ اس سورہ کے مطالب اسکے دل پر خوب نقش ہوجاوین ✦

ترکیب

اگرچہ الٓمّٓ حروف مقطعات سے ہین کہ جنکے معنی مین علماء کے مختلف اقوال ہین جیساکہ آپکو ابہی معلوم ہوگا مگر اسبات پر محققین متفق ہین کہ یہ ان حروف تہجی کے اسماء ہین کہ جنسے کلام مرکب ہوتا ہے۔ انکے ابتداء کلام مین لانے سے یہ اشارہ ہے کہ جن حروف سے ہمارا کلام مرکب ہے وہی تمہارے کلام کا بہی مادہ ہے پھر اگر یہ قرآن کلام الٰہی اور معجز نہین تو کیا وجہ تم اسکی مثل کلام نہین لا سکتے اور اسکی سورہ کا دسوان حصہ بہی نہین بنا سکتے۔ پس اس تقدیر پر الٓمّٓ کے معنی المرکب من ہذہ الحروف مبتدا اور معجز یا متحدی بہ اسکی خبر یا برعکس جسکے یہ معنی ہوے کہ جو کلام کہ ان حروف سے مرکب ہے یعنے قرآن معجز یا متحدی[1] بہ ہے یا یہ کہ یہ کلام متحدی بہ اس قسم کے حروف سے مرکب ہے یا یون کہو الٓمّٓ مبتدا (خواہ اس سے مراد المؤلف منہا لیا جاوے یا قرآن یا سورتون کا نام مانا جاوے[2] جیساکہ اکثر علماء کی یہی رای ہے) اور ذٰلک اسکی خبر اور کتاب صفت یعنی کامل کتاب یہی ہے جیساکہ بولتے ہین زید الانسان ہے یعنے کامل انسان زید ہے یا یون کہو کہ الٓمّٓ خبر ہے مبتدا محذوف کی جو المتحدی بہ ہے اور ذٰلک خبر ثانی یا بدل ہے اور الکتاب صفت ہے لا لنفی جنس ریب اسکا اسم اور فیہ خبر یا یون کہو یہ صفت ریب کی اور للمتقین خبر اور ہدی حال ہے یعنی اس کتاب مین (جو کہ ہدایت دینے والی ہے) پرہیزگارونکو کوئی شبہ نہین یا یون کہو ریب موصوف فیہ صفت اور خبر محذوف جیساکہ لاخیر مین محذوف ہے اس تقدیر پر فیہ خبر مقدم ہے ہدی کی۔

یا یون کہو

ذٰلک الکتاب مبتدا اور لا ریب فیہ جملہ اسکی خبر اول اور ہدی للمتقین دوسرا جملہ اسکی دوسری خبر۔ اسکے سوا اور بہی احتمالات ہین۔ سبحان اللہ کیا عمدہ کلام ہے کہ ہر پہلو پر ایک عمدہ معنی حاصل ہوتے ہین اور صحیح تر یہ ہے کہ یہ چار جملے الگ الگ ہین ہر جملہ پہلے جملہ کے لئے دلیل ہے پس الٓمّٓ ایک جملہ ہے جسکے معنی یہ ہوے کہ یہ متحدی بہ انہین حروف سے مرکب ہے کہ جنسے عام عرب بلکہ عجم کے کلام مرکب ہوتے ہین پھر باوجود اس مساوات کے

[1] تحدی کہتے ہین کلام مقابلہ مین طلب کرنا متحدی بہ وہ کلام کہ جسکو پیش کرکے اسکے مقابلہ مین کلام طلب کیا جاوے ۱۲ منہ

[2] اگرچہ سورتون کا نام بہی علماء نے مانا ہے مگر یہ کہنا کہ یہ نام خدا نے مقرر کیا ہے اور خدا نے فرما دیا ہے کہ یہ سورہ کا نام ہے محض غلط ہے بلکہ یہ بہی علماء کا ایک قول ہے منجملہ دیگر اقوال کے ۱۲ منہ

کسی سے بھی اسکے مقابلہ مین کلام نہ لایا جانا اسکے اعجاز کی صریح دلیل ہے پھر ذلک الکتاب دوسرا جملہ ہے جو اعجاز کو خوب ثابت کرتا ہے یعنی درحال کتاب بھی ہے اور اسکے مقابلہ مین کالعدم ہین معارض تو کیا پس ثابت ہوا کہ یہہ بڑی کامل کتاب ہے کیونکہ لاریب فیہ یہ تیسرا جملہ ہے جو اسکے کمال کی دلیل ہے یعنی جسکو ذرا بھی فہم سلیم اور سلیقہ زبان عرب ہوگا وہ اسکی خوبیون کو دیکھکر یقین لاویگا کوئی شبہ اسکو پیش نہ آویگا اور درحقیقت جو کتاب ایسے مضامین کو متضمن ہو کہ اسمین دانشمند اور صاحب فطرت سلیمہ کو کچھ شک نہو وہ کامل ہے بخلاف اُن کتابون کے کہ جنمین عناصر پرستی یا غلط انتساب امور یا اور خلاف عقل مضامین ہین کہ جنکے قبول کرنے سے عقل انکار کرتی ہے وہ کامل نہین گو الہامی ہین اور اسمین کیون شک نہین اسلئے کہ ہدی للمتقین ہے یہ چوتھا جملہ ہے یعنی جس کتاب سے لوگون کو ہدایت ہوتی ہے اسمین شک نہین ہوتا کسلئے کہ اگر شک ہو تو پھر کتاب ہدایت کیونکر بخشتی بلکہ مشکوک کتابون کو تو پھر لوگ چھوتے بھی نہین چہ جائیکہ اُنکا دستور العمل اور ہدایت نامہ ہو۔ اور ایک اور لطف بھی اس کلام مین ہے کہ اول جملہ دوسرے کے لئے دلیل بھی ہو جاتا ہے

تفسیر

سورہ الحمد مین جبکہ ہدایت کے متعلق سب ضروری باتین اجمالاً بیان ہو چکی تہین تو اس سورہ مین اُن مضامین کی تفصیل کی گئی۔ اور سب سے پیشتر قرآن مجید کا کتاب الٰہی ہونا نئین دلیلون سے بیان کیا کیونکہ ہر ملت و مذہب کا مدار کتاب پر ہوتا ہے پس جس ملت و مذہب کی کتاب الہامی اور آسمانی ہے وہ حق ہے ورنہ باطل ورنہ یون تو ہر شخص اپنے مذہب کو خواہ وہ کیسا ہی خراب کیون نہو حق ہی جانتا ہے۔

دلیل اول الم ذلک الکتاب سے مستفاد ہوتی ہے تقریر اسکی یہہ ہے۔ عرب مین اُس زمانہ مین کہ قرآن نازل ہو رہا تہا فصاحت و بلاغت کا بڑا چرچا تہا۔ ہر شخص اپنے عمدہ اشعار پر اُدھار کہائے پھرتا تہا۔ اور معجزہ کی خوبی یہ ہے کہ جس امر مین لوگونکو ملکہ ہو اور جسکے اسرار کما ینبغی وہ جانتے ہون مبعوث انکو ایسی بات دکہائی جائے کہ اُن سب کی قوت سے باہر ہو اور وہ عاجز ہو کر یہ جان لین۔ کہ یہ اُس شخص کا کام ہے کہ جو ہماری جنس اور نوع سے الگ ہے اور اسی لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بیمارونکا تندرست کرنا مردہ کو زندہ کرنا وغیرہ وہ معجزات دکہائے کہ جنہون نے طب جالینوسی کو پست کر دیا۔ اور اسی لئے فرعون کے جادوگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا کو اژدہا دیکھکر جھٹ پٹ ایمان لائے اور چونکہ اس فن کے واقف کار تہے جان سمجھ گئے کہ یہ جادوگر کا کام نہین بخلاف فرعون کے کہ وہ اناڑی نہ سمجھا پس اسلئے عرب کے سامنے فصاحت و بلاغت مین معجزہ ظاہر ہونا ضرور تہا سو خدا تعالیٰ نے اس جملہ مین اعجاز کیطرف اشارہ فرمایا کہ ہمارا کلام بھی انہین حروف سے مرکب ہے کہ جنسے تمہارا کلام مرکب ہوتا ہے اور جسطرح تمہاری کتابون پر اطلاق کتاب ہوتا ہے ہماری کتاب پر بھی ہے پھر جب تم اسباب فصاحت و بلاغت مین بھی کم نہین بلکہ مشاق ہو اور ایک کیا سب ملکر بھی ایسی کتاب نہین بنا سکتے تو جان لو کہ یہ تمہارے ہم جنس کا کلام نہین۔ اس دلیل کو آگے قرآن مین تفصیل سے خدا تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے ایک جگہ یون فرمایا فاتوا بسورۃ من مثلہ وادعوا شہداءکم۔ قل لئن اجتمعت الانس والجن علی ان یاتوا بمثل ہذا القرآن لا یاتون بمثلہ ولو کان بعضہم لبعض ظہیرا

دلیل دوم لاریب فیہ سے مستفاد ہے۔ اسکی تقریر یون ہے۔ جو لوگ لطف زبان سے واقف نہین اور جنکیا نہ طور پر مضمون و معانی ہی پر انکی نظر ہے تو وہ اسکے مطالب اور معانی کو بغور دیکہین کہ کیسے ہین کیونکہ جس کتاب کے مطالب بمقابلہ میزان عقل مین وزنی ہوتے ہین ان کا

اعتبار ہے ورنہ نہیں۔ عقل خدا تعالیٰ کیطرف سے بندہ کو چشم حق بین عطا ہوئی ہے اگرچہ جہان عقل و وہم کی کشاکشی میں آکر پست ہو جاتی ہے تو الہام کی تائید سے مرتفع ہوتی ہے مگر ہر نیک و بد اور برے بھلے کا امتیاز اسی کے ہاتھ میں دیا گیا پس جن باتوں کو عقل سلیم رد کرے وہ مردود ہیں اور جنکو قبول کرے وہ مقبول ہیں اور اعلیٰ درجہ قبولیت کا عقل کے نزدیک یہ ہے کہ عقل ان باتوں کا یقین کر لے اُسکو بیشک بے تردد و تزلزل نہ یہ کہ علی وجہ الظن والتقلید و الشک تسلیم کرے سو یہ بات قرآن مجید کے مطالب کو حاصل ہے چنانچہ صدہا عیسائی محقق بھی اسکے مقر ہیں کہ محمد صلعم کے مذہب کی بنیاد اُن باتوں پر ہے کہ جنکو عقل سلیم تسلیم کرتی ہے نہ توہمات و خیالات فاسدہ پر۔ خلاصہ دلیل۔ قرآن کے مطالب ایسے عمدہ ہیں کہ عقل کو انمیں مجال شک نہیں بلکہ انکو یقینی طور پر تسلیم کرتی ہے اور جس کتاب کے مضامین میں بے شک ہوا نہ وہ منجانب اللہ ہے نتیجہ نکلا کہ قرآن بھی منجانب اللہ ہے۔ اس دلیل کیطرف ان آیات میں اشارہ ہے اَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ الآیۃ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا وغیرہا من الآیات۔ جس طرح اول دلیل زبان دانوں کے لئے تھی یہ دلیل تمام لوگوں کے لئے ہے یہود و نصاریٰ ہنود و مجوس سب کو مفید ہے صغریٰ کا ثبوت محتاج دلیل نہیں جو چاہے قرآن کے مضامین کو ملاحظہ کر لے کوئی بات بھی ایسی نہ پاویگا کہ جسمیں عقل کو تردد ہو بخلاف وید اور دساتیر کے کہ انمیں عناصر اور کواکب پرستی کے وہ مضامین ہیں کہ جنسے دل متلاتا ہے اور عقل کو نفرت آتی ہے اور لنگ پوجا اور بھگ (فرج) پوجا اور گائے پرستی تناسخ جسپر ہنود بھی ہنستے ہیں۔ اور توریت[1] و انجیل[2] و زبور موجودہ میں گو اصلی کتابوں کے صدہا الہامی مضامین مندرج ہیں مگر تاہم بہت سی وہ باتیں ہیں کہ جنمیں عقل کو بیشک تردد بلکہ صریح انکار ہے اناجیل و نامجات میں تو بقول پادری فنڈر صاحب تثلیث و الوہیت مسیح و کفارہ مذکور ہے کہ جسکا پتہ بھی کوئی عیسائی ثابت کر سکا نہ کریگا بلکہ انہیں لغو مضامین سے نفرت کر کے صدہا بلکہ لاکھوں عیسائی بالخصوص پروٹسٹنٹ فرانس و جرمن و انگلنڈ میں سخت ملحد ہو گئے چنانچہ مسٹر ڈوانٹ اپنی کتاب سفر جرمنی کے صفحہ (۴۰۹) میں لکھتا ہے کہ علم کلام کے جھگڑے میں عہد عتیق کی سچائی اور اصلیت میں کلام ہوا رفتہ رفتہ یہ نوبت پہنچی کہ اسکے الہامی ہونیکا یقین جرمنی سے نکل گیا بعد ازاں عہد جدید میں گفتگو شروع ہوئی۔ یہانتک کہ یکے بعد دیگرے کو غیر الہامی سمجھا بلکہ بہت سے علماء جرمن تو انکو برا سمجھنے لگے اور انکو بعض تاریخ کی کتاب سمجھنے لگے اور ارسطو اور افلاطون کی زیادہ حضرت مسیح کو نہ سمجھنے لگے یہ الحاد فرانسیسیوں کے الحاد سے بھی کہ جو اٹھارویں صدی میں پہلا سبقت لیگیا جب لوگوں نے دیکھا کہ پادری لوگ بھی ملحد ہو گئے تو انہوں نے بھی وہی طریقہ اختیار کیا انہی لحظوں انہیں کی تقلید سے ہندوستان میں بھی بعض کوتاہ عقلوں نے اس الحاد کو رواج دیا اور کتاب یشوع میں آفتاب کا ٹھیرا رہنا اور توریت میں لوط علیہ السلام کا اپنی بیٹیوں سے زنا کرنا اور خدا کا آدم کو پیدا کر کے نادم ہونا وغیرہ [illegible] بہت سی خلاف عقل باتیں ہیں خدا تعالیٰ کی ذات و صفات اور ملائکہ اور انبیاء اور عبادات اور عالم آخرت اور نیک چلنی وغیرہ مضامین قرآن کے مقابلہ میں جو کوئی عہد عتیق و جدید کو دیکھیگا تو ضرور اسبات کا یقین کریگا کہ قرآن کتاب الٰہی ہے اور یہی کتاب ہے کہ لاریب فیہ گبن صاحب جو انگلستان کا بڑا مشہور مورخ و محقق ہے اپنی تاریخ میں لکھتا ہے کہ محمد کا مذہب شکوک و شبہات سے پاک ہے۔ کیونکہ پتھروں بتوں اور انسانوں اور ستاروں کی

[1] توریت و زبور و دیگر صحائف انبیاء علیہم السلام ۱۲ منہ [2] چاروں انجیل اور حواریوں کے نامجات وغیرہ ۱۲ منہ

پرستش کو اس معقول دلیل سے رد کیا کہ جو شے طلوع ہوتی ہے غروب ہو جاتی ہے اور جو حادث ہے وہ فانی ہے اور جو قابل زوال ہے وہ معدوم ہو جاتی ہے الخ ان بڑے بڑے حقایق کو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے مشہور کیا الخ ایک حکیم خدا تعالی کے وجود اور اُسکی صفات پر یقین رکھتا ہو وہ مسلمانوں کے عقائد مذکورہ بالا کو کہہ سکتا ہے کہ وہ عقائد ہمارے ادراک موجود اور قوی عقلی سے بڑھکر ہے الخ وہ اصل کہ جسکی بنا عقل اور وحی پر ہے محمدؐ کی شہادت سے استحکام کو پہنچی الخ انتہی ملخصًا۔ اور سیل صاحب اپنے ترجمہ قرآن کے دیباچہ میں باوجود سخت تعصب کے اقرار کرتا ہے کہ تہوڑے سے دنوں میں جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دین شرقًا غربًا روے زمین پر پہیل گیا اسکی وجہ یہ تہی کہ اس مذہب کے جملہ اُمور وہ ہیں کہ جنکو عقل بہت جلد تسلیم کرتی ہے جو لوگ تلوار کے زور سے اس دین کا پہیلنا خیال کرتے ہیں وہ بڑی غلطی میں ہیں انتہی ملخصًا۔ کبری مسلم الکل ہے ۞

سوال بہت سے لوگون کو قرآن مین ریب (شک) تہا اور اب بہی ہے اور جو کسیکو نہوتا تو تمام لوگ اہل اسلام ہی ہو جاتے پہر مطلقًا یہ کہنا کہ اُسمین کسیکو شک نہین کسطرح صحیح ہو سکتا ہے؟ **جواب** انکار اور تکذیب اور چیز ہے اور شک و تردد اور چیز ہے بہت سی باتین ایسی ہوتی ہین کہ اُنکا یقین کامل ہوتا ہے مگر کسی خاص وجہ سے متعصب معاند لوگ ضد مین یا رسوم اور قوم کی پابندی مین آکر انکار کر دیتے ہین اور ہٹ دہرمی سے نہین مانتے سو یہ اور بات ہے ہم اسکی نفی نہین کرتے ہان کسی صاحب عقل سلیم کو قرآن کے مطالب مین بعد تامل کے شک نہوگا اور جو کبہی ہوا بہی تو وہ اُسکے قصور فہم سے ہوگا خلاصہ یہ کہ قرآن بلحاظ وضاحت دلائل محل ریب نہین جسطرح عام محاورہ مین سچی بات کی نسبت کہدیتے ہین کہ اسمین کچہہ شک نہین گو مخاطب کو شک ہو مگر بلحاظ وضاحت قرائن و دلائل مزیل شک اُس شک کو کالعدم قرار دیکر نفی کر دیتے ہین بعض لوگ اسبات کو نسمجہے تفسیر مین غلطی مرتکب ہوے **دلیل سوم** ہُدًى لِّلْمُتَّقِينَ سے مستفاد ہے تقریر اسکی یہ ہے۔ کتاب آسمانی ہونیکی بڑی علامت اور پکی نشانی یہ ہے کہ وہ ایسا اثر رکہے ہو کہ مقناطیس کیطرح دلون کو ہدایت کیطرف کہینچے اور نیک چلنی اور توحید کیطرف رہنمائی کرے یہ کبری مسلم ہے اور یہ صغری کہ قرآن لوگون کو ان اُمور کیطرف رہنمائی کرتا ہے بدیہی ہے کیونکہ تیئیس[۲۳] برس کے عرصہ مین جسقدر قرآن نے خلق خدا کے دلون کو ہدایت کیطرف کہینچا اسقدر ہزار برس میں بہی توراۃ و انجیل نے وہ اثر نہ بخشا عرب کی جو حالت کہ نزول قرآن سے پہلے تہی دنیا کی تمام حالتون سے بڑہکر تہی بت پرستی اور رہزنی اور چوری اور خونریزی و رباہی بیہودہ تفاخر اور جہالت اور اُسکے ساتہہ ذلت جسقدر عرب کو حاصل تہی کسی قوم کو نہ تہی پہر تہوڑے سے دنون مین قرآن نے عرب کو کایا پلٹ کر دیا ہر ایک عرب جو پیشتر ہر طرح کی برائی اور اخلاق رذیلہ کا مجمع تہا قرآن کی برکت سے اخلاق حمیدہ اور تمام خوبیون کا سرچشمہ ہو گیا اسبات کے بہی تمام مورخین مقر ہین۔ توراۃ نے تو بنی اسرائیل پر بہت کم اثر کیا۔ حضرت موسے علیہ السلام کے چند روز غائب ہوتے ہی بقول اہل کتاب بنی اسرائیل کے

---

(۱) پہر مفسر اپنی کتاب کے صفحہ ۱۴ مین لکہتے ہین قولہ۔ اور وہ (یعنی مناسب) معنی یہ ہین کہ اس کتاب کے پرہیزگارون یعنی ایمان والون کے لئے ہادی ہونے مین کچہہ شک نہین الخ اگر یہ معنی تسلیم کئے جائین تو ہدًی کا لفظ بدل ہے ضمیر مجرور سے جو فیہ مین ہے اور جار مجرور ثابت یا کائن سے متعلق ہو کر لا نفی جنس کی خبر ہوئی یعنی لا ریب فی کونہ ہادیا للمتقین الخ۔ خالقصاحب نے ہادیا ریت کمال کیا ہے تہوڑی سی عبارت مین کسقدر غلطیونکو سمیٹ کر جمع کر دیا ہے (اول) یہ کہ ہنوز وہ بات باقی رہی کہ کسیکو شک نہین مگر پہر یہ کہہ سکتا ہے کہ ہمکو اس کتاب کے پرہیزگارون کے لئے ہادی ہونے مین شک ہے پہر کیا نئی بات پیدا ہوئی (دوم) اگر فیہ کی ضمیر سے ہدًی کو بدل کہین گے تو ہدًی کو مجرور کہنا پڑیگا۔ حالانکہ آجتک کسی نے اسکو مجرور نہین کہا (سوم) فی کو کونہ کے متعلق قرار دیکر اور بدل کونہ ہادیا کہنا صحیح نہین کیونکہ کونہ ہادیا صفت ہے اور قرآن ذات یا موصوف اور بدل عارض کا معروض سے درست نہین (چہارم) جبہا فیہ سے کونہ ہادیا کو بدل ڈالا تو فی کو ریب سے متعلق کرنا پڑا (پنجم) یہ توجیہ لغو ہے چونکہ عام قاعدہ کے مقابلہ میں ہے۔ اسمین کچہ تو نکتہ ہونا ضرور تہا ورنہ بغیر وجہ پانچوان سوار بنا گیا فائدہ ۱۲ منہ رحمہ اللہ

شائع تو ہر طرف بقول یہود خود حضرت ہارون ع نے جو خدا کے خیمہ کے امام تھے بچھڑا بنا کر پوجا اور حضرت موسیٰ کے دم آخر تک کیسی کیسی سرکشیاں بنی اسرائیل کرتے رہے اور بقول ولیم میور صاحب خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارہ حواریوں کے ایمان کا کچھ ٹھیک نہ تھا انکے شست ایمان دنیا کی طمع اور سلطنت کے لالچ سے تھی۔ اور سب سے بڑے حواری شمعون پطرس نے کہ جنکے ہاتھ سے بقول نصاریٰ صدہا معجزات سرزد ہوئے تھے سختی کے وقت حضرت مسیح وہ بیوفائی کی کہ آشنائی سے بھی انکار کر دیا اور یہودا اسخریوطی نے تو اپنے آقا حضرت مسیح کو تھوڑی سے رشوت لیکر گرفتار کرا دیا اور پھر چند روز بعد صلیب پرستی اور اور خرابیاں جو کچھ عیسوی مذہب پر پڑیں انکی اب تک بھی اصلاح نہیں ہوئی۔ اب انصاف کرنا چاہئے کہ کونسی کتاب سے دنیا میں زیادہ ہدایت پھیلی پھر جس کتاب نے اپنا آسمانی ہونا عالم کو مشاہدہ کرا دیا ہو اسکو آسمانی کتاب نہ کہا جاوے اور اپنی تقویم کہنہ کو خدائی قانون کہا جاوے بڑی ناانصافی ہے۔ اس دلیل کی طرف قرآن میں بیشمار جگہ اشارہ ہے جیسا کہ اِنَّ ہٰذَا الْقُرْاٰنَ یَہْدِیْ لِلَّتِیْ ہِیَ اَقْوَمُ وغیرہا من الآیات ؛

واضح ہو

کہ ان تینوں دلیلوں میں باہم ایک عجیب مناسبت طبعی ہے۔ دلیل اول جو فصاحت و بلاغت سے متعلق ہے یہ چاہتی تھی کہ اسکو مقدم کیا جاوے کیونکہ سب سے پیشتر عرب کا ایمان لانا مقصود تہا کہ جنکے ذریعہ سے تمام عالم میں ہدایت پھیلی اور وہ فصاحت و بلاغت کے جلد تر ایمان لا سکتے تھے چنانچہ لائے اسکے بعد کلام کو بلند کیا اور معانی کی طرف رجوع کر کے اور لوگوں کو بھی اطمینان کرا دیا وہ دوسری دلیل سے حاصل ہوا مگر یہانتک منکر کو کسیقدر چون و چرا کرنے کی مجال باقی تھی وہ کہہ سکتا تھا کہ جہل مرکب کی صورت میں ہی رہے ہیں اور اسی لئے ہر فریق اپنی کتاب کو خواہ وہ کیسی ہی غلط کیوں نہو مشکوک نہیں جانتا۔ گو یہ شبہ بالکل بے بنیاد تہا مگر اسکے بعد خدا تعالیٰ نے وہ برہان قایم کی کہ گویا ثابت کر کے دکھا دیا کہ غور کرو جو کوئی خوشنویس اپنی خوشنویسی کا دعویٰ کرے اور کچھ لکھکر بھی دکھا دے یا کوئی پہلوان زور کا دعویٰ کر کے کسی درخت کو گرا دے پھر کوئی دانشمند اسکے خوشنویس و اسکے پہلوان ہونے میں شک نکریگا اسی طرح قرآن نے اپنا وہ اثر کہ جو کتاب الٰہی کے لئے ضرور ہے دکھا دیا تو اب کونسا شبہ باقی رہگیا اب اسکے کتاب الٰہی ہونے میں شبہ کرنا سکندر کی فوج ملک اور جاہ و حشم دیکھکر بادشاہ ہونے کا انکار کرنا ہے سوا ایسے لوگ ازلی بدبخت ہیں وہ بہرے اور اندھے اور گونگے ہیں اونکے دلوں پر مہر ہے انکے لئے قرآن نافع نہیں۔

نکات

[۱] الٓمٓ۔ یہ اور اس قسم کے جسقدر حروف سورتوں کے اول میں آئے ہیں انکو حروف مقطعات کہتے ہیں۔ علماء کا ایک گروہ تو یہ کہتا ہے کہ یہ مجملہ متشابہات کے ہیں کہ جنکو خدا تعالیٰ اور اسکا رسول ہی جانتا ہے اور کوئی نہیں جانتا چنانچہ ابوبکر صدیق رضؓ نے فرمایا ہے کہ ہر کتاب میں ایک سر ہوتا ہے اور قرآن میں اسکا سر اوائل سور ہیں اور حضرت علی رضؓ نے فرمایا کہ ہر کتاب میں ایک خاص بات ہوتی ہے اور قرآن میں خاص بات حروف تہجی ہیں (تفسیر کبیر) کیونکہ جسطرح خفاش نور شمس کے آگے خیرہ ہو جاتی ہے اسی طرح اعلیٰ چیزوں کے انوار کے مقابلہ میں

عقل کی انہین چہپی جاتی ہین - پہر قرآن مین نازل کرنے سے صرف امتحان علما مقصود ہوتا ہے کہ آیا وہ کہین عقل کو نقل کے مطیع بہی بناتے ہین یا نہین اور ایک جم غفیر اہل علم کا یہہ کہنا ہے کہ انکے معانی معلوم اور عند الخلق مفہوم ہین اور اسپر بہت سے دلایل عقلیہ و نقلیہ پیش کرتے ہین لیکن اس فریق کے تعین معانی مین چند قول ہین (۱) یہ کہ یہ حروف اُن سورتون کے نام ہین کہ جنکی ابتدا مین وارد ہین اور قدیم عرب بہی حروف ہجی پر بعض چیزون کے نام رکہا کرتے تہے جیسا کہ نقد کو عین اور بادل کو غین اور مچہلی کو نون اور ایک پہاڑ کو قاف کہتے تہے - سورتون کا ان حروف سے مسمی کرنے مین اسطرف اشارہ ہے کہ ہمارا کلام بہی انہین حروف سے مرکب ہے کہ جنسے تمہارا پہر تم اسکی مثل کیون نہین بناتے -
(۲) یہ کہ اللہ تعالی کے اسما ہین تبرکا انکو اوائل سور مین ذکر کردیا ہے چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے منقول ہے کہ وہ دعا مین یا کہیعص یا حمعسق کہتے تہے (۳) یہ کہ اسماء الہی کے اجزا ہین سعید بن جبیر کہتے تہے الر حم ن کا مجموعہ الرحمن ہے لیکن اور حروف کی ترکیب دینے پر ہم قادر نہین (۴) یہ کہ قرآن مجید کے نام مراد ہین کلبی اور سدی اور قتادہ کا یہ قول ہے (۵) یہ کہ اسنے کوئی صفت یا اسم الہی یا کوئی اور چیز مراد ہے اور اختصار کے طور پر ایک حرف سے اُس چیز کی طرف اشارہ کردیا ہے چنانچہ بعض عرب کے اشعار سے بہی یہ بات ثابت ہوتی ہے لا تحسبی انا نسینا الایجاف * قلت لہا قفی فقالت لی قاف * یعنی مین نے اُس معشوق سے یہہ کہا کہ تو یہ خیال نہ کیجو کہ ہم اونٹ دوڑانا بہول گئے ہین اسلئے مین نے اُس سے کہا کہ ٹہیر جا تب اسنے کہا ٹہیر گئی - دیکہئے قاف وقفت کا مختصر ہے - ابن عباس سے مروی ہے کہ الف سے مراد آلاء اللہ یعنے خدا کی نعمتین اور لام سے لطف اور میم سے ملک مراد ہے یعنی اُسکے ملک مین جسقدر نعمتین پائی جاتی ہین یہ سب اُسکے لطف و کرم کا صدقہ ہے منجملہ اُن نعمتون کے قرآن ہے وہ بہی اُسکے لطف سے بندون کی بہلائی اور سعادت کے لئے نازل ہوا ہے - اور انہین سے یہ بہی منقول ہے کہ الف سے مراد اللہ اور لام سے مراد جبرئیل اور میم سے مراد محمد ہین یعنی یہ قرآن خدا کیطرف سے بواسطہ جبرئیل محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا ہے - اور اسیطرح اور بہی توجیہات علما کی حروف مقطعات مین منقول ہین چنانچہ بعض نے فرمایا کہ الف اقصی حلق سے کہ جو ابتدا مخارج ہے اور لام کنارہ زبان سے کہ جو وسط مخارج ہے اور میم ہونٹون سے کہ جو اخیر مخارج ہے نکلتا ہے جس سے اسبات کیطرف اشارہ ہوا کہ بندون کے اول کلام اور وسط کلام اور اخیر کلام مین ذکر الہی ہونا چاہئے یعنی ہر حال مین اسکو یاد رکہے (۶) یہ کہ محض خبردار کرنے کے لئے اور سیاق کے لئے کہ ایک کلام تمام ہوکر دوسرا شروع ہوتا ہے یہ حروف بولے گئے ہین اور قدیم عرب بہی اپنے خطبات مین اکثر ایسا کرتے تہے یہ قطرب کا قول ہے (۷) یہ کہ بحساب ابجد ان سے قومون کے زمانہ حکومت اور دور سلطنت اور بقا و عزت کیطرف اشارہ ہے ابو العالیہ کا یہی قول ہے کس لئے کہ جب بعض یہود نے آنحضرت سے الم سنا تو اکہتر برس حساب لگاکر یہہ کہا کہ جس دین کی یہہ تہوڑی مدت ہو تمہین ہم کسطرح داخل ہون اسپر آنحضرت علیہ السلام نے تبسم کیا اُس یہودی نے پوچہا کہ کیا اسکے سوا کچہہ اور بہی ہے آپ نے فرمایا ہان المص الر المر اسنے سنکر کہا کہ اب ہمکو اشتباہ مین ڈالدیا کوئی بات ہم معین نہین کرسکتے (رواہ البخاری فی تاریخہا) جو لوگ انکو سورتون کے نام کہتے ہین وہ ایک عمدہ بات نکالتے ہین وہ یہ کہ ہر اسم (نام) کو اپنے مسمی سے ضرور ایک مناسبت ہوتی (چنانچہ شاہ ولی اللہ صاحب نے اسکو بڑی تفصیل سے ثابت کیا ہے) پس ان حروف کو اپنے معانی سے ایک مناسبت خاصہ ہے گویا کہ یہ انکے مضامین کی فہرست ہین مثلاً

الف (ہمزہ) اور ہاے دونون غیبت کے لیے مقرر ہوے ہین صرف یہ فرق ہے کہ ہا اس عالم کے غائب ہین اور ہمزہ عالم تجرد کے۔ پس یہ مستعمل ہوتی
اسی سے لیے استفہام کے وقت آ و ام کہتے ہین اور عطف کے وقت او کیونکہ جس بات کو پوچھتے ہین وہ بہ نسبت متعین کے غائب ہے اور اسیطرح جسمین تردد
ہے وہ بہی غیبت ہے اور لام کو تعین کے لیے استعمال کرتے ہین ور اسی لیے تعریف کے وقت لام زیادہ کر دیتے ہین ور رجل کو الرجل بولتے ہین
اور میم چونکہ دونون لبون کے ملنے سے ادا ہوتا ہے تو اسکو ہیولائی مادہ پر استعمال کیا گیا کہ جسمین حقائق اشیار مجتمع ہین ور عالم تجرد سے تقید
اور تحیز کے قیدخانہ مین بند ہین۔ پس الم سے فیض مجرد مراد ہے کہ جو عالم تحیز مین آیا اور بندون کے علوم اور عادات کے موافق متعین ہوا
اور پہر اس نے بندون کے سخت دلونکو نصیحت سے نرم کیا اور برے کامون پر نادم اور صاحب شرم کیا اور وہ کیا ہے ؟ یہ سورہ بقرہ۔
پس الم اجمالاً تمام سورہ بقرہ پر دلالت کرتا ہے اور یہ سورہ گویا ان تین حروف کی تفسیر ہے اور یہی حال اور حروف کا ہے۔

۳ ان حروف کے لانے مین ایک عجیب صنعت ملحوظ ہے کہ جو بڑے بڑے فصحا و بلغا و مشاق سخن کے قدرت سے باہر ہے جس سے یہ ظاہر ہے کہ یہ
بشر کا کلام نہین بالخصوص اس شخص کا کہ جس نے کبہی مشاعرہ کا دروازہ دیکہا ہو نہ کبہی شعر و سخن کیطرف متوجہ ہوا ہو بلکہ علوم رسمیہ سے بہی محض
برطرف ہو۔ اور وہ صنعت یہ ہے کہ یہ حروف جو اوایل سور مین آئے ہین کل چودہ حرف ہین کہ جو تمام حروف تہجی کے (بشرطیکہ الف کو حرف مستقل نہ
شمار کیا جاوے) نصف ہین اور انکو انتیس سورتون کے ابتدا مین بتعداد حروف تہجی ذکر کیا پہران حروف کے لانے مین ایک اور عجیب رعایت کی
ہے کہ جسقدر حروف کی اقسام ہین ان مین سے بقدر نصف ان حرفون مین موجود ہین۔ دیکہیے تقسیم اول حروف کی یہ ہے کہ کل حروف مہموسہ ہین یا مجہورہ ہین
مہموسہ دس ہین۔ س ت ش ح ث ک خ ص ف ہ انہین سے پانچ ح ہ ص س ک قرآن کے مقطعات مین موجود ہین۔ اور
باقی اٹہارہ[18] حروف مجہورہ ہین ان مین سے بہی نو حرف ان حروف مقطعات مین موجود ہین اور وہ نو یہ ہین لام نون یا قاف طا را عین ہمزہ
میم را اور اسی طرح کل حروف دو قسم ہین یا شدیدہ کہ سخت آواز پیدا کرتے ہین یا رخوہ۔ پس شدید آٹہ حرف ہین ہمزہ جیم دال تا طا با
قاف کاف انہین سے نصف چار حروف مقطعات مین موجود ہین یعنی ہمزہ قاف طا کاف اور باقی رخوہ جو بیس[20] ہین ان مین سے نصف
دس مقطعات مین موجود ہین اور وہ دس یہ ہین ح م س ع ل ی ن ص ر ہ اسی طرح حروف کی دو قسم ہین یا مطبقہ کہ انکے ادا
وقت زبان تالو مین لگجاتی ہے اور زبان اور اسکے محاذات مین آواز رک کر نکلتی ہے اور یا منفتحہ کہ جنکے ادا کے وقت یہ بات پیدا نہین
ہوتی۔ پس مطبقہ چار ہین ص ط ض ظ انمین سے نصف ص اور ط حروف مقطعات مین موجود ہین اور اسیطرح باقی منفتحہ چوبیس[24] ہین انمین سے نصف بارہ قرآن کے اوائل سور
مین موجود ہین۔ اور حروف قلقلہ کہ جنکے ادا کے وقت زبان مین اضطراب پیدا ہوتا ہے پانچ ہین ق د ط ب ج ان مین سے دو کو ذکر کیا ط اور ق کو

سلہ یہ ایک بڑی مہارت فن کی بات ہے کہ الف کو کبہی حروف مین شمار کیا اور کبہی نہین کیا تا کہ معلوم ہو کہ الف اور ہمزہ ایک ہی چیز ہے اور یہ کہ انمین جو فرق ہے تو صرف حرکت
و سکون کا ہے ۱۲ منہ سلہ مہموسہ جو ذرا نرمی سے ادا ہوتے ہین اور مجہورہ اسکے برخلاف ۱۲ منہ سلہ یہان سے آپکو یہ بہی معلوم ہو گیا ہوگا کہ جو لوگ قرآن مین ض کو ظ پڑہتے
ہین اور کتب قرات سے یہ دلیل لاتے ہین کہ ض کو ظ کے مشابہ لکہا ہے محض غلطی کرتے ہین مشابہت صرف صفت اطباق مین ہے سو وہ ص اور ط کے ساتھ بہی ہے پہر کوئی
ض کو ص یا ط پڑہ سکتا ہے ؟ عرب مین اجتک کوئی اس طرح نہین پڑہتا یہ صرف ایران کے شیعہ کی تقلید ہے ۱۲ منہ

تاکہ نصف اقل لینے میں اس طرف اشارہ ہو جائے کہ یہ حروف کمتر مستعمل ہوتے ہیں۔ اور حروف لینئین دو ہیں واؤ اور یا انہیں سے یٰ کو لیا کیونکہ اسکا ثقل کم ہے۔ اور حروف مستعلیہ (کہ جن سے زبان حنک اعلیٰ میں چڑھ جاتی ہے) سات ہیں قٓ صٓ طٓ خٓ غٓ ضٓ ظٓ انہیں سے نصف اقل قٓ صٓ طٓ قرآن کے مقطعات میں موجود ہیں اور باقی جو حروف ہیں وہ منخفضہ ہیں سو وہ اکیس حرف ہیں انہیں سے گیارہ نصف اکثر کو لیا اور اسی طرح حروف بلل اور حروف مدغمہ میں بھی یہی رعایت کی۔ پھر اولیلاف ہے کہ ان مقطعات کو تین جگہ مفرد لایا گیا اور وہ یہ ہیں صٓ سورۂ صاد کے اول میں اور قٓ سورۂ قاف کے اول میں اور نٓ سورۂ نون کے اول میں تاکہ اسبات کی طرف اشارہ ہو جاوے کہ حروف مفردہ اسم فعل تینوں جگہ پائی جاتی ہیں اسم جیسا کہ کاف خطاب اور فعل قٓ اور لٓ کہ وقی یقی اور ولی یلی کا امر ہے اور حروف جیسا کہ با جی جر اور کاف تشبیہ اور چار دو دو کر کے آئے ہیں طٰہٰ طٰسٓ یٰسٓ حٰمٓ تاکہ اسبات کی طرف اشارہ ہو جائے کہ دو کا مجموعہ حرف میں بغیر حذف ہوتا ہے جیسا کہ بل اور فعل میں بحذف ہوتا ہے جیسا کہ قل اور اسم میں دونوں طرح سے ہوتا ہے بغیر حذف جیسا کہ من اور بحذف جیسا کہ دم۔ پھر ان دو دو کے مجموعہ کو نو سورتوں کے اول میں ذکر کیا تاکہ یہ بات معلوم ہو جائے کہ یہ دو کا مجموعہ اسم فعل حرف میں فتح ضمہ کسرہ سے پایا جاتا ہے۔ اسم میں جیسا کہ اِذْ مُذْ مِنْ اور فعل میں جیسا کہ قُلْ بِعْ خِفْ اور حروف میں جیسا کہ اِنْ مِنْ مُذْ اور تین تین کے مجموعہ کہ وہ الٓمٓ الٓرٓ طٰسٓمٓ ہے تیرہ سورتوں کے اول میں ذکر کیا تاکہ اسبات کی طرف اشارہ ہو جائے کہ جو اوزان ثلاثی مجرد کے زبان عرب میں مستعمل ہیں وہ بھی تیرہ ہیں۔ انہیں سے دس اسم ثلاثی کے ہیں جیسا کہ فَلْس فَرَس کَتِف عَضُد حِبْر عِنَب اِبِل قُفْل صُرَد عُنُق اور تین فعل ماضی کے ہیں نَصَر وعَلِم شَرُف اور چار کے مجموعہ کو کہ جو الٓمٓرٓ و الٓمٓصٓ ہے اور اسی طرح پانچ کے مجموعہ کو کہ جو کٓھٰیٰعٓصٓ اور حٰمٓ عٓسٓقٓ ہے دو دو سورتوں کے اول میں ذکر کیا تاکہ یہ بات سمجھی جاوے کہ رباعی اور خماسی کے دو دو وزن ہیں ایک اصلی جیسا کہ جعفر و سفرجل اور ایک ملحق جیسا کہ قردد و جحنفل۔

اور اسی نکتہ کے لیے ان حروف کو ایک جگہ جمع نہیں کیا بلکہ انتیس سورتوں کے اول میں لایا۔

[۴] زبان عرب میں لفظ ذلک سے اس چیز کی طرف اشارہ کرتے ہیں جو دور ہوتی ہے جسطرح ہذا سے نزدیک کی چیز کی طرف اشارہ ہوتا ہے پس اس مقام پر جو خدا تعالیٰ نے ہذا الکتاب نہ فرمایا بلکہ ذلک کہا اس میں اس کتاب یعنی قرآن کی عزت و عظمت کی طرف اشارہ ہے کیونکہ جب اعلیٰ درجہ میں کوئی شے ہوتی ہے اور کمال کے اخیر درجہ پر جا پہنچتی ہے تو اس اعتبار سے وہ دور اور نہایت بلند متصور ہو کر ذلک سے اسکی طرف اشارہ کیا جاتا ہے۔

[۵] الکتاب میں جو الف لام ہے اس سے وہ کتاب مراد ہے کہ جسکا پہلے انبیاء علیہم السلام کی معرفت وعدہ کیا گیا تھا جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ تمہارے بھائیوں میں سے خدا تجھسا نبی برپا کریگا اور اسکے منہ میں اپنا کلام ڈالیگا (یعنی کتاب اسپر نازل کریگا) توریت سفر استثنا باب ۱۸ یعنی قرآن۔ لفظ کتاب مصدر ہے مبالغہ کمتوب پر اطلاق ہوتا ہے یا فعال ہے جو مفعول کے معنی میں آتا ہے جیسا کہ لباس ملبوس کو کہتے ہیں پھر جو جبار کہ ذہن میں مرتب ہو اس پر بھی لکھے جانے سے پیشتر اس لفظ کا اطلاق ہوتا ہے اس لحاظ سے کہ لکھے جانے کی صلاحیت رکھتا ہے اسی لحاظ سے

لہ سورۂ طٰہٰ و نمل و یٰسٓ و مومن و حٰمٓ سجدہ و زخرف و دخان و جاثیہ و احقاف ۱۲ منہ

لہ سورۂ بقرہ و آل عمران و یوسف و ہود و یونس و ابراہیم و حجر و شعراء و قصص و عنکبوت و روم و لقمان و سجدہ

کو قرآن اسوقت لکھا نہ گیا تھا اسپر لفظ کتاب کا اطلاق ہوا - و لغت میں کتب کے معنی جمع کے ہیں اور اسی لئے فوج کو کتیبہ بولتے ہیں کہ اسمیں لوگ جمع ہوتے ہیں اور عرف شرع میں کتاب سے مطلقاً قرآن مجید مراد ہوتا ہے ٭

۵ متقین کے لیے خدا نے اس کتاب کو ہدایت فرمایا حالانکہ قرآن کی خوبی یہ ہی کہ سب کے لئے ہدایت ہوتا اور خود ایک جگہ فرمایا تبارک الذی نزل الفرقان علی عبدہ لیکون للعلمین نذیرا۔ بلکہ متقین تو ہدایت پا چکے انکے لئے ہدایت کی کیا ضرورت تھی اب انکے لیے قرآن کا ہدایت بنانا تحصیل حاصل ہے اسکا جواب یہ ہے کہ اسمیں ایک عجیب نکتہ ہے کہ جو اعجاز قرآن کے لیے شاہد عدل ہے اور وہ یہ کہ متقین سے مراد عام مکلفین ہیں مگر دو وجہ سے بلفظ متقین انکو تعبیر کیا ایک تو تفاول مقصود ہے جسطرح کہ کسی مبتدی طالب العلم کو اس لحاظ سے کہ یہ آیندہ عالم ہونیوالا ہے مولوی کہہ دیتے ہیں اسیطرح قرآن کی طرف متوجہ ہونیوالے کو باعتبار مایؤل متقی کہہ دیا کہ جس سے یہ بات جتلادی کہ آخرکار قرآن کی طرف متوجہ ہونیکا نتیجہ متقی ہونا ہے بخلاف اور کتب کے کہ اُنسے یہ نتیجہ حاصل ہونے کی اُمید ہی نہیں پس گویا کہ اس لفظ سے قرآن کا اثر اور نتیجہ جتلا کر طالب کو خوشخبری اور مژدہ دینا ہے سو یہ بات ہدًی للناس میں حاصل نہوتی۔ دوسرے یہ کہ گو ہر شخص کا نفع اور سعادت اس کتاب سے مقصود ہے مگر دراصل اس سے وہی فائدہ اٹھاتے ہیں کہ جو ازلی استعداد اور صلاحیت رکھتے ہیں اور جو بدبخت ازلی ہیں اور ازل میں اُنکی روح پر نور الٰہی کا کوئی ذرہ بھی نہ پڑا تو وہ اس سے محروم ہیں۔ پس اس لفظ متقین سے اسطرف اشارہ کر دیا کہ جو بدبخت ازلی ہیں نہیں مانتے اور اسمیں نکتہ چینیاں کرتے ہیں سو اس کتاب کا قصور نہیں بلکہ اُنکی استعداد میں فتور ہے کیا خوب کہا ہے کسی نے ؎ باران کہ در لطافت طبعش خلاف نیست ٭ در باغ لالہ روید و در شورہ بوم خس ٭ شمشیر نیک آہن بد چون کند کسے ٭ ناکس بتربیت نشود ای حکیم کس ٭ اب قرآن کی خوبی میں کچھہ فرق آیا نہ تحصیل حاصل لازم آئی

واضح ہو

کہ تقوی کہ جسکی اصل وقایہ (یعنی نہایت محفوظ رکھنا) ہے عرف شرع میں اُن چیزوں سے اپنے تئیں محفوظ رکھنا ہے کہ جو اسکو آخرت میں مضر ہیں اور اسکے تین مرتبے ہیں (اول) عذاب ابدی سے محفوظ رکھنا اور شرک و کفر کو عمل میں نہ لانا ہے پس اس لحاظ سے ہر مسلمان کو خواہ وہ کیسا ہی ہو متقی کہہ سکتے ہیں چنانچہ اس آیت میں اسی تقوی کی طرف اشارہ ہے وَاَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى یعنی کلمۂ توحید (دوسرا) ہر گناہ سے بچنا اور اسکے وبال سے محفوظ رکھنا اکثر کے نزدیک کبائر سے جو پرہیز کریگا متقی شمار ہوگا اور بعض کہتے ہیں کہ صغائر سے بھی جبتک سب سے پرہیز نکریگا شرع میں اسپر لفظ متقی نہ بولا جاویگا اور اس آیت میں اسی مرتبہ کیطرف اشارہ ہے وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا (تیسرا مرتبہ) یہ ہے کہ سوائے خدا تعالی کے اور کسیکا خیال بھی لگنے نہ دے جمیع خطرات و خیالات سے آئینہ دل کو صاف کرکے ہمہ تن جمال جہان آرا میں محو اور مشغول ہو جاوے اور یہ تقوی حقیقی ہے۔ اس مرتبہ کے متقی صرف انبیاء و اولیاء اللہ ہوتے ہیں اور یہ تقوی قرآن میں اکثر جگہ مذکور ہے۔ اِتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقَاتِهٖ اور اس آیت میں بھی یہی مراد ہے وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا کہ سب سے ٹوٹ کر اسکی طرف ہو جا الغرض هدى للمتقين میں بھی تینوں طرح کے تقوی مراد ہیں

فوائد

امام احمد اور ترمذی وغیرہما محدثین نے عطیہ سعدی سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بندہ کو مرتبہ تقویٰ جب نصیب ہوتا ہے کہ جب تمام اُن چیزون کو کہ جن مین خطرہ شرعی ہے ترک کرتا ہے اس خوف سے کہ مبادا حرام مین گرفتار ہو جائے اور ابن ابی الدنیا نے کتاب التقویٰ مین حضرت حسن بصری سے نقل کیا ہے کہ متقیون کے ساتھہ جبتک تقویٰ رہتا ہے کہ جبتک وہ حرام کے خوف سے بہت سی حلال چیزون سے دست کش رہتے ہین - ابونعیم نے حلیۃ الاولیاء مین میمون بن مہران سے روایت کیا ہے کہ کوئی شخص بغیر اسبات کے متقی نہین ہوسکتا کہ ہر روز اپنے نفس سے ایسا سخت حساب لے کہ جیسا شریک سے لیتے ہین کہ تیرا یہ کہانا کہان سے ہے اور یہ پینا کہان سے اور یہ لباس کہان سے آیا حلال سے ہے یا حرام ہے - قرآن مجید اور احادیث صحیحہ مین تقویٰ کے بہت سے فضائل اور بڑی تاکید آئی ہے اور اس مین سر یہ ہے کہ جسطرح امراض جسمانی مین پرہیز نہایت نافع ہوتا ہے اور بدپرہیزی کا اثر جسم پر فوراً ظاہر ہوتا ہے اسی طرح انسان کے اعمال اور اقوال و اعتقادات کا اثر اُسکی روح پر پہنچتا ہے اور جسقدر اخلاق اور اعمال بُرے ہین وہ روح کو امراض مین مبتلا کرتے ہین جن سے مرنے کے بعد سخت تکلیف ہوتی ہے -

اسلام

کا ایک ندہ اُصول تقویٰ ہی ہے کہ جس سے اُسکو جمیع مذاہب پر شرف ہے رضا بالقضا اور شکر نعمار اور اطاعت احکام قرآن اور ہمہ وقت یاد الٰہی مین مصروف رہنا - کبائر و صغائر تو کیا مشتبہ چیزون سے پرہیز کرنا الغرض زبان و دل اور ہاتھہ پاؤن کو خدا کے حکم کی موافق صرف کرنا جو اصول تقویٰ ہین اسلام نے انکو طرح طرح سے تعلیم فرمایا ہے - جس کا اثر اسلامیون پر یہ ہوا کہ غیر محرم عورت کو دیکھنا اور بے فائدہ بات منہ سے بولنا بھی دل کی سیاہ کرنے والی چیزون مین شمار کیا گیا - افسوس آجکل یورپ کے الحاد کا اثر بعض بے دینون کی وجہ سے ہندوستان کے اہل اسلام مین بھی نمودار ہونے لگا - اسوقت نو تعلیم یافتہ عبادت ریاضت تقویٰ و طہارت کی باتون پر ٹھٹھے اُڑاتے ہین جسکا اثر بے برکتی اور تاریکی در و دیوار سے نمایان ہے الٰہی اہل اسلام کو (کہ جن کی آنکھون مین دار آخرت کے مقابلہ مین سلطنت سکندری بھی ناچیز ہے کسی سلطنت کی دین برباد کر کے دو سو چار سو روپیہ کی نوکری تو کیا ہے) اپنے نبی عربی سید المتقین کے طفیل سے اس تاریکی روحانی اور سواد الوجہ جاودانی سے بچا آمین *

چونکہ ہر مذہب مین تقوے کا دعوی ہے - اور ہر شخص اپنے خیالات فاسدہ کی پیروی کو تقوے سمجھتا ہے اور باعث نجات جانتا ہے اس لئے خدای تعالی نے اسبات کو کہول دیا اور متقین کے اوصاف اصلی بتا دئے فقال *

الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيمُونَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُونَ ○

متقی وہ ہین کہ جو ایمان لاتے ہین غیب پر اور قایم کرتے ہین نماز اور کچھہ ہمارے دیے ہوے مین سے خرچ کرتے ہین اللہ کی راہ مین

ترکیب

الذین موصول یومنون بالغیب جملہ معطوف علیہ و یقیمون الصلوٰۃ فعل با فاعل و مفعول جملہ ہوکر معطوف اور ینفقون فعل با فاعل اور مما رزقناہم اسکا مفعول مقدم فعل اپنے فاعل اور مفعول سے ملکر معطوف ہوا جملہ سابقہ پر پس تینون جملہ کہ جو ایک دوسرے پر معطوف ہے صلہ ہوے موصول اپنے صلہ سے ملکر صفت ہوئی متقین کی

تفسیر

تقوی کے دو جزء ہین ایک اچھی باتونکا عمل مین لانا دوسرا بُری باتون سے بچنا۔ پھر اچھی باتون کی (یعنی اعمال صالحہ کی) دو قسم ہین ایک اعلی دوسری ادنے۔ اعلی قسم ایمان ہے کہ جو قلب کا کام ہے اور بدن سے جدا ہونے کے بعد بھی اور ادراک کی طرح روح کے ساتھہ رہتا ہے اور جس طرح قلب کو جمیع اعضاء بدن پر شرف ہے اسیطرح قلب کے عمل کو بھی تمام عمل پر شرف ہے۔ اعلی درجہ کو نظری کہتے ہین۔ ادنے قسم اعمال صالحہ ہین۔ پھر انکی بھی دو قسم ہین بدنی اور مالی۔ بدن کے اعمال مین سب سے بڑھکر نماز ہے اور مال مین زکوۃ۔ اور اس دوسرے مرتبہ کو عملی کہتے ہین پس خدا تعالی نے قوت نظریہ اور عملیہ کی تکمیل اس آیت مین بیان کردی۔ یومنون بالغیب سے قوت نظریہ یعنی اعتقادیات کی درستی بیان کردی اور جب عقائد اور ادراک صحیحہ سے روح پاک ہوگئی تو قوت عملیہ کے اعلی جزء کو یقیمون الصلوٰۃ سے بیان کیا اور مما رزقناہم ینفقون سے مالی عبادت کو ظاہر کردیا پس تینون جملون سے بترتیب تینون باتونکو بیان کردیا۔ اب رہا بُری باتون سے باز رہنا سو وہ یقیمون الصلوٰۃ سے سمجھا گیا کس لیے کہ جب انسان خدا تعالی پر اور اسکی ذات و صفات و ملائکہ اور قیامت کے دن پر اور جن چیزون کی اس نے اپنے رسول کی معرفت خبردی ہے (اور یہ سب باتین یومنون بالغیب سے سمجھی جاتی ہین) ان سب پر صدق دل سے ایمان لاتا ہے اور روح اور جسم اوسکی عبادت مین مصروف ہوتا ہے کہ جسکو نماز کہتے ہین تو اسپر وہ انوار الٰہی فائز ہوتے ہین کہ جن سے اسکی بہیمیت بالکل پست ہوجاتی ہے اور معاصی کی طرف نفس بہیمی کو نہین جانے دیتے چنانچہ خود اللہ تعالی ہی فرماتا ہے اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ کہ نماز ہر قسم کی فحش اور بُری باتون سے روکتی ہے اور اسی لیے صوفیہ محققین فرماتے ہین کہ جسقدر نفس بہیمیہ کو تہوڑی دیر کی یاد الٰہی اور ذکر قلبی سے پژمردگی حاصل ہوتی ہے وہ بہت سی مدت بہوکے اور پیاسے مرنے سے حاصل نہین ہوتی اور یہ ظاہر ہے کس لیے کہ ملکیت اور بہیمیت کے دو متضاد لشکر سے حضرت انسان کی ترکیب مین رکہے گئے ہین جب ان مین سے ایک غالب آئیگا تو اسکا ضد قطعی مغلوب ہوگا۔ اور اس عالم عنصری مین باوجودیکہ فاعل و منفعل دونون ضعیف ہین پس جسقدر آگ کا اثر لوہے پر اور پہول کا مٹی پر ہوتا ہے اس سے ہزار درجہ روح کو ذات باری کے انوار سے اثر حاصل ہوتا ہے اور اسکا تقدس و تجرد اسمین پیدا ہوتا ہے پس یقیمون الصلوٰۃ مین بُری باتون سے باز رہنا بھی ذکر کردیا اور تقوی پورا بیان ہوگیا۔

یا یون کہو

کہ بُری باتوں سے باز رہنا تو لفظ متقین سے سمجھا دیا اور اعتقاد اور ایمان کو جو اعلیٰ جزء ہے یؤمنون بالغیب سے بتلا دیا اور بدنی عبادت کو یقیمون الصلوٰۃ سے واضح کر دیا اور مالی کو مما رزقناھم ینفقون سے منکشف فرما دیا۔ اور سعادت اور ان چیزوں کی برخلافی سے جو شقاوت پیدا ہوتی ہے اسکے معنی کو خوب اچھی طرح سے کھول دیا حکمت نظریہ اور عملیہ کہ جسکے حصول پر نجات کا مدار ہے اس ایک آیت میں بھر دی۔

تعلیقات

یؤمنون لغت میں ایمان تصدیق کو کہتے ہیں یعنی کسی چیز کو سچا جاننا اور یقین کرنا اور یہ امن سے مشتق ہے گویا ایمان لانیوالے نے جسپر وہ ایمان لایا ہے اسکو مخالفت اور تکذیب سے امن میں کر دیا اور شرع میں ایمان اُن چیزوں کا صدق دل سے یقین کرنا کہ جنکا دینی ہونا قطعی طور پر ثابت ہو گیا ہے یعنی قرآن مجید کی ظاہر عبارت سے یا حدیث متواتر سے یا اجماع قطعی سے جو بات ثابت ہے اسپر یقین کرنا جیسا کہ خدا تعالیٰ کی ذات و صفات علم و قدرت اور ملائکہ اور کتابیں آسمانی اور انبیاء اور مرنے کے بعد حساب و کتاب جزا و سزا کو برحق ماننا۔ پھر اس ایمان کے دو مرتبہ ہیں ایک ایمان اجمالی کہ مجملاً بلا تفصیل جزئیات دین محمدی کو برحق سمجھنا کہ جسکا خلاصہ صدق دل کا لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہنا ہے۔ دوسرا ایمان تفصیلی کہ جسقدر امور شرع سے یقیناً ثابت ہیں اور جو باتیں اللہ اور اسکے رسول نے فرمائی ہیں ہر ایک کو برحق ماننا جس چیز پر ایمان اجمالی یا تفصیلی ہے ایمان لانا ضرور ہے جو اُسپر ایمان نہ لاویگا انکار یا تکذیب کریگا کفر شرعی ثابت ہوگا کہ جسکی سزا ابدی جہنم ہے نعوذ باللہ منھا اور اہل ایمان تصدیق قلبی کا نام ہے جیسا کہ دلائل عقلیہ و نقلیہ سے ظاہر ہے کیونکہ ایمان کی ماہیت میں غور و فکر کرنے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ صرف تصدیق ہے اور دلائل نقلیہ یہ ہیں وقلبہ مطمئن بالایمان۔ وکتب فی قلوبہم الایمان ولما یدخل الایمان فی قلوبکم ان آیات میں ایمان کو قلب سے متعلق کیا گیا ہے اور قلب کا کام محض تصدیق ہے اور یہ بھی آیا ہے ان الذین اٰمنوا وعملوا الصٰلحٰت اس آیت میں اعمال صالحہ کا عطف ایمان پر کیا گیا اور معطوف اور معطوف علیہ میں مغائرت ہوتی ہے جس سے معلوم ہوا کہ اعمال صالحہ نفس ایمان کا جزء نہیں بلکہ وہ صرف تصدیق ہے اور بہت سی جگہ اہل معاصی کو مؤمن بھی کہا ہے و ان طائفتان من المؤمنین اقتتلوا جس سے معلوم ہوا کہ بُرے اعمال سے نفس ایمان زائل نہیں ہوتا ہے البتہ ترتب احکام شرعیہ کے لیے زبان سے اقرار کرنا بھی شرط ہے اور کمال ایمان کے لئے اعمال صالحہ بھی ضرور ہیں پس جو شخص دل سے تصدیق بھی کرتا ہوگا اور زبان سے اقرار اسکے ساتھ اعمال صالحہ بھی عمل میں لاتا ہوگا وہ بالاتفاق مومن کامل قرار دیا جاویگا کیونکہ تصدیق بالجنان اقرار باللسان عمل بالارکان سب پائے گئے۔ اور جو دل سے تصدیق اور زبان سے اقرار کرتا ہے مگر اعمال اُسکے خراب ہیں تو وہ جمہور اہل سنت کے نزدیک مومن فاسق ہے اور خوارج کے نزدیک کافر اور معتزلہ بلکہ شیعہ کے نزدیک کافر تو نہیں ایمان سے خارج ہے کیونکہ انکے نزدیک اعمال صالحہ نفس ایمان کا جزو ہیں یہ زیادتی اور تعصب ہے اور ادلہ شرعیہ کے مخالف ہاں ایمان کامل کا جزء اعمال صالحہ ہیں پس اگر اعمال صالحہ نہونگے تو ایمان کامل نہوگا نہ یہ کہ نفس ایمان بھی نہوگا اور جسکے دل میں تصدیق نہوگی تو وہ کافر ہے اور اگر دل میں تصدیق نہونے پر ظاہری اقرار بھی ہے تو اُس کا فرکو

عرف شرع میں منافق کہتے ہیں ۔ اب یہ تصدیق خواہ اسکو تقلید سے حاصل ہو (اسکو ایمان تقلیدی کہتے ہیں) یا تحقیق سے (اور اسکو ایمان تحقیقی کہتے ہیں) اور خواہ یہ تحقیق استدلالی ہو یا کشفی سب صورتوں میں محققین کے نزدیک ایمان معتبر ہوگا

یہ بحث کہ ایمان کم و زیادہ ہوتا ہے یا نہیں اور اس قسم کے دیگر ابحاث محض نزاع لفظی ہیں انکو بیان کرنے سے بجز اسکے کہ سامع کا دماغ پریشان ہو اور کچھ نتیجہ نہیں

بالغیب یہ غاب یغیب کا مصدر ہے غائب کی جگہ اسکو مبالغۃً استعمال کیا گیا ہے اس سے مراد وہ مخفی چیز ہے کہ جو نہ حواس سے معلوم ہو نہ بداہت عقل اسکی مقتضی ہو اسکی دو قسم ہیں ایک وہ غیب کہ جسپر کوئی دلیل نہو جیسا کہ اس آیت میں مراد ہے وَعِنْدَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ کہ خدا کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں جنکو اسکے سوا اور کوئی نہیں جانتا ۔ البتہ اس قسم کے غیب کی قیاس محض حکم الہی کی وجہ سے اجمالاً تصدیق کر سکتا ہے دوسرا وہ کہ جسکے لئے دلائل عقلیہ باواز بلند گواہی دے رہے ہوں جیسا کہ خدا تعالی کی ذات و صفات و جزا و سزا کا دن وغیر ذالک اسمیں کچھ شک نہیں کہ پورا انقیاد و کمال اطاعت بندہ کی جب ہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام کے فرمانے سے ان چیزوں پر ایمان لاوے کہ جو اسکے مشاہدہ سے باہر ہیں ورنہ جنکے مشاہدہ کی اسکو طاقت نہیں رہی آنکھ سے دیکھے ہوئے اور ہاتھ سے ٹٹولے ہوئے اور زبان سے چکھی ہوئی چیز کی تو ہر شخص تصدیق کرتا ہے اور یہی حکمت ہے کہ نزع کے وقت کا (جبکہ بندہ کو اس عالم کی غائب چیزیں ملائکہ اور دوزخ و جنت دکھائی دینے لگیں) ایمان مقبول نہیں اور اسکو ایمان یاس کہتے ہیں اور اسی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ آئندہ آنیوالوں کے ایمان کی زیادہ قدردانی کرتے تھے چنانچہ مسند احمد بن حنبل وغیرہ کتب حدیث میں مذکور ہے کہ ایک روز حارث بن قیس نے جماعت صحابہ میں بیان کیا کہ اے اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہمکو نہایت افسوس و حسرت ہے کہ ہم آنحضرت کے دیدار سے مشرف نہوئے ہائے اس دولت سے محروم رہ گئے عبد اللہ بن مسعود نے فرمایا یہ صحیح مگر ایک نعمت سے ہم محروم رہگئے وہ تمکو نصیب ہے وہ یہ کہ تم بے دیکھے آنحضرت پر ایمان لائے خدا تعالی کی قسم جسنے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو آنکھ سے دیکھ لیا اسکے نزدیک آپکی نبوت آفتاب سے زیادہ روشن ہو گئی ایمان تمہارا ہے کہ بغیر دیکھے ایمان لائے طبرانی نے ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ سفر میں صبح کے وقت ایکبار قافلہ میں وضو کو پانی نہ تھا آنحضرت نے ڈھونڈوایا تو ایک آدمی کے پاس صرف ایک آبخورہ پانی کا نکلا آپنے اسمیں اپنی انگلیاں ڈالدیں تو وہ آبخورہ فوارہ کی طرح جوش مارنے لگا بلال کو حکم دیا کہ پکار دو سب آکر وضو کرلیں سینکڑوں صحابہ نے وضو کیا اور خوب پیٹ بھر کر پانی پیا جب نماز سے فارغ ہوئے تو آپنے لوگوں سے پوچھا کہ تمام مخلوقات میں سے کس کا ایمان عجیب تر ہے لوگوں نے کہا ملائکہ کا آپنے فرمایا انکے ایمان میں کیا تعجب ہے وہ بارگاہ الہی میں حاضر ہیں اسکے احکام کی تعمیل کرتے ہیں وہ کیونکر ایمان نہ لاتے لوگوں نے پھر عرض کیا کہ آپکے صحابہ کا آپنے جواب دیا کہ میرے صحابہ صدہا معجزات دیکھتے ہیں انکے ایمان میں کیا تعجب ہے البتہ عجب انکا ایمان ہوگا جو میرے بعد پیدا ہونگے اور کالے کاغذ دیکھکر مجھپر صدق دل سے ایمان لاوینگے وہ میرے بھائی ہیں اور تم اصحاب ۔ ابوداؤد طیالسی نے روایت کیا ہے کہ ایک شخص عبد اللہ بن عمر رض کے پاس آیا اور کہا اے ابو عبد الرحمن تم نے ان آنکھوں سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے؟ عبد اللہ نے کہا ہاں پھر اسنے کہا تمنے اپنی زبان سے آنحضرت سے کلام کیا ہے؟ انہوں نے کہا ہاں ۔ پھر اسنے کہا تم نے اپنے ہاتھوں کو

حضرت کے ہاتہون مین دیکر بیعت کی ہے ۹ انہون نے کہا۔ یہ سنکر وہ شخص حضرت کے شوق مین زار زار رونے لگا اور ایک حالت وجد اسکو پیدا ہوگئی عبداللہ بن عمر رضی نے کہا مین تجکو ایک خوشخبری سناتا ہون کہ جو مین نے آنحضرت سے سنی تہی وہ یہہ کہ آپ نے فرمایا ہے خوشحالی ہے اسکو کہ جس نے مجہکو دیکہا اور مجہپر ایمان لایا اور اس سے بہی زیادہ خوشحالی ہے اُسکو کہ جو بغیر دیکہے مجہپر ایمان لایا۔ یہ روحانی جذبہ جو اب تک چلا آتا ہے حضرت کا معجزہ ہے ✤

یقیمون الصلوۃ اقامت سیدہا کہڑا کرنا۔ یعنے تعدیل ارکان اور نہایت خشوع و خضوع اور حضور قلب سے نماز ادا کرتے ہین اور ہر جگہہ قرآن مین نماز کو بلفظ اقامت طلب کیا ہے تاکہ یہ معلوم ہوجاوے کہ نماز پڑہنا اور چیز ہے اور اُسکو قایم کرنا اور بات ہے۔ اُس کا قایم کرنا یہہ ہے کہ حدث اصغر و اکبر سے کہ نجاست حکمی ہے اور پیشاب پخانہ وغیرہ سے کہ نجاست حقیقی ہے پاک ہو (کیونکہ اس سے روح کو صفائی اور خطرات رفع ہوتے ہین) اُسکی طرف ہمہ تن متوجہ ہوکر اللہ اکبر کہے اور ہاتہہ اٹہاوے تاکہ اس طرف اشارہ ہو کہ دین و دنیا غیر اللہ سے ہاتہہ اٹہاکر اُسکے دربار مین حاضر ہوا ہون پہر ثنا اور اُسکی مدح کرے پہر الحمد پڑہے کہ جسمین اُسکی ثنا اور اپنے لیئے دعا ہے اُسکے بعد کسیقدر اور قرآن مجید پڑہے کہ اوس سے ہمکلامی کا شرف حاصل ہو پہر زیادہ شوق مین آکر اُسکے آگے جہکے اور اُسکی بابت الفاظ سبحان ربی العظیم نہایت حمد و ثنا کرے پہر کہڑا ہوکر اُسکی حمد مین ربنا لک الحمد کہے اور نہایت ادب اور محبت سے اُسکے پاؤن مین (وہ ان پاؤن سے پاک ہے) سر رکہکر عجز و نیاز سے سبحان ربی الاعلی کہے تاکہ نفس کا تمام کبر و غرور خاک مین ملجاوے پہر اس تقرب کے شکریہ مین دوبارہ سجدہ کرے اور پہر دوسری رکعت اسی طرح ادا کرے اسکے بعد با ادب اُسکے روبرو بیٹہکر اُسکی نہایت حمد و ثنا اور شکریہ ادا کرے اور اپنے لیئے دعا مانگے اور سلام پہیرے کہ ایک سفر باطنی سے باز آنا ثابت ہوجاوے۔ یہ مختصر سا حال اہل اسلام کی نماز کا ہے اور آگے صحابہ اور کاملین کا سجدہ مین رونا اور تمام عاشقانہ ہیئت بناکے ادب کے ساتہہ اُسکی جناب کبریائی مین جانا بیان سے باہر ہے۔ ابہ اس نماز کو عیسائیون اور ہنود وغیرہم مذاہب کی نماز سے مقابلہ کرکے دیکہیئے دین الہی اور دین واہی مین اسیوقت تمیز ہوجاوے۔ ہنود و مجوس کے ہان تو عناصر اور آفتاب وغیرہ مخلوقات کی پرستش ہے اور حضرات عیسائی بلا طہارت گرجا مین جاکر باجا بجاتے اور خوب گاتے ہین۔ آجکل دہلی مین پادریون نے ایک پریم سبہا قائم کی ہے کہ جسمین طبلہ سارنگی اور آلات لہو و لعب بجائے اور حضرت مسیح کے بہجن گائے جاتے ہین جس سے کان کے رسیا دور دور سے سننے آتے اور مزے مناتے ہین ؎ ببین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا ✤

نکات

[1] یؤمنون اور یقیمون اور ینفقون متقین کی صفت مین تین جملہ فعلیہ آئے کہ جو تجدد اور حدوث پر دلالت کرتی ہین تاکہ یہ بات سمجہی جاوے کہ صرف ایکبار ان باتون سے متصف ہوجانا متقی ہونے کے لیئے کافی نہین بلکہ وقتاً فوقتاً ان اوصاف کو بالاختیار کام مین لانا چاہیے جیسا کہ جملہ فعلیہ تجدد اور حدوث پر دلالت کر رہا ہے اور یہ کہ متقی کسیکا ذاتی اور خاندانی حصہ نہین جیسا کہ بعض لوگ سمجہتے ہین بلکہ کسبی بات ہے جو ایسے کام کریگا متقی ہوگا اور جو نہ کریگا تو جناب کبریائی سے اس لقب سے محروم رہیگا خواہ برہمن ہو خواہ بنی اسرائیل ہو خواہ کیانی ہو خواہ بنی زادہ ہو

خواہ ولی زادہ یا پیرزادہ کیا خوب کہا ہے کسی نے ؎ ذات بہ ذات پوچھے نا کوئی ہر کو بھجے سو ہر کا ہوئی ۔

[۲] ان تینوں جملوں میں ترتیب طبعی کو ملحوظ رکھا ہے وہ یہ کہ جسکا مرتبہ مقدم تھا اسکو مقدم اور جسکا موخر تھا اسکو پیچھے ذکر کیا تفصیل اسکی یہ ہے کہ تمام عبادتوں اور سب نیکیوں کی جڑ ایمان ہے چند وجہ سے (۱) کیونکہ یہ فعل قلب ہے جو تمام بدن کا بادشاہ ہے (۲) یہ قوت نظریہ سے متعلق ہے جو قوت عملیہ سے مقدم اور اشرف ہے کیونکہ موت کے بعد یہ ادراکات انسان کے ساتھ باقی رہتے ہیں اور تکمیل نفس کرتے اور جہل کی ظلمت سے آزادی بخشتے ہیں (۳) تمام نیکیوں اور اعمال صالحہ پر جو چیز انسان کو حرکت دیتی اور متوجہ کرتی ہے وہ صرف ایمان ہے۔ لہذا شرع نے ایمان والے کو گو اسکے عمل خراب ہوں ابدی جہنم سے محفوظ رکھا ہے اور جسکو ایمان نصیب نہیں اسکے اعمال صالحہ کا بھی اعتبار نہیں کیا ہے پس ایمان کو سب پر جملہ یومنون بالغیب میں مقدم کیا پھر اعمال میں نماز مقدم ہے کیونکہ (۱) یہ کہ اسکے جناب میں حضوری اور اسکے دربار عالی میں باریابی ہے (۲) اسمیں روزہ اور دیگر عبادات بھی شامل ہیں کس لئے کہ جب تک مومن نماز میں رہتا ہے نہ کھاتا ہے نہ پیتا ہے نہ جماع کرتا ہے اور زبان بھی اسمیں غیر ذکر الٰہی سے بند رہتی ہے اور دل اور تمام حواس بلکہ ہاتھ پاؤں سر سب اعضا بھی مصروف ہوتے ہیں اور نماز کے لئے کپڑے اور مکان یعنی مسجد وغیرہ میں اللہ کے نام مال بھی صرف ہوتا ہے (۳) یہ دن رات میں کم از کم پانچ بار ادا کرنی پڑتی ہے اور زکوٰۃ اور صدقہ کا تو کبھی کبھی اتفاق ہوتا ہے (۴) اسمیں غنی اور فقیر سب شریک ہیں اسلئے اسکو زکوٰۃ اور صدقہ پر مقدم کیا ۔

[۳] مما رزقناہم ینفقون میں من تبعیضیہ کو پہلے ذکر کرکے یہ جتلا دیا کہ ہم یہ نہیں چاہتے کہ تم اپنے تمام مال کو دیکر فقیر ہو جاؤ اور پھر آپ مانگتے پھرو اور حیرانی اٹھاؤ کیونکہ یہ بات قانون شریعت کے برخلاف ہے نہ عام طبایع اسکو قبول کر سکتے ہیں بلکہ یہ کہ کسیقدر خدا کی راہ میں دو اور باقی اپنے نفس اور اہل و عیال کے لئے رکھو۔ پس گویا صراحتاً اسراف اور فضول خرچیوں سے منع کر دیا اور اس کوتاہ اندیشی سے روک دیا کہ بیاہ شادی یا کسی اور تفاخر اور نامداری کے کام میں یا لڑکوں کی بسم اللہ ختنہ عقیقہ دودھ بڑھانے میں اندھا بنکر صرف کر ڈالو کہ پھر آج جیسے رو بڑ اتراتے ہو کل ایسے آگے ہاتھ پھیلاتے پھرو۔ اپنی جائداد اور تنخواہ یا کسی اور آمدنی کو کسی سودخوار مہاجن کے پاس گرو رکھکر تمام عمر کے لئے آپکو اور اپنی اولاد کو اسکا غلام بناؤ۔ ہم آجکل ہندوستان میں دیکھتے ہیں کہ ان فضول خرچیوں سے مسلمانوں کے باغات اور دیہات اور مکانات سب ہندوؤں کے قبضہ میں آگئے جو ابتدا میں انکے ملازم تھے اور اب وہ آقا ہیں یہ انکے دستنگر رہتے ہیں اور سود کی بلا میں گرفتار خسر الدنیا والآخرۃ

[۴] مال کا صرف کرنا اور خدا کی راہ میں دینا بڑی جوانمردی کا کام ہے بہت لوگ ایسے کنگال ہیں کہ سینکڑوں روپے رکھوالیں بیشمار ٹھاٹھ ہوں مگر دینے کا کچھ ذکر نکرو چمڑی جائے مگر دمڑی نہ جائے۔ اور یہ بخل دنیا و آخرت میں مضر ہے دنیا کا یہ ضرر ہے کہ جب قرابتدار یا ماں باپ پہ تنگی ہوتی ہے اور وہ اسکی طرف احتیاج لاتے ہیں اور یہ موذی ٹلاتا ہے تو انکو نہایت رنج بلکہ حسد اور کینہ ہوتا ہے جس سے اسکے ان کاروبار میں کہ جو عزیزوں اور دوستوں کی مدد اور اعانت سے متعلق ہیں فرق آتا ہے اور یہ سب کی آنکھوں میں حقیر اور مکروہ دکھلائی دیتا ہے اسکے مرنے کی آرزو لوگ کیا کرتے ہیں الغرض انہیں وجوہات سے اسپر بڑی مشکلیں پیش آتی ہیں اور حقداروں کی بددعائیں اسکے لئے مصائب بجا لاتی ہیں بخلاف اسکے

وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ۝

اور متقی وہ ہین کہ جو تجھپر (اے محمدؐ) نازل ہوا اُسپر اور جو تجھسے پہلے نازل کیا گیا اُسپر ایمان لاتے ہین اور قیامت کا یقین کرتے ہین

کہ جب یہ عزیزون اور دوستون اور اپنے بیگانون پر لطف و کرم کرتا ہے تو گویا اُنکے دلون مین اپنی محبت کا سکہ جما دیتا ہے اور ہزارون دلونکو اپنی مٹھی مین لے لیتا ہے اسی لیے سخی کے ہزارہا دوست اور بخیل کے اپنے عزیز و اقارب بھی دشمن ہوتے ہین اسکے علاوہ جب غریبون اور یتیمون اور بیکسون کی پرورش کا دستور نہ رہیگا اور نہ قوم کی درستی اور رفاہ عام کے لیے اور مخالفون کے دفع کے لیے کچھ سب ملکر جمع کیا جاویگا اور لوگ نہ دینگے تو یہ تمام قوم مصیبت مین گرفتار اور مخالفون کے غلام اور تابعدار بنجائینگے اور دولت شخصی بھی نہ رہیگی۔ اور آخرت کی یہ حقیقت ہے کہ جب اس مال کی محبت نفس ہو جاتی ہے تو جب روح اس جسم کو چھوڑکر اُس عالم مین جاتی ہے تو اس محبوب کی جدائی مین سخت رنج اٹھاتی ہے اور یہی محبت اُس عالم مین سانپ اور بچھو اور آگ کی صورت مین ظہور کرکے خوب ستاتی ہے پس اسلیے اس اہم مقصود کی تعمیل آسان کرنیکو خدا تعالیٰ نے اپنے کلام مین دو لفظ بڑہائے کہ جس سے یہ تکلیف عمل آسان ہوگئی (۱) مِنْ تبعیضیہ ذکر کرکے یہ جتلا دیا کہ کل یا اکثر نہین بلکہ تھوڑا سا صرف کرو (۲) رَزَقْنَا کہکے یہ بتلا دیا کہ جو تم دیتے ہو کچھ اپنے گھر کا نہین دیتے ہو یہ ہم نے دیا تھا ہم پھر بھی دے سکتے ہین ہمپر توکل کرکے دو۔ ایک اور بھی اسمین نکتہ ہے وہ یہ کہ مال کے علاوہ اور جو علم و ہنر عقل و تدبیر قوم اور ملک کے کار آمد ہو اُسکو بھی مَا رَزَقْنَا شامل ہے اُسکو بھی صرف کرنا چاہیے ؛

فائدہ۔ اس جا رزقنا ہم سے مراد عام ہے خواہ صدقہ ہو خواہ زکوٰۃ مفروضہ۔ اور زکوٰۃ کا امر اور اسکے فضائل و فوائد ہم آگے بیان کرینگے انشاء اللہ تعالیٰ

ترکیب

الذین موصول ثانی ہے اور ما انزل الیک معطوف علیہ اور ما انزل من قبلک معطوف۔ یہ معطوف اور معطوف علیہ دونون جملہ مفعول بہ ہوکر یؤمنون کا یؤمنون اپنے فاعل ضمیر اور مفعول سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر صلہ ہوا الذین کا الذین موصول اپنے صلہ کے ساتھ ملکر معطوف ہوا پہلے الذین پر یا متقین پر ؛

تفسیر

چونکہ یؤمنون بالغیب سے متبادر اور قریب الفہم خدا تعالیٰ کی ذات و صفات اور ملائکہ تھے اور کتب الٰہیہ اور قیامت کے دن پر بھی ایمان لانا ضروری تھا تو اسلیے اُس عام بات مین سے انکو خاص کرکے ذکر کیا اور یہ فصاحت و بلاغت کی عمدہ بات ہے کہ کسی مطلب ضروری کو (کہ وہ پہلی عبارت سے سمجھا جاتا ہو) جداگانہ بعد مین بھی خصوصیت کے طور پر ذکر کر دیا جاوے یا یون کہو کہ جب یہ سورہ نازل ہوئی (یعنی مدینہ مین) تو صاحب تقویٰ دو گروہ تھے ایک قدیم عرب کہ جو پیشتر شرک و کفر مین گرفتار تھے اور پھر اسلام لائے۔ دوسرے اہل کتاب عبداللہ بن سلام وغیرہ کہ جو پہلے مذہب یہودی یا نصرانی مین تھے اور پھر دولت اسلام سے مشرف ہوئے اور دونون گروہون کو ان صفات مین شامل کرنا ضرور تھا اسلیے اول جملہ تو اول فریق کے لیے اور دوسرا دوسرے کے لیے ذکر کیا گیا اور یہ بات بتلا دی گئی کہ تقویٰ بغیر اسکے تمام نہین ہوتا کہ جب تک

خدا کے تمام صحیفون پر ایمان لاے یعنی متقی وہ ہین کہ جو چیز تجھپر نازل ہوئی اور جو کتابین توراۃ انجیل وغیرہ پہلے انبیا پر نازل ہوئین سب کو برحق مانتے ہین

متعلقات

ما انزل الیک سے مراد عام ہے خواہ وحی متلو ہو کہ جسکو جبرئیل علیہ السلام خدا کی طرف سے الفاظ مقررہ میں ادا کرتے تھے جسکو قرآن کہتے ہین - خواہ وحی غیر متلو ہو کہ آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام پر بلا توسط جبرئیل یا بغیر الفاظ مقررہ نازل ہوئی یا جو کچھ انکشاف روحانی کے طور پر آنحضرت صلعم کو معلوم کرایا گیا اور پھر آپنے اسکو ارشاد فرمایا سب پر ایمان لانا ضرور ہے - جو ایک بات پر بھی ایمان نہ لاویگا کافر ہوگا ٭

وما انزل من قبلک سے مراد پہلے انبیا علیہم السلام کے صحیفہ ہین یعنی حضرت ابراہیم اور موسی اور داؤد اور عیسی علیہم السلام وغیرہم انبیا کی کتابین جو کہ انکو خدا کی طرف سے ملی تہین خواہ مضامین الہام ہوئے تھے اپنی عبارتون مین انہون نے جمع کرکے لکہوا دیا تہا یا عبارتین بہی ایسی ہی عطا ہوئی تہین ہرچہ باشد والعلم عند اللہ تعالی مگر سب کو برحق ماننا لازم ہے وہ بہت سے صحیفے تھے بہت سے انمین ایسے ہین کہ جنکے نام بہی باقی نرہے اور بعض کے نام اور کسیقدر صحیح اور الٹ پلٹ مضامین ابتک بہی باقی ہین مشہور کتب سابقہ یہ ہین - توراۃ جو حضرت موسی پر نازل ہوئی تہی - زبور جو حضرت داؤد کو عطا ہوئی تہی اور انجیل جو حضرت عیسی کو ملی تہی اور حضرت ابراہیم علیہم السلام کے صحیفے ٭

سوال یہ اخیر جملہ عبداللہ بن سلام وغیرہ علمار بنی اسرائیل کی مدح مین واقع ہے کہ وہ قرآن پر بہی اور اس سے پہلی کتابون پر بہی ایمان رکہتے ہین اس سے معلوم ہوا کہ جن کتابون پر وہ ایمان رکہتے تھے وہ برحق تہین اور اس زمانہ[1] تک موجود تہین جبہی تو اور مواضع قرآن مین بہی توراۃ و انجیل پر عمل کرنے کی تاکید اور انکا محل نزاع مین طلب کرنا بیان ہوا ہے اور وہ جو اسوقت کتابین اہل کتاب مین موجود تہین وہ یہی ہین کہ جو آب ہین جنکے مجموعہ کو بائبل اور اسکے دونون حصون کو عہد عتیق اور عہد جدید کہتے ہین - پس اہل اسلام پر اسوقت کی توراۃ انجیل[2] زبور اور نامہ حواریون اور پولوس کے ناجات کی تصدیق ضروری ہوئی اور انمین کفارہ اور الوہیت مسیح اور تثلیث موجود ہے پس اسکا ماننا بہی مسلمانون پر فرض ہوا - اور پہر باوجود اس اقرار کیون قرآن نے ان مسائل کو رد کیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن آسمانی کتاب نہین -

جواب اس سوال کا (کہ جسپر بہت سے پادری بڑے نازان ہین) یہ ہے کہ وہ کتابین بیشک برحق تہین ہمارا ابہی یہی ایمان ہے ہان یہ بات کہ اس زمانہ[1] مین بہی وہ کتابین موجود تہین غیر مسلم ہے کیونکہ انجیل کی نسبت جو تمام عیسائیون کو بہی اقرار ہے اور خود انجیل موجود کے دیکہنے سے بہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ انجیل موجود حضرت مسیح (عیسے) علیہ السلام کی نہین نہ انپر نازل ہوئی نہ انہون نے اسکو تصنیف فرمایا نہ انکی زمانہ مین تالیف ہوئی بلکہ سالہا سال بعد لوگون نے سنے سنائے اور کسیقدر دیکہے ہوئے حالات حضرت عیسی علیہ السلام کی ابتدا ولادت سے موت تک تاریخ کے طور پر جمع کردیے ہین اور بہت سے لوگون نے جمع کیے تھے چنانچہ بعض کا اب نام و نشان بہی نہین جیسا کہ یوحنا کی انجیل کے اخیر سے ثابت ہے اور بہت سی انجیلین (تاریخ کی کتابین) اب بہی موجود ہین جیسا کہ انجیل برنباس وغیرہ مگر بعد چال کثر عیسائی انہین چار[2] کو زیادہ مانتے ہین اور بہت سے عیسائیون نے وقتاً فوقتاً انکار بہی کیا ہے چنانچہ پولوس مقدس (کہ جنکو عیسائی بڑا رسول اور حضرت موسی علیہ السلام

[1] یعنی زمانہ نزول قرآن

[2] یعنی متی مرقس لوقا یوحنا

بہی بڑہکر سمجہتے ہین) اپنے اُس خط مین کہ جو گلیتون کو لکہا ہے اُسکے پہلے باب مین یہ کہتا ہے کہ لوگون نے انجیل کو اُلٹ پلٹ کر دیا اور اے لوگو
تم اور جعلی انجیلون کی طرف کیون مایل ہوگئے اصل انجیل بلا توسط کسی انسان کے حضرت مسیح سے مجہکو ملی ہے اُسکے سوائے جو کوئی اور انجیل
تمہین سنائے اوسپر لعنت انتہی ملخصًا - اور یہ ظاہر ہے کہ یہ چارون انجیلین پولوس کی وہ انجیل نہین ہین پس یہ بہی نامقبول و مردود ہین تو جو شخص
پولوس کے کلام کو الہامی مانتا ہو اُسپر لازم ہے کہ وہ ان انجیلون کو ہاتہہ بہی نہ لگائے - یہان سے ثابت ہوا کہ پولوس اور برنباس و شمعون
اور پطرس وغیرہم اکابر عیسائی ان چارون انجیلون کو تسلیم نہین کرتے تہے نہ حواریون کے زمانہ مین انپر کچہہ عمل درآمد رہا ہے - اور اسیطرح جسکو
تورات کہتے ہین اُسکے بہی صدہا مقامات سے یہ ثابت ہے کہ یہ کتاب حضرت موسیٰ کے صدہا برس بعد کسی نے تاریخ کے طور پر جمع کی ہے چنانچہ بہت سے
محققین اہل کتاب بہی اس بات کے قائل ہین - اور زبور مین بہی ایسا ہی اختلاف ہے اور یہی حال اور کتابون کا ہے اور انکا محل نزاع مین طلب
کرنا اور انپر عمل کی مدح سو یہ اسلئے تہا کہ ان کتابون مین بشیر عمدہ اور اصلی کتابون کے مضامین پائے جاتے ہین اور نیز مخاطبین انکو تسلیم کرتے
تہے - اور اگر یہ کہئے کہ جب وہ اصلی کتابین موجود نہین تو انپر ایمان کیونکر لاسکتے ہین تو اسکا جواب یہ ہے کہ اگلے انبیا موجود نہین انپر
کسطرح ایمان لاتے تہے اب ہم حضرت موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام پر ایمان کہتے ہین حالانکہ وہ موجود نہین پہر کیا کوئی ہمارے ایمان لانے سے یہ
کہہ سکتا ہے کہ عبد الحق مؤلف تفسیر حقانی کے زمانہ مین حضرت موسیٰ و عیسیٰ موجود تہے - اور اگر آنحضرتؐ کے عہد مین اصلی تورات و انجیل موجود
ہوتی تو آپ حضرت عمر فاروق رضؓ پر تورات کے اوراق پڑہنے سے ناخوش ہوتے اور نہ لاتصدقوا اہل الکتاب ولا تکذبوہم فرماتے - لیکن
اصلی کتابین اُس عہد مین موجود نہین بلکہ اُنکے نام پر اور کتابین لوگونکی تصانیف تہین کہ جن مین اصلی کتابون کے مضامین بہی مندرج
تہے تو اُن مین کفارہ و تثلیث و الوہیت مسیح اگر ہو بہی تو کب معتبر ہوسکتی ہے انپر ہم اہل اسلام کو ایمان لانا فرض ہے بلکہ لغو مضامین سے احتراز
واجب ہے - اگر قرآن نے انکو رد کیا تو خوب کیا انکا اقرار کب کیا تہا - یہ قرآن کے حق ہونے کی دلیل قوی ہے - اس بحث کی
تحقیق مقدمہ کتاب مین ہوچکی ہے جو چاہے وہان دیکہہ لے ⁂

نکات

[۱] ایمان کے بارہ مین مبدا و معاد کو بترتیب اس آیت مین ذکر کیا - اول یؤمنون بالغیب سے ذات و صفات باری کیطرف اشارہ کر دیا
وبالآخرۃ ہم یوقنون مین قیامت کو بیان کر دیا اور اس عالم کا ابتدا و انتہا بہی اشارۃً بتلا دیا ⁂

[۲] بالآخرۃ ہم یوقنون مین صلہ کو مقدم کرکے اور یوقنون کو ہم پر مبنی کرکے اہل کتاب کی پشت پر ایک تازیانہ سا مار دیا کہ آخرت کا یقین
کرنا انہین[1] کا حصہ ہے کہ جو قرآن کے ذریعہ سے تمام تفاصیل آخرت پر مطلع ہوگئے ہین اور ہر ہر امر مین انکو آخرت دکہائی دیتی ہے دنیا اور اسکے منصب
اور رسم کو اسکے مقابلہ مین کچہہ بہی نہین سمجہتے - تعصب اور عناد کو بہی اسکے خوف سے نہین کام مین لاتے بخلاف تمہارے - اول تو تمہاری کتب موجودہ
مین آخرت اور اُس عالم کی پوری کیفیت نہین ہے اس تورات مین بنی اسرائیل کا دوزخ اور جنت دنیا کی ناکامی (موت مرض قحط وغیرہ ہے)

[1] ای عبد اللہ بن سلام و غیرہ (۱۲)

اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۔

وہی لوگ (متقی) اپنے خدا کی طرف سے بڑی ہدایت پر ہین اور وہی فلاح پانیوالے ہین ۔

یا کامیابی بتلائی ہے ۔ اور جو پہلے حصہ مین کہین کچھ ہے تو سمعا سا ہے اور آجہر دنیا کی محبت اور قوم اور رسم کی پابندی سے بے انصافی کرکے اُس نبی اور کتاب کو تم جھٹلاتے ہو کہ جو تمہارے انبیا اور کتب صلیبہ کی تصدیق اور مدح کرتے ہین جب یہ ہے تو تمہارا آخرت پر کیا خاک یقین ہے اگر آخرت آنکھون کے سامنے ہوتی تو یہ باتین نکرتے ۔ جب خدا تعالی متقیون کے اوصاف بیان فرما چکا یعنی سعادت کی جب شرح ہو چکی تو اب سعادت کے اُس نتیجہ کو ذکر کرتا ہے کہ جو اُس پر مترتب ہوتا ہے تاکہ سامع کو رغبت پیدا ہو ۔

ترکیب

اولئک مبتدا اور علی ہدی من ربہم ثابتۃ کے متعلق ہو کر اُسکی خبر ۔ مبتدا خبر ملکر جملہ اسمیہ ہوا ۔ و حرف عطف اولئک ثانی مبتدا اور ہم المفلحون اسکی خبر ۔ یا ہم مبتدا المفلحون خبر دونون ملکر اولئک کی خبر ہوئے ۔ یہ مبتدا اپنی خبر سے ملکر جملہ اسمیہ ہو کر معطوف ہوا ۔

تفسیر

پہلے کہا تھا کہ قرآن ہدی للمتقین پرہیزگارون کے لئے ہدایت ہے اُسکے بعد پرہیزگارون کے اوصاف بیان کر دئے کہ وہ ایسے ایسے اوصاف حمیدہ رکھنے والے ہین اور یہ اوصاف قرآن سے حاصل ہوتے ہین کیونکہ طرح طرح کے پر اثر بیانون سے قرآن نے انسان کو ان اوصاف کا مشتاق کر دیا ہے اور جنمین یہ اوصاف ہوتے ہین وہ ہدایت پر ہوتا ہے یہہ بدیہی بات ہے پس ہدی للمتقین ایک دعوی تھا اُسکا ثبوت تقوی کے معنے بیان کرکے کر دیا جسکا خلاصہ یہ ہوا کہ قرآن سے پرہیزگاری حاصل ہوتی ہے اور پرہیزگاری خدا کی ہدایت ہے ۔ یہانتک سعادت کا بیان تمام ہوا اور کلام مدلل ہو گیا کہ قرآن سے ہدایت حاصل ہوتی ہے پھر ہدایت کا ثمرہ اولئک ہم المفلحون سے بیان فرمایا کہ جسکو ہدایت خدا کی نصیب ہوتی وہ فلاح دارین پاتا ہے ۔

نکات

[۱] پہلے الذین کے مقابلہ مین اولئک علی ہدی من ربہم لایا گیا اور جسطرح دوسرا الذین اوسکا تتمہ تھا اُسی طرح اُسکے مقابلہ مین تتمہ کے طور پر اولئک ہم المفلحون ذکر کیا تاکہ بالآخرۃ ہم یوقنون کی جزا وہان کی فلاح سنکر سامع کا دل بشاش ہو جاوے ۔

[۲] جسطرح بالآخرۃ ہم یوقنون مین ایماندارون کا اُنپر حصر کیا تھا اُسکے بعد فلاح کا ہم ضمیر مقدم کرکے انہین پر حصر کر دیا جس سے معلوم ہوا کہ فلاح بہی انہین کا حصہ ہے کہ جو ایسے لوگ اور ان اوصاف سے متصف ہین اور جو ایسے نہین وہ کیسی ہی ریاضت کرین چونکہ راہ راست پر نہین کبھی شہر فلاح کو نہ پہنچین گے پس جو رستے کہ اسلام کے مقابلہ مین ہین اور اسکے برخلاف ہین اونسے کبھی مقصود حاصل نہوگا خواہ کوئی کیسی ہی مشقت اُٹھائے اسی لئے ایک جگہہ فرمایا ہے کہ ان الدین عند اللہ الاسلام اور رستہ چونکہ صراط مستقیم نہین اُنسے وصول الی المطلوب بہی

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ أَأَنذَرْتَهُمْ أَمْ لَمْ تُنذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ۝

البتہ جو کافر ہوسے انکے حق مین آپ کا (اے محمد) ڈرانا اور نہ ڈرانا دونون برابر ہین وہ ایمان نہ لاوینگے ف

خَتَمَ اللَّهُ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ وَعَلَىٰ سَمْعِهِمْ وَعَلَىٰ أَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝

اللہ نے انکے دلون اور کانون پر مہر کر دیتی (یعنی وہ حق جان سکتے اور نہ سن سکتے ہین) اورانکی آنکھون پر پردہ پڑا اور انکے لیے بڑا عذاب ہے

بہی نہین سہ ترسم نرسی بکعبہ اے اعرابی ✦ کین رہ کہ تو میروی بہ ترکستانست ✦

۳ اسبات کے جتلانے کو (کہ اہل تقویٰ کو کامل ہدایت نصیب ہے اور وہ ہدایت خدا کی طرف کی ہے) لفظ علیٰ بولاگیا تاکہ استعلا اور تمکین پر دلالت کرے اور پھر ہدیٰ کو من ربہم کے ساتھ مقید کیا تاکہ خدا کی طرف سے ہونا ہدایت کا پایا جاوے اور پھر اولئک اسم اشارہ لاکر اور خبر کو معرفہ بناکر اور بیچ مین ہم فصل ذکر کرکے یہ بتلادیا کہ یہ ہدایت اور فلاح متقین کا حصہ خاص ہے کہ جن مین اوصاف مذکورہ پائے جاتے ہین ✦

فائدہ

خوارج اور معتزلہ وغیرہ کہ جو کبیرہ کیا بلکہ صغیرہ سے بھی ابدی جہنم کا مستحق بناتے ہین (عیسائیون کا بھی اسی کے قریب عقیدہ ہے) اس آیت سے استدلال کرتے ہین کہ جنس فلاح کا موصوفین مذکورین پر حصر کر دیا ہے پس جو نماز نہ پڑھیگا زکوۃ نہ دیگا خارج از ایمان ہوکر ہمیشہ جہنم میں جاویگا۔ بعض ظاہری بھی انہین کے شریک ہین۔ انکا جمہور اہل اسلام کی طرف سے یہ جواب ہے کہ فلاح سے مراد بذریعہ الف لام فلاح کامل ہے پس ان اوصاف سے متصف نہوگا تو اسکو فلاح کامل نصیب نہوگی نہ یہ کہ مطلقاً فلاح سے محروم ہوگا کیونکہ انتفار فلاح کامل (یعنے مقید) سے انتفار فلاح مطلق لازم نہین آتا۔ علاوہ اسکے قرآن واحادیث کے متعدد مواضع سے گناہگاران اسلام کا فلاح پانا جنت مین جانا ثابت ہے ✦

جبکہ خدا تعالی نے اہل سعادت کا حال ورمآل بیان فرمایا تو ضرور ہوا کہ اہل شقاوت کا بھی حال اور مآل بیان کیا جاوے تاکہ بحکم تعرف الاشیاء باضدادہا سعادت کا مقام خوب سمجھ مین آجاوے۔ سو اہل شقاوت دو طرح کے ہین ایک وہ کہ جو ظاہراً و باطناً حق کے مخالف ہین انکو زبان شرع مین کافر کہتے ہین اور ایک وہ کہ جو بظاہر موافق اور باطن مین حق کے سخت مخالف ہین اور انکو منافق کہتے ہین اور چونکہ مومنون سے پوری مضادت (یعنی ظاہراً و باطناً مخالفت) کفار سے ہے اسلیے خدا تعالی پہلے کفار کا حال بیان فرماتا ہے ✦

ترکیب

ان اسم مشبہ بفعل الذین موصول کفروا اسکا صلہ۔ موصول وصلہ دونون ملکر اسکا اسم ہو۔ اور سوا بمعنی استوا، اسکی خبر ہے اور اسکے مابعد جو ہے وہ اس مصدر کا فاعل ہوکر مرفوع ہے۔ گویا کلام یون ہوا ان الذین کفروا مستو علیہم انذارک وعدمہ۔ ختم فعل لفظ اللہ فاعل علی جار قلوب مجرور مضاف۔ ہم مضاف الیہ مضاف اور مضاف الیہ دونون ملکر معطوف علیہ و علی سمعہم معطوف۔ معطوف اور معطوف علیہ دونون مجرور ہوے جار کے پھر متعلق ہوے ختم سے۔ ختم فعل اپنے فاعل او متعلق سے ملکر جملہ فعلیہ ہوا غشاوہ مبتدا موخر اور علی ابصارہم ثابت کے

متعلق ہو کر اسکی خبر۔ مبتدا و خبر ملکر جملہ اسمیہ ہوا۔ اور جملہ سابقہ پر اسکا عطف ہوا۔ عذاب موصوف الیم صفت دونوں ملکر مبتدا مؤخر
اور لہم خبر مقدم جو متعلق ثابت کے ہے۔ مبتدا خبر ملکر جملہ اسمیہ ہو کر پہلے جملہ پر معطوف ہوا ۔

تفسیر

پیشتر خدا تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ قرآن متقین کے لئے ہدایت ہے اسپر یہ خیال گزرتا تھا کہ کافروں کے لئے یہ کیوں ہدایت نہیں حالانکہ ضرور انہیں کے لئے ہدایت کا ہونا تھا کیونکہ متقی تو خود ہدایت پر تھے۔ اسکا اپنے کلام میں اشارۃً یہ جواب دیا کہ کافر و متقی سے مراد ازلی کافر اور ازلی متقی ہیں گو بالفعل ایک شخص طرح طرح کی برائیوں اور انواع و اقسام کے کفر و شرک میں مبتلا ہے مگر وہ ازل میں انوار الٰہی سے حصہ پا چکا ہے تو اسکو ضرور قرآن سے ہدایت ہوگی اور وہ ایمان بھی لاویگا اور اچھے اعمال بھی کریگا۔ اور جو ازل میں ان انوار سے محروم رہا وہ انجام کار محروم رہیگا اسکو قرآن اور حضرت کے وعظ و پند سے کچھ نفع نہوگا کیسلئے کہ اسمیں بسبب اسکی صلاحیت ہی نہیں ہیں عدم صلاحیت اور اس ازلی بدنصیبی کو کہ جو ازل میں خدا کی طرف سے ظہور میں آئی مہر اور پردہ سے تعبیر کیا ہے۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ یہ عالم اور جسقدر اس عالم کی چیزیں ہیں بلکہ جسقدر اور صدہا عالم فرض کئے جائیں سب خدا تعالیٰ کے وجود حقیقی کے اظلال و پرتوے ہیں۔ پس اس عالم حسی میں جو کچھ وقتاً فوقتاً پایا جاتا ہے وہ اسوقت موجود نہیں ہوتا بلکہ عالم مثالی میں موجود ہوتا ہے وہاں سے وقتاً فوقتاً ظہور کرتا اور پردہ غیب سے باہر آتا ہے گو وہ شے حادث ذاتی یا زمانی سہی مگر اب پیدا نہیں ہوتی ہے اور یہ بات تنزلات ستہ کے معانی میں غور کرنے سے بخوبی سمجھ میں آسکتی ہے۔ پس اس عالم حسی سے ہزارہا سال پیشتر عالم مثالی میں خدا تعالیٰ کی ایک تجلی ہوئی کہ جسمیں تمام کائنات عالم حسی اسکے دربار فیض آثار میں اپنی استعداد کے موافق ہر چیز سے فیضیاب ہوکے قسمت کیا ہر ایک کو قسام ازل نے ۔ جس چیز کا جو حصہ کہ قابل نظر آیا ۔ اس جگہ حضرت آدم علیہ السلام سے تمام ذریت جو ہونہار تھی چیونٹیوں کی طرح نکل پڑی اور اسکا آفتاب جمال ہر شخص پر نور افگن ہوا پس جن میں استعداد خداداد کی وجہ سے کچھ بھی صفائی تھی انپر وہ نور پڑا اور چمکا اور جنکی اصل میں کدورت تھی انپر وہ نور نہ پڑا (جسطرح اس عالم میں آفتاب نکلتا ہے تو شفاف چیزیں منور ہوجاتی ہیں اور مکدر نہیں چمکتیں) اور ہر شخص نے اسکی ربوبیت کا اقرار کیا مگر جنپر وہ نور پڑا تھا وہ لوگ اس عالم حسی میں اہل سعادت یعنی مومن کہلائے اور جنپر وہ نور نہ پڑا وہ اسی شقاوت کی تاریکی میں اس عالم میں آئے اور

[1] چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ خدا نے مخلوق کو ظلمت (طبعیت) میں پیدا کیا اور انپر نور ڈالا پس جس پر وہ نور پڑ گیا اسنے ہدایت پائی اور جسپر نہ پڑا وہ گمراہ ہوا اور میں اسی لئے کہتا ہوں کہ احکام ازلیہ پر قلم خشک ہوگیا۔ رواہ احمد والترمذی ۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا نے پشت آدم سے بمقام نعمان عہد لیا یعنی اسکی پشت سے تمام ذریت کو نکالکر اسکے سامنے پھیلا دیا اور غنی و فقیر سب کو دکھا دیا اور انبیا چراغوں کی مانند چمکتے نظر آئے پھر خدا نے آدم کے روبرو سب سے عہد لیا کہ میں تمہارا رب ہوں تم اسپر قائم رہنا پھر اسکے یاد دلانے کو دنیا میں انبیا بھیجونگا تاکہ تم قیامت کو یہ عذر نکرو کہ ہمکو معلوم نہ تھا یا یہ کہ ہمارے آبا و اجداد نے شرک کیا ہم انکے مقلد رہے ہمپر کیا گناہ ہے انتہی ملخصًا رواہ احمد ۱۲ منہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر شخص کا ٹھکانا جنت یا دوزخ میں پہلے ہی سے علم الٰہی میں قرار پا چکا ہے (متفق علیہ) اور فرمایا کہ تم جانتے ہو کہ میرے ہاتھ میں یہ دو کتابیں کیسی ہیں؟ لوگوں نے کہا نہیں فرمایا کہ داہنے ہاتھ کی کتاب میں خدا نے تمام اہل جنت کے نام لکھدیے ہیں اور انکی قوم اور باپ کے نام بھی مندرج ہیں اور بائیں میں تمام اہل دوزخ کے نام ہیں رواہ الترمذی ۱۲ منہ

کافر منافق کہلائے۔ پس قرآن حقائق اشیا کو نہین بدل سکتا جو وہان محروم رہا اُنکو بیان کون منور کر سکتا ہے اسلئے حضرت کی تسلی کے لئے
اللہ تعالی فرماتا ہے اور جو لوگ دراصل اہل سعادت ہین مگر عوارض رسم وغیرہ سے تاریکی مین گرفتار ہین اُنکو اُبھارتا ہے کہ ہمارے قرآن اور آپکے
بیان مین اسی کچھ قصور نہین لیکن جو ازلی بدنصیب ہین اُنکی تقدیر مین بہلائی نہین۔ واضح ہو کہ اس خداداد ہدایت و صلاحیت ازلی کے
لحاظ سے لوگونکی سات قسم ہین کس لئے کہ بنص قرآنی یا لوگ شقی ہین یا سعید فَمِنْهُمْ شَقِيٌّ وَسَعِيدٌ اور اشقیا کو اصحاب الشمال یا اصحاب المشئمۃ
بہی کہتے ہین۔ پس ان اشقیا کی دو قسم ہین اول مطرودین کہ جنپر بہیمیت و تاریکی ہیولانیت نے ایسا غلبہ کیا ہے کہ انپر نور الٰہی پڑنے کی قابلیت
نہی ہی اور جو طرح اندھیریون و ہر قسم کی تاریکیون نے اُنکو ایسا گھیر لیا کہ گو وہ بظاہر جنس انسان مین ہین لیکن درحقیقت جانور ہین انکو کافر بہی
کہتے ہین دیوار اور مہر اور پردہ جو قرآن مین مذکور ہے اوس سے یہی ظلمات مراد ہین انہین کی نسبت فرماتا ہے ان الذین کفروا سواء علیہم أأنذرتہم
ام لم تنذرہم لا یؤمنون۔ سوال جبکہ صدہا کافرونکو ایمان لاتے دیکھا ہے اکثر صحابہ پیشتر کافر تھے پہر ایمان لائے متقی اور ہادی و مہدی کہلائے
جواب جو لوگ مشرف باسلام ہوئے وہ دراصل کافر نہ تھے اور اُنکو جو اُسوقت کافر کہا جاتا تہا تو بحکم حالت موجودہ کے ورنہ وہ حقیقت مین متقی تھے
جو پردہ مین پڑ گئے اور ازلی کافر جیسا کہ ابوجہل وغیرہ ہرگز ایمان نہ لائے نہ لاوینگے نہ اون مین صلاحیت ہے اسلئے انکی نسبت خدا تعالی فرماتا ہے۔
وَلَقَدْ ذَرَأْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ لَهُمْ قُلُوبٌ لَّا يَفْقَهُونَ بِهَا وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُونَ بِهَا وَلَهُمْ آذَانٌ لَّا يَسْمَعُونَ بِهَا أُولَٰئِكَ
كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ أُولَٰئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ کہ ہم نے بہت سے جن اور آدمی جہنم کے لئے پیدا کئے ہین اُنکو دل ملے ہین مگر
سمجھتے نہین اُنکو آنکھین دیگئی ہین مگر اون سے دیکھ نہین سکتے۔ کان دئے گئے اُنسے سُن نہین سکتے۔ وہ لوگ بمنزلہ چارپایون کے ہین بلکہ اُنسے بہی زیادہ
گمراہ اور یہی غافل ہین (دوم) وہ لوگ کہ جنہین کسیقدر استعداد ذاتی تو تہی کہ جو کبھی طبیعت کی تاریکیون مین اسطرح چمکتے تھے جسطرح گھنگھور گھٹا مین
بجلی مگر ان لوگون نے حب جاہ و مال اور شکوک و شبہات اور پابندی رسم و عناد نے اور شہوت پرستی اور بدبینی نے اُس نور کو بجھا دیا اور اُس
ذاتی استعداد کو مٹا دیا اس گروہ کو منافق کہتے ہین انکا تفصیل سے اگلی آیتون مین ذکر آتا ہے ذرا منتظر رہو۔ اور سعیدون کی بہی دو قسم ہین ایک
قسم مقربین اور سابقین۔ دوسری اصحاب الیمین کہ جنکو اصحاب المیمنۃ و مقتصدین بہی کہتے ہین۔ پہر مقربین کی بہی دو قسم ہین۔ اول مجتبی دوم منیب
اللَّهُ يَجْتَبِي إِلَيْهِ مَن يَشَاءُ وَيَهْدِي إِلَيْهِ مَن يُنِيبُ مجتبی کو اہل سلوک محبوب و منیب کو محب بہی کہتے ہین اور کبہی مجذوب و سالک بہی کہتے
ہین یہ لوگ انبیا و صدیقین ہین۔ اور اسیطرح اصحاب الیمین کی بہی کئی قسم ہین۔ اول اہل فضل و ثواب کہ خدا کے فضل سے مقصود کو پہنچے
ہین اور اسی امید پر ایمان و اعمال صالحہ کرتے ہین۔ دوم اہل عفو کہ جنکے اچھے اعمال مین کچھ برے بہی شامل ہین مگر یا تو انکی قوت ایمان اور
توحید و محبت و شفاعت سے خدا تعالی اس گناہ کو معاف کر دیتا ہے یا توبہ اور آہ کے مقابلہ مین گریہ وزاری اور اعمال صالحہ سے وہ دہو دیا جاتا
ہے خَلَطُوا عَمَلًا صَالِحًا وَآخَرَ سَيِّئًا عَسَى اللَّهُ أَن يَتُوبَ عَلَيْهِمْ کا یہی گروہ مصداق ہین اور فَأُولَٰئِكَ يُبَدِّلُ اللَّهُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ
انہی کے حق مین فرماتا ہے۔ سوم مبتلین کہ بقدر گناہ اُنکو عذاب ہوگا اور یہ عذاب کبھی تو دنیا ہی مین بصورت نقصان مال و جان بیماری و خواری ظہور کرتا

اور گناہون سے صاف کرجاتا ہے جیساکہ آیات و احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔ اور کبھی مومن کی روح پر ایک عجیب دہشت اور وحشت و سختی بیکلی اور
تاسف لاحق ہوتا ہے سو وہ بھی اسکا کفارہ ہوجاتا ہے اور کبھی آخرت مین وہ بُرے اعمال آگ اور سانپ اور بچھو کی صورت مین ظہور کرکے اسکی روح کو
صدمہ پہنچاتے ہین اور جب ایک مدت تک اس تکلیف کو پالیتا ہے تو پھر روح منور ہوجاتی اور جنت مین آرام پاتی ہے اور کبھی انبیا اور اولیا اور ملائکہ کی
شفاعت سے خلاصی ہوجاتی ہے۔ ان پانچ گروہون کا حال الذین انعمت علیہم مین اور ہدی للمتقین الخ مین ہوچکا۔ اور اشقیا کے اول فریق کا
ان آیات مین بیان ہوا کہ قرآن سے انکو ہدایت نہین اور اشقیا کے دوسرے فریق منافق کا اسکے بعد ومن الناس من یقول الخ مین خدا بیان فرماتا ہے

متعلقات

ختم اللہ علی قلوبہم ہرچند ختم کا اسناد اللہ کیطرف اہل حق کے نزدیک اسناد حقیقی ہے لیکن مُہر کرنے سے اور انکی آنکھون پر پردہ ہونے سے یہ
مراد نہین کہ درحقیقت خدا تعالی نے انکی دلون اور کانون پر اسطرح سے مہر لگادی کہ جسطرح کسی برتن کا منہ بند کرکے اسپر لاکھ سے اسلئے مُہر
لگادیتے ہین کہ اسکے اندر اور کوئی چیز نجانے پاوے نہ اندر کی چیز باہر آنے پاوے۔ اور نہ سچ مچ کا کوئی ٹاٹ یا ترپال کا پردہ انکی آنکھون پر ڈالدیا
ہے۔ شاید کسی کم فہم نے یہ بات سمجھکر قرآن مجید پر اعتراض کیا ہو تو کیا ہو۔ بلکہ اس سے مراد وہ جبلی کجروی اور طبعی تاریکی ہے کہ جسکی وجہ سے کفر اور معصیت
کیطرف بجود ہوکر دوڑتا ہے اور امور فطرت سے اسکو دلی نفرت ہوتی ہے جس طرح کہ گوہ کے کیڑے کو خوشبو اور پھول سے جبلی نفرت و گندگی سے
رغبت ہوتی ہے گویا کہ خوشبو کی طرف رغبت کرنے سے اُس کیڑے کے دل پر مہر ہوگئی ہے اور اسکی آنکھون پر قضا و قدر سے حجاب پڑا ہوا ہے
سو یہ ایک حالت ہے کہ جسکو خدا نے استعارہ کے طور پر ختم اور غشاوہ سے تعبیر کیا ہے اور کبھی اسحالت کو طبع سے تعبیر کیا ہے أُولَٰئِكَ الَّذِينَ طَبَعَ
اللَّهُ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ اور کبھی اغفال سے وَلَا تُطِعْ مَنْ أَغْفَلْنَا قَلْبَهُ عَن ذِكْرِنَا اور کبھی قساوت سے وَجَعَلْنَا قُلُوبَهُمْ قَاسِيَةً اُس حالت کا خالق حقیقی
خدا تعالی ہی ہے کیونکہ جتنی اُمور جبلی ہین سب قضا و قدر سے ہین اور اسی لیے انکو خدا تعالی کیطرف منسوب کیا جاتا ہے اور اسمین اُسکی ذات پاک پر کوئی
عیب بھی نہین لگتا اور اسکا کاسب بندہ ہے اسکو کسیقدر اسمین دخل ہے اسلئے اُسکی طرف بھی نسبت کرتے ہین اور بُرائی کا بوجھ اُسکے سر پر
دھرتے ہین اور اسی لئے اتمام حجت کو اُنکے پاس بھی خدا کے انبیا علیہم السلام پیغام ہدایت لاتے ہین اور پھر وہ اپنی نافرمانی کی سزا دنیا و آخرت

ف معتزلہ کے نزدیک اسناد مجازی ہے۔ اہل حق کے نزدیک مجاز لغوی یعنی مسند معنی مجازی مین مستعمل ہے۔ باقی اسناد حقیقی ہے۔ معتزلہ اور عیسائی کہتے ہین کہ خدا کیطرف کفر کا پیدا کرنا اور مہر اور گمراہ کرنا
منسوب کرنا نہایت بے ادبی اور اسکی ذات مقدس مین عیب لگانا ہے لہذا اس قسم کی عبارتون کو مجاز پر محمول کرنا چاہیے لیکن مین کہتا ہون کہ یہ لوگ اسبات کو اچھی طرح سمجھے نہین عقلا یون کہ جب یہ تسلیم
کرلیا گیا کہ اس عالم کا وہی خالق ہے تو اعیان و اعراض سب کچھ اُسیکا مخلوق ہوگا کیونکہ ممکن کو دوسرا ممکن پیدا کریگی خواہ وہ جوہر ہو خواہ عرض (کوئی کام وغیرہ) قدرت مستقلہ نہین در جو ہو تو
وہ خالق مستقل ماننے پڑین کہ جسکی تعلیم مین سب سے بڑھکر بے ادبی ہے پس جب یہ ثابت ہوا کہ بندہ کو اپنے افعال پر قدرت مستقلہ نہین ورنہ کبھی کوئی ناکامیاب ہوتا اور یہ بھی ظاہر ہے کہ بندہ اپنے افعال
ارادیہ مین پتھر اور لکڑی کی طرح مجبور نہین اسکے ارادے کار و بار اسطرح سے خود سرزد نہین ہوتے کہ جسطرح رعشہ مین خود ہاتھ ہلا کرتا ہے) تو ضرور یہ تسلیم کرنا پڑا کہ نہ جبر محض ہے نہ قدر محض بلکہ خالق ہر چیز کا اُسنے
اور کسیقدر اختیار بندہ کو بھی دیا ہے خواہ وہ ارادہ ہو یا کچھ اور جو کچھ ہو مگر اسکی وجہ سے بندہ کو کاسب کہا جاتا ہے جسکی وجہ سے بھلائی برائی اسکی طرف منسوب ہوتی ہے اور جزا و سزا پاتا ہے ف
چلا عام سے مین ... کچھ بول اُٹھی تقدیر یہ بلا مین پڑے کہ کچھ اختیار لیا جاتا ہے پس اس مین کہ اسکو وغیرہ افعال کو خالق ہونیکی وجہ سے خدا کیطرف بھی منسوب کرسکتے ہین اور خالق ہونے مین کوئی برائی نہین
نہ اسمین برائی سے وہ متصف ہوسکتا ہے مثلا تلوار بنا ہوا لیکا کوئی گناہ نہین نہ اسکو قاتل کہہ سکتے ہین بلکہ جسنے تلوار سے قتل کیا اسیطرح رنگریز کو اسود نہ کہین گے بلکہ کپڑے کو کہ جسپر سواد سیاہی قائم
ہوئی اور چونکہ بندہ کا سبب ہے بمقام ذم اسکی طرف بھی نسبت ہوگی جسکی وجہ سے وہ بُرائی بھلائی سے متصف ہوگا۔ اور چونکہ شیطان بھی کوئی اور گمراہ کرنے والا سبب ہوتا ہے تو مجازا فعل کو
سبب کیطرف بھی منسوب کیا جاتا ہے جسطرح کہ شیطان کو اسی علاوہ سے مضل کہتے ہین اسی طرح قرآن یا نبی علیہ السلام کو ہادی۔ لفظا یون کہ قرآن و احادیث مین کثرت سے یہ انتساب
موجود ہے اور حقیقی معنی کو جبتک کوئی مانع نہو چھوڑنا جائز نہین اور بائیبل مین بہت سے مقامات پر ایسی عبارتین پائی جاتی ہین کہ جن مین ان اُمور کو خدا کی طرف منسوب کیا ہے از انجملہ

یہن پاتے ہین۔ اب جس طرح یہ سوال ہجا ہے کہ خدا نے اپنے بندونکو مختلف استعداد پر کیون بنایا اور بعضون کی جبلت مین یہ تاریکی کیون
رکھی اور پھر انکو عذاب کیون دیا ہے اسلیئے کہ یہ کسیقدر اختیار پر مبنی ہے۔ اور مختلف استعداد اور رنگ برنگ کی قابلیت دینے مین وہ خود مختار ہے جسکو
جو کچھ دیا اوسکا فضل ہے اور جسکو نہ دیا تو اسپر کچھ ظلم نہین کیا۔ کیا برتن کمہار سے کہہ سکتا ہے کہ تونے مجھپر ظلم کیا کہ جو آبدست کرنیکی
بدھنی بنایا یا بادشاہون اور معشوقون کے پینے کا پیالہ نبایا؟ اس مسئلہ جبر و قدر مین زیادہ گفتگو کرنے سے ممانعت ہے کیونکہ اسکے اسرار
پورے پورے عقل مین مشکل سے آتے ہین اس لیئے مین بھی قلم منہ زور کو روکتا ہون +

قلب لغت مین ایک گوشت صنوبری کو کہتے ہین کہ جو بائین جانب پہلو مین اُلٹا لٹکا ہوا ہے اور اسی لیئے اسکو قلب کہتے ہین اور
اسمین جگر سے آکر خون پکتا ہے اور پھر اُسکے لطیف بخارہ روح حیوانی مین بنتے ہین اور شرائین کے ذریعہ سے تمام بدن مین دوڑتے ہین
و حس و حرکت کا منشا بھی یہی روح ہے جس عضو مین وہ روح نہ جائے تو وہ بحس و حرکت ہوکر مر جائے۔ اور یہ روح ہوائی کہلاتی ہے اور اسکو
نسمہ بھی کہتے ہین اور روح حقیقی یعنی نفس ناطقہ کا اصلی مرکب یہی ہے اور اُسکا مرکب تمام جسم ہے جب اس روح ہوائی مین (کہ جسکو روح حیوانی اور
روح طبی بھی کہتے ہین) سخت فساد آتا ہے تو روح حقیقی کا تعلق ٹوٹ جاتا ہے او قطع تعلق کا نام موت ہے۔ اور اصطلاح شرع مین قلب لطیفہ
انسانی کا نام ہے کہ جس سے انسانیت قائم ہے اور جس سے شوق و محبت پیدا ہوتی ہے اور جس سے شرع کے اوامر و نواہی بجا لاتے ہین۔ اور کبھی قلب
سے عقل بھی مراد ہوتی ہے جیسا کہ اس آیت مین اِنَّ فِی ذٰلِکَ لَذِکْرٰی لِمَنْ کَانَ لَہٗ قَلْبٌ اور کبھی نفس یا روح بھی مراد ہوتی ہے۔ اس آیت
مین یہی لطیفہ مراد ہے کیونکہ استدلال کرنا اسی کا کام ہے اور یہی الہام الٰہی کی جگہ ہے اور یہی حق شناسی کی دوربین ہے جب اسپر مہر ہوگی تو یہ سب باتین مفقود ہوگئین +

نکات

[۱] کلام مدلل کیا کیونکہ اول دعوے کے طور پر یہ فرمایا کہ کافرون کو برابر ہے آپ وعظ سنائین یا نہ وہ ایمان نہ لاوینگے۔ بظاہر اس دعوے کا
ثبوت سمجھ مین نہین آتا تھا اسکے ثبوت مین فرمایا کہ یہ اسلیئے کہ خدا نے انکے دلون اور کانون پر مہر کردی ہے اور انکی آنکھون پر پردہ پڑا ہے یعنی
انکی جبلت مین تاریکی ہے اور بہیمیت کے اندھیرون نے انکو ہر طرف سے محیط ہوکر اس امر کے قابل ہی نہ رکھا +

[۲] کسی چیز کا دریافت کرنا تین طرح سے ہوتا ہے یا حس سے معلوم کرے یا خبر صادق سے حال کھلجائے یا خود عقل غور کرکے دریافت کرے
پس چونکہ امور آخرت اور خدا کی ذات و صفات حس سے نہین معلوم ہوتی انکو یا خود عقل یقین کرے یا خبر صادق سے انکی تصدیق ہو اور ایمان و کفر یعنی
سعادت و شقاوت انہین امور آخرت اور خدا کی ذات و صفات پر یقین کرنے یا نکرنے پر مدار ہے اور ان لوگونکی بدبختی بیان کرنی ضرور تھی تو اسلیئے
پیشتر ختم اللہ علی قلوبہم وعلیٰ سمعہم فرمایا اور قلب اور سمع کو بصر پر مقدم کیا انکے دلون پر مہر ہے عقل سے ان امور پر کیونکر یقین کرین اور انکے کانون پر
بھی مہر ہے وہ مخبر صادق کی خبر کیونکر سنین اور کسطرح ایمان لاوین۔ لیکن کسیقدر حس سے بھی ایمان حاصل ہونے کا طریق تھا وہ یہ کہ
نبی علیہ السلام کے معجزات کو دیکھکر ایمان لاوین سو یہ بھی بات انکو نصیب نہین ہوئی ہر چند بیشمار معجزات دیکھے ہین لیکن بمنزلہ نابینا کے ہین

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ ۝

اور بعض لوگ ایسے بھی ہین کہ جو کہتے ہین کہ ہم اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان لائے حالانکہ وہ بالکل مومن نہین

ہین گویا کہ جنم کے اندھے ہین اُنکی آنکھون پر پردہ پڑا ہے کچھ دیکھتے ہی نہین ؞

۳ مہر ایسی چیز پر کیا کرتے ہین کہ جس مین ہر طرف سے تصرف ہو سکے پس مہر اسکو ہر طرف سے بند کر دیتی ہے چونکہ کان مین ہر طرف سے اور دل مین ہر طرف سے بات پڑ سکتی ہے اُنکے لئے کوئی جہت خاص نہین اسلئے اُنپر تو مہر لگانا فرمایا اور آنکھ چونکہ سامنے سے دیکھتی ہے اسکے لئے جہت خاص ہے تو اسلئے پردہ پڑنا فرمایا کہ سامنے سے پردہ پڑگیا دیکھنا بھی جاتا رہا ؞

جب خدا تعالی حکم اور اسکی دلیل بیان فرما چکا تو بعد مین اُسپر جو اثر مرتب ہونیوالا ہے وہ فرمایا کہ ولہم عذاب الیم یہ عذاب خواہ آگ سے ہو خواہ طوق و زنجیر سے خواہ اور کسی چیز سے کہ جسکی کیفیت ہمکو معلوم نہو جو کچھہ ہو وہ سب اُس کی تاریکی و اس جبلی کجروی کا اثر مرتب ہے جس طرح پانی کا اثر برودت اور آگ کا اثر حرارت کا پیدا کرتا ہے اسیطرح انسان کے برے اعمال کا اثر خاص ہے جو مرنے کے بعد معلوم ہوگا اعاذنا اللہ منہ

جب خدا تعالی اس فریق اشقیا کو بیان کر چکا تو اب دوسرے فریق منافقین کا حال بیان فرماتا ہے ؞

ترکیب

یقول فعل ضمیر ہو راجع من کی طرف اس کا فاعل اور آمنا باللہ الخ جملہ فعلیہ اسکا مقولہ فعل اپنے فاعل و مفعول سے ملکر جملہ فعلیہ ہوکر صفت ہوئی مَن نکرہ موصوفہ کی۔ مِن جار الناس مجرور جار مجرور متعلق ثابت یا ثبت کے ہوا جو رفع ہے مَن کا تقدیر کلام یون ہوئی ومن الناس ناس یقولون یہ جملہ خبریہ ہوا اسکا عطف الذین یومنون الخ پر ہے یہ قصہ کفار مصرین پر ہے اور ممکن ہے کہ مَن کو موصولہ مانا جاوے ہم ما کا اسم اور بمومنین خبر اسم اور خبر ملکر جملہ خبریہ ہوا او و حالیہ کے ساتھہ ملکر حال ہوا فاعل یقول سے جو مَن ہے۔ مَن لفظ مفرد ہے مگر معنی مین تثنیہ اور جمع کے بھی آتا ہے اسی لئے علم اصول میں اسکو عام گنا ہے پس باعتبار لفظ کے یقول صیغہ واحد بولا گیا اور باعتبار معنی کے ہم اور آمنا جمع کے صیغے بولے گئے۔ بعض یون بھی کہتے ہین کہ من یقول آمنا باللہ الخ مبتدا اور من الناس ثابت کے متعلق ہوکر اسکی خبر ہوئی تشبیہ کفار کے حال کو بطور عطف کے اسلئے نہین بیان کیا کہ وہان متقین کا حال بضمن کتاب تھا اسلئے مضادت مانع عطف ہوئی اور چونکہ کفار کا حال مستقلاً بیان کیا دوسری قسم منافقین کا عطف اُس پر زیادہ ہوا ؞

تفسیر

مدینہ مین کچھ لوگ ایسے تھے کہ جو بظاہر تو یہ کہتے تھے کہ ہم اللہ اور رسول و قیامت پر ایمان لائے او مسلمان ہوئے تاکہ مسلمانون مین ملکر منافع دنیا کا حاصل کرین اور ہر قسم کی سختی سے جو اُنپر پیش آنیوالی تھی اسلام کی آڑ بنا کر بچین مگر یہ ایمان حقیقت ایمان نہ تھا اور بغیر خلوص دل کے زبان سے کہنا خدا تعالی علام الغیوب کے آگے کچھ بھی وقعت نہین رکھتا اسلئے خدا تعالی نے مسلمانون کو متنبہ کرنیکیلئے فرمایا کہ یہ لوگ فریبی ہین

ہرگز مومن نہیں - ان لوگون کو شرع مین منافق کہتے ہین انہین سب کا سرگروہ عبداللہ بن اُبی بن سلول تہا - حضرت کے مدینہ مین تشریف لانے سے پہلے لوگون نے چاہا تہا کہ اسکو سرداری کی پگڑی بندہوادین اور مدینہ کا سردار بنادین لیکن جب حضرتؐ تشریف لائے اور روح کو زندہ کرنے والی باتون سے تمام جہالت کی تاریکیان لوگون مین سے دور ہوگئین اور لوگونکو ایک نئی زندگانی کا مزہ آگیا تو پہر انہیں رو برو اس دنیا پرست کی کچہہ بہی وقعت نرہی - اسلئے اُس شخص کو حضرتؐ اور اہل اسلام سے حسد اور رنج پیدا ہوا مگر غلبہ اسلام کی وجہ سے یہ خبث باطن کو ظاہر نکرسکا اور لوگون کے ساتہہ بظاہر آپ بہی اسلام مین شمار ہوگیا لیکن یہ اور اسکے رفیق یہود جو مدینہ کے آس پاس بستے تھے اور دس پانچ اور اسی کے ہمقوم ہمیشہ در پردہ اسلام کی بیخ کنی کرتے رہے اور اس آفتاب عالمتاب پر گرد اڑانی اور اس چراغ جاودانی کی بجہانے مین ہر طرح سے کوشش کرتے رہے سورۂ برأت اور سورۂ منافقون اور اس سورہ اور دیگر سورتون مین انکے اقوال و افعال ناشائستہ کا جواب مذکور ہے - اور جو کچہہ غزوات مین انہون نے فتور برپا کئے ہین وہ بہی مسطور ہے جس سے خدا نے نفاق کی جڑ کو بالکل کاٹ دیا -

متعلقات

نفاق کی چند قسم ہین اول یہ کہ زبان سے اسلام اور ایمان ظاہر کرے مگر در پردہ صاف منکر ہو - دوم یہ کہ در پردہ صاف منکر تو نہو مگر یقین بہی نہو بلکہ متردد اور مذبذب ہو سوم یہ کہ دل مین تصدیق ہو مگر کامل نہو اور گناہون اور حب دنیا اور غلبہ شہوات نے اسکو ایسا کردیا ہو کہ یہ دنیا کے منافع کو ایمان پر مقدم سمجہتا ہو دنیا کی خاطر لشکر اسلام کا مقابلہ اور اہل اسلام کی بربادی اور دین کی ہجو اسکے نزدیک کچہہ مشکل نہو - یہ تینون گروہ خدا کے نزدیک سخت کافر ہین اور جہنم کے سب سے اسفل طبقہ مین ہونگے اِنَّ الْمُنَافِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ان تینون قسم کے منافق مدینہ مین موجود تھے چہارم یہ کہ قال حال کے مطابق نہو زبان سے کچہہ کہے دل مین کچہہ اور ہو جسکو تقیہ کہتے ہین اگرچہ اس سے کافر نہین ہوتا مگر یہ بہی انہین منافقون کا شیوہ ہے اور سراسر ناراستی ہے - نور ایمان اور صداقت کی روشنی ذرا بہی فریب اور مکر کو گوارا نہین کرتی چہ جائیکہ اس پاک مذہب کا رکن قرار دیکر اسکے نورانی چہرہ پر دہبہ لگایا جاوے بلکہ نبی صلعم کے فیض صحبت سے صحابہ رض تو اپنی حالت قلبیہ مین ذرا فرق آنے کو بہی نفاق سمجہتے تہے چنانچہ امام مسلم نے روایت کیا ہے کہ حنظلہ بن ربیع اسدی حضرت ابوبکر سے ملے ابوبکر رض نے پوچہا کیا حال ہے اُس نے کہا مین تو منافق ہوگیا ابوبکر رض نے فرمایا تو یہ کیا کہتا ہے اُس نے عرض کیا کہ جب ہم نبی صلعم کے پاس سے گہر مین آتے اور بیوی بچون مین مشغول ہوتے ہین تو وہ کیفیت جو وہان ہوتی ہے اسکو بہول جاتے

۵ اہل اسلام مین اول صدی کے اخیر مین جو کچہہ خلافت کی بابت زیادہ نزاع ہوئی تو ایک گروہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی طرفداری کا یہانتک دم بہرنے لگا کہ جسکو وہ خود بہی جائز نہ کہتے تہے اور پہر رفتہ رفتہ وہ ایک فریق ہوگیا جسکو شیعہ کہتے ہین اور یہ فریق اکثر ایران مین پہیلا اور ایران مین مجوس کے ہان یہ تقیہ ہمیشہ سے چلا آتا تہا چنانچہ دساتیر نامہ ساسان اول کے (۴۰) جملہ مین مرقوم ہے انکی تقلید سے یہ مسئلہ اس گروہ نے بہی اپنے مذہب مین جاری کیا اور جہان کہین حضرت علی اور آئمہ اہل بیت سے خلفاء ثلاثہ کی مدح منقول ہے اسکے جواب مین اس تقیہ سے کام لیا اور کہہ دیا کہ وہ تقیہ کرتے تہے اس لغو بات کو روشن دماغ شیعہ بہی ہرگز نہین تسلیم کرتے اور آئمہ کبار کی نسبت حق پوشی اور نفاق کا عیب لگانے سے از حد ڈرتے ہین ہان جو لوگ ملاؤن کی تقلید اور انکے رطب و یابس حکایات پر غش ہین وہ اسکو مانتے ہین ۱۲ منہ

يُخَادِعُونَ اللّٰهَ وَالَّذِينَ آمَنُوا ۚ وَمَا يَخْدَعُونَ إِلَّا أَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُونَ ۝

(اپنے نزدیک) دہوکا دیتے رہتے ہین اللہ کو اور مسلمانون کو۔ حالانکہ وہ خود اپنے ہی آپ کو دہوکا دے رہے ہیں اور جانتے نہین ٭

ہین ابو بکرؓ نے کہا میرا بھی حال ہے تب تو وہ دونون نبی صلعم کی خدمت مین گئے اور حنظلہ نے یہ حال بیان کیا تو نبی صلعم نے فرمایا کہ ای حنظلہ اگر تم ہمیشہ اسی کیفیت مین رہو کہ جو میرے پاس ہوتی ہے اور یاد الہی مین ہو تو ملائکہ تم سے گلی کوچون مین اور بسترون پر مصافحہ کیا کرتے مگر یہ بات کبھی کبھی ہوتی ہے ٭

نکات

|۱| منافقین دعوی کرتے تھے ہم اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتے ہین پس خدا تعالی نے بھی انکی ادعا کی موافق باللہ وباليوم الآخر کو خاص کیا تاکہ معلوم ہو کہ جسمین تم کو دعوی ہے اسمین بھی تم سچے نہین کیونکہ خدا اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے تو اس مکر اور فریب کو خدا اور اسکے رسول سے جائز نہ رکھتے پس ان باتون مین تو تمہارا کیا اعتبار ہے یعنی جہان تمکو سچائی کا دعوی ہے وہین جہوٹے ہو چہ جائیکہ جہان تمکو خود نفاق مقصود ہو (۲) اگرچہ سیاق کلام یہ چاہتا تہا کہ اسکے جواب مین ما آمنوا کہا جاتا تاکہ جواب مطابق ہوتا مگر برعکس اسکے ما ہم بمؤمنین فرمایا تاکہ انسے ایمان کی نفی اچھی طرح سے ہو جاے کیونکہ زمانہ ماضی مین انکو ایمان سے باہر بیان کرنا جیسا کہ ما آمنوا سے سمجہا جاتا اس قدر مبالغہ فائدہ نہین بخشتا کہ جو انکو ہمیشہ کے لئے ما ہم بمؤمنین سے ایمان سے باہر کر دینا بخشتا ہے علاوہ اسکے ما آمنوا مین بمقابلہ جواب صرف اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان لانے کی نفی سمجھی جاتی۔ اور جبکہ ما ہم بمؤمنین کہا اور نفی کو باسے مؤکد کر دیا تو بالکل ایمان سے بے بہرہ ہونا ثابت کر دیا کہ نہ انکا ایمان اللہ پر ہے نہ قیامت پر نہ نبی اور قرآن اور اسکے معجزات پر٭ اسکے بعد خدا تعالی انکے اس فعل سے جو غرض ہے اسکو بیان فرماتا ہے

ترکیب

یخادعون فعل ضمیر ہم جو راجع ہے منافقین کی طرف اسکا فاعل اور لفظ اللہ اور الذین آمنوا (موصول صلہ ملکر معطوف ہوکر لفظ اللہ پر) مفعول فعل اپنے فاعل اور مفعول سے ملکر جملہ فعلیہ ہوکر کلام مستانف ہوا یا یہ حال ہے قائل یقول سے۔ اور ما یخدعون فعل با فاعل احد المفعول محذوف مستثنی منہ الا انفسہم مستثنی فعل فاعل اور مستثنی منہ اور مستثنی سے ملکر جملہ فعلیہ ہوکر بذریعہ واو حال ہوا فاعل یخادعون سے اور ما یشعرون جملہ فعلیہ بذریعہ واو کے اس ما یخدعون الخ سے حال واقع ہے۔

تفسیر

یعنے وہ منافقین جو یہ کہتے ہین کہ اللہ اور پچھلے دن پر ایمان لائے اپنے زعم مین خدا سے اور مسلمانون سے فریب بازی کر رہے ہین اور حالانکہ یہ فریب اپنے تئین کر رہے ہین کیونکہ خدا علام الغیوب ہے اس سے کوئی بات مخفی نہین رہ سکتی اور وہ مومنون کو آگاہ کرتا رہیگا سو انپر تو کچھ بھی اس مخادعت (فریب بازی) کا اثر نہ پڑا الٹا انہین پر پڑا کہ دنیا مین بھی رسوائی ہوئی آخرت مین عذاب شدید مین مبتلا ہونگے مگر

فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ فَزَادَهُمُ اللَّهُ مَرَضًا ۖ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ بِمَا كَانُوا يَكْذِبُونَ ○

اُنکے دلون مین مرض ہے پھر خدا نے اُنکے مرض کو زیادہ کردیا اور اُنکو عذاب ہے دکھ دینے والا اُنکے جھوٹ بولنے کی وجہ

اُنکے حواس سلیمہ مین فتور آگیا کہ اُنکو یہ موٹی سی بات بھی دکھائی نہین دیتی کہ خدا تعالی کو کوئی فریب نہین دیسکتا اسکا اُلٹا وبال ہم ہی پر پڑیگا

متعلقات

خدع لغت مین بُری بات چھپانا اور اُسکے برعکس کھانا تاکہ کسیکو فریب دیا جاوے ✤

نفس ذات شئے کو کہتے ہین خواہ جوہر ہو یا عرض یا دونون سے بری جیسا کہ ذات باریتعالی لقولہ تعلم ما فی نفسی ولا اعلم ما فی نفسک الآیہ اور روح کو بھی کہتے ہین کیونکہ حی کا نفس اسی سے قائم ہے اور قلب کو بھی کہتے ہین کیونکہ یہ محل روح ہے اور خون کو بھی کہتے ہین کیونکہ نفس کا قوام اسی سے ہے اور پانی کو بھی کیونکہ اسکی طرف نفس کو زیادہ حاجت ہے اور رائے کو بھی کیونکہ یہ نفس سے پیدا ہوتی ہے ۔

شعور احساس کو کہتے ہین اور انسان کے مشاعر اُسکے حواس ہین اور اصل اسکی شعر (بال) ہے اور جو لباس جلد کے بالون سے ملا ہوتا ہے اسی لئے عرب اُسکو شعار کہتے ہین ۔ اس مناسبت سے پھر اور وسیع معانی مین بھی اس لفظ کا اطلاق آتا ہے ✤

نکات

۱ چونکہ منافقین یہ ہمیشہ فریب بازی کرتے تھے اور آئندہ بھی یہ فعل متوقع تھا تو اس رمز کے لئے مضارع سے اُنکے حال کو تعبیر کیا تاکہ تجدد اور حدوث پر اور آئندہ کے صدور پر دلالت کرے ✤

۲ اُنکے پرلے درجہ کی حماقت ثابت کرنے کو ومایشعرون کہا مایعلمون نہ کہا کیونکہ شعور محسوسات کے لئے استعمال کیا جاتا ہے اور علم محسوسات معقولات دونون کے لئے پس جب مایشعرون کہا تو گویا یہ ثابت کردیا کہ اس مکر کی برائی ایک محسوس چیز ہے مگر چونکہ علی ابصارہم غشاوہ یعنی اُنکی آنکھون پر پردہ پڑا ہے دیکھ نہین سکتے ✤ اب اگلی آیت مین اس فعل کی وجہ بیان فرماتا ہے کہ وہ ایسی باتین کیون کرتے ہین ✤

ترکیب

مرض مبتدا ے موخر فی قلوبہم خبر دونون ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا ۔ زاد فعل اللہ فاعل ہم مفعول اول مرضا مفعول ثانی فعل فاعل اور دونون مفعولون سے ملکر جملہ فعلیہ ہوا ۔ عذاب موصوف الیم اسکی صفت پھر بما کانوا یکذبون جملہ بتاویل مصدر کے ہوکر متعلق کائن کے ہوا اور الیم کی صفت ہوا ۔ موصوف اپنی صفات سے ملکر مبتدا لہم خبر مبتدا خبر ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا اور اسکا عطف کلام سابق پر ہوا

تفسیر

یعنے اُنکی یہ فریب بازی اسلئے ہے کہ اُنکی فطرت مین صحت سلامتی نہین اور دل پر مرض نارستی عارض ہے پس جون جون فطرت کو درست کرنیوالی اور روح کو صحت بخشنے والی باتین نبی علیہ السلام پر نازل ہوتی گئین اُنکی برخلافی سے اُس اصلی مرض کو ترقی ہوتی گئی

ع ۔ مرض بڑہتا گیا جون جون دوا کی ؂ جس طرح جسمانی امراض کا نتیجہ موت ہے اسی طرح روحانی امراض کا ثمرہ اُس عالم مین عذاب الیم ہے ۔ آسمانی پانی ہر درخت اور تخم کی بالیدگی کا باعث ہے مگر کسی درخت مین اُسی پانی سے کانٹے اور کڑوے پھل آتے ہین اور جسکا تخم اچھا ہوتا ہے اُس سے عمدہ اور خوشبودار پھول و پھل نکلتے ہین ۔ اسی طرح قرآن جو تخم روح کے لئے آسمانی پانی ہے پس اس سے مومنون کو شفا اور جنکی جبلت مین کجی ہے اُنکو زیادہ مرض پیدا ہوتا ہے پھر وہ مرض اُس عالم مین بصورت عذاب الیم ظاہر ہوتا ہے ۔

متعلقات

مرض لغت مین بدن کی اُس حالت غیر طبعی کو کہتے ہین کہ جو افعال طبعیہ مین خلل انداز ہوتی ہے اور مجازاً اُن اعراض نفسانیہ کو بھی کہتے ہین کہ جو نفس کے کمالات مین مخل ہوتے ہین جیسا کہ جہل اور بدعقیدت اور کینہ اور حسد اور شہوت اور حب دنیا و جھوٹ اور ظلم وغیرہ کیونکہ جس طرح مرض سے کمال بدن یا حیات زائل ہو جاتی ہے اسی طرح ان اعراض سے حیات ابدی اور اُس کے کمالات زائل ہو جاتے ہین اور روح پر تاریکی پیدا ہوتی ہے ؁

الیم ای مولم ۔ الم (جسکو درد کہتے ہین) ادراک ناملائم ہے ہر چند بدن مین ناملائم حالت تفرق اتصال زخم و شگاف ہو مگر جبتک ادراک نہوگا جیسا کہ دوا بیہوشی کلورافارم مین ہوتا ہے کچھہ دکھہ نہ معلوم ہوگا اسی طرح اس عالم مین روح کو طلسم دنیا کی کلورافارم نے بیہوش کر رکھا ہے جب بات کے بعد یہ بیہوشی دور ہوگی تو ہر شخص کو اپنے روحانی امراض کا دکھہ معلوم ہوگا اور اس عالم کی یہ نکتہ راز مفہوم ہوگا ۔ باش تا بندروے بکشایند ؁ باش تا با تو در حدیث آیند ؁ تا کیا نزا فشاندہ بر ورد ؁ تا کیا نرا گرفتہ در بر ؁

کذب یعنی جھوٹ اُس خبر کو کہتے ہین کہ جو خلاف واقع ہو ۔ بعض کہتے ہین کہ جو خلاف اعتقاد ہو ۔ بعض کہتے ہین کہ جو اعتقاد اور واقعہ دونون کے برخلاف بیان ہو اُسکو کذب کہین گے ۔

نکات

۱ اس آیت مین بھی خدا تعالی نے امر واقعی کی رعایت رکھی فی قلوبہم مرض سے یہ بات بتلا دی کہ دنیا مین ہدایت و گمراہی یا سعادت و شقاوت جو کچھہ پیش آتا ہے وہ اصلی استعداد اور جبلی قابلیت کے موافق پیش آتا ہے جو ازلی مریض ہین اور اُنکی روح کا مزاج فاسد ہے اُنسے اس عالم مین ویسے ہی افعال نامطلوب سرزد ہوتے ہین اور فزادہم اللہ مرضاً سے اسباب کی طرف اشارہ کر دیا کہ ان امور کا اصل خالق خدا تعالی ہے گو مجازاً سورہ یا کسی اور کیطرف بھی اسناد ہوتا ہے اور ولہم عذاب الیم بما کانوا یکذبون سے یہ بات بتلا دی کہ بندہ اپنے افعال مین مجبور محض نہین بلکہ اختیار رکھتا ہے کہ جسکی وجہ سے اسکے افعال پر سزا و جزا مرتب ہوتی ہے ؁

۲ جسطرح اس آیت بما کانوا الخ سے اُن لوگون کے خیال باطل کے رد کی طرف اشارہ ہے کہ جو کہتے ہین کہ یہ عالم محض اتفاقیہ خیالات ہین کسی چیز کی کچھہ اصل نہین نہ کوئی کرم (فعل) موثر ہے نہ کوئی عمل آخرت مین نافع ہے نہ مضر جیسا کہ حکما سوفسطائیہ اور بعض اتقیو کی

وَاِذَا قِیْلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ قَالُوْٓا اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ ۝ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وَلٰكِنْ لَّا یَشْعُرُوْنَ ۝

اور جب اُن (منافقون) سے کہا جاتا ہے کہ زمین مین فساد نکرو تو کہتے ہین ہم تو اصلاح کرنیوالے ہین - دیکھو وہی (منافق) خرابی کرنیوالے ہین مگر سمجھتے نہین

مذہب ہے اور عیسائی بہی بموجب فتوی پولوس شریعت سے آزاد ہین۔ اسیطرح فزادہم اللہ مرضاً سے اُس فریق کے خیال باطل کیطرف اشارہ ہے کہ جو افعال یا کرم (ہی) کو مؤثر بالذات جانتے ہین و خدا تعالی کے وجود و قدرت کے منکر ہین جیسا کہ بودہ میانشا اہل ہند مین سے اسکے معتقد ہین

۴ بما کانوا سے عذاب آخرت کی طرف اشارہ کر دیا تاکہ جو لوگ بطور تناسخ یا بطور ترقی مال جاہ اسی عالم مین جزا و سزا کے قائل ہین انکا خیال باطل رد ہو جائے ف عذاب کو جو کذب سے متعلق کیا اس سے جہوٹ کا حرام ہونا ثابت ہوا پس اسلئے اہل اسلام مین بالاتفاق جہوٹ بولنا حرام قرار دیا گیا - یہ وہ فعل ہے کہ جسکی قبح پر اکثر بنی آدم متفق ہین + اب اگلی آیتون مین خداتعالی اُنکے مرض قلب کو ثابت کرتا ہے کہ وہ بُری باتین کرتے ہین اور اُنکو بہلی سمجہتے ہین جس طرح کوئی مریض کڑوی چیز کو میٹہی یا بالعکس تصور کرتا ہے اور یہ جہل مرکب ہے حکما کے نزدیک یہ مرض لاعلاج ہے پس فرماتا ہے +

ترکیب

اذا حرف شرط قیل فعل مجہول لہم متعلق قیل کے لا تفسدوا فی الارض مفعول مالم یسم فاعلہ ہوا قیل کا یہ دونون ملکر شرط ہوئے اور قالوا فعل انما نحن مصلحون جملہ اسکا مفعول فعل اپنے فاعل ضمیر ہم اور مفعول سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر جواب ہوا شرط کا شرط و جزا ملکر جملہ شرطیہ ہوکر معطوف ہوا یکذبون یا یقول پر ہم ان مشبہ بفعل ہم اسکا اسم اور ہم المفسدون مبتدا خبر جملہ ہوکر اسکی خبر۔ ولکن کلمہ استدراک اسکا مابعد لا یشعرون جملہ استدراکیہ - الا حرف تنبیہ جو صدر جملہ تنبیہ مخاطب کے لئے آتا ہے - یہ جملہ خبریہ مستانفہ ہے جواب مین اُنکے قول کے +

تفسیر

یعنے مرض قلب انپر یہانتک غالب آگیا ہے کہ اُنکو نیک و بد مین بہی تمیز نہین رہی کیسلئے کہ جب کوئی مؤمن یا رسول یا خود خدا اُنسے یہ فرماتا ہے کہ تم ملک مین فساد نہ ڈالو یعنی گناہ اور ظلم و بدکاری و دغابازی نہ کیا کرو تو اُنکے جواب مین کہتے ہین کہ ہم تو بہلائی کرتے ہین وہ اس دغابازی و گناہ کو بہلائی سمجہ گئے ۔ خدا فرماتا ہے دیکہو یہی لوگ مفسد ہین مگر بے شعور ہین کہ اُنکو اپنے فساد اور صلاح مین تمیز نہین معاذ اللہ جب انسان اپنے عیب کو عیب نہین سمجہتا تو بڑی خرابی مین پڑتا ہے اور صدہا آدمی دنیا مین ایسے اندہے ہین کہ اُنکو حقیقت امر معلوم نہین سہ چشم باز و گوش باز و این ذکا + خیرہ ام بر چشم بندی خدا + ایک عالم اس جہل مرکب مین گرفتار ہے کوئی خدا کا تقرب سمجہکر بتون کو پوجتا ہے کوئی توحید سمجہکر تثلیث کی دلدل مین گرفتار ہے کوئی بامید سلطنت آگ کی دہونی رما کے بیٹہا ہے کوئی کسی ہوس خام کو دل مین پختہ کرکے دریا کے کنارے آسن لگا کے بیٹہا ہے ہزارون لوگ گنگا مین غوطہ لگا کر گناہون سے پاکی سمجہکر دور

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا كَمَآ اٰمَنَ النَّاسُ قَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ كَمَآ اٰمَنَ السُّفَهَآءُ ۭ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَآءُ وَلٰكِنْ لَّا يَعْلَمُوْنَ ○

اور جب اُن سے کہا جاتا ہے کہ اور لوگون کیطرح سے تم بھی ایمان لاؤ تو کہتے ہین کیا ہم بیوقوفون کی طرح ایمان لاوین دیکھو یہی لوگ بیوقوف ہین لیکن جانتے نہین +

دراز سے آتے اور مشقت اُٹھاتے ہین ۔ اہل دنیا شب و روز لین دین بیع و شرا مین غرق ہین نہ مرنیکی مہلت نہ جینے کی فرصت ۔ صد ہا دنیا پرست حکام کی خوشامد اور ترقی مناصب مین شب و روز گرم اور اسی کو فوز کبیر اور مقصود اصلی سمجھتے ہین الغرض ہر کس بخیال خویش خبطے دارد لیکن جب اس طرف سے آنکھ بند ہوگی اور اُس عالم کی چیزین کہائی دینگی تو حسرت و افسوس ہوگا اللہم ارنا حقائق الاشیاء کما ہی +

متعلقات

فساد کسی شے کا اعتدال سے باہر ہونا اور جو نفع کہ اوس سے مقصود ہے اُسکے قابل نہ رہنا اسکی نقیض صلاح ہے یعنی جس طرح فساد مین بگڑنا ہے ویسا ہی صلاح کے معنی مین سنورنا معتبر ہے ۔ اس جگہہ فساد سے مراد بقول ابن عباسؓ و حسن و قتادہ معاصی ہین کیونکہ جب دنیا مین گناہگاری چوری قتل زنا فتنہ انگیزی شرک و کفر کی اشاعت ہوتی ہے تو انتظام عالم مین خلل آجاتا ہے اور قیل کا فاعل یعنی کہنے والے اس جگہہ مؤمن یا خدا تعالے ہے نہ کفار و اشرار +

نکات

جسطرح کہ منافقین نے بزعم فاسد اپنے فساد کو صلاح بنایا اور انما نحن مصلحون مین صلاح کا انحصار اپنے ہی نفس پر کیا تہا اسی طرح اُنکے رد مین لفظ الا اور انہم ہم المفسدون کلمۂ انحصار فرمایا کہ بلا شک یہی مفسد ہین تاکہ کلام مقتضی حال کے مطابق ہوجاے ۔ یہ اُن منافقونکی دوسری حرکت ناشایستہ تہی اب تیسری حرکت ناشایستہ پیش کرے +

ترکیب

اذا حرف شرط قیل فعل مجہول قول اسکا مفعول مالم یسم فاعلہ محذوف اور لہم متعلق ہے قیل کے اور آمنوا فعل با فاعل اُسکی تفسیر کما آمن الناس بتاویل آمنوا ایمانا مثل ایمان الناس مصدر محذوف کی صفت قالوا فعل با فاعل اور انؤمن الخ جملہ اسکا مفعول جواب ہوا شرط کا الا حرف تنبیہ انہم الخ اسم و خبر ان کی ہوکر جملہ خبریہ مستانفہ ہوا اور ولکن حرف استدراک لا یعلمون جملہ استدراکیہ +

تفسیر

یعنے جب ناصح اُنسے یہ کہتا ہے کہ ایمان حقیقی لاؤ کہ جس سے ترک فتنہ و فساد اور نفرت دنیا اور اعراض از لذایذ فانیہ حاصل ہوا در مردان خدا کے

ف لپچھ جو تفسیر القرآن کے صفحہ ۲۲ مین نیچر مفسر کہتے ہین (قولہ و اذا قیل لہم ان آیتون مین اُس گفتگو کا اشارہ ہے جو منافق اور کافر اہل یمن کرتے تہے یعنی کافر سمجہتے تہے کہ منافقون کا اسطرح ظاہر مین اپنے تئین مسلمان جتانا فساد ڈالتا ہے تو وہ اُنسے کہتے تہے کہ تم فساد مت ڈالو اور اپنے تئین مسلمان مت جتلاؤ یا جس طرح اور لوگ سچ مچ مسلمان ہوگئے ہین تم بھی ہوجاؤ الخ) سراسر غلط ہے چند وجہ اول تو یون کہ کافر منافقون کے اظہار ایمان کو فساد نہین سمجھتے تہے بلکہ عین صلاح کہ مسلمانون سے فریب کرکے اُنکے راز ہاتھ لگتے ہین دوئم اُنکے قول کی تصدیق کلام الٰہی مین ہونا اُنکی عظمت پر دال ہے حالانکہ برخلاف مقصود ہے ۔ سوئم کافر کبہی یہ ہرگز مرضی نہ تہی کہ تم سچ مچ کے مسلمان ہوجاؤ ۔ علاوہ اسکے کوئی مفسر اسکا قائل نہین بلکہ تفسیر کبیر مین یون لکہا ہے قولہ و تفسیر ۲۸ ولا یجوز ان یکون القائل لہم کافرا [illegible] جب اسقدر وقوف نہ تہا تو تفسیر لکہنے کی کیا ضرورت تہی

ایمان کی مثل ہو کہ جو نفع و نقصان دنیا کو آخرت کے مقابلہ مین کچھہ بھی نہین جانتے اس عالم کو فانی سمجھکر عالم باقی کے لئے جان و مال صرف کرنے مین کچھہ دریغ نہین کرتے اور درحقیقت یہی آدمی ہین ورنہ جو لوگ کہ عالم باقی کے مقابلہ مین ان چند روزہ نعمتون پر مفتون ہین مجنون ہین پس اسکے جواب مین وہ منافق کہتے ہین کیا ہم بیوقوفون کی مانند ایمان لائین خیالی جنت و دوزخ کے لئے مطالب و مقاصد دنیا چھوڑ بیٹھین ؟ میان نقد دنیا دین سے مقدم ہے عالم آخرت اور وہان کے نعماء کس نے دیکھے ہین جبکو یہان عیش و آرام ہے اسکو ہر جگہ آرام ہے جسطرح ہو سکے دنیا ہاتھہ آوے ؎ خرس باش و خوک باش و یا سگ مردار باش * ہر چہ باشی باش عرفی اندکے زردار باش *
اور کسی نے کہا ہے ؎ ہمکو معلوم ہے جنت کی حقیقت واعظ * دل کے بہلانے کو لیکن یہ خیال اچھا ہے * یہ لطف زندگانی اور یہ مزے اور یہ جلسے کون چھوڑے ؟ آدھا چھوڑ پورے کو کون جائے ہاتھہ سے وسے ہی اور کیا ہم اُن لوگون کی مانند ہو جاوین کہ جو دنیا اور ہر طرح کی عیش چھوڑ کر شب و روز خدا کی یاد مین مشغول ہین اپنے منافع پر بھی نظر نہین کرتے مناسب کہ دنیا سازی کی جاے اگر ان مسلمانون کا دور دورا رہا تو انکے یار بنے رہے اور در پردہ مخالفون سے بھی سازش رہی کیونکہ اگر انکا وقت آئیگا تو بھی ہمارا مدعا ہاتھہ سے نجا ئیگا - ایک طرف ہو جانا عقلمندون کا کام نہین اسکے جواب مین خدا تعالی فرماتا ہے خبردار یہی لوگ احمق اور بیوقوف ہین کیونکہ ہر روز اپنی آنکھون سے دیکھتے ہین کہ کیسے کیسے نوجوان حسین اور کیسے کیسے با اقبال اور ذوی اقتدار اور کیسے کیسے بادشاہ ہفت کشور اور کیسے کیسے عیش و آرام اٹھانیوالے ہزارون من مٹی کے تلے آ دبجاتے ہین ؎ مقدور ہو تو خاک سے پوچھون کہ اے لئیم * تو نے وہ گنجہاے گرانمایہ کیا کئے * اب نہ انکے وہ سامان عیش ہین نہ وہ اسباب طرب جلسہ ہین نہ وہ مال و زر انکے پاس ہے پھر جب آخرکار ایک روز یہ تمام عیش و آرام ہاتھہ سے جاتا ہے (غایۃ الامر دس بیس برس بعد) تو اس چندروزہ خواب دنیا پر دل لگانا عبث ہے ؎ قابو مین ہون مین تیرے گر اب جیا تو پھر کیا * خنجر تلے کسو نے ٹک دم لیا تو پھر کیا * پس اس عالم بقا کے مقابلہ مین کہ جسکا زمانہ غیر متناہی ہے ان لذائذ حسیہ پر مفتون ہونا اور اُس یقینی امر کے لئے کچھہ بندوبست کرنا نہایت حماقت اور پرلے درجہ کی سفاہت ہے جسطرح نادان بچے ذرا سی مٹھائی سے بہل جاتے اور عمدہ چیز کو ہاتھہ سے دیدیتے ہین اسی طرح یہ لوگ ہین اور جب عالم آخرت حق ہے اور وہان جانا بھی حق ہے اور اسکے ہادی بھی برحق ہین اور انکا وعدہ بھی سچا ہے تو پھر مذبذب رہنا اور بھی حماقت ہے مگر وہ امراض قلب مین گرفتار ہین انکو اس امر کی خبر نہین *

متعلقات

سفہ | اسکا مین عرب بولتے ہین سفہت الریح اسلئے اڑا لیگئی اس چیز کو ہوا - پھر اسکا اطلاق بیوقوفی اور حماقت مین بسبب خفیف ہونے عقل کے آتا ہے - سفیہ بروزن فعیل اسم فاعل بمعنی بیوقوف سفہاء اسکی جمع ہے سفاہت کے مقابلہ مین اناۃ (جسکو تانی بھی کہتے ہین) اور حلم آتا ہے جسکے معنی سوچ اور سمجھہ کے ہین *

الناس | مین لام جنس کے لئے ہے جس سے مراد کامل ہین کیونکہ جنس بولکر فرد کامل مراد لیا جاتا ہے ہمارے محاورہ مین بھی کہتے

وَإِذَا لَقُوا الَّذِينَ آمَنُوا قَالُوا آمَنَّا وَإِذَا خَلَوْا إِلَىٰ شَيَاطِينِهِمْ قَالُوا إِنَّا مَعَكُمْ إِنَّمَا نَحْنُ

اور جب ملتے ہیں ایمان والوں سے تو کہتے ہیں ہم بھی ایمان لائے اور جب تنہائی میں ملتے ہیں اپنے شیاطین (سرداروں) سے تو کہتے ہیں قطعاً ہم تمہارے ساتھ ہیں (مسلمانوں سے)

مُسْتَهْزِئُونَ ۝ اللَّهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ وَيَمُدُّهُمْ فِي طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُونَ ۝

ہم صرف دل لگی کیا کرتے ہیں اللہ انسے دل لگی کر رہا ہے اور ڈھیل دے رہا ہے انکو انکی سرکشی میں کہ جو اندھے ہو رہے ہیں

کہ فلاں انسان ہے اور فلاں آدمی نہیں یعنی کامل انسان ہے اور کامل آدمی نہیں۔ اور عرب میں بھی اس معنی کے لئے استعمال آیا ہے
ایک شاعر کہتا ہے ؎ بلادٌ بِها کُنّا وکُنّا نُحِبُّها ۔ اذ الناسُ ناسٌ والزمانُ زمانٌ یعنی ہمارا وطن عمدہ تھا ہم وہاں رہا کرتے اور اس سے
محبت رکھتے تھے۔ جبکہ آدمی آدمی تھے اور زمانہ زمانہ تھا یعنی جب اچھا زمانہ اور اچھے لوگ تھے پس اس تقدیر پر اہل ایمان کو آدمی فرمایا
کیونکہ جو ایسے نہیں وہ آدمی نہیں۔ یا لام عہدی ہے جس سے اشخاص معہود مراد ہیں یعنی صحابہ کبار رضی اللہ عنہم ۔

نکات

١ فساد کے ذکر میں منافقین کو لایشعرون کا لقب دیا اور ایمان نہ لانے کے بارہ میں لایعلمون فرمایا اس میں یہ نکتہ ہے کہ فساد ایک امر محسوس ہے اور لایشعرون بھی محسوسات میں بولا جاتا ہے بخلاف ایمان کے کہ اس پر مطلع ہونا از قسم علم ہے کہ جو نظر و تامل سے حاصل ہوتا ہے۔ دوم سفہ ایک قسم کا جہل ہے اسکے مقابلہ میں علم کا لانا کمال بلاغت ہے ۔

٢ منافقوں کی قبح بیان کرنے میں ایک اور نکتہ مرعی رکھا ہے وہ یہ کہ لایشعرون اور لایعلمون کے مفعول کو ذکر نکیا تا کہ انکی بے شعوری اور جہالت عام طور پر ثابت ہو جائے یعنی یہ بات نہیں جانتے بلکہ کچھ بھی نہیں جانتے ۔

٣ نصیحت کو پورا کر دیا اول جملہ میں لاتفسدوا اور دوسرے میں آمنوا فرمایا کیونکہ نیکی کے دو جز ہیں بری باتوں سے بچنا اور اچھی باتوں کو عمل میں لانا ۔ اب خدا تعالیٰ انکی چوتھی خصلت نازیبا بیان فرماتا ہے ۔

ترکیب

واو حرف عطف کہ جو کلام سابق پر ہے اذا حرف شرط لقوا کہ دراصل لقیوا تھا فعل با فاعل و الذین آمنوا موصول صلہ جملہ اسکا مفعول یہ اپنے فاعل و مفعول سے ملکر شرط ہوا۔ قالوا فعل با فاعل آمنا مفعول سب ملکر جواب ہوا شرط کا اور جملہ شرطیہ ہو کر معطوف علیہ ہوا۔ اذا حرف شرط خلوا فعل با فاعل الی شیاطینہم متعلق ہوا خلوا کے یہ سب شرط ہوئی اور قالوا فعل با فاعل انا معکم جملہ اسمیہ اسکا مفعول انما نحن مستہزءون جملہ اسمیہ اسکی تاکید یا بدل سب ملکر جواب ہوا شرط کا اور جملہ شرطیہ بنکر عطف ہوا پہلے جملہ پر۔ لفظ اللہ مبتدا یستہزئ بہم جملہ اسکی خبر معطوف علیہ و حرف عطف یمدہم جملہ فعلیہ معطوف فی طغیانہم متعلق ہے یمد کے یعمہون جملہ فعلیہ حال ہے یمد ہم کی ضمیر ہم مفعول سے

تفسیر

یعنی جب وہ منافق مسلمانون سے ملتے تھے تو اُنکے خوش کرنے کو یہ کہتے کہ ہم بھی ایمان لائے اور پھر جب اپنے سردارون کے پاس جاتے تو نہایت تاکید سے یہ کہتے کہ ہم تمہارے ساتھ ہین ہم تو مسلمانون سے بطور دل لگی کے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہدیتے ہین وہ بیوقوف سیدھے سادے لوگ ہین ہماری باتون کو سچ جانکر ہمین اپنے رازون اور دلی ارادون سے مطلع کرتے اور فوائد مین شریک بنا لیتے ہین خدا تعالی فرماتا ہے کہ وہ مسلمانون سے کیا دل لگی اور مسخرہ پن کر رہے ہین خدا تعالی اُنسے دل لگی کر رہا ہے کہ اُنکو سخت خرابی مین چھوڑ رکھا ہے کہ جسکا نتیجہ دین و دنیا مین خرابی اور آخرت مین روح کو سخت عذاب ہے ✤

متعلقات

اللہ یستھزئ بہم | استہزاء اور مکر اور خداع وغیرہ اوصاف کو جو آیات قرآنیہ مین خدا تعالی کیطرف منسوب کیا گیا ہے تو مجازًا کیا گیا ہے کس لئے کہ یہ اوصاف ذمیمہ ہین اُنسے وہ پاک ہے مگر محاورہ مین ایک فعل پر کسی مناسبت سے دوسرے فعل کا اکثر اطلاق آتا ہے کہتے ہین جسقدر کوئی تمپر ظلم کرے اُسیقدر تم بھی اُسپر ظلم کرو حالانکہ ظلم کے مقابلہ مین جو کچھ جزاء مناسب دیجاے وہ ظلم نہین مگر وہ دونو فعل باہم مناسبت رکھتے ہین اسلئے اُسپر بھی ظلم کا اطلاق آیا قال تعالی ۔ وجزاء سیئۃ سیئۃ پس وہ لوگ جو دینداروں کے ساتھ مکر اور ٹھٹھا کرتے ہین خدا تعالی اُنکو اس فعل بد کی جزا دیتا ہے لیکن اس جزاء پر ایک مناسبت سے مکر اور ٹھٹھے کا اطلاق آیا اور خدا تعالی کی طرف منسوب ہوا اور یہ ایک محاورہ کی بات ہے اسپر طعن کرنا سراسر بیوقوفی ہے ۔ بعض پادری اور ہندو مسلمانون کو ان آیات سے اُن الزامات کا جواب دیا کرتے ہین کہ جو اُنکی کتب دینیہ سے ثابت ہوتے ہین جنمین خدا تعالی کی ذات مقدس مین جسمانیت اور حدوث اور جہل وغیرہ اُمور کو ثابت کیا ہے مگر یہ سراسر ناانصافی ہے یا ان آیات کے مطالب سے لاعلمی ہے یا عمدًا کجروی ہے ۔

طغیان | بالضم والکسر ایک جگہ مقرر سے تجاوز کرنا بولتے ہین طغی الماء جسوقت کہ پانی اپنے حد سے تجاوز کرتا اور حد سے بڑھ جاتا ہے یہان اس سے مراد سرکشی اور کفر مین حد سے بڑھجانا ہے ۔ لفظ شیطان کی تحقیق مقدمہ کتاب مین ہو چکی یہان اس سے مراد کفر کے سردار ہین

عمہ | اور عمی دونون کے معنی اندھا پن اور نابینائی کے ہین مگر عمی کا اطلاق ظاہری آنکھون کے اندھا ہونے پر اور عمہ کا دل کی آنکھون کے اندھا ہونے پر آتا ہے

نکات

| ۱ | منافقین اپنی چالاکی سے ایمانداروں کو اُنکے بھولے پن سے بیوقوف سمجھکر اپنا ایمان جتلانے مین قسم اور کلام مؤکد کی ضرورت نہ سمجھتے تھے سو اُس کو تو خدا نے آمنا کے ساتھ تعبیر کیا اور کفار بالخصوص کفر کے سردار تو بڑے چلتے پرزے اور پہلے درجہ کے ہوشیار تھے وہ بغیر قسم اور کلام مؤکد کے کا ہیکو اعتبار کرتے اسلئے اُنسے انا معکم بتاکید کہا اور بجاے کفر کے معیت کو جتلایا ✤

| ۲ | خدا تعالی کے مقدس لوگون سے ہنسی کرنا خدا تعالی سے ہنسی کرنا ہے ۔ اور اُنکا ادب اور اُنسے محبت کرنا خدا تعالی کا ادب اور اُس سے محبت کرنا ہے اسیکے جتلانے کو خدا نے یہ فرمایا کہ تم سے کیا ہنسی کروگے بندون سے ہنسی کرتے ہو اُنکی طرف سے مین تمہارے ساتھ ہنسی کرتا ہون

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ اشْتَرَوُا الضَّلَالَةَ بِالْهُدَىٰ فَمَا رَبِحَت تِّجَارَتُهُمْ وَمَا كَانُوا مُهْتَدِينَ ۝

یہ (منافق) وہ لوگ ہیں کہ جنہوں نے ہدایت دیکر گمراہی کو خرید لیا پس کچھ نفع نہوا انکی تجارت میں اور نہ وہ تجارت کرنا جانتے تھے

کہ تم کو گمراہی میں چھوڑ رکھا ہے جسکو تم بہلا سمجھتے ہو اور نتیجہ اسکا برا ہے ۔

[۴۳] اللہ یستہزئ بہم میں لفظ اللہ کو مقدم کرکے یہ بات جتلادی کہ کوئی اور نہیں بلکہ خدا تم سے ہنسی کر رہا ہے پھر دیکھو اسکی ہنسی کیسی ہے جسطرح کوئی بادشاہ اپنے نمک حلال نوکر کیطرف سے اسکے مخالف کو یون کہے کہ تجھ سے بادشاہ مقابلہ کر رہا ہے تاکہ اسکو خوف پیدا ہو اور اپنی حرکت ناشایستہ سے باز آئے ۔ (۴۴) اللہ یستہزئ نہ کہا کہ جو ظاہر میں مطابق تھا مگر اس نکتہ کے لئے یستہزئ جملہ فعلیہ فرمایا کہ تجدد اور حدوث پر دلالت کرے اور وقتاً فوقتاً خدا کیطرف سے مصائب کا نازل ہونا انکو معلوم ہو جائے کما قال اولا یرون انہم یفتنون فی کل عام مرۃ او مرتین الآیہ ۔ اب اگلی آیتوں میں خدا تعالیٰ منافقون کے اس فعل بد کا نتیجہ بڑے لطف کے ساتھ بیان فرماتا ہے کہ ان لوگون نے عمر عزیز صرف کرکے کیا حاصل کیا ۔

ترکیب

اولئک مبتدا، الذین موصول اشتروا الخ جملہ فعلیہ اسکا صلہ مجموعہ ملکر خبر ہوئی ۔ فا تفریعیہ ما حرف نفی ربحت فعل تجارتہم فاعل ۔ مجموعہ جملہ فعلیہ خبریہ معطوف علیہ اور ما کانوا مہتدین جملہ اس پر معطوف ۔

تفسیر

یعنی وہ جوہر انسان کو خدا کیطرف سے ایک فطرتی ہدایت ہے (کہ اگر اسپر کوئی عوارض و موانع پیش نہ آئے تو اسکی وجہ نیکی اور حیات ابدی کے رستہ پہ چل سکے) ان منافقون نے اپنے اندر اخلاق رذیلہ اور ملکات فاسدہ پیدا کرکے اس نور فطرت کو بجھا دیا (جسکو خدا تعالیٰ نے ہدایت کے بالعوض گمراہی خریدنے کے ساتھ تعبیر کیا ہے) ان لوگون نے اپنے نزدیک بڑی عمدہ اور نفع دینے والی تجارت کی تھی کہ منہ سے کلمہ توحید کہدیا اور اسکی بدولت منافع دنیا کو حاصل کیا خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس تجارت میں نفع نہوا کیونکہ عمر عزیز اور نور فطرت کہ جسکی کوئی قیمت نہیں اسکو صرف کرکے دنیا چند روزہ اور شہوات نفسانیہ حاصل کرنا دُر بے بہا دیکر مٹی کا کھلونا لینا ہے جیسا کہ احمق اور لڑکے کرتے ہیں سو آئے تھے کس کام کو کیا کر چلے ۔ تہمت چند اپنے ذمہ دھر چلے ۔ اور نہ ہر سے سے ان لوگون کو تجارت کرنی آتی کیونکہ تجارت یہ تھی کہ اپنی جان و مال کو خدا کی راہ میں صرف کرکے حیات ابدی حاصل کرتے جیسا کہ وہ خود تلقین فرماتا ہے ۔ کہ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَىٰ تِجَارَةٍ تُنجِيكُم مِّنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ ۝ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَتُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنفُسِكُمْ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ ۝ الآیات اہل فطرت سلیمہ کو بھی یہ یاد کیا

مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِي اسْتَوْقَدَ نَارًا ۚ فَلَمَّا أَضَاءَتْ مَا حَوْلَهُ ذَهَبَ اللَّهُ

انکی مثل اس شخص کی سی ہے کہ جسنے آگ سلگائی پس جب اسکے آس پاس روشنی ہو گئی تو خدا نے انکی روشنی

بِنُورِهِمْ وَتَرَكَهُمْ فِي ظُلُمَاتٍ لَا يُبْصِرُونَ ۝ صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُونَ ۝

بجھا دی اور انکو اندھیریوں میں چھوڑ دیا کہ کسیطرح نہیں دیکھتے (وہ) گونگے ہیں بہرے ہیں اندھے ہیں پس کسیطرح راہ پر نہ آوینگے

اور نفع بھی نہ ملا اب خدا تعالی انکی حالت کو اور زیادہ تشریح سے بیان فرماتا ہے ۔

ترکیب

مثلہم مبتدا ر کمثل الخ موصول وصلہ سے ملکر اسکی خبر کاف بمعنی مثل ہے اور ممکن ہے کہ محذوف کے متعلق ہو ۔ لما حرف شرط اضاءت فعل نارا سکا فاعل ما حولہ ای حول المستوقد اسکا مفعول ممکن ہے کہ اضاءت لازمی ہو پھر ما اسکا فاعل قرار دیا جاوے اور تانیث اضاءت کی بلحاظ معنی ما ہو کہ جس سے مراد اشیا یا اماکن ہیں اس تقدیر پر ما ظرف ہوگا ۔ لفظ ما کی تین صورت ہیں ایک بمعنی الذی دوم نکرہ موصوفہ ای مکانا حولہ سوم زائدہ ۔ ذہب فعل اللہ فاعل بنورہم بواسطہ بائی تعدیہ مفعول وہم ضمیر جمع راجع ہے طرف الذی کے کہ جو بمعنی جمع ہے یہ سب جملہ معطوف علیہ وترکہم فعل با فاعل مفعول اول فی ظلمات مفعول ثانی کیونکہ ترک متضمن معنی صیر ہے لا یبصرون جملہ فعلیہ حال ہے ہم مفعول سے یہ سب جملہ معطوف ہوا معطوف علیہ معطوف ملکر جواب ہوا لما کا صم الخ خبر مبتدا محذوف کی جو ہم ہے فہم مبتدا لا یرجعون خبر جملہ مستانفہ

تفسیر

یعنی ان منافقوں کی مثال ایسی ہے کہ جیسا کسی نے آگ جلائی اور جب اسکی روشنی چمکی تو جب ہی گل ہوگئی اور وہ شخص مکا بکا حیران پریشان رہگیا اسی طرح انکا حال ہے کہ انکا وہ نور فطرت (کہ جو خدا نے ہر انسان میں ودیعت کیا ہے) ذرا چمکا تھا یعنی ہر خیر و شر کے پہچاننے اور سعادت و شقاوت پر مطلع ہونے کا وقت آیا تھا تو اسیوقت خدا نے اسکو بجھا دیا یعنی انکے نفاق اور تعصب عناد اور حب جاہ و مال کے اندھیاو ظلمت خیز نے اس چراغ فطرت کو بالکل گل کر دیا پس اب یہ بہرے ہیں کسی ہادی کی بات نہیں سن سکتے اور گونگے بھی ہیں کہ اپنی بیماری دل کو حکیم روحانی سے بیان کر کے علاج پذیر بھی نہیں ہوسکتے اور خود اندھے بھی ہیں کہ از خود خدا کے آثار قدرت دیکھکر راہ پر نہیں آسکتے جب یہ ہے تو اب انکے ہدایت پر آنے کی کوئی صورت نہیں ۔ یا یوں کہو کہ انہوں نے آگ جلائی اور اردگرد روشنی ہوئی یعنی دنیا میں کلمۂ توحید کو اڑ بنا کر غنائم اور حفظ جان و مال وغیرہ فوائد حاصل کئے مگر مرتے ہی یہ چراغ فوائد گل ہوگیا تو جہوٹا و طعنہ زنی اور جہل مرکب و قبر کی اندھیریوں میں تہہ ملتے رہگئے اب یہاں کتاب حسنات کا کوئی ذریعہ نہ وہاں سے رجوع کر کے پھر دنیا میں آسکتے ہیں ۔

متعلقات

مثلہم مثل لغت میں بمعنی مثل اور مانند بولتے ہیں مثل و مثل و مثیل جیسا کہ شبہ و شبہ و شبیہ ایک ہی معنی کے لئے آتا ہے پھر

مثل اُس کہاوت مشہور کو کہنے لگے کہ جسمین کسی غرابت (عمدگی) کی وجہ سے موقع بیان کو اصلی حال کے ساتھہ تشبیہ دینا منظور ہو۔ جسطرح ہمارے محاورہ مین جہان کوئی برعکس معاملہ ظہور مین آتا ہے تو یہ مثل کہتے ہین بیل نہ کودا کودی گون یہ تماشا دیکھے کون یعنے جسکا حق کرنے کا تھا اُسنے یہ کام نہ کیا۔ اب اس موقع کو اُس اصلی حال کے ساتھہ کہ جہان گون کودنا فرض کیا گیا ہے تشبیہ دی گئی ہے۔ اور مثل میں شرط یہ ہے کہ کوئی نادر بات ہو اسلئے اصل کلام کو نہین بدلتے ✤

تشبیہ اور مثل مین علماء بلاغت کے نزدیک یہ فرق ہے کہ مثل کلام مرکب ہوتا ہے اور تشبیہ مفرد کو شامل ہے جیسا کہ زید کو شیر کہا جاوے امثال کے بیان کرنے سے دل مین معانی کا عمدہ طور پر جما دینا ہوتا ہے کیونکہ ایک خیالی اور معنوی بات کو محسوس بنا کر دکھایا جاتا ہے دیکھیئے اگر کسیکا ضعف یون ہی بیان کیا جاوے تو وہ اسقدر مؤثر نہیں ہوتا جسقدر کہ اُسکو مکڑی کے جالے کے ساتھہ تشبیہ دیکر بیان کرنے سے ہوتا ہے اور اسی رمز کے لئے حکماء اور خطباء اپنے کلام میں اکثر مثال لاتے ہیں اور اسی غرض سے کلام الٰہی مین بھی اسکا اکثر استعمال ہوا ہے اب تک بائیبل میں بھی بیشمار امثال ہیں قرآن میں بھی ہیں ✤

نار آگ کو کہتے ہیں اور نور اسی سے مشتق ہے جسکے معنی روشنی کے ہیں (ظلمات) ظلمت کی جمع ہے کہ جسکے معنی اندھیرا ہے۔ اور چونکہ نار کو نور لازم ہے اسلئے ایک کا دوسرے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے ✤

نکات

۱ استوقد نارا کے بعد جواب شرط میں ذہب اللہ بنورہم فرمانا اور نارہم نہ کہنا یہ بات بتلا دینا ہے کہ آگ جلانے سے اُنکا مقصود روشنی ہی اُس مقصود کو خدا نے فوت کر دیا۔ انتفاء لازم سے انتفاء ملزوم کو خوب ثابت کر دیا۔ اور ذہب کو باء کے ساتھہ تعدی کیا نہ کہ ہمزہ کے ساتھہ تا کہ اُسکے بالکل بجھ جانے پر دلالت کرے کہتے ہیں ذہب السلطان بمالہ جبکہ بالکل کچھہ نہ چھوڑے اور اسی لئے ضوء کو ذکر نہ کیا کیونکہ اگر ذہب اللہ بضوءہم کہتے تو احتمال تھا کہ اصل نور باقی رہگیا ضوء جاتی رہی ہو ✤

۲ مثال میں نور کے گم ہونے کو خدا تعالیٰ کیطرف منسوب کیا (ذہب اللہ بنورہم یعنی خدا نے ان آگ جلانیوالوں کی آگ بجھا دی حالانکہ اسی موقع پر آگ یا چراغ جو بجھ جاتا ہے تو خود بخود یا ہوا سے بجھتا ہے) اسمیں یہ باریک نکتہ ہے کہ دنیا میں جسقدر چیزیں اپنے اسباب و علل پر مرتب ہوتی ہیں جنکی آنکھہ میں نور حقیقی نہیں وہ تو اس چیز کا سرزد ہونا اُسی سبب و علت سے جانتے اور اُسی کو فاعل حقیقی یا موجد سمجھتے ہیں مگر جنکو چشم بصیرت عطا ہے وہ اپنی نظر کو قاصر نہین کرتے بلکہ جسپر ان اسباب و علل کا سلسلہ تمام ہوتا ہے یعنی جو ان اسباب و علتون کا پیدا کرنیوالا اور ان سب کی علت ہے اُسکی طرف نظر ڈالتے اور ان درمیانی اسباب و علل کو واسطہ محض جانکر اُس فعل کو اس مسبب الاسباب کیطرف منسوب کر دیتے ہیں پس اس سر بتلانے کے لئے خدا نے ذہب اللہ بنورہم فرمایا اور اسی طرح دیگر مقامات میں ان افعال کو جو بظاہر کسی اور فاعل سے سرزد ہوتے ہیں اپنی طرف منسوب کیا ہے منجملہ اُنکے وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمیٰ ہے کیا خوب کہا ہے کسی

أَوْ كَصَيِّبٍ مِّنَ السَّمَاءِ فِيهِ ظُلُمَاتٌ وَرَعْدٌ وَبَرْقٌ يَجْعَلُونَ أَصَابِعَهُمْ فِي

یا (انکی مثال ان لوگون کی سی ہے کہ جنپر) آسمان سے مینہ برسا کہ جسمین اندھیریان اور کڑک اور بجلی ہے بجلی کی کڑک سے موت کے ڈر سے

آذَانِهِمْ مِّنَ الصَّوَاعِقِ حَذَرَ الْمَوْتِ ۚ وَاللَّهُ مُحِيطٌ بِالْكَافِرِينَ ۝

اپنے کانون مین انگلیان کرتے ہین اور خدا کافرون کو گھیرے ہوئے ہے۔

عارف نے ۵ گر گزندت رسد زخلق مرنج ✤ کہ نہ راحت رسد زخلق نہ رنج ✤ از خدا دان خلاف دشمن و دوست ✤ کہ دل ہر دو در تصرف اوست ✤ گرچہ تیر از کمان ہمی گذرد ✤ از کماندار بیند اہل خرد ✤ ف بعض مفسرین یہ کہتے ہین کہ ذہب اللہ الخ الگ جملہ ہے مثال اس سے اول تمام ہو چکی یہ جملہ صرف منافقون کی حالت بیان کرنے کے لیے آیا ہے۔ اب خدا تعالیٰ ان منافقون کے لیے ایک اور مثال بیان کرتا ہے تاکہ اس حال کی اور بھی وضاحت اور توضیح قباحت ہو جاوے پس فرماتا ہے۔

ترکیب

مثلہم مبتدا محذوف کصیب اسکی خبر۔ تقدیر کلام یون ہے۔ او مثلہم کمثل اصحاب صیب۔ عطف جملہ کا پہلے جملہ پر ہوا اور یہ کاف موضع رفع مین ہے۔ من السماء کائن کے متعلق ہو کر صیب کی صفت۔ ظلمات و رعد و برق بواو عاطفہ مبتدا موخر فیہ خبر مقدم اور ضمیر فیہ کی راجع ہے صیب کیطرف یہ جملہ صیب کی صفت ہوا۔ یجعلون فعل با فاعل اصابعہم مفعول فی آذانہم ظرف اصابع من الصواعق متعلق یجعلون کے۔ حذر الموت مفعول لہ ہے یجعلون کا۔ یہ جملہ مستانفہ ہے جو انکا حال ظاہر کرتا ہے اور ممکن ہے کہ حال ہو ضمیر فیہ سے۔ اللہ مبتدا محیط بالکافرین۔ خبر جملہ معترضہ ہے۔ محیط اصل مین محوط تھا حاط یحوط سے کسرہ واو حا کیطرف نقل ہوا تو واو یا بنگیا ✤

تفسیر

یعنی ان منافق لوگونکی یا ان لوگونکی مثال ہے کہ جو بارش سے ڈر کر (کہ جس مین سراسر نفع ہے گو بظاہر بجلی اور کڑک دریاؤن و بارش اور رات کی اندھیریان بھی ہین) کسی قحط سالی کی جگہ چلے جاوین اور اس ظاہری تکلیف کو اصلی فائدہ کے مقابلہ مین لحاظ کرین پس اسی طرح یہ لوگ ہین کہ قرآن سے کہ جو آسمانی بلکہ روحانی پانی اور روح کی تر و تازہ کرنے والی بارش ہے اُسکے اوامر و نواہی و عبادات و احکام کی مشقتون سے ڈر کر کفر کے گھر مین اور نفاق کی اندھیری کوٹھری مین چھپنا چاہتے ہین اور قرآن کی نفس کش باتون سے کہ جو کڑک کے مشابہ ہین اور اُسکی قدرتی اور روحانی روشنی سے کہ جو برق کی مانند ہے ڈرتے اور اُسکو موت کا باعث خیال کرکے نفاق اور غفلت کی انگلیان اپنے کانون مین ڈالتے ہین تاکہ یہ آواز کان مین نہ پڑے اور اس سے مر نہ جائین ولو یہ موت نفس امارہ کی موت ہے نہ روح بلکہ اُسکے لیے تو زمین کے سبزہ کیطرح تازگی اور حیات ابدی ہے اور جو موت بھی ہو تو خدا سے کیونکر بھاگ سکتے ہین اُسکے احاطہ قدرت سے

کوئی باہر نہین اور بالخصوص ان کفار کو تو وہ ہر طرف سے گھیرے ہوئے ہے۔ پھر یہ حرکت سراسر حماقت اور نہایت درجہ کی سفاہت ہے

متعلقات

او اصل مین شک کے لیئے وضع کیا گیا ہے کہ جہان دو باتون مین شک کے طور پر برابری ہو وہان اسکا استعمال ہوتا تھا پھر اسکا مطلقاً دو چیزون کی برابری بیان کرنے مین استعمال ہونے لگا کہ جہان شک مقصود نہین جیساکہ بولتے ہین جالس الحسن او ابن سیرین کہ خواہ تو حسن کے پاس بیٹھ جا یا ابن سیرین کے یعنے دونون کے پاس بیٹھنا برابر ہے اس مقام پر بھی یہ کلمہ اسی معنی مین مستعمل ہوا ہے کہ منافقون کو خواہ آگ جلانے والون سے تشبیہ دو خواہ مینہ سے بھاگنے والون سے دونون برابر ہین +

صیب فیعل کے وزن پر صوب بمعنی نزول سے مشتق ہے جسکے معنی بارش اور بادل ہین مگر یہان مراد بارش ہے +

السماء چند معانی مین مستعمل ہوتا ہے اُفق کو بھی کہتے ہین اور بادل کو بھی اور آسمان کو بھی اصل مین سماء کا اطلاق اوپر والی چیز پر ہوتا ہے خواہ وہ بادل ہو خواہ آسمان۔ اس جگہ بادل مراد ہے کیونکہ بارش وہین سے نازل ہوتی ہے اور آسمان مراد لینا بھی ممکن ہے

رعد اُس آواز یا گرج کو کہتے ہین کہ جو باہم بادلون کی رگڑ سے پیدا ہوتی ہے جب کہ وہ ہوا سے چلتے ہین +

برق وہ چمک اور روشنی ہے کہ جو بادلون کی رگڑ سے پیدا ہوتی ہے جسکو بجلی کہتے ہین۔ حکماء کہتے ہین کہ قوای فلکیہ جب عناصر مین تسخین و تبخیر کرتے ہین تو عناصر باہم مخلوط ہو جاتے ہین پھر انسے گوناگون مخلوقات پیدا ہوتی ہے چنانچہ جب آفتاب کی گرمی پانی اور زمین پر پڑتی ہے تو دریا سے ابخرہ اور زمین سے دہوان سا اُٹھکر آسمان کیطرف جاتا ہے پس دہوان کبھی کرہ ہوا سے بھی گزر جاتا اور کرۂ آتش تک پہنچتا ہے تو اسمین آگ لگ اُٹھتی ہے پس وہ شعلہ ہوکر کبھی تو رات کو دُمدار ستارہ سا نظر آتا ہے اور کبھی نیزہ اور کبھی کوئی اور جانور یا درخت کی صورت مین دکھائی دیتا ہے پس اگر وہ قدر قلیل ہے تو جلد جلکر تمام ہو جاتا ہے اور جو مادہ زیادہ ہے تو مدت تک دکھائی دیتا ہے اور اسکی راکھ بھی بسا اوقات جھڑتی ہوئی لوگون نے دیکھی ہے اور کبھی اس ہوا مین شعلہ نہین پیدا ہوتا تو آسمان و زمین کے درمیان ایک عجیب سرخی نمودار ہوتی ہے اور بخارات جو پانی سے اُٹھتے ہین تو کبھی وہ لطیف ہوتے ہین اور اسقدر اونچے جاتے ہین کہ جہانتک زمین کی گرمی نہین پہنچتی پس وہان کی سردی سے وہ بخارات منجمد ہو جاتے ہین اور انکو ابر یا بادل کہتے ہین اور انمین سے جو قطرات ٹپکتے ہین انکو بارش کہتے ہین۔ اور جب کبھی وہ قطرات برودت کی وجہ آتے ہوئے منجمد ہوکر گرتے ہین تو انکو اولے کہتے ہین یا یون کہو کہ اگر سخت سردی (مجتمع ہونے کے بعد) ان بخارات پر پڑتی ہے تو وہ برف بنکر زمین پر گرنے لگتے ہین اور جو پہلے ہی سے سخت ٹھنڈک پہنچی ہے تو اولے بنکر گرتے ہین۔ اور کبھی وہ بخارات طبقہ زمہریر[۱] تک نہین پہنچتے بلکہ نیچے ہی کسی جگہ سردی مین برودت کی وجہ سے بادل بنجاتے ہین جیساکہ لوگون نے بلند پہاڑون پر دیکھا ہے کہ نیچے بخارات سے بادل بنا اور برسنے لگا۔ اور جب وہ ابخرے بہت ہی کم ہوتے ہین تو شب کی سردی سے شبنم بنکر ٹپکتے ہین۔ اور جب ان بخارات کے ساتھ زمین سے دہوان بھی ملکر اُوپر چڑھتا ہے

[۱] یہ ہوا وہ طبقہ ہے کہ جو نہایت ٹھنڈا ہے جہان نہ زمین کی گرمی پہنچتی ہے نہ کرۂ آتش کی حرارت اثر کرتی ہے ۱۲ منہ

يَكَادُ الْبَرْقُ يَخْطَفُ أَبْصَارَهُمْ ۖ كُلَّمَا أَضَاءَ لَهُم مَّشَوْا فِيهِ وَإِذَا أَظْلَمَ عَلَيْهِمْ

بجلی اُنکی بینائی کو اُچکے لیتی ہے جب اُنکو روشنی معلوم ہوتی ہے تو اسمیں چلنے لگتے ہیں اور جب اُنپر اندھیرا چھا جاتا ہے تو ٹھیر جاتے ہیں

قَامُوا ۚ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَذَهَبَ بِسَمْعِهِمْ وَأَبْصَارِهِمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ○

اور اگر خدا چاہے تو اُنکی شنوائی اور بینائی کو کھووے بیشک اللہ ہر بات پر قادر ہے۔

اور طبقۂ زمہریر میں بخارات اتو سردی کی وجہ سے جم کر بادل ہوجاتے ہیں اور وہ دہوان بھی حرارت سے اوپر یا نیچے بادل کو توڑ کر جانا چاہتا ہے تو ایک سخت آواز پیدا ہوتی ہے کہ جسکو رعد کہتے ہیں یعنی گرج اور کڑک اور جو اسمیں دہنیت (چکنائی) کی وجہ سے اس حرکت عنیفہ سے نکلتا ہے پس اگر وہ لطیف ہے تو اُسکو برق کہتے ہیں یعنی بجلی اور جو کثیف ہے تو اُسکو صاعقہ کہتے ہیں جسکی جمع صواعق آتی ہے۔ یعنی وہ بجلی کہ جو زمین پر گرتی اور آدمی کیا بلکہ درختوں کو بھی جلاتی اور پہاڑوں کے ٹکڑے ٹکڑے کردیتی ہے اور اسی طرح زلزلہ اور چشموں کے جاری ہونے اور پہاڑوں میں سے آگ نکلنے اور دیگر عجائبات قدرت کے اسباب بھی بیان کرتے ہیں + لیکن غور کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان چیزوں کے پیدا ہونے کے یہی اسباب نہیں بلکہ انکے ساتھ اور بھی اسباب و علل ہیں اور وہ یہ کہ خدا کی طرف سے کہ جو سب اسباب و علل کا پیدا کرنیوالا ہے اُسنے ان مواد اور صورتوں پر ارواح مدبرہ موکل کر رکھی ہیں کہ جنکو زبان شرع میں ملائکہ کہتے ہیں پس اُنکے ارادہ اور اختیار سے یہ چیزیں پیدا ہوتی ہیں ورنہ صدہا بار ایسے بخارات و دخنہ اُٹھتے ہیں پھر کیا وجہ ہے کہ یہ چیزیں پیدا نہیں ہوتیں ؟ پس وہ جو حدیث میں آیا ہے کہ ملائکہ بادلوں کو کھینچتے ہیں اور رعد فرشتہ کا کوڑا ہے اُن سے یہی مراد ہے پس جو عقل کہ نور الہام سے منور نہیں وہ تو انہیں اسباب ظاہرہ تک پہنچکر رہجاتی ہے اور اسی لیے سیکڑوں کم عقل خدا کے منکر ہوکر دہریہ ہوگئے مگر عقل الہامی ان اسباب و علل کا سلسلہ جناب باری تک پہنچاکر ہر ایک چیز کو اُسکی ید قدرت جانتی اور پھر ان عجائبات قدرت سے اُسکی عظمت و جلال پر ایمان لاتی ہے انبیاء اور حکماء میں یہی فرق ہے اب اس آیت میں خدا تعالیٰ اس مثال کی اور زیادہ تشریح کرتا ہے +

ترکیب

یکاد فعل البرق اسم یکاد یخطف ابصارہم جملہ فعلیہ اسکی خبر یکاد اپنے اسم و خبر سے ملکر جملہ مستانفہ ہوا گویا کہ کوئی پوچھتا تھا کہ اس کڑک میں اُنکا کیا حال ہے؟ فرمایا کہ گویا بجلی کی چمک سے اندھے ہی ہوجاوینگے۔ کلما کلمہ شرط اضاء لہم بمعنی لمع لہم شرط مشوا فیہ جملہ جواب شرط فیہ ای فی ضوء البرق یہ جملہ بھی مستانفہ ہے گویا کوئی سوال کرتا تھا کہ اس چمکنے اور تھم جانے میں وہ کیا کرتے ہیں؟ فرمایا ذرا روشنی ہوئی

لہ ممکن ہے کہ برق اور رعد اور صاعقہ اس وجہ سے بھی ہوتی ہو اور باہم بادلوں کی باہمی سخت رگڑ سے بھی ۱۲ منہ سلہ بعض حمقا نے جو علم طبیعیات کے دو چار رسالے پڑھ لیے ہیں یہ کہا کہ خدا کی کیا ضرورت ہے اگر یورپ کے ہزار دو ہزار فیر کردیے جاویں تو دہوئیں کا بادل بنکر برسنے لگے چنانچہ امریکہ میں فلانے نے ایسا کیا اور بچہ ہونے کے لیے فلان مسٹر نے ایک آلہ ایسا تیار کیا ہے اگر اسمیں منی ڈالدیجاتی ہے تو بچہ بنجاتا ہے الخ افسوس کہ یورپ کی روشنی نے ان حمقا کو اور بھی اندھا کردیا ۱۲ منہ +

تو چل پڑے ورنہ وہیں کھڑے رہے۔ اذا کلمہ شرط اظلم علیہم جملہ شرط قاموا جملہ فعلیہ جواب شرط۔ لو حرف شرط شاء فعل اللہ فاعل لذہب الخ جملہ اسکا جواب اور مفعول شاء کا ان یذہب بسمعہم محذوف کیلئے کہ جواب اسپر دلالت کرتا ہے ان مشبہ بفعل اللہ اسکا اسم اور علی کل شیٔ قدیر اسکی خبر

تفسیر

یعنے جسطرح بارش میں بجلی کی چمک سے آنکھیں چوندھیا میں اور بند ہوئی جاتی ہیں اور جب بجلی کی چمک ہوتی ہے تو انسان چلنے لگتا ہے ورنہ خوف راہ سے اندھیرے میں ٹھہر جاتا ہے یہی حال ان منافقوں کا برق ایمان اور نور قرآن سے ہے کہ انکی آنکھیں خیرہ اور چوندھیائی جاتی ہیں اور اس روشنی حق کے دیکھنے کی تاب نہیں لاسکتی ہیں۔ جب اسلام کی بجلی چمکتی ہے تو چلنے ہیں یعنی جب فوائد ظاہریہ غنیمت وغیرہا پیش آتے ہیں تو راہ اسلام پہ چلنے لگتے ہیں ورنہ پھر اپنی جبلی کجروی سے رک جاتے ہیں۔ یا یوں کہو کہ جب آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے معجزات و آیات بینات کی برق چمکتی ہے تو اسوقت اضطراراً دل سے تصدیق کرلیتے ہیں ورنہ پھر تاریکی شکوک و شبہات میں گرکر رک جاتے ہیں اور برق قرآن کی روشنی سے آنکھیں بند کرنا بیفائدہ ہے اول تو اس سے بصیرت دور نہیں ہوتی اور جو خدا چاہے تو انکو یوں بھی اندھا اور بہرا کرسکتا ہے کیونکہ وہ ہر بات پر قادر ہے۔

نکات

۱ لفظ لو سے یہ بات ثابت کردی کہ ہرچند انسان کے آلات ادراک خدا تعالی کی طرف سے عطا ہیں مگر جب وہ انکو اس کے حکم کے موافق استعمال میں نہیں لاتا تو خوف کرنا چاہئے کہ خدا تعالی انکو معدوم نکردے اور جبتک وہ معدوم نہیں ہوئے ہیں غرہ نکرنا چاہئے کس لئے کہ ہرگناہ کی سزا میں جو دیر ہو تو مغرور نہونا چاہئے کیونکہ وہ سزا اسکی قدرت سے باہر نہیں یہ دیر کسی مصلحت یا رحمت سے ہے یا کچھ بعد اسکے حق میں شدنی ہے ۲ اس جملہ ولو شاء اللہ الخ کو ذکر کرکے بعد میں ان اللہ علی کل شیٔ قدیر کہنا دعوی کو دلیل سے ثابت کردینا ہے اور اسکا لطف ارباب فہم پر مخفی نہیں۔

۳ اگرچہ کلما و اذا کلمات شرط ہیں مگر تاہم باہم فرق ہے کلما میں معنی شرط زائد ہیں اسلئے اسکو تو اضاء لہم کے ساتھہ اور اذا کو اظلم کے ساتھہ ذکر کرکے اس طرف اشارہ کردیا کہ انکو اس بر رحمت سے بھاگنے کی نہایت حرص و سخت رغبت تھی اور ذرا مینہ میں ٹھہرتے تھے تو بجبر جابر اور قصر قاصر ورنہ بالطبع اس حیات بدی کے مینہ سے بھاگتے تھے۔

ربط

سب سے پیشتر نبی کو یہ ضرور ہے کہ اپنی کتاب کا الٰہی ہونا ثابت کردے اور جب اسکو محکم دلائل سے ثابت کرچکے اور یہ اول مرحلہ طے ہوچکے تو پھر جو کچھہ مقصود اصلی ہو اسکو بیان فرماوے کہ جسکے لئے وہ دنیا میں بھیجا گیا ہے اور جس لئے اسکی اطاعت بندگان خدا پر فرض ہوئی ہے۔ اسلئے خدا تعالی نے الم ذلک الکتاب الخ میں قرآن کا کتاب الٰہی ہونا بیان کیا اور اسکی خاصیت بتلائی

يٰاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا

اے لوگو عبادت کرو اپنے رب کی کہ جسنے تمکو اور جو تم سے پہلے تھے اُنکو پیدا کیا تاکہ تم پرہیزگار ہو جاؤ جسنے کہ تمہارے لئے زمین کو فرش کیا

وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝

اور آسمان کو ڈیرہ بنایا اور آسمان سے پانی برسایا پھر اوس سے تمہارے کہانے کے لئے پہل نکالے پس نہ بناؤ کسیکو خدا کا شریک حالانکہ تم جانتے ہو

کہ اوسے ازلی نیکبختوں یعنی متقیوں کو ہدایت ہوئی ہے اور وہ ان اوصاف سے متصف ہوتے ہین اور جب ان نیکون یعنی متقیون کا ذکر کیا تو اُنکے مقابلہ مین بحکم تعرف الاشیاء باضدادہا بدبختون کے دونون گروہون کفار اور منافقین کا بہی ذکر کیا تاکہ تقویٰ و ہدایت کی بھلائی اور کفر و نفاق کہ جو تمام گناہون کی جڑ ہے مخاطب کے سامنے محسوس ہو جاے پس جب یہ مرحلہ طے ہو چکا اور بندے کو سعادت اور ہدایت کا ازبس مشتاق کر دیا تو مقصود اصلی یعنی عبادت کا ذکر کیا اور یہ بتلا دیا کہ اس عبادت سے وہ صفت تقویٰ کہ جس کے تم مشتاق ہو اور جو سعادت ابدی اور ہدایت قرآنی کا ذریعہ ہے تم کو حاصل ہو جاویگا پس فرمایا ۔

ترکیب

یا حرف ندا ایہا الناس منادیٰ اعبدوا فعل با فاعل ربکم مفعول موصوف الذی موصول خلقکم صلہ جملہ فعلیہ معطوف علیہ ۔ والذین من قبلکم اسے والذین خلقہم من قبل خلقکم صلہ موصول جملہ ہوکر معطوف ہوا معطوف علیہ اور معطوف ملکر دونون صفت ہوے ربکم کی ۔ لعل مشبہ بفعل کم اسم تتقون جملہ اسکی خبر ۔ الذی موصول جعل فعل با فاعل لکم متعلق بجعل الارض مفعول اول فراشا مفعول ثانی و حرف عطف السما معطوف بر الارض یعنی جعل السما بناء مفعول ثانی یہ سب جملہ صلہ ہوا الذی کا وانزل فعل با فاعل من السماء من ابتدائیہ متعلق ہے انزل کے ماءً مفعول ہے انزل کا فاخرج فعل با فاعل بہ ای بالماء متعلق ہے اخرج کے من الثمرات مین من تبعیضیہ بمعنی بعض الثمرات مفعول ہوا اخرج کا اور رزقا لکم مفعول لہ ہوا یا رزقا مفعول بہ ہے اخرج کا اور من الثمرات اسکا بیان ہے فلا تجعلوا فعل با فاعل للہ متعلق ہے لاتجعلوا کے اندادا مفعول ہے اور انتم تعلمون جملہ فعلیہ خبریہ حال ہے ضمیر فاعل لاتجعلوا سے پس انزل مع جمیع متعلقات معطوف ہوا جعل پر اور صلہ مین داخل ہوا ۔ اور یہ موصول و صلہ دوسری صفت ہے رب کی ۔

تفسیر

یعنے اے لوگو اپنے رب کی عبادت کرو کہ جس نے تمکو اور تم سے جسقدر پہلی چیزین ہین سب کو معدوم سے موجود کر دیا پس جو اسقدر قدرت و عظمت رکہتا ہے وہی مستحق عبادت ہے نہ کہ تمہارے خیالی معبود اور وہی پروردگار ہے عبادت اسلئے کرو کہ اس سے تمکو صفت تقویٰ حاصل ہو جائیگی (کیونکہ عبادت ہمہ تن جناب باری کی طرف بعجز و انکسار متوجہ ہونے کو کہتے ہین پس جب بندہ اپنی روح سے اور اپنے

جسم سے اُسکی طرف متوجہ ہوتا اور اُسکے آگے سر عجز و نیاز رکھتا ہے تو اُسکی روح پر انوار باری تعالیٰ کی ایسی چمک پڑتی ہے جیسی آفتاب کی آئینہ مین پس جب یہ حال ہوگا تو بالضرور متقی ہو جاویگا اور سعادت ابدی کا حصہ پاویگا۔ دنیا مین دیکھیے جب گھڑی دو گھڑی لوہا آگ مین رہتا ہے تو اُسکی صحبت سے گرم بلکہ انگارا ہو جاتا ہے اور جب پھول کو کسی کپڑے مین رکھتے ہین تو وہ خوشبو سے بس جاتا ہے الغرض ہر موثر کا متاثر مین اثر آتا ہے پھر جناب باری کا اثر روح پر نہ پڑنے کی کوئی وجہ نہین بلکہ ضرور قوی اثر پڑتا ہے کہ جس سے کبھی کبھی بندہ قانون اسباب کے برخلاف کوئی کام بھی اسی روحانی قوت سے کرنے لگتا ہے اور چونکہ عبادت بندہ اور خالق مین ایک عجیب رابطہ اور نسبت شریفہ ہے تو اسلئے ضرور ہوا کہ یہ فعل کسی اور کے ساتھ نکیا جاوے لہذا معبود کی شناخت بھی بیان کردی کہ رب وہ ہے جس نے تمکو اور تم سے سب پہلون کو پیدا کیا اور وہ ہے کہ جس نے تمہارے آرام کے لیے زمین کو فرش بنا دیا یعنی اُسکے ایک ٹکڑے کو چوطرفہ پانی سے باہر لایا اور پھر اُسکو نہ ایسا نرم کیا کہ جیسا گارا یا ہوا نہ ایسا سخت و ناہموار کیا کہ جس پر سے انسان لڑک پڑے بلکہ ایسا کہ اُس پر تمام لوگ رہتے اور سوتے اور بیٹھتے چلتے پھرتے ہین یہ بھی بڑی بھاری نعمت ہے اور رب وہ کہ جس نے آسمان کو تمہر خیمہ کی مانند بنا دیا گویا زمین فرش اور آسمان اُسکی چھت ہے اور پھر اُس رب نے اِس گھر مین رکھکر تمہاری روزمرہ دعوت و ضیافت کا بھی عجیب سامان کیا کہ اوپر سے پانی برسایا اور اُس سے رنگ برنگ کے پھل و پھول پیدا کیے کہ جنکو تم کھاتے آرام و راحت پاتے ہو اور جنمین یہ تین وصف نہین وہ حقیقی رب نہین اول تمام مخلوق کا پیدا کرنا دوم آسمان کو خیمہ اور زمین کو فرش بنا کے اس پر تکلف مکان مین رکھنا۔ سوم۔ قسم قسم کے کھانے کھلانا اور جو رب نہین وہ عبادت کے قابل نہین اس لطیف بیان سے تمام خیالی معبودون کی عبادت اور بتون کی پرستش کو باطل کر دیا +

متعلقات

لعل زبان عرب مین اُس جگہ بولتے ہین کہ جہان کسی چیز کے حاصل ہونے کی توقع اور اُمید ہوتی ہے اور یقین نہین ہوتا ہے تو اس لحاظ سے جناب باری تعالیٰ کا اس کلمہ کو استعمال مین لانا محال معلوم ہوتا ہے مگر خدا تعالیٰ کا استعمال کرنا جب محال ہوتا کہ جب اُسکو کسی چیز کی علم مین شک و تردد ہوتا لیکن چونکہ وہ بندون کے محاورہ مین کلام کرتا ہے اور جس موقع پہ بندے اس کلمہ کو استعمال کرتے ہین وہ بھی کرتا ہے جس طرح کہ رحمت و غضب ساق و قدم وغیرہا الفاظ کا استعمال ہوا ہے ۔
تو اب یہ تاویلات کرنا کہ لعل بمعنی کے ہے یا توقع بحال مخاطب ہے بے فائدہ ہے +

انداد ند کی جمع ہے اور ند اُسکو کہتے ہین کہ جو برابر کا مخاطب ہو مشرکین گو کسیکو خدا کی برابر ذات مین نہ سمجھتے تھے مگر جب عبادت و استعانت نذر و نیاز ادب و تعظیم اُنکی بھی اُسی طرح کرتے تھے کہ جس طرح خدا کی تو گویا اُنھون نے اپنے معبودون کو خدا کی برابر سمجھا +

لعلکم تتقون اگرچہ بظاہر عبادت و تقویٰ ایک ہی چیز ہے اور اس تقدیر پر کلام کی یہ صورت ہو جاویگی عبادت کرو تاکہ تم عبادت

کرنیوالے ہوجاؤ لیکن ابتدا کے لحاظ سے تقوی اور عبادت دو چیزیں ہیں کیونکہ عبادت کے معنی نسبت عبودیت کی تصحیح کرنا ہے اور
اسکا درجہ اخیر تقوی ہے۔ اور ممکن ہے کہ تقوی کے لغوی معنی مراد لئے جاویں یعنی عبادت کرو تاکہ روح کو قوت او رنفس بہیمیہ کو
ضعف حاصل ہو جس سے گناہوں سے بچو اور غضب الہی سے مامون و محفوظ رہو اور اسی لئے ارباب کشف نے فرمایا ہے کہ
جسقدر ذکر الہی اور اسکی طرف توجہ کرنے سے روح کو صفائی اور گناہوں سے نفرت ہوتی ہے وہ مہینوں کی ریاضت اور نفس
کشی اور فاقہ سے حاصل نہیں ہوتی چنانچہ کلام ربانی میں بھی آیا ہے اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ کہ نماز زنا
اور بری باتوں سے روکتی ہے منجملہ اور فوائد عبادت کے ایک بڑا فائدہ انسان کے لئے یہ بھی ہے اسلئے خدا نے اسکو فرض کیا

نکات

۱ اللہ تعالی نے بندوں کو اس آیت میں عبادت کا حکم دیا کہ جو خدا اور بندہ میں نہایت عمدہ رابطہ ہے اور چونکہ عبادت
نفس پر نہایت شاق اور سخت گراں گزرتی ہے۔ اور علاوہ اسکے آنحضرت علیہ السلام کے عہد میں تمام عالم میں مخلوق پرستی کی
اندھیریاں ابر سیاہ کی طرح محیط تہیں بالخصوص مکہ میں عموماً بت پرستی تھی اور صدہا لوگ الحاد و دھریت کے وادی ضلالت میں
حیران و سرگردان تھے نہ عالم کی ابتدا و انتہا مانتے تھے نہ اس عالم کے بانی کا وجود تسلیم کرتے تھے نہ عالم آخرت کے ثواب و
عقاب جزا و اعمال کے معتقد تھے جیسا کہ آجکل یورپ میں ایسے ہزاروں آدمی ہیں پس ان لوگوں کو مخاطب بنا کے بلا دفع شکوک
عبادت کا حکم دینا اپنی ذات و صفات کا ثبوت نکرنا مفید مدعا نہ تھا اسی لئے خدا تعالی نے اسی آیت میں ان باتوں کا تدارک کردیا یعنی
یوں نکہا کہ میری عبادت کرو یا خدا کی عبادت کرو بلکہ یوں فرمایا کہ اپنے رب یعنی ہر وقت پرورش کرنیوالے کی عبادت کرو اور یہ
جبلی بات ہے کہ جب کسی شخص سے طاعت یعنی مقصود ہوتی ہے تو اسکو اپنی نعمتوں اور بخششوں کو یاد دلاتے ہیں اسوقت آقا ولی نعمت
کی طاعت کرنے کو از خود دل چاہا کرتا ہے پس اسلئے اعبدوا ربکم فرمایا اسکے بعد نفس کو اور بھی نعمار بیحد کو یاد دلا کر عبادت کا مشتاق
کیا اور مشقت عبادت کو آقا نامدار کے بیحد احسانوں کے مقابلہ میں نہایت سبک کردیا کہ الذی خلقکم والذین من قبلکم تمہارا رب ہے
کہ جس نے تمپر بیحد احسان کیا کہ تم کو اور تمہارے بزرگوں کو پیدا کیا نہ یہ کہ کچھ دام دیکر مول لیا پس جس حالت میں کہ چند روپے
دیکر خرید لینے سے غلام پر کیسے کچھ حقوق عبادت و طاعت فرض ہو جاتے ہیں چہ جائیکہ جس نے زندگی عطا فرمائی اور ہاتھ پاؤں آنکھ کان
ناک وغیرہ صدہا بے قیمت نعمتیں عطا کیں اور یہ عنایت نہ صرف تمپر بلکہ تمہارے آبا و اجداد پر بھی ہے یعنی تم قدیمی خانہ زاد و
پروردہ نعمت ہو پس جب بندہ ان معانی کا لحاظ کریگا تو اس پر سو جان سے فدا ہوگا ؎ این جان عاریت کہ بحافظ سپرد دوست
روزے رخش ببینم و تسلیم وے کنم ؎ ای فدا قربان احسانت شوم × این چہ احسان است قربانت شوم × اس جملہ سے جس
طرح نفس کو مشقت عبادت اٹھانے پر آمادہ کردیا اسیطرح اس سے یہ بھی ثابت کردیا کہ عبادت خاص اسیکا حق ہے کس لئے کہ خدا کے سوا

جن چیزوں کی تم عبادت کرتے ہو انہیں کسی نے بھی نہ تم کو پیدا کیا ہے اور نہ تمہاری پرورش کی ہے کیونکہ جسطرح تم محتاج اسیطرح وہ چیزیں بھی پھر اُنکو بلا وجہ کسی امر کا مالک سمجھکر عبادت کرنا خیال باطل اور ظلمت ہیولانیہ کا مقتضی ہے سیکڑوں جاہل اولیاء وانبیاء ملائکہ و دیگر غیر محسوس چیزوں اور ارواح غیر مرئیہ و جن و شیطان کو یہ سمجھتے ہیں کہ وہ ہماری حاجات کو پورا کرتے ہیں اگر ہم اُن کی پرستش نکریں تو ہمارے کاروبار میں فرق آجاوے اور وہ لوگ ہمکو مضرت پہنچائیں اور اسپر اتفاقاً مراد کا حاصل ہو جانا یا کبھی عبادت میں اتفاقاً کوئی حادثہ پیش آنا اُنکے خیال باطل کی اور بھی قوی دلیل ہو جاتا ہے مگر درحقیقت یہ قوت وہمیہ کی کارگری ہے اور کچھ نہیں جسطرح کہ شب کو تنہا مکان میں مُردہ سے ڈراتی اور بلند مکان پر چلنے سے پاؤں لڑکھڑاتی ہے اسی طرح ان لوگوں سے نفع نقصان پہنچنے کا اعتقاد بھی یہی دلاتی ہے ورنہ امکان و احتیاج میں دونوں برابر پھر عبادت ناحق ہے اور جس طرح اس آیت نے شرک کی جڑ کو کاٹ دیا اسی طرح اس نے الحاد اور دہریت کے درخت کو بھی جڑ پیڑ سے اُکھاڑ دیا کیونکہ اپنا حادث ہونا اور عالم نیست سے ہست میں آنا تو ایسا بدیہی امر ہے کہ جسمیں کسی ملحد یا دہریہ کو کچھ بھی شک نہیں جس دہریہ سے چاہیے پوچھ دیکھیے کہ تمہاری کتنی عمر ہے وہ ضرور بیس تیس چالیس پچاس کوئی عدد یقینی یا تخمینی بیان کریگا جسکے یہ معنی کہ ہمکو موجود ہوئے اتنے برس ہوئے اب اُس سے پوچھیے کہ آیا آپ خود بخود پیدا ہوگئے یا کسی نے تم کو پیدا کیا ہے اور پھر وہ پیدا کرنیوالا ممکن ہے یا واجب یہ تو ظاہر ہے کہ وہ خود بخود پیدا نہیں ہوا ورنہ واجب الوجود ہو جاتا اور ہمیشہ سے پایا جاتا اور پھر معدوم نہوتا کیونکہ جسکا وجود اپنا ہوتا ہے وہ ہمیشہ رہتا ہے یہ بدیہی بات ہے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ اُسکا پیدا کرنیوالا ممکن نہیں ورنہ تسلسل لازم آوے اور پھر اُس ممکن کے پیدا کرنیوالے اور پھر اُس کے پیدا کرنیوالے میں کلام کیا جاویگا اور یہ سلسلہ کسی واجب الوجود کی طرف منتہی مانا جاویگا پس اسوقت میں دو تیسری شق میں واجب الوجود کا ضرور ماننا پڑا کہ جس نے ہمکو اس خوبی اور محبوبی کی شان میں پیدا کیا جسکا ہر زبان میں ایک جدا نام ہے کوئی اُسکو اللہ کوئی خدا کوئی ایشر کوئی گاڈ کہتا ہے اور جب وہ خالق ہے تو اسمیں علم و قدرت حیات ارادہ وغیرہ وغیرہ عمدہ صفات بھی ہیں خواہ وہ عین ذات ہوں یا غیر خواہ لا عین و لا غیر ٭

(۲) خدائے پاک نے منکر کے رد پر اس آیت میں چند دلائل سے اپنا وجود اور اپنی صفات کا ثبوت نہایت خوبی سے ثابت کر دیا اور لطف یہ ہے کہ وہ دلیلیں بیان کیں کہ جو اُسکے انعام بے حد اور لطف سرمد کو بیان کرتی ہیں اور وہ دلیلیں یہ ہیں (۱) مکلفین کا پیدا کرنا (۲) اُنکے بزرگوں کا اور اُنسے پہلے جسقدر چیزیں ہیں کہ جنکو اُسکے وجود سے نہایت تعلق ہے اور جنکو جاہل خالق یا شریک خالق سمجھ بیٹھے ہیں پیدا کرنا (۳) زمین کا اس ہیئت سے پیدا کرنا کہ جسپر لوگ زندگی بسر کر سکتے ہیں (۴) آسمان کا پیدا کرنا کہ جسکی تاثیرات سے زمین کی چیزیں نشو ونما پاتی ہیں (۵) بارش سے ہر قسم کا غلہ اور پھل اور اناج کا پیدا کرنا کہ جو جانوروں کی زندگانی کا سبب ہے ٭

(۳) ان دلائل کے بیان کرنے میں بھی ایک عجیب لطف رکھا ہے وہ یہ کہ مخاطب کے ذہن میں جو چیز مقدم تر قابل استدلال تھی اُسکو مقدم کیا اور جو مؤخر تھی اُسکو بعد میں ذکر کیا پس سب سے مقدم انسان اپنی ذات و اپنے حالات پر بخوبی غور کر سکتا ہے اور

اسی لیے کسی عارف نے فرمایا مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ اس لیے سب سے پیشتر یہ فرمایا کہ الذی خلقکم پس انسان جب اپنے حالات پر غور کریگا اور یہ دیکھیگا کہ مین ہمیشہ سے نہین ہون بلکہ آنًا فانًا میرا وجود اور اُسکے متعلق سب باتین کہین اور سے عطا ہوتی ہین - اور یہ ضرور ہے کہ وہ معطی نہ انسان ہے کیونکہ انسان باہم برابر ہین نہ کوئی اور ممکن ہے کیونکہ ہر ممکن محتاج ہے اور ایک محتاج دوسرے محتاج کی حاجت روائی نہین کر سکتا پھر اسی طرح جب اپنے قویٰ باطنہ اور ظاہرہ مین غور کریگا تو بلا شک اُسکی ذات و صفات کا یقین کامل پیدا ہوگا اسکے بعد پہلے لوگون کا مخلوق ہونا قریب الفہم ہے پس جب یہ خیال کریگا کہ نہ تنہا مین بلکہ مجھ سے سب پہلے از خود نہ تھے بلکہ کسیکے پیدا کرنے سے پیدا ہوے اور کسیکے فنا کرنے سے فنا ہوگئے تو اور بہی یقین مستحکم ہوگا اور سب کو علی التساوی مخلوق الٰہی جانیگا اور ایسے تک اقوال سے نفرت کریگا کہ سب سے پہلے بشن کی ناف سے کنول کا پہول نکلا اور پھر اُس نے برہما کو اور برہما نے تمام خلقت کو پیدا کیا الخ پھر جب انسان اپنے اور اپنے پہلے لوگون کے حالات پر غور کرنے سے خوب سمجھ گیا کہ ضرور ہمارا خالق اور مربی کوئی اور شخص ہے تو یہ بہی سمجھیگا کہ اُس قادر مطلق نے کہ جس نے ہمکو پیدا کیا ہمارے لئے رہنے کو کوئی مکان بہی تجویز کیا ہے اور پھر کہانے پینے کا بہی کوئی سامان کیا ہے ورنہ جسکو انسان جیسی ذات شریف کے پیدا کرنے کی قدرت ہوا اور اُسکو اُسکے مکان و اسباب معاش کا دہیان نہوا اور اُسکے پاس کوئی سامان نہو بعید از فہم ہے پس جب سابات کا دل کو یقین کامل ہوا اور اُس مکان و سامان کی طرف دیکہا تو ہمکو ایک نہایت پر فضا اور وسیع کمرہ نظر آیا جس کا فرش زمین اور چہت آسمان ہے اور ابر و بارش کے ذریعہ سے طرح طرح کی نعمتین مہیا کر رکہی ہین اور چونکہ فرش چہت سے قریب تر ہے اسلیے پیشتر زمین کا بنانا اور اُسکے بعد آسمان کا مخلوق ہونا اور اُسکے بعد پانی سے ثمرات کا پیدا ہونا بیان کیا جس سے ہمکو یقین کامل ہوگیا کہ جس نے ہمکو بنایا اوسی نے آسمان و زمین کو بہی پیدا کیا اور وہی ہر روزہ روزی کا سامان کرتا ہے اب ان دلائل کے بعد گو ہم نے اُسکو آنکہ سے نہین دیکہا (اور نہ وہ دکھائی دیسکتا ہے) لیکن آنکہ کے دیکہنے سے زیادہ یقین اُسکے وجود اور صفات پر ہوتا ہے جسطرح گو ہم مکان کے بنانے والے معمار کو آنکہ سے نہ دیکہین لیکن دیکہنے کے برابر یقین ہے کہ ضرور کسی کاریگر نے اسکو بنایا ہے جس مین علم و قدرت تہی +

| ۴ | جب انسان اور زمین و آسمان ہر چیز کا مخلوق الٰہی ہونا ثابت کر دیا (اور یہ بات ہر شخص جانتا ہے کہ عبادت خاص خالق مختار کا حصہ ہے کہ جو ہر طرح کی نعمتین عطا کرتا ہے) تو اُسکے بعد فلا تجعلوا للہ اندادا و انتم تعلمون فرمانا اور شرک کی نفی کرنا نہایت ہی دلچسپ اور بڑی ذہن نشین تقریر ہے کہ جس سے سواے معاند یا جاہل کے اور کسیکو انکار نہین ہو سکتا کیونکہ جب یہ بات عیانا و کہادی کہ اُسکے سوا نہ کوئی خالق ہے نہ رازق ہے اور وہ پیدا کرکے غافل بہی نہین ہوگیا بلکہ ہر وقت خبر گیری کرتا ہے پھر اُسکی مخلوق مین سے کسیکو اوسکا شریک قرار دینا اور اُسکی برابر کا سمجہنا اور اُس سے اُسی عبادت اور تعظیم سے پیش آنا نہایت حماقت ہے -

| ۵ | آیۂ کریمہ مین عبادت کا حکم اور اُسکا انجام کار بہی بیان کر دیا اور اُسکے ضمن مین اپنی محبت پیدا کرنے کے مضامین

وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ

اور اگر تمکو اُس چیز مین کہ ہمنے اپنے بندہ پر نازل کی شک ہے تو تم بہی اُسکی مانند کوئی سورۃ تیار کر لاؤ اور خدا کے سوائے جسقدر تمہارے حمایتی ہین سبکو بلاؤ

كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ

اگر تم سچے ہو پہر اگر تم نکر سکو اور ہرگز نکر سکوگے تو بچو اُس آگ سے کہ جسکا ایندہن آدمی اور پتہر ہین تیار کی گئی ہے کافرون کے لیئے ۔

بہی یاد دلائے اور اپنا استحقاق بہی جتلا دیا اور آسمان و زمین بلکہ اس عالم کی ابتدا بہی بیان کردی ور اپنے وجود اور قدرت و علم و صفات کمال کو بہی ظاہر کر دیا اور بت پرستی کو بہی ممنوع کر دیا ۔ سبحان اللہ عجیب کلام ہے کہ ہر پہلو مین ہزارون معانی ہین +

تنبیہ حکما کہتے ہین کہ زمین گول ہے اور اسی طرح کل عناصر اور بسائط کی شکل طبعی گول ہے اسطرح پر کہ اول ایک گول سا جسم رکہا کہ جسکو زمین کہتے ہین اور پہر اُسکے گرد دوسرا گولا پانی کا لپیٹا کہ جسنے اُسکو ہر طرف سے ڈہانک رکہا یعنی سمندر نے لیکن تخمیناً چوتہائی زمین اس پانی کے گولے سے اوپر کو نکل گئی ہے جسپر آبادی ہے اور اِسکی نسبت خدا فرش ہونا فرماتا ہے لیکن جب نہایت وسیع ہوتا تو اُسکی گولائی اُسکے فرش ہونے مین مانع نہین ہوتی اس پانی کے اوپر ہوا کا گولا اور اُسکے اوپر آگ کا گولہ لپیٹا اور اُسکے اوپر آسمان اول پہر دوم سوم چہارم پنجم ششم ہفتم ہشتم نہم ۔ خیر یہ حکما کی تحقیقات ہین لیکن خدا تعالی کو ہیئت بیان کرنا مقصود نہین صرف فوائد بتلانا مطلوب ہے **مسئلہ** خدا تعالی کی عبادت فرض ہے نہ اس لیئے کہ اسمین کچہہ اُسکا نفع ہے بلکہ بندہ کے نفع آخرت کے لیئے اور عبادت عام ہے خواہ جان سے ہو خواہ مال سے **مسئلہ** ۔ شرک حرام ہے خدا تعالی کے سوا نہ کسیکی عبادت کرنا چاہیئے نہ کسیکو اُسکی ذات و صفات مین حصہ دار ٹہیرانا چاہیئے **ف** چونکہ اعمال صالحہ کے لیئے ایمان شرط ہے بعض علما کہتے ہین کہ اس آیت مین یا ایہا الناس اعبدوا جو وارد ہے اور وہ کفار کو بہی شامل ہے حالانکہ کفار کی عبادت بلا ایمان درست نہین تو اسلیئے مراد اس سے توحید ہے کہ توحید اختیار کرو ۔ مگر یہ توجیہ بعید ہے بلکہ کفار بہی اعمال سے مخاطب ہین اور اُنکا کفران عبادات سے مانع نہین جسطرح کہ حدث وجوب صلوٰۃ سے مانع نہین بلکہ یہ معنی کہ اے کفار عبادت کرو ایمان لاکر نماز پڑہو یعنی وضو کرکے فان من لوازم وجوب الشئے وجوب مالایتم الا بہ ہان یہ مسلم ہے کہ ایمان لانے کے بعد حالت کفر کی عبادات کی قضا اسپر لازم نہین آتی +

ربط

اس سے پہلی آیت مین خدا نے عبادت کا حکم دیا تہا اور عبادت مقبول عند اللہ اور غیر مقبول عند اللہ کا فرق صرف عقل سے نہین ہوسکتا اسمین نبی اور الہام کی سخت ضرورت ہے جبتک کہ نبی کا دامن ہاتہہ مین نہو گا کوئی شخص اس دریا بیکنار سے پار نہو سکیگا ۔

س** محال است سعدی کہ راہ صفا + توان رفت جز در پئے مصطفے + پس اسلیئے ضرور ہوا کہ جناب نبی علیہ السلام کی نبوت اس

دلیل سے ثابت کیجاوے کہ جو قرآن کا منجانب اللہ ہونا بھی ثابت کرے تاکہ نبی اور اُسکی کتاب کی پابندی اور اتباع سے خدا تعالیٰ کی عبادت مرغوبہ سرزد ہو اور متقی ہوکر دارین میں صلاح و فلاح پاوے ٭

یا یوں کہو کہ بندہ اور خدا تعالیٰ میں کوئی مناسبت نہیں نہ یہ اُس سے بات کرسکتا ہے نہ اُسکی مرضی و غیر مرضی کو دریافت کرسکتا ہے نہ عقل اس مرحلہ کو طے کرسکتی ہے وہ تجربہ اور حالتِ صحت و مرض بدن میں جداگانہ طور رکھتی ہے کبھی وہم اور رسوم و تقلید کی پنجے سے نجات پاتی ہے اور اسی لئے ہر امر نظری میں عقلاء کا باہم اختلاف شدید ہے کسیکی عقل ستاروں و غیر مرئی ارواح کی پیتل و تانبے چاندی کی یا پتھر کی تصویریں بناکر اُنکو وسیلہ جانکر عبادت کرنا بتلاتی ہے کسیکی عقل اسکو کفر کہتی ہے کوئی گوشت گائے کا حرام کہتا ہے کوئی حلال و مباح جانتا ہے الغرض بغیر کسی ایسے شخص کے (کہ جو اپنی روحانی قوت میں فرشتوں سے بھی بڑھکر ہو اور وہ خدا سے کلام بھی کرسکتا ہو اور جسپر عالم غیب کے اسرار منکشف ہوں کہ جسکو عرف شرع میں نبی کہتے ہیں) ان اُمور کا فیصلہ ممکن نہیں اور اسی لئے یہ بات شرع میں قرار پاچکی ہے کہ انسان کی نجات کے لئے اقرار نبوت بھی شرط ہے تنہا توحید یا اتباع فطرت کافی نہیں پس جب عبادت کے دو جزو ٹھہرے ایک توحید کہ جو پہلی آیت میں گزری دوسرا اقرار رسالت جناب محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام تو ان دونوں جزو کا اثبات خدا تعالیٰ نے اس آیت میں اس خوبی کے ساتھ کیا کہ جس سے قرآن کا منجانب اللہ ہونا ثابت کردیا ٭

سلہ شہر کلکتہ میں عرصہ تخمیناً چالیس برس کا گزرا کہ ایک دولتمند تیز طبع راجہ رام موہن نام بنگالی اہل اسلام اور پادریوں کی کتابوں سے واقف ہوکر اپنے قدیم مذہب بت پرستی اور تجانب پرستی سے بیزار ہوا مگر چونکہ یہ شخص باخدا نہ تھا اسلئے اُس نے مذہب حقانی اسلام کو قبول کرنا اپنی قوم کے روبرو نہایت شاق جانکر ایک اور نیا مذہب اسلام سے اخذ کیا اور اسمیں کسیقدر یورپ کے ملحدوں کے خیالات اور کچھ عیسائیوں کی عبادات کو بھی ملاکر ایک معجون مرکب بنایا اور پرانے نام اسکو قدیم مذہب ہنود کا عطر کہہ کے براہم دھرم نام رکھا اور حکیمانہ تقریروں پر اُسکی شہرت اور شیوع کا دار مدار رکھا پھر اسکے بعد ایک شخص درندر ناتھ اسکے خلفا میں سے کھڑا ہوا اور اس مذہب کو فروغ دیتا رہا اسکے بعد ۱۸۵۵ء میں بابو کیشب چندر سین جو انگریزی میں خوب ید طولیٰ رکھتے تھے اس مذہب کے سرپرست بنے اور لندن وغیرہ بعض یورپ کے شہروں میں اپنے خیالات حکیمانہ کو پھیلانے پھرے یورپ کے لوگ چونکہ مذہب عیسوی کے بیہودہ عقائد سے ازحد نفور ہیں اُنہوں نے شاید انکو غنیمت جانکر قبول بھی کیا ہو۔ اس مذہب کے اصول یہ ہیں۔ آسمانی کتاب قرآن یا وید یا توراۃ کوئی نہیں بلکہ آسمانی دو کتاب ہیں اول طبعی خیالات دوم وہ اصلی صداقتیں جو اخلاق خدا اور بقا کی بابت ہیں۔ انبیاء علیہم السلام سے نہ معجزہ ممکن ہے نہ کبھی سرزد ہوا ہے اور نہ اُنسے خدا نے بطریق وحی یا الہام کلام کیا ہے نہ اس قسم کی نبوت کی کچھ ضرورت ہے بلکہ عقل کافی ہے انبیاء اپنے اپنے وقت میں بزرگ اور ناصح اور امورات دینی میں فائدہ بخش تھے مگر وہ معصوم نہ تھے نہ اُن پر دینی ترقی کا خاتمہ ہوگیا بلکہ ہر زمانہ میں ایسے لوگ پیدا ہوں گے اسمیں حضرات موسیٰ و عیسیٰ و محمد و نانک و کبیر سب شریک ہیں یعنی نبوت کے جو معنی اہل اسلام اور اہل کتاب کے ذہن میں ہیں یہ اُسکے منکر ہیں۔ اس مذہب میں ہندو مسلمان عیسائی مجوسی جو ان باتوں کے معتقد ہیں سب شریک ہیں۔ مرنے کے بعد صرف عمدہ کمالات کی خوشی کا نام جنت اور بُری ملکات سے تاسف کرنے کا نام جہنم ہے۔ وسیلہ نجات عبادت ہے اور عبادت کے چار رکن ہیں حمد الٰہی روح الٰہی کا اپنی روح میں مراقبہ کرنا خالق کا ہر دم شکرگزار رہنا اور اسی سے دعا مانگنا۔ یہ برہمو سماج مذہب کا خلاصہ ہے اور جو تفصیل چاہے تو انکے رسائل و کتب کو دیکھے بالخصوص رسالہ خلاصۃ الاصول کو دیکھیے۔ اب چندر روز ہو کہ بابو کیشب چندر مرگئے۔ مگر صدہا بنگالی اور بہت سے اور لوگ بھی اُسکی فصاحت

ترکیب

ان کنتم فی ریب الخ شرط فاتوا بسورۃ من مثلہ اسکی جزا یعنی جواب۔ مما نزلنا موضع جر میں صفت ہے ریب کی اے ریب کائن مما نزلنا اور عائد محذوف ہے اے نزلناہ اور ما بمعنی الذی ہے من مثلہ صفت ہے سورۃ کی اے بسورۃ کائنۃ من مثلہ۔ اور ضمیر مثلہ کی یا ما نزلنا کی طرف رجوع کرتی ہے اور من تبعیضیہ ہے یا بیانیہ اے بسورۃ مماثلۃ للقرآن فی البلاغۃ یا ضمیر مثلہ کی عبدنا کی طرف رجوع کرتی ہے پس اسوقت میں من ابتدائیہ ہے اب یہ معنی ہوئے کہ کوئی سورۃ

وبلاغت سے انکو اس زمانہ کا نبی مانتے ہیں نعوذ باللہ منہ۔ اس مذہب کے ایجاد سے موجد کی دو غرض تھیں ایک یہ کہ یہ مذہب صلح کل ہے رعایا و گورنمنٹ میں جسقدر رخنہ مخالفت مذہبیہ سے پیش آتے ہیں وہ سب فرو ہو جاوینگے اور گورنمنٹ کی خوشنودی حاصل ہوگی دوم یہ کہ یہ مذہب برائے نام وہی قدیم مذہب ہنود بھی رہا اور مخالفوں کے ان اعتراضات سے کہ جو بیشتر اس مذہب پر پڑتے تھے نجات حاصل ہوگئی کھانے پینے کی جو بیجا قیودات اس مذہب میں تھیں سب اٹھ گئیں سفر یورپ اور وہاں سے تعلیم پانے کے موانع جاتے رہے۔

مذہب نیچری

شہر دہلی جب شاہ عالم بادشاہ کے عہد میں نہایت تنزل کو پہنچا اور وہاں کے علماء شرفا اہل ہنر جو عہد سلطنت حضرت شاہجہاں سے آباد تھے ادھر ادھر پریشان ہوکر نکل گئے تو اس زمانہ میں خاص کشمیر یا اسکی نواح کے کچھ لوگ یہاں آبسے۔ فدا حسین سول شاہی اور دیگر قلندر رنگ نوش سیلی ٹوپی والے آزاد اسی قوم میں گزرے ہیں ان میں سے بعض خانصاحب و بعض مرزا اور بعض سید اور میر صاحب کہلاتے ہیں۔
اس قوم کے بعض لوگوں نے اس آخری سلطنت میں کچھ رسوخ بھی حاصل کیا تھا اور کوئی معزز لقب بھی خریدا۔ بلکہ ایسے ہی کنبے میں سے ایک شخص سید احمد خان صاحب بہادر بھی پیدا ہوئے۔ یہ شخص ابتدا میں مولوی مخصوص اللہ صاحب نبیرۂ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی کی خدمت میں حاضر ہوکر کسیقدر صرف و نحو سے آشنا ہوئے اور تعویذ گنڈے بھی سیکھے لیکن جب یہ نسخہ نہ چلا تو گورنمنٹ برٹش کی طرف رجوع کیا اور اپنی لیاقت خداداد سے کوئی اچھا عہدہ بھی پایا پھر تو بیکے وہابی متبع مولوی اسمٰعیل صاحب مرحوم ہو گئے اور ایک کتاب آثار الصنادید لکھکر شہر کے اہل علم و فضل میں بھی شہرت اور عزت حاصل کی۔ اس عرصہ میں غدر ہو گیا اور سید صاحب اپنی خیرخواہی اور حکام رسی کے ذریعہ سے بڑی ترقی کر گئے۔ اور اپنی خوش بیانی اور عالی دماغی کی وجہ سے انگریزوں میں بڑے فاضل یا فلاسفر یا ریفارمر مانے گئے اور سی۔ ایس آئی کا لقب حاصل کیا۔ اور کچھ عجب نہیں کہ گورنمنٹ برٹش ۱۸۵۷ء کے فساد سے (کہ جسکا منشا صرف توہمات جاہلانہ تھے) بدحذر ہو اور سید صاحب نے مسلمانوں کی طرف سے گورنمنٹ کو اطمینان دلایا اور نہ صرف خیالات فاسدہ بلکہ اسلام قدیم کے گرانے کا بھی بیڑہ اٹھایا ہو یا اپنی ترقی اور خیرخواہی کے لئے یہ خیال از خود سید صاحب کو پیدا ہوا ہو اور غالباً یوں ہی ہوگا کیونکہ گورنمنٹ کو ان باتوں کی طرف چنداں خیال نہیں خیر ہرچہ باشد مگر اس شخص نے اسی ارادہ سے ایک کتاب تبیین الکلام بائیبل کی تفسیر میں لکھکر عیسائیوں اور مسلمانوں کو باہم ملانا اور ایک بنانا چاہا لیکن بسبب امر محال کے وقوع میں سید صاحب ناکام رہے اس عرصہ میں سید صاحب نے

---

(۱) قلعہ میں عہد شاہ عالم سے از حد افلاس تھا وزارت اور عہدۂ دیوانی اور القاب معززہ روپیہ سے فروخت ہوا کرتے تھے یعنی جو شخص اسقدر روپیہ دے تو یہ عہدہ سرکار سے حاصل کرے چنانچہ بہت سے لوگوں نے اسبات کو غنیمت جانکر روپیہ صرف کرکے یہ عہدے اور القاب حاصل کئے تھے اور یہ بات اخیر بادشاہ ابو ظفر بہادر شاہ مرحوم تک بھی مروج تھی ۱۲۰۰ سنہ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

مثل محمد صلعم سے بنواکر لاؤ کہ جو اُمّی ہو اور جس نے کبہی شعر و سخن کی مشاق بہی نہ کی ہو وادعوا شہداءکم جملہ انشائیہ معطوف ہے فأتوا پر۔ من دون اللہ موضع حال مین ہے شہداء سے یعنی شہداء کم منفردین عن اللہ ان کنتم صادقین شرط اسکا جواب محذوف ہے اُس پر کلام سابق دال ہے یعنی فأتوا وادعوا + فان لم تفعلوا شرط اور فاتقوا النار الخ اس کا جواب اور لن تفعلوا جملہ معترضہ۔ اُعدت للکافرین جملہ خبریہ موضع حال مین ہے۔ النار سے اور عامل اسمین فاتقوا ہے ۔

کلکتہ مین برہمو سماج مذہب کو ہوتہار دیکہا اور اُسکے اصول کو یورپ کے فلاسفرون اور ایشیا کے معلمون کے مطابق خیال پاکر اُسکو از حد پسند کیا اور جو دل مین مراد تہی اُسکو بلا محنت و مشقت پایا لیکن یہ بات نہ تہا اُنکے دلی مقصد بلکہ آنکے شان کی بہی خلاف تہی کہ وہ کہلم کہلا اسلام کو ترک کرکے ایک بنگالی بابو کے مرید اور اُمت کہلاتے مگر دل مین یہ سوچا کہ برائے نام تو اسلام ہو مگر اُسکو برہمو سماج مذہب کے مطابق کیجیے نفظ نبی اور ملائکہ اور جبرئیل و جنت و دوزخ و وحی و الہام و شیطان بلکہ سما، و جن کو تو بحال خود رہنے دیجیے اور ہر مسلمان سے کہیے کہ مین ان چیزون پر ایمان رکہتا ہون تاکہ مسلمانون کو مجال تکفیر نہو اور ان الفاظ کے معانی بالکل پلٹ دیجیے۔ نبی صرف ریفارمر کہ جس مین بڑہی لُہار کے کام کی مانند اس وعظ گوئی کا ملکہ ہو اور نبوت ہر زمانہ مین پائی جاتی ہے بلکہ ہر قوم اور پیشہ مین دیکہو نظامی و جامی کو پیغمبران سخن کہتے ہین۔ اِس زمانہ مین بابو کیسب چندر سین بہی نبی ہین اور انگلنڈ مین بہی فلان فلان شخص نبی ہین۔ نبی کے لیے معجزہ یا کرامت جسکو خرق عادت کہتے ہین شرط نہین یہ صرف پُرانے خیالات ہین بلکہ خرق عادات ممکن ہی نہین الہام یا وحی خیالات فطری کا جوش ہے اور جبرئیل جو اُسکو لاتا ہے کوئی شخص خاص نہین وہ اُس نبی کی قوت ہے جو فطرت کے موافق فوارہ کی طرح اُچہلکر اُسی پر گرتی ہے اور یہی معنی نزول کے ہین۔ ملائکہ اشخاص متحیزہ بالذات نہین قرآن مین جو لفظ ملک یا ملائکہ یا جبرئیل آیا ہے اُس سے انسان کی قوت ملکیہ مراد ہے جس طرح شیطان سے قوت بہیمیہ اور جن سے ایک جنگلی قوم کہ جو لوگون سے پوشیدہ رہتے تہے اور جنت و دوزخ صرف خوشی و غمی کا نام ہے باقی حورین اور نہرین و میوہ جات جو قرآن اور نبی اسلام نے بیان فرمائی ہین وہ محض رغبت اور خوف دلانے کو اس خوشی و غم کی ان چیزون کے ساتہ تفسیر یا تشریح کردی ہے ورنہ کچہہ نہین آسمان سے مراد بلندی اور جو ہے اور چونکہ یہ بعد غیر متناہی اور متصل یکے بعد دیگرے ہے اسلیے اِسکو سبع سموات کے ساتہ تعبیر کیا و قس علیٰ ہذا یہ باتین سید صاحب کی تفسیر اور پرچہ تہذیب الاخلاق مین موجود ہین مقدمہ تفسیر مین انکے حوالہ بقید صفحہ و سطر مندرج ہین اور آئندہ بہی ہم اقوال کو نقل کرینگے۔ اب یہ کچہہ ضرور نہین کہ سید صاحب حرف بحرف بنگالی بابو کے مقلد ہون بلکہ ممکن ہے کہ اُن سے بہی ترقی کر جاوین کیونکہ اول تو سید صاحب دلی کے رہنے والے۔ دوم اُس خاندان کے نونہال (آبا بانتجر کہنہ) کہ جو مذاہب مین پیشوا ہونے کی جبلی لیاقت رکہتا ہے پہر کیا وجہ کہ ایک بنگالی دال بہات کہانے والے سے کہ جسکا بڑا سرمایہ انگریزی ہے پیچہے رہجائین؟ اسلیے سید صاحب نے ایک جدید اسلام کی بنیاد ڈالی اور پرچہ تہذیب الاخلاق مطبوعہ ۱۲۹۰ھ سنہ ہجری صفحہ ۱۲۱ سے ۱۲۴ و ۱۰۰ مین یون فرمایا۔ الاسلام ہو الفطرۃ والفطرۃ ہی الاسلام یعنی اسلام جو ہے وہ فطرت ہے اور فطرت جو ہے وہ اسلام ہے اور فطرت اسلام کا دوسرا نام ہے لامذہبی بہی درحقیقت اسلام ہے کیونکہ لامذہب بہی کوئی مذہب رکہتا ہے اور وہی اسلام ہے الخ اور وہی عین فطرت و نیچر ہے جو آدمی نہ کسی نبی کو مانتا ہو اور نہ کسی اوتار کو اور نہ کسی کتاب الہامی کو اور نہ کسی حکم کو کہ جو مذاہب مین فرض اور واجب سے تعبیر کیے گئے ہین بلکہ صرف خدائے واحد پر یقین رکہتا ہو وہ آدمی کسی مذہب مین نہین ہے مگر مسلمان ہے اور جو لوگ خدا کے بہی قائل نہین ہین وہ بہی مسلمان ہین کیونکہ الخ انکے اہل جنت ہونے مین کیا شک باقی رہا انتہی۔ اسکی تائید مین سید صاحب اُس

تفسیر

یعنی اگر تمکو ہمارے اس کلام مین کہ جسکو ہم نے اپنے بندے محمد صلعم پر نازل کیا ہے (قرآن) کچھہ شک ہو کہ آیا یہ خدا کی طرف سے ہے یا نہین اور یہ نبی برحق ہے یا نہین تو قطع نظر اور معجزات آیات بینات کے کہ جن مین تمہارا عجز ظاہر ہے تم خاص اس کلام کا ہی مقابلہ کرکے دیکھو کہ جسکی تعمیل (معجزات سے) مقصود بالذات ہے کیونکہ ہر قسم کے کلام مرکب کرنے مین تم آنحضرت صلعم سے کسی بات مین کم نہین تم بھی اہل زبان ہو اور تم بھی خاص اسی شہر اور اسی ملک اور اسی

حدیث کو پیش کرتے ہین من قال لا الہ الا اللہ دخل الجنۃ وان زنی وان سرق علی رغم انف ابی ذر سید صاحب کی تعریف اسلام جدید کے بموجب تو جو شخص جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا منکر بلکہ سخت مخالف ہو جیسا کہ ابوجہل وغیرہ وہ بھی مسلمان اور جنتی ہے بلکہ کل بنی آدم اول سے اخیر تک مسلمان اور جنتی ہین خواہ وہ کیسا ہی عقیدہ رکہین اور کچھہ ہی کرین۔ اس اسلام جدید کی اسقدر حدود وسیع کرنے سے سید صاحب کے چند اغراض اور ایک وجہ ہے۔ غرض اول یہ کہ تنہا بنگالی بابو نے اپنے مذہب کو ایسا وسیع کیا کہ کسی طرح ہندو دہرم مین سے باہر نہین ہوتا خواہ گائے کا گوشت کہائے خواہ وید اور اوتارون کا منکر ہو بلکہ سید صاحب نے بھی اس سے بڑہکر اسلام جدید کو وسعت دی کہ کفر منصوص کو بھی اسلام کا مصداق بنا دیا تاکہ انکے مریدون کو ہر قسم کی آزادی حاصل رہے۔ دوم یہ کہ جو چیزین اسلام حقیقی کے بالکل برخلاف ہین اور انپر پابندی کی سخت تاکید اور انکی مخالفت پر بڑی تہدید ہے انکے ترک و استعمال سے کچھہ محذور لازم نہ آوے پس حکام کی خوشنودی یا نفس کی خواہش سے انکو عمل مین لاوے تو کچھہ مضائقہ نہین کوئی خانہ کعبہ ہی کیون نہ گرا دے اور قرآن مجید اور اسکی ہدایتون پر ٹہٹہے ہی کیون نہ اڑاوے نعوذ باللہ آنحضرت علیہ السلام سے جسقدر چاہے دشمنی کرے اور سور کہاوے شراب پیوے تو بھی پکا مسلمان جنتی رہتا ہے اسپر اور مسلمانون کو کوئی اعتراض کا محل نہین۔ سوم اسوقت جو عیسائی حاکم ہین انکو عیسائی نہ جانے نہ مخالفت مذہبی انکے تعصبات کو خیال مین لاوین کیونکہ وہ بھی تو مسلمان ہین حقیقت مین حکام رسی کا یہ عمدہ ذریعہ سید صاحب کے ہاتھہ آیا ہے صرف برائے نام مسلمان رکہکر جو چاہو سو کرو اور وجہ یہ ہے کہ جب سید صاحب بابو کیشب چندر سین کی تقلید مین لندن تشریف لیگئے اور وہان خطبات احمدیہ ایک کتاب لکہکر بابو صاحب کی طرح یورپ مین لوگون کو اپنا مرید بنانا چاہا تو لوگون نے سید صاحب پر اعتراض کیا کہ یہ تو اسکو تسلیم نہین کرتا کہ بغیر اتباع نبی عربی کوئی شخص مہذب اور نہایت عالم کا ماہر نجات نہ پاوے اور باستثنا اہل اسلام تمام یورپ بلکہ کل بنی آدم جہنم مین جائین اسلئے سید صاحب نے اسلام جدید کو وسیع کیا پہر سید صاحب نے اپنے خیالات کی ترقی کے لئے ایک مدرسہ علیگڈہ مین قایم کیا اور ایک اخبار تہذیب الاخلاق جاری کیا اور اس پربس نہ کرکے قرآن مجید کی تفسیر لکہکر قرآن کو اپنے اسلام جدید کے موافق بنایا۔ اس زمانہ کے امرا تو نام پر مرتے ہین جہان انکو سبز باغ دکہایا (کہ اس مدرسہ سے اہل اسلام کو دینی و دنیوی ترقی ہوگی) جہٹ معین و مددگار ہوگئے اور گورنمنٹ برٹش مین انکی معیت کو عمدہ ذریعہ تقرب سمجہا اور بعض وہ لوگ کہ جنکو انگریزی خیالات نے بے قید کر دیا اور وہ برائے نام مسلمان ہونا کافی سمجہتے ہین اس مذہب کے معین و مددگار بنگئے اور بعض تو صرف کوٹ پتلون پہنکر جنٹلمین کہلانے کے لئے سید صاحب کے دین مین آگئے۔

ایک پادری صاحب نے ایک رسالہ تنقید الخیالات مطبوعہ الہ آباد مشن پریس ۱۸۸۲ء مین سید صاحب کے اس ایجاد خانہ زاد کو اور باتون پر محمول کرتے ہین وہ یہ کہ سید صاحب کی نظرون مین پادریون اور حکماء یورپ کی روشنی علم و تحقیقات سے اصول اسلام نہایت کمزور اور لغو معلوم ہوئے لیکن سید صاحب نے اسلام کا ترک کرنا مناسب نہ جانا برائے نام اسکو قائم رکہکر ایک نیا اسلام ایجاد کیا کہ جو اصول حکماء یورپ پر مبنی ہو اور جسپر کسی قسم کا اعتراض وارد نہو اور نیز باعتبار مشقت عمل و قید حلال و حرام کی بھی بہت آسان ہو مگر بیسر نہ ہوئی

قوم کے لوگ ہو کہ جسکے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں بلکہ تم اُسنے اس امر میں کہیں بڑہکر ہو کیونکہ اول تو تم شعر وسخن کے مشتاق ہو اور
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تم ابتدا عمر سے عبادت وریاضت اور گوشۂ تنہائی میں ساکت وصامت دیکھتے ہو دوم ہر مجلس و میلہ اور ہر ایک
قسم کے مجمع میں کہ جہاں اہل سخن جمع ہوا کرتے ہیں اپنے اشعار کو جلا دیتے اور اسکی مشاقی بہم پہنچاتے ہو اور حضرت تو اس قسم کے مجامع
میں مدت العمر ایکبار بھی تشریف نہیں لے گئے۔ سوم تم کو مبالغہ اور زیادہ گوئی میل اور ہر قسم کی لفاظی میں کچھ بھی احتیاط
نہیں اور یہی اُمور فصاحت وبلاغت کے سامان اور خوش بیانی کے مصالح ہیں پس باوجود اسکے تم سے ایک

صاحب کا یہ خیال خام ہے کیونکہ سید صاحب کو مذہب عیسوی کی حقیقت معلوم ہے شاید حکما یورپ ودہریان فرنگ کی ملمع کار خیالات نے
پریشان کیا ہو تو کیا ہوا اور اُنکی بے حاصل تقریروں نے انکی دماغ کو مخبوط بنا یا ہو تو بنا یا ہو جیسا کہ اُنکی بعض عبارات بالخصوص
علیگڈہ اخبار سے جو سفر پنجاب کے بارہ میں لکھا تھا ثابت ہے مگر ان بیہودہ اعتراضات سے اسلام کو کچھ بھی ضرر نہیں پہنچا۔ اسلام میں
کوئی ایسی بات خلاف عقل نہیں کہ جس پر مسلمانوں کو اُنکے رد بردہ نیچا دیکھنا پڑے اور جو معجزات انبیاء علیہ السلام اور آسمان و زمین کی بات
کچھ کسیکو اعتراض ہے تو وہ بھی بیجا ہے۔ اول تو اُنہوں نے کوئی تسلی بخش دلیل ابتک اپنی تحقیقات پر بیان نہیں کی دوم قرآن نے ہیئت
یا طبیعیات کے غلط مسائل کا دعوی نہیں کیا۔ سوم اسمیں کل مذاہب سماویہ شریک ہیں توراۃ وانجیل بھی اس حملہ کی مدافعت میں مساوی
ہیں یورپ کے عیسائی فلاسفروں پر بھی اسکی ذمہ داری ہے۔ اب میں پادری صاحب کے اقوال کو نقل کرتا ہوں تاکہ ناظرین کو میری
رائے کی تصدیق ہو قولہ سید صاحب تہذیب الاخلاق جمادی الاول ۱۲۹۶ صفحہ ۲۰ و ۱۲۹۳ ہجری صفحہ ۲۰۲ وغیرہ میں فرماتے ہیں۔ کہ اسلام کی وہ
حالت مجموعی جو تیرہ سو برس سے دنیا میں کہلایا درحقیقت وہ اسلام نہ تہا وہ تو علما محمدیہ کا تراشا ہوا یا قرآن حدیث کے درست مطلب نہ سمجھکر
نکالا ہوا اسلام تھا اگرچہ اسمیں درست بھی تھا تو اسیقدر درست تھا جسپر کچھ اعتراض نہ پڑتا ہو اور جتنی باتوں پر علوم سے یا غیر
اشخاص سے اعتراض واقع ہوتے ہیں وہ سب نقصان کی باتیں ہمارے بزرگ عالموں کی غلطی سے اسلام میں قرار پکڑے ہوے
تھیں وہ حقیقی خیالات اسلام کے نہ تھے وہ گویا کاٹھہ کی ہنڈیا تھی جو اسوقت جل رہی ہے +
مراد انکی یہ ہے کہ جسکو آجتک اُمت محمدیہ نے اسلام سمجھا وہ اسلام نہ تھا اسی لئے تو جو جو اعتراض دنیاوی علوم کی روشنی سے یا مخالفوں
سے اُسپر وارد ہوئی وہ سب برحق نکلے اور وہ اسلام پوری شکست کھا گیا فی الحقیقت جو سچا اسلام ہے وہ درست ہے اور مضبوط گویا وہ
اسپات کی ہنڈیا ہے اور وہ آجتک سب محمدی علماء سے پوشیدہ رہا اب ہم اُسکو تیرہ سو برس بعد ظاہر کرتے ہیں اور اسکا خیال اس زمانہ
میں صرف مجھہ سید احمد خان ہی کو آیا ہے اور میں اپنا فرض سمجھکر ان خیالوں کو ظاہر کرتا ہوں الخ لیکن سید صاحب نہیں بتا سکتے کہ کس
عہد تک اس درست راہ پر مسلمان رہے تھے تاکہ ہم اُس عہد کے خیالات کا مقابلہ سید احمد خان صاحب کے خیالات سے کریں الخ۔
پس میں نے سید صاحب کے خیالات پر حتی المقدور بہت فکر کیا کہ وہ کیا کہتے ہیں پر مجھے معلوم ہوا کہ سید صاحب کا خیال ہرگز درست
نہیں محض غلط بات ہے کہ اسلام قدیم اسلام نہ تھا اور اسلام جدید جو سید صاحب دکھلاتے ہیں درست اسلام ہے +
قدیمی اسلام جسکو وہ کاٹھ کی جلتی ہنڈیا بتلاتے ہیں یقینًا وہی حقیقی اسلام ہے جو محمد صاحب نے اپنی اُمت کو دیا تھا پر وہ نیا اسلام جسکو الخ
انہوں نے اس زمانہ میں نکالا اور اہل ہند کے سامنے پیش کیا ہے وہ ہرگز اسلام نہیں ہے بلکہ اسمیں اکثر وہ خیالات بھرے گئے ہیں جو
ہندوؤں کے ایک برہمو فرقہ کے ہیں اور وہ بھی چند روز سے شہر کلکتہ میں نکلے ہیں الخ یا اُن لوگوں کے بعض خیالات اسلام میں
داخل کئے ہیں جو قدیم زمانہ سے آجتک انبیائی سلسلہ کے مخالف ہیں جنکو دنیا کے عقلمند کہتے ہیں۔ ان خیالوں کو سید صاحب

سورۃ کی برابر بھی کلام مرکب نہیں کیا جاتا اور تمکو نہایت زور اور دعویٰ سے کہا جاتا ہے اور اسکے ساتھ یہ بھی اجازت
دی جاتی ہے کہ ایک نہیں بلکہ سب ملکر بنا لاؤ اور اپنے اُن معبودوں سے بھی مدد لو کہ جنکو تم ہر قسم کی قدرت اور اختیار
کا مبدء اور ہر طرح کا حاجت روا جانکر پوجتے ہو پھر جب بھی تم سے ایک سورۃ کی برابر بھی نہ بن سکا اور نہ کبھی بن سکیگا
تو یقین کر لو کہ یہ اُس شخص کا کلام ہے کہ جو تمام لوگوں اور غیر اللہ سب معبودوں سے بڑھکر ہے اور وہ خدا تعالے
ہے کہ جو ہر بات میں سب سے نرالا ہے پس جب یہ ہے تو خدا قادر کا مقابلہ اور اُسکے کلام کو جھٹلانا جہنم میں (کہ جسکی

فقرات میں لپیٹ کر اسلام میں شامل کرنا چاہتے ہیں یہ دعویٰ سنکر شروع میں مجھے خیال آیا تھا کہ شاید سید صاحب اسلام کے وہ زوائد جو پیچھے
سے اسمیں پیدا ہو گئے ہیں کاٹ چھانٹ کر دکھا دینگے لیکن اب جو کچھ کہ انہوں نے دکھلایا اس سے معلوم ہوا کہ وہ تو کہیں سے کہیں چلے
گئے حقیقی اسلام اُنکے ہاتھ سے نکل گیا اور ایسا چھوٹا کہ بہت ہی دور رہگیا اسلئے علماء محمدیہ نے اُنکی نسبت سخت فتوے لکھے ہیں اسلام
فی الحقیقت وہی ہے کہ جسکو مسلمانوں نے محمد صاحب سے پایا یا یوں کہو کہ اسلام وہ ہے کہ جو قرآن وحدیث سے متبادر اہل زبان کے
ذہن میں آیا اور ابتداء دعویٰ نبوت سے بیس برس تک دنیا میں محمد صاحب نے قولاً وفعلاً اُسکی تعلیم دی ہے ۔ یہ بات تو دیکھی جاتی ہے کہ کسی
مرشد برحق یا غیر برحق کے خیالات پر اہل غرض اور بے احتیاط مفسر کبھی کبھی اپنے خیالات کی قلعی چڑھا لیا کرتے ہیں الخ اگر سید صاحب
نئے اسلام کو خارج کر کے خالص اسلام جو قرآن وحدیث میں ہے دکھلاتے اور پھر ثابت کرتے کہ علوم کی روشنی اور مخالفوں کے اعتراض
سے محفوظ ہے تو اُنکی یہ کوشش قابل تحسین و شکر تھی لیکن سید صاحب نے ملحدوں اور لامذہبوں اور حکماء مخالفین انبیاء کے اصول اور کلکتہ کے
بنگالیوں کے خیال جنکے دلوں میں سے بت پرستی کو انگریزی تعلیم نے نکالا اور ملحد انگریزوں کے اصول کو جمع کر کے قرآن وحدیث میں
چسپاں کرنے کا پورا بندوبست کر لیا اور یہ بھی اسطرح پر کہ قرآن وحدیث کے صاف وصریح مطلب کو تحریف معنوی اور اجنبی تاویلوں
سے دھکے دیکر وہاں سے نکال لیتے ہیں اور اپنے مرغوب خیالوں کو وہاں بٹھلاتے ہیں جو ہرگز بیٹھ نہیں سکتے ✤
اور یہ کلام اس مراد سے ہے کہ اسلام قدیم کے اصول مخالفوں سے شکست کھا چکے ہیں لیکن جب وہ اس طرح کی اُلٹ پلٹ اسمیں کرلینگے
تو پھر اس اسلام جدید پر یہ اعتراضات نہونگے کیونکہ سید صاحب کے گمان میں ملحدوں کے خیالات انبیائی خیالات سے مضبوط اور استوار
ہیں ۔ اس صورت میں سید صاحب کو ایک بڑی مشکل پیش آئی کہ تمام کتب مسلمہ اہل اسلام کو چھوڑنا پڑا اور بہت سی تواریخی باتوں کو
بھی نابایل کر کے اپنے دل سے نئی تواریخ تصنیف کرنی پڑی تاہم ایک سخت مشکل باقی رہگئی کہ اُن خیالات کی سند جنکو وہ دکھلاتے
ہیں محمد صاحب تک نہ پہنچی گویا کہ قرآن تو محمد صاحب نے دیا اور معنی اسمیں تیرہ سو برس بعد سید صاحب نے ڈالے اور سند اُن معنوں کی نہ
محمد صاحب تک مگر اہل الحاد تک پہنچی اسکے علاوہ اسلام جدید میں اسلام قدیم کے برخلاف نیا الہام اور نئی وحی اور نیا خدا اور نیا
نبی تجویز کرنا اور اسی طرح دوزخ اور بہشت اور اصولی باتوں میں بہت ہی بڑی تبدیلی کرنی پڑی باوجود اسکے یہ اسلام جدید زیادہ تر محل اعتراض
ہے ۔ اپنی تصانیف میں جہاں تک سید صاحب نے علوم کی روشنی سے اسلام قدیم کی شکست دکھلائی ہے میرے گمان میں یہ تو اسکی
کچھ بھی شکست نہیں کیونکہ حکماء مخالفین انبیاء کے چند خیالات ہیں جن سے کوئی مذہب مدعی الہام ونبوت شکست نہیں کھا سکتا
بلکہ وہ حکماء ہی طالبان حق کی نظروں میں حقیر ہیں اور رہیں گے اور مثلاً خدا کا محالات عادیہ پر قادر ہونا حکیم نہیں مانتے اسلام
اسکا قائل ہے اس گروہ خیال سے اسلام کو شکست نہیں ہوئی بلکہ اس خیال گروہ کو الخ انتہیٰ ملخصاً ✤ پھر یہ پادری صاحب اپنے
اول اس رسالہ کے ۲ صفحہ میں یہ کہتے ہیں ۔ قولہ پہلے سید صاحب نے تبئین الکلام ایک کتاب لکھی تھی اور اسمیں خدا اسکے کلام برحق کی

آگ بیابان کی آگ سے سخت اور تیز ہے جسمین پتھر اور آدمی جلتے ہین) ٹھکانا بنانا ہے اب تم کو لازم ہے کہ اُس آگ سے بچنے کا سامان کرو یعنی اس کلام پاک پر صدق دل سے ایمان لاؤ اور اس حیات بخش کلام کو اپنا دستور العمل بناؤ ۞

متعلقات

معجزہ اُس امر خارق عادت کو کہتے ہین کہ جو مدعی نبوت سے سرزد ہو خواہ وہ کلام ہو یا کوئی کام ہو اور چونکہ مخالف کو خدا تعالےٰ کی طرف سے ویسے امر بنانے کی قدرت نہین ہوتی بلکہ وہ عاجز ہوتا ہے اسلئے اُسکو معجزہ کہتے ہین اور اسی لئے یہ معجزہ اسبات کی دلیل ہوتا ہے کہ جسکے ہاتھ سے یہ سرزد ہوا ہے وہ موید من اللہ ہے۔ یعنی اس عالم اسباب مین جسقدر امور واقع ہوتے ہین وہ اسباب پر مبنی ہوتے ہین اور اُن اسباب کا سلسلہ جناب باری پر ختم ہوتا ہے اسلئے ان اُمور کو ظاہر اسباب پر نظر کرکے اسباب کی طرف منسوب کردیتے ہین اور جنکی چشم حق بین نور الہام سے روشن ہے وہ ان اسباب سے قطع نظر کرکے اس مسبب الاسباب کی طرف اس فعل کو منسوب کرتے ہین لیکن جب خدا تعالےٰ کو اپنے ہادی کی

تفسیر اکثر مقامات مین کچھ اپنے طریقے کی کہ عیسائیون اور محمدیون کو قریب قریب ایک حکمت سے لایا چاہتے ہین لیکن جو تفسیر خلاف حق ہو وہ کب مقبول ہوسکتی ہے اسلئے انہون نے اپنے پہلے خیال کو چھوڑدیا اور اب وہ اسلام کی مرمت کے درپے ہین مگر یہ بھی انہونی بات ہے۔ کیونکہ نام تو مرمت کا لیا ہے مگر ایک دوسری بنیاد ڈالی ہے جسکو ہرگز اسلام نہین کہہ سکتے۔ یہی سبب ہے کہ علما محمدیہ اُنکے برخلاف ہین ہان بعض محمدی کہ جو اہل یورپ کے خیالات سے بہرہ یاب ہین وہ سید صاحب کے ساتھ موافق ہین نہ اسلئے کہ سید صاحب ٹھیک اسلام کے موافق بول رہے ہین بلکہ اسلئے کہ انگریزی خیالات سے اُنکے خیالات کچھ اور ہی طرح کے ہوگئے ہین اور محمدی اسلام انہین اچھا نہین معلوم ہوتا اور کسی مذہب مین اسکو چھوڑکر کسی وجہ سے شامل ہونا بھی نہین چاہتے انکو تو صرف قومی آرام اور آسایش دنیا اور آبائی نام کے لئے اسلام کا نام ہی کافی ہے جس عقلی راہ پر انکو چاہو لیچلو وہ تیار ہین کیونکہ وہ ابھی اُس طبیعت کے مطیع ہین جو انگریزی خیالون سے ان مین پیدا ہوگئی ہے وہ ان خیالات کے کچھ درپے نہین کہ جو انکے آبا کو محمد صاحب سے ملے تھے انتہیٰ ملخصًا ۞

اقول حقیقت مین سید صاحب نے وہ بڑا کام کیا کہ جو انکے اسلاف مین سے کسی سے نہوسکا تھا فکر ہر کس بقدر ہمت او ست ۞ اُنکی ہمت صرف رسول نمائیون مین مشائخ کہلانے ہی تک تھی جنانچہ کی ہمت عالیہ نے ہندوستان کے مسلمانون کا نبی اور رسول بننے کا تقاضا کیا جس طرح کہ سید محمد جونپوری مہدی بنا اور میر محمد حسین ہباک بنا۔ کیا عجب ہے کہ سید صاحب کی ذرّیت مین سے کوئی خدائی کا دعوی بھی کرے مگر جو امید کہ سید صاحب نے یہ کام کیا تھا وہ حاصل نہوئی۔ ہرچند گورنمنٹ کو ان لوگون نے مغالطہ مین ڈالا کہ اس نے سید صاحب کو اور اُس کے بعض خلفا کو اہل اسلام کا رکن اور معتبر جانکر اہل اسلام کے اتحاد اور ارتباط کے لئے وسیلہ بنایا مگر انکا اعزاز اہل اسلام مین اُسی قدر ہے کہ جسقدر دشمنان اسلام پادریون یا دہریون کا ہے یعنی تمام مسلمان انکو سخت کافر اور بے دین جانتے ہین اور انکی کوٹ پتلون اور انکے تکبر و تجبر کو نہایت ذلت اور حقارت کی نگاہون سے دیکھتے ہین اسلئے انجام کار ناکامی ہوتی ہے۔ یہانتک جو حال اس فرقہ کے موجد کا تھا مین نے مختصر نیک نیتی کہا اور اگر کوئی بات خلاف واقع ہو تو مین اوسکا ذمہ دار نہین۔ اب مین اس تمہید کے بعد سید صاحب کے اقوال کو نقل کرکے جواب دونگا ۞ ۱۲ منہ

(حلہ) جیسا کہ سمیع اللہ خان صاحب ۱۲ منہ)

عام لوگون کے رو برو تصدیق منظور ہوتی ہے تو وہ خلاف عادت ان اسباب کو درمیان سے اُٹھا کر بغیر انکے کوئی کام اُس نبی کی معرفت سرزد کرا دیتا ہے تاکہ اسباب کی طرف نظر نہ پڑے اور یہ فعل اسی کا معلوم ہو +

مگر یہ کام خدا کا ہے جب چاہے کرتا ہے نبی کو چاہے اور وہ کسی مصلحت سے نہ چاہے تو نہین کرتا - یورپ کے بہت حکما کہ جنکو صرف ظاہر بین آنکھین عطا ہوئی ہین اس امر خارق عادت کا انکار کرتے ہین اور اُنکی تقلید سے فرقہ نیچریہ ہی منکر ہے اور انکی تقلید سے سید احمد خان صاحب بھی اصول اسلام کے برخلاف اسکا انکار کرتے ہین اور بلا دلیل ناممکن اور محال بتلاتے ہین اور لطف یہ کہ ابتک امکان اور وجوب اور محال کے معانی سے بے خبر ہین - یہ انکار اسلئے ہے کہ انہون نے کبھی معجزہ یا خارق عادت بات دیکھی نہین اور یہ طبائع عامہ جبلی خاصہ ہے کہ وہ جس چیز کو مدت العمر دیکھتے نہین اُسکے وجود بلکہ امکان مین بھی شک کرتے ہین چنانچہ عرب کے ریگستان مین کہ جس نے مدت العمر کوئی ندی یا دریا نہ دیکھا تھا دریا کا مفہوم منکر بڑا التعجب کیا اور پھر سمندر کا حال سنکر دونون کانون پر ہاتھ دھر کر یہ کہدیا واللہ لایکن ثم باللہ لایکن +

اہل اسلام کا اسبات پر اتفاق ہے کہ قرآن مجید معجزہ ہے اور اسکی مانند بنانا طاقت بشریہ سے خارج ہے خواہ مضامین کی خوبی سے ہو یا اُسکے ساتھ عبارت بھی حد اعجاز کو پہنچ گئی ہو یا کوئی اور سر ہو مگر جمہور اہل اسلام یہ بھی کہتے ہین کہ قرآن اپنی فصاحت و بلاغت مین بے مثل ہے اور اس کا مثل بنانا بشر سے محال ہے - اور یہ بات خدا نے اسلئے قرآن مین رکھی کہ عرب کو اپنی فصاحت و بلاغت پر بڑا گھمنڈ تھا پس خدا تعالی نے انہین اُنکو عاجز کرکے اسکا منجانب اللہ ہونا بتلا دیا

نکات

سورہ شرع مین قرآن مجید کے اُس حصہ کو کہتے ہین کہ جسمین کم از کم تین آیتین ہون اور اُس حصہ کا کوئی نام معین بھی ہو جیسا کہ فاتحہ بقرہ - بعض اہل لغت کہتے ہین کہ اسکا واو اصلی ہے اس تقدیر پر یہ سور البلد (شہر پناہ) سے ماخوذ ہے

سلہ سید صاحب فرماتے ہین قولہ صفحہ ۳۳ مگر یہ بات کہ اسکی مثل کوئی نہین کہہ سکا یا کہہ سکتا اسکے من اللہ ہونے کی دلیل نہین ہو سکتی - کسی کلام کی نظیر نہونا اسبات کی تو بلاشبہ دلیل ہے کہ اسکی مانند دوسرا کلام موجود نہین ہے مگر اسکی دلیل نہین کہ وہ خدا کی طرف سے ہے بہت سے کلام انسانون کے دنیا مین ایسے ہین کہ آنکی مثل فصاحت و بلاغت مین دوسرا کلام نہین ہوا مگر وہ من اللہ تسلیم نہین ہوسکتے الخ - اول انسانون کا کوئی ایسا کلام ہے کہ جسکا مثل فصاحت و بلاغت مین آجتک باوجود تحدی کے دوسرا کلام نہو سکا ہان یہ اور بات ہے کہ کسی نے کوئی عمدہ کتاب تصنیف کی مگر اُسوقت کے تمام فصیح و بلیغون کو عار دلا کر اُسکے مثل بنانے کا اشتہار نہ دیا اتفاقاً بہت سارے کسی نے اسبارہ مین قلم نہ اُٹھایا یا بلا شک اسوجہ سے یہ کتاب من اللہ تسلیم نہین ہو سکتی اور جبکہ بڑے زور سے دعوی کیا ہو اور سب کو اس مین شریک ہونے کی اجازت دی ہو اور اپنے کلام کے ایک ٹکڑے کے برابر بنانے کی درخواست کی ہو اور لوگون نے اس امر مین حوصلہ بھی کیا ہو اور پھر اپنے مسودات اور کلمات کو معیوب سمجھ کر پیش نہ کر سکے ہون بلکہ خود انہین کے لوگون نے اُس پر ہاتھ اُٹھا لیا ہو - پس یہ من اللہ ہونے کی صریح دلیل ہے دوم اگر ہادی ہونے مین تحدی تھی تو یہ بھی کلام یعنی قرآن سے منقول تھی پھر اسکا مثل بنانا وہی بات ہے سر کے پیچھے سے ہاتھ پھرا کر ناک بتلانی فضول امر ہے ۱۲ منہ

اس مناسبت سے کہ سور البلد جس طرح شہر کو ہرطرف سے گھیرے ہوئے ہے اسی طرح سورہ بھی چند آیات یا ہر قسم کے مضامین کو گھیرے ہوئے ہے یا سورہ بمعنی رتبہ سے ماخوذ ہے کیونکہ کل سورتین بمنزلہ منازل اور مراتب کے ہیں یا ان کے باہم شرف اور طول وقصر میں مراتب جداگانہ ہیں ❊

بعض کہتے ہیں کہ یہ واو اصلی نہیں بلکہ ہمزہ تھی اسکو واو بنا لیا ہے اور باہم مبادلہ ہوگیا ہے اس تقریر پر اسکی اصلی سورۃ ہے جسکے معنی کسی چیز کا بقیہ اور ٹکڑا ہے یعنی یہ قرآن کا ایک ٹکڑا ہے اسلیئے اسکو سورہ کہنے لگے - یہانتک وجہ تسمیہ کا بیان تھا۔ اور قرآن مجید کا سورتوں پر منقسم ہونا اُس حکمت کے لئے ہے کہ ایک مضمون دوسرے مضمون سے جدا ہو جاوے اور ایک قسم کی نظم جو باہم مناسبت رکھتی ہے دوسری قسم سے علیحدہ شمار ہو جاوے اور پڑھنے والیکو سہولت اور فرحت اور حفظ کرنے میں سہولت اور فراغت حاصل ہو کیونکہ جب وہ ایک سورہ کو تمام کریگا تو دل میں فرحت پیدا ہوگی جس طرح مسافر جب ایک منزل طے کر لیتا ہے تو دل میں خوش ہوتا ہے کہ اس مسافت کا اسقدر حصہ میں نے طے کر لیا اسی مقصد کیلئے مصنفین اپنی کتابون مین فصل اور باب مقرر کرتے ہین ورنہ ایک کلام مسلسل سے دل گھبراتا ہے اسکے علاوہ اور بہت سی حکمتین ہین سورتون کے آنحضرت علیہ السلام کے عہد مین نام مقرر ہوچکے تھے ❊

| شہداء |

شہید کی جمع ہے جسکے معنی حاضر اور گواہی دینے والا اور مدد کرنیوالا اور حاکم کے ہیں۔ اسکا سِرّ یہ ہے کہ لفظ شہید یعنے اس ترکیب میں حاضر ہونے کے معنی ملحوظ ہیں خواہ یہ حضور بالذات ہو یا بالتصور پس مدد کرنے والے اور حاکم اور حاضر میں تو بالذات حضور پایا جاتا ہے کس لئے کہ حاضر تو موقع پر حاضر ہوتا ہے مگر مدد کرنیوالا بھی موقع پر حاضر ہوتا ہے اور حاکم کے حضور (روبرو) مقدمات فیصلہ ہوتے ہیں اور گواہی دینے والے میں حضور کے معنی بالتصور پائے جاتے ہیں یعنی جب وہ گواہی دیتا ہے تو اپنے خیال میں اُسبات کو حاضر کرتا ہے اور جو شخص خدا کی راہ میں مارا جاوے اُسکو بھی اسلیئے شہید کہتے ہین کہ وہ خدا تعالی کے پاس حاضر ہوگیا اور اُسکا بدلہ ثواب آخرت اور اُسکے مصاحب ملائکہ اُس کے پاس حاضر ہو جاتے ہیں اللھم ارزقنی شہادۃ فی سبیلک ❊ اس مقام پر یہ چاروں معانی مراد ہوسکتے ہیں یعنی تم قرآن کی سورہ کے مثل بنانے مین جو لوگ اسوقت بڑے فصیح و بلیغ حاضر اور موجود ہیں اُنکو بلاؤ اور اُن سے مدد لو اور جو تمہارے کلام پر سورہ کے مثل ہونے کی گواہی دیں اُنکو بھی بلاؤ اور جو لوگ تمہارے زعم مین تمہارے مددگار اور حاجت روا ہیں اور جنکے نام کی تم دُہائی دیتے ہو اور جنکی عبادت کرتے ہو اُنسے بھی مدد لے دیکھو الغرض سب زور لگا لو اور پھر حاکموں کے پاس اس منازعت کے فیصلہ کے لئے چلو دیکھو وہ کیا کہتے ہیں؟

| دون اللہ |

دون کے معنی پاس اور قریب جگہہ کے ہیں اور اسی لئے کتابوں کے تصنیف کرنے کو تدوین کہتے ہیں کہ ایک مضمونکو

دوسرے مضمون کے ساتھ متصل اور پاس کیا جاتا ہے پھر بطور مجاز کے رتبہ میں بھی اس لفظ کا استعمال ہونے لگا کہتے ہیں
زید دون عمر یعنی زید عمر سے کم مرتبہ ہے اور اسی لئے حقیر چیز کو دون یا دنی بولتے ہیں اور اسی لئے اس عالم کو کہ حقیر و ذلیل ہے
دنیا کہتے ہیں (مؤنث کا صیغہ) یا اسلئے کہ یہ قریب اور پاس اور وہ عالم بعید ہے۔ پھر اس میں بھی وسعت ہوگئی اور اس کلمہ کا ایک
چیز چھوڑ کر دوسرے کے اختیار کرنے پر اطلاق ہوا اور لفظ غیر کے قریب المعنی ہوگیا۔ اسمقام پر اسکے معنی غیر کے ہیں یعنی خدا کے
غیر اور اسکے سوا جسقدر تمہارے مددگار ہیں سب سے مدد لو +

ما نزلنا نزول اوپر سے نیچے کسی چیز کا اترنا اس جگہ قرآن مجید مراد ہے کہ بواسطہ جبرئیل[۱] عالم بالا سے حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اترا

نکات

۱ نزلنا فرمایا انزلنا نہ کہا اسلئے کہ تنزیل کے معنی ٹکڑے ٹکڑے کرکے نازل کرنا اور انزال کے معنی ایکبار نازل کرنا ہے۔
گو قرآن مجید لوح محفوظ سے بیت المعمور تک ایکبار نازل ہوا مگر وہاں سے دنیا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حسب حاجت ٹکڑے ٹکڑے
نازل ہوتا تھا اور اس بات سے بیوقوفوں کو شک پیدا ہوتا تھا کہ یہ تو شاعروں اور دیگر مصنفین کی طرح تھوڑا تھوڑا تصنیف کرکے
سناتا ہے اگر منجانب اللہ ہوتا تو تمام قرآن کو ایکباری دکھلاتا بلکہ کاغذوں پر لکھا ہوا اور جلد بندھا ہوا لاکر سامنے دھر دیتا کہ

---

[۱] تفسیر القرآن کے مؤلف نے اس مقام پر صفحہ ۱۴۲ سے لیکر ۱۴۴ تک اپنے خیالات فاسدہ کو بہت کچھ طول دیا ہے اور چند ابحاث لکھی ہیں (۱) ما نزلنا پر جسکا خلاصہ
امام رازی پر نزول وحی کے بارہ میں اعتراض اور تمام علماء اسلام پر طعن کے بعد یہ ہے کہ خدا اور پیغمبر میں جبرئیل وغیرہ کوئی واسطہ نہیں صرف انہی کے خیالات جس طرح کہ مجنونوں کو مجسم نظر
آیا کرتے ہیں اور کوئی باتیں کرتا معلوم ہوتا ہے آوازیں سنائی دیتی ہیں اسی طرح اس نبی کو نظر آتے باتیں کرتے ہیں اسی کے دل سے خیالات اٹھکر دل پر فوارہ
کی طرح اچھلتے ہیں اور یہی نزول وحی ہے (۲) بحث نبوت کی بابت کی ہے کہ نبوت خدا کی طرف سے ایک عہدہ ہے جسکو چاہتا ہے دیتا ہے (جیساکہ اللہ تعالے
فرماتا ہے حیث یجعل رسالتہ ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء) اہل اسلام کا غلط عقیدہ ہے بلکہ نبوت ایک فطری ملکہ ہے کہ جس طرح انسان کے اندر اور صدہا فطری ملکات
ہیں یہ بھی ایک ملکہ ہے کہ جو جسم کے قوی و ضعیف ہونے سے قوی و ضعیف ہوتا ہے پس جس میں اخلاق انسانی کی تعلیم و تربیت کا ملکہ بمقتضاء اسکی فطرت کے خدا سے عنایت
ہوتا ہے وہ پیغمبر کہلاتا ہے (پھر یہ پیغمبری کسی شخص اور کسی زمانہ میں منحصر نہیں بلکہ ہر ملک و ہر زمانہ میں ایسے لوگ کہ جو ریفارمر کہلاتے ہیں نبی ہیں چنانچہ ہندوستان
میں دیانند سرستی اور بنگالہ میں بابو کیشب چندر سین اور انگلستان میں فلاں فلاں صاحب بھی نبی ہیں تہذیب الاخلاق مطبوعہ سنہ ۱۲۹۲ھ (۳) لفظ اعدت سے
دوزخ اور جنت کا بالفعل موجود ہونا خیال کرنا جیساکہ جمہور اہل سنت والجماعت عقیدہ رکھتے ہیں غلط ہے کیونکہ قطعی الوقوع چیز کو قرآن بلفظ ماضی تعبیر کرتا ہے۔
(۴) بحث دوزخ و جنت کی بابت کی ہے کہ جنت کی حقیقت کا بیان کرنا خدا کو بھی محال ہے جنت و دوزخ صرف راحت و تکلیف کا نام ہے موسی نے اسکی تفسیر
کثرت اولاد اور پیدائش مال کے ساتھ کی ہے اور دوزخ ان چیزوں کے نقصان و مرضیہ وغیرہ مصائب کو بتلایا ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن میں لوگوں کو
رغبت اور خوف دلانے کے مصلحت سے اسکی تفسیر حور و قصور باغ اور نہریں اور شعلہ آتش و زقوم و حمیم کے ساتھ کردی اور دراصل یہ چیزیں جنت و دوزخ میں نہیں اور
اگر یہی جنت ہے تو اس سے ہماری خرابات بہتر ہے الخ اقول یہ انکے اقوال کا خلاصہ مطلب ہے اب ناظرین کہیں کہ یہ باتیں جو بلا دلیل خانصاحب نے بیان کی ہیں محض
فرقہ برہمو سماج کی تقلید ہے یا نہیں؟ اور ان خیالات کو نہ تنہا اسلام بلکہ کل آسمانی مذاہب سے کسقدر مباینت ہے اور اسوقت جو الحاد یورپ کے دریا بیکنار کی موجیں
ہندوستان کو تہ وبالا کر رہی ہیں (جس سے ہزاروں کور مغز کہ جنکو نہ علوم اسلامیہ سے بہرہ نہ فنون عقلیہ سے حصہ نہ دینی کیفیت سے [illegible] دنیا و ریاء و مال
کے بندے نفسانیت سے بہرے ہو کسقدر شرارت دنیا حاصل کرکے بانی مذہب جدید ہوگئے اور سینکڑوں بندگان خدا کو گمراہ کردیا اور جابجا ہدی سے محروم
بنادیا) اسکے کسقدر مناسب ہے ان خیالات کا ابطال مقدمہ کتاب میں ہوچکا ہے فمن شاء فلیرجع الیہا ۱۲ منہ رحمہ اللہ تعالے + +

دیکھو یہ کتاب مجھپر خدا کی طرف سے نازل ہوئی ہے قال الذین کفروا لولا نزل علیہ القرآن جملۃً واحدۃً چونکہ وہ جاہل اس پارہ پارہ نازل ہونے کے سر سے واقف نہ تھے اور نہ یہ جانتے تھے کہ کسی نبی پر آجتک اس طرح سے بنی بنائی کتاب نازل نہین ہوئی ہے اسلیئے خدا تعالی نے اس امر سے درگذر فرماکر اسی تقدیر پر قائل کیا کہ اچھا یون ہی سہی تم بھی پوری کتاب نہین بلکہ اسکے ایک ٹکڑے کی برابر بناکے لاؤ پس اسلیئے لفظ نزلنا فرمایا انزلنا نہ کہا +

| ۳ | اس تحدی (معارضہ) کو خداے تعالی نے ایک نکتہ کے لیئے کئی سورتون مین مختلف طور سے بیان کیا اس سورۃ مین اور سورۂ یونس مین تو اسطرح سے فرمایا اور سورۂ ہود مین یون فرمایا فاتوا بعشر سور مثلہ مفتریات وادعوا من استطعتم من دون اللہ ان کنتم صادقین کہ اسکے دس ہی ٹکڑون کی مانند بناکے لاؤ اور خدا کے سوا جس سے چاہو مدد لو اور سورۂ اسریٰ مین یون فرمایا قل لئن اجتمعت الانس والجن علی ان یاتوا بمثل ہذا القرآن لا یاتون بمثلہ ولو کان بعضہم لبعض ظہیرا کہ اگر تمام جن وانس اس قرآن کی مثل بنانے پر متفق ہوجاوین اور ایک دوسرے کی مدد کرے تب بھی اسکی مانند نہ بنا سکینگے - اور سورۂ قصص مین یون فرمایا قل فاتوا بکتاب من عند اللہ ہو اہدی منہما اتبعہ ان کنتم صادقین کہ اُنسے کہہ اگر تم سچے ہو تو خدا کے ہان سے کوئی اور کتاب لاکے دکھاؤ کہ جو قرآن و توریت سے زیادہ ہادی ہو مین بھی اُسکو مانونگا - پس ان سب آیات کو ملاکر یہ نکتہ پیدا ہوا کہ خواہ تم ایک سورۃ کی برابر خواہ دس کی برابر خواہ اسس تمام قرآن کی برابر بناکے دکھاؤ پس یہ سخت معارضہ ہے گویا یون فرمایا کہ اسکی برابر بناؤ یا اسکے نصف کی برابر یا اس کے ربع کی برابر بناؤ +

| ۴ | وقودہا الناس والحجارۃ فرمایا کہ آتش جہنم مین آدمی اور پتھر جلتے ہین اسمین یہ اشارہ ہے کہ جو لوگ غیر اللہ کو پوجتے ہین اور اُنکو حاجت روا سمجھتے اور اُنکے نام کی دہائی دیتے اور نذر و نیاز کرتے ہین وہ عابد اور معبود دونون خداے جبار کے قہر مین مبتلا ہین خدا کا قہر آگ کی صورت مین متمثل ہوکر اُنکو جلا دیگا اور جہنم کا ایندھن بنادیگا - اور عرب کے لوگ اکثر پتھر کے بت بناکر پوجتے تھے اسلیئے حجارۃ کہا - الغرض اس لطف کے ساتھہ اُنکی بت پرستی کی سزا اور بتون کی وقعت و اقتدار کا اندازہ ظاہر کردیا +

اس تھوڑے سے کلام مین خدا تعالی نے ان چند مقاصد ضروریہ کو کس خوبی کے ساتھہ ادا کردیا کہ جسکا کچھہ بیان نہین (۱) جس امر مین مخالفین کو بڑا دعوی تھا اُسمین اُنکو عاجز بناکر قرآن کا منجانب اللہ ہونا ثابت کردیا (۲) اسکے ضمن مین اس معجزہ قرآنیہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو مخالفون کے روبرو متیقن اور ثابت کردیا حتے کہ پھر جو کوئی انکار کرتا تھا تو محض عناد سے کرتا تھا لانہم کانوا یعرفونہ کما یعرفون ابناءہم (۳) وادعوا شہداءکم سے خدا کے سوا جسقدر معبود لوگون نے بنا رکھے ہین اور اُن سے مرادین مانگتے اور اُنکو حاجت روا یا قادر مطلق یا قادر مطلق کا مختار عام یا داروغہ با اختیار جانتے ہین (جیسا کہ ہنود کالی بھوانی بھیرون -

ہنومان کرشن بین مہادیو راجہ رام چندر کو اکب دعناصر وارواح وغیرہا اشیاء کو اب تک لیا جانتے اونکے نام کے پتھر تانبے پیتل کے بت بناکے پوجتے ہین جسکو یقین نہ آئے تو بنارس[لہ] جاکر دیکھہ لے انکا عاجز ہونا ثابت کردیا گویا یہ توحید کے لیے ایک برہان قاطع اور ابطال شرک کے لئے دلیل ساطع ہے (۴) ولن تفعلوا سے قیامت تک کی پیشین گوئی کرکے آنحضرت علیہ السلام کو کامل اطمینان دلایا جس سے آنحضرتؐ نے اس دعویٰ کو نہایت اطمینان سے تمام لوگون کو سناکر اپنی نبوت کو ثابت کردیا (۵) فاتقوا النار سے عالم آخرت اور وہان کے احوال عذاب ثواب و رہبت پرستی اور کفر کی سزا جہنم ابدی کو بیان اور نتیجہ اعمال کو عیان کردیا (۶) التی وقودہا الناس والحجارۃ سے یہ ظاہر کردیا کہ وہ آگ یہان کی آگ سے بہت تیز ہے یہان کی آگ لکڑیون سے جلتی ہے وہ آگ ارواح کفار اور سخت سخت پتھرون سے سلگتی ہے ۔ اور یہ کہ وہ معبود کہ جنکو وہ لوگ پوجتے ہین محض بے حقیقت ہین اورکا تو کیا بھلا کرینگے اپنے ہی تئین مواخذہ سے بری نہ کرسکینگے ۔ جب کہ ہین حضرتؐ نے انوار توحید کو پھیلایا اور آفتاب نبوت بلند ہوا تو بتون مین سے آوازین آیا کرتی تہین کہ اب ہماری پرستش کا زمانہ تمام ہوگیا چنانچہ اسلام لانے سے تہوڑے دن پہلے حضرت عمرؓ جب ایک بت کے آگے قربانی لیکر گئے تو اسکے اندر سے نوحہ کی آواز آئی اور چند اشعار نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شوکت کی بابت سنائی دیے اور اسی آواز غیبی نے پھر کلمات الوداع پڑہکر حسرت و افسوس ظاہر کیا اس قصہ کو بیہقی نے دلائل النبوۃ مین روایت کیا ہے ۔ (۷) اعدت للکافرین سے یہ بات ثابت کردی کہ جنت و دوزخ بلکہ جو کچھہ عالم ظہور مین آنیوالا ہے وہ سب کچھہ عالم مثالی مین قایم ہوچکا ہے ۔ یہ مسلم کہ قرآن مجید مین آیندہ ہونیوالی چیزون کو کہ جو قطعًا واقع ہونگی ماضی کے صیغہ سے تعبیر کیا ہے مگر اس سے یہ لازم نہین آتا کہ جس چیز کو اس لفظ سے بیان کیا وہ ہنوز واقع نہین ہوئی آیندہ ہوگی پس ان دونون چیزون مین مساوات سمجھکر یہ کہدینا کہ دوزخ و جنت ہنوز پیدا نہین ہوئی بڑی غلطی ہے اسلئے جمہور اہل سنت کا اسبات پر اتفاق ہے کہ جنت و دوزخ اب بھی موجود ہین نہ یہ کہ قیامت کو موجود ہونگے جیسا کہ معتزلہ کہتے ہین کہ اگر یہ ہو تو جسقدر عہد آدم علیہ السلام سے لیکر قیامت تک لوگ نیک اور متقی مرے ہین وہ جنت اور وہان کے نعماء سے محروم رہین اور برے لوگ جہنم سے بچے رہین یہ سمجھہ مین نہین آتا کہ اتنے عرصہ دراز تک کیون اعمال کی جزا و سزا نہین ملتی ۔؟

علاوہ اسکے قرآن و احادیث اسپر گواہ صادق ہین ۔ خود حضرت آدم علیہ السلام جنت مین رہ چکے تھے ۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم شب معراج مین جنت و دوزخ کی سیر کی اور ایکبار نماز پڑہتے مین دوزخ و جنت کو دیکھا ۔ اور یون بعض شخصون کو دوزخ و جنت مین دیکھکر خبر دی ۔ اور ان باتونکو ایک دو صحابی نے نہین بلکہ بہت لوگون نے روایت کیا ہے اور کتب احادیث صحاح ستہ وغیرہا مین بہت سے طرق سے یہ روایات مروی ہین

جنت و دوزخ کے لئے اس عالم کی کوئی دوسری زمین اور دوسرا آسمان نہین کہ اسکا بعدِ مسافت اس سے پایا جاوے یا اس آسمان و

[لہ] بنارس جانے ہی کی کیا ضرورت ہے ہر گاؤن اور شہر مین یہی صورت ہے ۱۲ منہ

وَبَشِّرِ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أَنَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ۖ كُلَّمَا رُزِقُوا مِنْهَا مِنْ

اور خوشخبری سنا اُن لوگون کو کہ جو ایمان لاے اور اچھے کام کیے یہ کہ اُنکے لیے باغ ہیں کہ جنکے نیچے نہرین جاری ہین جب اُنکو وہان سے کوئی پہل کہانیکو

ثَمَرَةٍ رِزْقًا ۙ قَالُوا هَٰذَا الَّذِي رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ ۖ وَأُتُوا بِهِ مُتَشَابِهًا ۖ وَلَهُمْ فِيهَا أَزْوَاجٌ مُطَهَّرَةٌ ۖ وَهُمْ فِيهَا خَالِدُونَ

ملیگا تو کہین گے یہ تو وہی ہے کہ جو ہمکو پہلے ملا تہا اور اُنکو وہ پہل باہم (رنگ صورت مین) ملے ہوے دیے جاوینگے اور اُنکے لیے وہان پاکیزہ بیویان ہین اور وہ وہان ہمیشہ رہینگے

زمین کے دائیں بائیں نیچے اوپر اُسکی جگہ متعین کی جائے کیونکہ جنت کا چوڑان جب آسمان وزمین کے برابر ہے تو اُسکے طول کی اس عالم میں کہان گنجایش ہے قال تعالی جنۃ عرضہا کعرض السموات والارض - بلکہ اس عالم حسی کا دوسرا پہلو عالم آخرت ہے کہ جسکی وسعت کی کوئی نہایت نہیں مرکر وہین انسان کی روح جاتی اور وہین ثواب عقاب حسب اعمال پاتی ہے اور وہین دوزخ وجنت ہے اور وہین سب راحت ورنج موجود ہوجاتے ہین اور وہین اسکے اعمال اپنے مناسب صورتون مین ظاہر ہوکر پیش آتے ہین جس طرح خواب میں معانی اور خیالات اپنے مناسب صورتون مین دکہائی دیتے ہیں - وہ عالم جسقدر اس عالم حسی سے دور ہے اسی قدر نزدیک بھی ہے - احادیث صحیحہ میں جو بعض انبیا وصالحین کا مقام آسمانون پر آیا ہے یا ارواح مومنین کا آسمانون تک جانا یا خود حضرت کا آسمانون کے اوپر جانا اور پھر جنت کو ملاحظہ فرمانا جو مذکور ہے اُس سے یہ مراد نہیں کہ آسمانون کے اوپر جنت اور زمین کے نیچے جہنم ہے اور جو کسی حدیث یا کسی بزرگ کے قول میں آیا بھی ہے تو اُس سے یہ مراد ہے کہ افلاک چونکہ لطیف ہیں اور وہاں ملائکہ اور عالم قدس کے اکثر لوگ مقیم ہین اس لطائف کے اعتبار سے اُس عالم یا جنت کو بلاشک آسمانون سے نہایت قرب ہے اور چونکہ اُس عالم کی لطافت اعلے ہے تو کہہ سکتے ہیں کہ جنت آسمانون سے بالا ہے - اس عالم مین جو کچھ نعمتیں ہین قرآن[1] واحادیث مین اُنکی اسقدر تصریح وتشریح ہے کہ کسی کتاب الہامی مین نہین گو انگور کا شیرہ پینا تو تیرہ اشارات انجیل مین بھی ہین اور مکاشفات یوحنا میں بھی معما کے طور پر قرآن واحادیث کی تصدیق ہے - پس بلا دلیل محض فلاسفہ بے دین کی تقلید سے وہاں کی نعماء کا انکار کرنا کہ جہان عقل کا قافیہ تنگ ہے حماقت پر حماقت ہے یہ جو کچھ مین نے بیان کیا قرآن واحادیث سے بعد وفہم سلیم سمجھا جاتا ہے ؏

ترکیب

بَشِّر فعل با فاعل الذین آمنوا وعملوا الصالحات صلہ وموصول جملہ اس کا مفعول - جنّٰت اسم ہے اَنّ کا موصوف تجری من تحتہا الانہار جملہ فعلیہ اسکی صفت لہم خبر انّ کی پس یہ ان اپنے اسم وخبر کے ساتہ مجرور ہے با کا تقدیرہ بانّ اور متعلق ہے بشّر کے کلما کلمہ شرط رزقوا الخ شرط قالوا ہذا الذی رزقنا من قبل جملہ فعلیہ اسکا جواب شرط وجزا ملکر دوسری صفت ہوئی جنّٰت کی

[1] در حقیقت اس عالم کی ادنے نعمتیں اگر اس عالم کی سلطنت بھی ہیچ ہے وہ باقی یہ فانی وہ اصلی یہ نقلی یہان کی ایک راحت میں سو رنج ومحن مستتر وہان سرور دائمی جلوہ گر ہے منہ

یا خبر ہے مبتدا محذوف کی ای ہم اوہی یا جملہ مستانفہ ہے رزقًا مفعول بہ ہے رزقوا کا اور منہا من ثمرۃ ہیں من ابتدائیہ ہے دونون حال ہین رزقًا سے علی سبیل تداخل) یہ تمام جملہ عطف ہے جملہ سابقہ پر واُتوا بہ متشابہا جملہ معترضہ ہے گویا کہ اس کہنے کا سبب اسمین بیان ہے یعنی وہ یہ بات اسلئے کہین گے کہ اُنکو یہ پھل یکسان صورت کے دیے جاوینگے ضمیر بہ کی مارزقوا کی طرف راجع ہے متشابہا حال ہے ضمیر بہ سے ازواج موصوف مطہرۃ صفت دونون ملکر مبتدا لہم خبر مقدم ۔ جملہ مستانفہ ہے ہم مبتدا خالدون خبر فیہا اسکے متعلق یہ جملہ مستانفہ ہے یا حال ہے لہم سے ؏

ربط

پہلی آیت میں کفار کا حال بیان ہوا تھا کہ اُنکو چاہئے کہ اُس آگ سے کہ جسکا ایندھن انسان اور پتھر ہیں بچین) تو مناسب ہوا کہ جو لوگ مومن ہین بیان کیا جاوے کہ جس طرح نافرمانی کا وہ نتیجہ ہے فرمانبرداری کا یہ ثمرہ ہے ۔ کیونکہ ترہیب کے ساتھ ترغیب ایسی ہے کہ جیسے شگاف کے ساتھ مرہم ۔ یا یون کہو کہ معاد کا ذکر آیا تھا مگر وہ ناتمام تھا کس لیے کہ ایک فریق (کفار) کا حال تھا دوسرے کا نہ تھا اسلئے اُس بیان کو تمام کرنے کے لئے یہ فرمایا ؏

تفسیر

کہ اے نبی صلی اللہ علیک وسلم جو لوگ ایمان لائے اور اُنہون نے اچھے کام عبادت و سخاوت وغیرہا کئے ہین اُنکو یہ مژدہ سنادو کہ اُنکو مرنے کے بعد اُس عالم مین ایسے باغ عنایت ہونگے کہ جن مین نہرین بہتی ہونگی اور ان باغون کے میوہ ان مین عجیب لطف ہوگا کہ شکل وصورت رنگ و بو یکسان و مزے الگ الگ ہونگے یہانتک کہ جب کوئی میوہ اُنکو ملیگا تو اس مشابہت کے سبب سمجھینگے کہ یہ تو ہم ابھی کھاچکے ہین مگر جب کھاوینگے تو نیا لطف پاوینگے ۔ اور اُنکو جس طرح مکانات اور کھانے عمدہ عنایت ہونگے اسی طرح اُنس وصحبت کے لئے پاکیزہ بیویان ملین گی کہ جو نفرت کی باتین ہوتی ہین وہ ان مین نہونگے نہ صورت مین نہ سیرت مین اسپر اُنکو بڑھاپے اور موت یا افلاس کا غم نہوگا بلکہ وہ اسی عیش وآرام کے ساتھ ہمیشہ رہینگے ؏

نکات

| ۱ | کتب الہامیہ کا زیادہ تر مقصود تین چیزون کا بتلانا ہوتا ہے (۱) علم مبدا کہ پیشتر کیا تھا اور اس عالم کو کس نے بنایا اور مین کون ہون کہان سے آیا ہون (۲) علم معاش کہ مین یا اور چیزین پیدا ہونے کے بعد خود مختار ہین اور ہر چیز کی قدرت مستقلہ رکھتے ہین یا ہر دم معاش مین پھر اسی کے وہ محتاج ہین وہی اسباب معاش پیدا کرتا ہے اور ہماری سعی وکوشش تو صرف یہ ہے کہ ہم اُن اسباب کو کام مین لاتے ہین جس سے معلوم ہوا کہ کسی وقت اُس سے بے پروائی اور استغنا نہیں ہوسکتا (۳) علم معاد کہ آخر کار میرا کیا ہے ؟ مجھکو یہان سے کہیں اور جگہ بھی جانا ہے وہان اعمال کا ثمرہ بھی پاتا ہے ۔

پس خدا تعالیٰ نے بعد اوصاف کتاب و مراتب سعدا و اشقیا کے یہان تک ان تینون علوم کو بیان کر دیا اول کو الذی خلقکم مین اور پھر اسکو اور دوم کو الذی جعل لکم الارض فراشا و السماء بناء سے لیکر رزقا لکم تک (سوم) کو فاتقوا النار التی سے لیکر خالدون تک

[۴] انسان کی جبلی عادت ہے کہ وہ جب کسی چیز کی مضرت سے واقف ہوتا ہے تو اس سے ڈرتا ہے اور کسی منفعت کی طمع مین کوئی کام کرتا ہے پس اسلیے خدا نے کفر کا نتیجہ فاتقوا النار الخ اور ایمان و اعمال صالحہ کا ثمرہ وبشر الذین الخ بیان کر دیا اور اسی حکمت سے جہان ترہیب ہے ترغیب بھی ہے تاکہ خوف و رجا کے دونون پلے مساوی رہین ؁

[۳] کلما رزقوا منہا من ثمرۃ رزقا قالوا ہذا الذی رزقنا من قبل مین عالم آخرت کے اسرار کی طرف اشارہ کر دیا کس لیے کہ کلما عموم کو چاہتا ہے اور یہ بات جنت مین اول مرتبہ ثمرہ کہانے پر صادق نہین آتی کیونکہ اس سے پہلے وہ کہان پا چکے ہین؟ دنیا کے ثمرات اول تو صد ہا مفلس اور غریب اہل جنت کو دنیا مین نصیب ہوئے تھے پھر انکو جنت کے ثمرات سے کیا نسبت بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ اس عالم مین انسان کے معارف و اعمال اپنی مناسب کسی شکل مین ظہور کرینگے جس طرح کہ معانی خواب مین اپنے مناسب اشکال مین دکہائے جاتے ہین پس جنت کے ثمرات بھی دنیا کے معارف و اعمال صالحہ ہین جب انکو وہان دیکہینگے تو اصلی مناسبت کا ادراک یہانتک کامل ہوگا کہ دونون کو ایک ہی جانکر یہ کہینگے کہ یہ تو ہم پہلے پا چکے اور دنیا مین کہا چکے ہین (واللہ اعلم بمرادہ) پس اسیطرح کفر و الحاد اور انبیا سے غصہ کرنا آگ اور جہنم مردم سوز کی صورت مین اور ایمان اور اچھے اعمال جنت و ثمرات و ازواج و انہار کی صورت مین ظہور کرینگے۔ واضح ہو کہ انسان کی رغبت تین چیزون سے زیادہ ہوتی ہے اور انہین کی طرف زیادہ احتیاج پڑتی ہے (۱) مکان عمدہ (۲) اچھے سامان عمدہ کہانا پینا (۳) عورت حسین۔ پس اول کو تو لہم جنت مین اور دوسرے کو کلما رزقوا الخ مین تیسرے کو ولہم فیہا ازواج مین بیان کر دیا اور اسپر ایک کہٹکا ان چیزون کے فنا ہو جانے یا اپنے مرجانے کا بھی ہوتا ہے کہ جو تمام لذت کو خاک مین ملا دیتا ہے ؎ مرا در منزل جانان چہ امن و عیش چون ہر دم ؍ جرس فریاد میدارد کہ بر بندید محملہا ؍ پس اس کہٹکے کو ہم فیہا خالدون سے مٹا دیا ؍ اس امر مین اس سے بڑہکر کوئی کیا سمجہائیگا جس طرح حد سے بڑہکر ترہیب مین فصاحت و بلاغت تہی ویسے ہی صد افزون ترغیب مین ہے ؍

تحقیقات

(سوال) انسان اور دیگر ابدان اجزاء متضادۃ الکیفیت سے مرکب ہین کہ جن مین طرح طرح کے استحالات و انقلابات ہوتے رہتے ہین کہ جن سے انجام کار انحلال و انفکاک ہوتا ہے اور اس مرکب کے اجزا علیحدہ ہو کر یہ مرکب فنا ہو جاتا ہے پس جب یہہ ہے تو جنت مین ہمیشہ رہنا کس طرح ہو سکتا ہے ؍

(جواب) ہم پیشتر ہی جنت کی حقیقت بیان کر چکے ہین اور اب پھر کہتے ہین کہ جنت مین جسم عنصری تو کیا بلکہ[1] جرم فلکی کی

[1] اور اجسام کا صرف انہین مین انحصار ماننا دعویٰ بلا دلیل بلکہ خیال خام ہے کہ جسکا سر منشا حکماء یونان کے توہمات فاسدہ ہین ۱۲ منہ

قسم سے بھی کوئی جسم نہین بلکہ وہ عالم اس عالم سے غیر ہے اس عالم کا اُسپر قیاس کرکے انفکاک وفساد ترکیب کا احتمال نکالنا قیاس مع الفارق ہے قال تعالیٰ یَوۡمَ تُبَدَّلُ الۡاَرۡضُ غَیۡرَ الۡاَرۡضِ وَالسَّمٰوٰتُ کہ یہ زمین اور یہ آسمان اُس روز نہ ہوگا بلکہ اسکے بدلے مین اور نئی زمین اور نیا آسمان ہوگا کہ جنکی جسمیت انکی جسمیت سے بالکل مختلف الماہیت ہوگی۔ یوحنا بھی اپنے مکاشفات کے ۲۱ باب مین کہتے ہین (پھر مین نے ایک نئے آسمان اور نئی زمین کو دیکھا کیونکہ اگلا آسمان اور اگلی زمین جاتی رہی تھی) انتہیٰ وہان کے اجسام لطافت مین روح کے ہم پلہ ہین پس جس طرح روح ہمیشہ رہ سکتی ہے وہ بھی پس اس شبہ کی بنیاد ایک فلسفی وسوسہ پر ہے کہ جو نہایت کمزور اور بودا ہے +

سوال وہ عالم اگر تسلیم بھی کیا جاوے تو وہ ایک عالم قدس ہوگا کہ جس مین کھانا پینا عورتون سے لذت اُٹھانا یا عمدہ عمدہ باغ اور نہرین اور خوبصورت عورتین عیش اُڑانے کو کہان ؟ جنت یہ ہے کہ نفس ناطقہ اپنے اوراک سے حظ اُٹھائیگا اور جہنم اور آگ یہ ہے کہ اپنے ملکات رذیلہ اور حقائق الاشیاء کے نہ جاننے پر بڑا تاسف کریگا پچھتائیگا +

جواب - یہ سب چیزین عالم قدس مین موجود ہین پھر عالم قدس کے تقدس مین کوئی فرق لازم نہین آتا ہم پہلے بیان کرچکے ہین کہ وہ عالم اس عالم کا دوسرا پہلو ہے یہان جو کچھ ہے وہین کا ظل ہے اور پھر یہان کی چیزین وہان جاکر متمثل ہوجاتی ہین اس سر مکتوم کا اظہار نہ تحریر سے ہوسکتا ہے نہ تقریر سے انبیاء علیہم السلام یا آنکے متبعین پر جو کچھ کشف وشہود سے یہ راز کھلا وہی خوب جانتے ہین البتہ سمجھانے کے لئے ایک مثال یا نظیر (کہ جسکو اصل ممثل لہ سے ادنی سی مناسبت ہے ورنہ زمین و آسمان کا فرق ہے) بیان کرتا ہون اور وہ یہ کہ آئینہ مین ہاتھی گھوڑے درخت بڑے بڑے پہاڑ اپنی حقیقی صورت پر دکھائی دیتے ہین اور جسطرح آئینہ سے بیرونی وجود مین باہم امتیاز ہے اسی طرح آئینہ کے وجود مین بھی ان چیزون مین حقیقی امتیاز ہے گھوڑا جدا دکھلائی دیتا ہے اور ہاتھی الگ پھرتا چلتا ہوا اور پہاڑ وقار سے زانو جمائے بیٹھا ہوا نظر آرہا ہے آسمان اور زمین بھی باوجود اس وسعت کے آئینہ مین موجود ہین حالانکہ بالشت دو بالشت کا آئینہ ہے اور اسمین ایسی بڑی بڑی چیزین موجود ہین پھر کیا بات ہے صرف یہ کہ چیزین تو وہی ہین مگر یہان اور حال ہے اور باہر اور پس باہر کے حالات کو آئینہ مین فرض کرکے محال جاننا اور انکار کرنا کوتاہ فہمی ہے +

اور سنئے خواب مین جبکہ ہم لحاف مین منہ لپیٹ کر سوتے ہین تو ہزارون عجائبات دیکھتے ہین کبھی باغون مین جاتے کھانا کھاتے جماع کرتے ہین انزال کا اثر صبح کو کپڑے پہ پاتے ہین اسی طرح صدہا مصائب بھی دیکھتے ہین حالانکہ یہ صورتین صرف خیال مین ہوتی ہین کہ جسمین ہاتھ بھر کی بھی چیز کی بھی گنجایش نہین نہ اسمین عورت آسکتی ہے نہ درخت گھس سکتا ہے پس ان چیزون کے وجود خارجی کے حالات سے وجود خیالی کا انکار کرنا اور یہ کہنا کہ یہ اسکی وسعت کے مخالف ہے جہل مرکب ہے

یہی حال اُس عالم کا ہے کہ وہان سب کچھ ہے مگر یہان جسم عنصری فانی وہان لطیف باقی - اس رمز کی طرف اس آیت
مین اشارہ کردیا ہے فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُم مِّن قُرَّةِ أَعْيُنٍ الآیہ - اوراسی طرح حدیث مین وارد ہے قال اللہ
تعالیٰ اعددت لعبادی الصالحین مالا عین رات ولا اذن سمعت و ما خطر علی قلب بشر (رواہ البخاری ومسلم) پس یہ شبہ
بھی حکما یونان کا بے بنیاد وسوسہ ہے ؛

واضح ہو

کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تھوڑے ہی دنون بعد اس حقانی مذہب مین ایسا خلط ملط ہوا کہ کچھ کا کچھ ہوگیا جھوٹی انجیلین اور
جھوٹے نامجات حواریون کے نام سے تصنیف ہونے شروع ہوئے جس شخص کے جی مین آیا اُس نے روح القدس
نازل ہونے کے پیرایہ مین لوگون مین جاری کردیا چنانچہ پولوس کے خطوط سے بھی یہ بات ثابت ہے (بلکہ پولوس بھی انہین
مین سے ایک شخص تھا) پھر توہم گرپکتے یونانی بھی اس مذہب مین آئے تو اُنہون نے اپنے خیالات حکیمانہ کو اس مذہب مین ملایا
ہوتے ہوتے پچھلی صدیون[۱] مین مارٹین لوتھر اور اُسکے شاگرد کالون وغیرہ فرقہ پراٹسٹنٹ کے پیشوا ظاہر ہوئے تو اوبھی
الحاد اور دہریت کو ترقی ہوگئی یہانتک کہ سترہوین صدی مین فرانس و جرمن مین سیکڑون ایسے لوگ صاحب تصنیف
ظاہر ہوئے کہ جو صرف خدا کے قائل تھے باقی انبیا اور اُنکے معجزات اور اُمور آخرت اور جن ملائکہ بلکہ وجود آسمان سب کو قصہ و
کہانی جانتے تھے پھر تو انگلستان مین بھی اسکا چرچا پھیلا اور لارڈ ہربراٹ اور مسٹر بلاونٹ اور ہوبس اور
ارل شافٹ جیسے معزز بھی ملحد ہوگئے اور اسبارہ مین بہت ہی کتابین اُنہون نے تصنیف کین اور پھر تو امریکہ اوراسپانیہ وغیرہ جمیع
بلاد یورپ مین بھی یہ بلا پھیل گئی اوران نام کے عیسائیون کی یہ بلا ہندوستان مین بھی آئی اور کلکتہ مین رام موہن نامی
بنگالی نے سنہ ۱۸۳۰ء مین انہین اصول پر بت پرستی سے ناراض ہوکر ایک جدید مذہب کی بنیاد ڈالی اوراسکا برہمو سماج
نام دہرا پھر اُسکے شاگردون نے انگریزی خوان بنگالیوں مین اسکا بہت رواج دیا اور انکی تقلید سے ایک شخص دہلی کے
رہنے والے سید احمد خان نے بھی مذہب اسلام کو برائے نام قائم رکھکر ایک جدید مذہب کی انہین اصول ملحدانہ پر بنیاد ڈالی
اور قرآن مجید کو تفسیر کے پیرایہ مین اپنے خیالات ملحدانہ کے تابع بنایا مگر یہ کب ہوسکتا ہے ؛
اب مین ان برائے نام عیسائیون اور برہمو اور اس شخص کے ان اعتراضات کو سناتا ہون کہ جو بتقلید حکما یونان انہون نے
بے سمجھے بوجھے جنت و دوزخ پر کئے ہین منجملہ اُنکے پادری فنڈر اپنی کتاب میزان الحق کے ۳ باب کے ۳ فصل مین قرآن مجید کی اُن آیات کا
ترجمہ کرکے جن مین جنت کی جزئیات مذکور ہین جیساکہ حور و نہرین وغیرہ یہ کہتا ہے - قولہ محمدیون کا اعتقادی بہشت بالکل

---

[۱] یعنی سولہوین صدی عیسوی مین جبکہ پوپ لوگ کہ جو حضرت مسیح کے نائب کہلاتے تھے اُنکی سلطنت مین فتور آیا - ان پوپون کو عیسائی پادری دجال اور شیطان
تبلاتے ہین حالانکہ حضرت مسیح کے یہ لوگ سیکڑون برس تک جانشین تھے - پس جب انکا یہ حال تھا تو اوروں کے ساتھ کیا ٹھکانا تھا ؛ ۱۲ منہ

مجازی وجسمانی ہے اس نہج پر کہ جو چیز آدمی کے خیال مین آوے سو وہان موجود ہے اور نفسانی وجسمانی ہر ایک لذت وعیش
جسپر انسان کا دل مائل ہو وہان ملتی ہے پس ظاہر ہے کہ ایسے بہشت کا امیدوار کرنا آدمی کو دل کی پاکی اور نیک فکر سے
روک کر نفسانی خواہشون کو قوت وقدرت دینا ہے سو ایسا بہشت خدا کے تقدس کے لایق کیونکر ہو سکتا ہے الخ اور اسکے پیشتر
قرآن مجید کی آیات کے غلط ثابت کرنے کے لیے لوقا اور پولوس کے اقوال نقل کیے ہین کہ جنکو اہل اسلام حضرت مسیح علیہ السلام کے دین کا
مخرب سمجھتے ہین چنانچہ اسکا ثبوت مقدمہ کتاب مین گزرا اور آئندہ بھی کچھ ہوگا **قولہ** مسیح نے لوقا کے ۲۰ باب کی ۳۴ سے
۳۶ تک یون فرمایا کہ اس جہان کے لوگ یعنی بہشت کے لوگ نہ بیاہ کرتے ہین نہ بیاہے جاتے ہین کیونکہ وہ فرشتون کی مانند ہین
اور رومیون کے ۱۴ باب کی ۱۷ آیت مین مرقوم ہے کہ خدا کی بادشاہت مین کھانا پینا نہین بلکہ راستی اور سلامتی اور روح قدس سے
خوشوقتی ہے۔ مگر محمد نے قرآن مین اسکے برخلاف فرمایا ہے کہ بہشت مین کھانا پینا اور جورؤن کے ساتھ رہنا ہے انتہی ۔
اقول آپکے مجازیت وجسمانیت کا جواب تحقیقی تو ابھی بیان ہو چکا اور الزامی یہ ہے کہ یہ تو آپ بھی مانتے ہین کہ جنت مین ایک شخص
دوسرے کو نظر آویگا کلام کریگا پس جب یہ ہے تو جسمانیت ثابت ہوئی خواہ وہ کسی قسم کی جسمانیت ہو عنصریت ہو نہ ہو پس جب
جسم ثابت ہے تو ہر جسم کو مکان ضرور ہے اور دیگر اسکے لوازمات بھی ضرور ہین لان الشئ اذا ثبت ثبت بجمیع لوازمہ آپکے حکماء
یونان کا مقولہ ہے پس جب یہ ہے تو ان لوازمات کا حسب مرضی ہونا کہ جسکو جنت کے معنی چاہتے ہین سو بہشت آنجا کہ آزارے
نباشد ۔ کچھ خلاف عقل نہین اور جو کہے تو کوئی دلیل پیش کرے اور آپکے نقلی دلائل کا یہ جواب ہے کہ اول تو لوقا حضرت مسیح کے
قول کو نقل کرتا ہے اور یہ راوی معتبر نہین نہ یہ شخص حواری ہے نہ اس سے کبھی کوئی معجزہ وکرامت صادر ہوا ہے نہ حواریون مین
اسکی قدر ومنزلت تھی بلکہ یہ پولوس کا شاگرد ہے کہ جو دینیات مین جھوٹ بولنا ثواب سمجھتا ہے جیسا کہ مقدمہ کتاب مین مذکور ہوا
اور یہ خود کہتا ہے کہ مین سنکر مسیح کا حال لکھتا ہون دوم اگر اسکو معتبر شخص بھی فرض کیا جاوے تو ممکن ہے کہ حضرت مسیح علیہ
السلام کی یہ مراد ہو کہ دنیا کی طرح وہان بکھیڑے نہونگے کس لئے کہ یہ بات حضرت نے صدوقیون کے جواب مین بیان فرمائی
تھی کہ جو قیامت کے منکر تھے اور جنہون نے ایک عورت چند شوہر دار کا سوال حضرت سے کیا تھا کہ وہ کس شوہر کو ملیگی سوم یون
بھی ہو تو پھر خود حضرت مسیح علیہ السلام انجیل متی کے ۲۶ باب ۲۹ درس مین یون فرماتے ہین کہ مین تمہارے ساتھ اپنے
باپ کی بادشاہت یعنی بہشت مین انگور کا رس پیونگا پس جب وہان پینا ہے تو کیا کھانا نہ ہوگا اور جب شراب ہے تو کیا عورتین
نہونگی ؟ ہان یہ اور بات ہے کہ عیسائیون کی جنت مین صرف انگور کا شیرہ ہو نہ باغ ہو نہ انیس ہو نہ اور کچھ کھانا ہو جیسا کہ دنیا مین
بھنگڑ کہا کرتے ہین کہ بھنگ ہی کا مکان ہو اسی کا اوڑھنا اسی کا بچھونا ہو سچ ہے ع فکر ہر کس بقدر ہمت اوست ۔ علاوہ اسکے مکاشفات
یوحنا کے ۷ باب اور ۲۱ و ۲۲ مین بھی اسی قسم کا بیان ہے اور پولوس کے قول کا حضرت مسیح کے قول کے مقابلہ مین کیا اعتبار ہے

علاوہ اسکے وہ دنیا کے نسبت یہ کہتا ہے جیسا کہ سیاق کلام سے معلوم ہوتا ہے کیونکہ پیشتر وہ یہ کہتا ہے کہ دنیا مین حرام و حلال
پاک و ناپاک چیز کی احتیاط کچھ نہین بلکہ پاک لوگون کو ہر چیز پاک ہے پس من ملحدانہ اعتراض سے اسرار نبوت مین کیا بھید لگ
سکتا ہے ؟ پھر انکے مقلد برہمو سماج رسالہ خلاصۃ الاصول مطبوعہ دکیل ہندوستان پریس امرتسر ۱۸۹۵ء کے صفحہ ۱۰ مین یہ لکھتے ہین کہ
صرف روح کا تقرب الٰہی مین مسرور ہونا بہشت ہے اور یہ تقرب ابدالآباد بڑھتا جائیگا - اگرچہ یہ قول محققین اسلام سے لیا گیا ہے اور
قرآن مجید بھی اسکی تائید کرتا ہے فِیْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِیْکٍ مُّقْتَدِرٍ ؛ بلکہ قرآن و احادیث صحیحہ قاطعہ اسباب پر متفق ہین کہ خدا تعالےٰ
کا قرب اور روح کا اُسکے دیدار فرحت آثار سے بشاش ہونا تمام نعما جنت سے بڑھکر ہے اور یہ تو کوئی مسلمان بھی نہین کہتا
ہے کہ جنت صرف اس عالم کی شہوات و لذات مین کامیابی حاصل کرنا ہے شاید کسی نے نافہمی سے یہ سمجھکر یون کہا ہو تو
کہا ہو (ع ہمکو معلوم ہے جنت کی حقیقت واعظ ؛ دل کے بہلانے کو لیکن یہ خیال اچھا ہے ؛ وغیر ذلک من الاشعار) بلکہ کل اہل
اسلام اسپر متفق ہین کہ وہ عالم قدس ہے وہان موت بیماری دکھہ درد بڑھاپا وغیرہ عوارضات جسم عنصری کچھہ نہین اور بالخصوص ابرار
تو ہمیشہ مسرت و دیدار ہی مین مستغرق رہین گے ہان یہ بات اور ہے کہ انسان کے اعمال صالحہ و معارف عمدہ عمدہ شکلون مین ظہور
کرینگے اور ان حور اور باغ اور نہرون کا بھی سر ہے پس ان چیزون کو دنیا کی چیزین سمجھکر اعتراض کرنا اور اہل اسلام کا بھی جسمانی
اور مجازی بہشت قرار دینا بڑی غلطی ہے مگر برہمو کا لفظ صرف اسی طرف اشارہ کرتا ہے اگر یہ ہے تو بڑے دہوکے مین پڑے ہوے
ہین ؛ خانصاحب بہادر تو اپنی تفسیر کے صفحہ ۲۳ مین ان دونون کے مقلد ہوکر جامہ سے باہر ہوگئے ہین اور جوش و خروش مین
آکر علماء اسلام اور سلف کو بہت کچھہ کہا ہے اور جنت کی نسبت بھی بڑی دریدہ دہنی کی ہے پھکڑ اڑایا ہے تاکہ اہل اسلام خجل ہوکر
اس عقیدہ سے نفرت کرین سب سے پیشتر مین خانصاحب کے قول کو مختصر ملخص کرکے بیان کرتا ہون اور پھر اُسکی پھکڑ بازی کو
خانصاحب کہتے ہین کہ جنت کی ماہیت جو خدا اور رسول نے (آیت فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا اُخْفِیَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْیُنٍ اور حدیث اعددت لعبادی
الصالحین مالا عین رأت ولا اذن سمعت ولا خطر علے قلب بشر) مین بتلائی ہے وہ یہ ہے کہ اُسکو کوئی نہین جانتا کس لئے
کہ انسان اُسی چیز کو جان سکتا ہے کہ جو حواس خمسہ سے محسوس ہوے اور جنت کا کسی انسان نے حواس خمسہ سے حس نہین کیا
پس اُسکا بیان کرنا (گو خدا تعالیٰ ہی چاہے) محال بلکہ محال سے بھی بڑھکر ہے کس لئے کہ انسان کی کیفیات دنیا رنج و خوشی کی بھی کوئی
کیفیت نہین بتا سکتا - اس تقدیر پر اگر جنت کی حقیقت بھی باغ اور نہرین اور موتی اور چاندی سونے کی اینٹون کے مکانات
اور دودہ اور شراب و شہد کے سمندر اور لذیذ میوے اور خوبصورت عورتین اور لونڈی ہون تو یہ آیت و حدیث کے برخلاف ہے
کیونکہ انکو تو انسان جان سکتا ہے غایت الامر اس قسم کی عمدہ چیزون کو حواس سے نہین جانتا تو یہ کچھ بات نہین کیونکہ عمدگی ایک
امر اضافی ہے اسکو جہانتک ترقی دیتے جاؤ انسان کے دل مین اُسکا خیال گزر سکتا ہے پس یہ چیزین بقدر طاقت بشری

تمثیل کے طور پر سمجہانے کے لئے مذکور ہوئی ہین ۔ ورنہ درحقیقت نہ بہشت مین نہرین و بہشت و دوزخ راحتون اور لذتون اور رنج اور تکلیفونکا نام ہے مگر چونکہ انبیاء علیہم السلام کو لوگون کے واسطے مصلحتًا بہت سی باتون سے منع کرنا اور بہت سی باتون سے عمل مین لانا بیان کرنا پڑتا ہے اور آدمی کی جبلی بات ہے کہ وہ کسی کام سے جو باز رہتا ہے تو کسی خوف سے اور کرتا ہے تو کسی لالچ سے پس اس راحت و رنج کو ہر نبی نے لوگون کے حسب حال تعبیر کیا ہے موسیٰ نے جنت کی فراغ دستی کثرت اولاد و مال صحت و فتحمندی کے ساتھ اور دوزخ کو قحط و باء مغلوبی کے ساتھ تعبیر کیا ہے کیونکہ بنی اسرائیل انہین باتون کی رغبت اور انہین سے نفرت رکہتے تھے اور محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو ایسی تشبیہون مین بیان کیا ہے کہ جو تمام جہان کی طبیعتون پر حاوی تھی کس لئے کہ خواہ کوئی کسی گرم یا سرد ملک کا رہنے والا ہو اسکو عمدہ مکانون و باغ اور خوبصورت عورت اور لذیذ کھانے سے رغبت ہوتی ہے اور آگ مین جلنے اور لہو پیپ کہانے سے دل ڈرتا ہے اور رفارمر یعنی ناصحون کا یہی کام ہے انتہیٰ ملخصًا اس قول کا تفصیلی جواب تو ہم مقدمہ کتاب مین دے چکے ہین مگر اجمالًا یہان اسقدر کہتا ہون کہ (۱) آیت اور حدیث کا یہ مطلب ہرگز نہین کہ جنت کو کوئی نہین جان سکتا بلکہ یہ مطلب کہ جنت مین جو کچھ جزئیات امور یوگا فیونا ہین آوینگے انکو اور تفصیلی حالات کو کوئی شخص نہین جانتا اور نہ دل مین انکا خیال آسکتا ہے کس لئے کہ اُس عالم کا اور حال ہے ۔ اسی عالم مین دیکہئے جنہون نے لندن اور پیرس کے مکانات اور دیگر لوازمات عیش نہین دیکہے نہ انکا نقشہ دیکہا نہ تفصیلًا حال سنا اور اسپر یہ شخص کسی گانون کا رہنے والا بہی ہو کہ جہان جہپر اور کہپریل کے سوا اور کچھہ نہو تو کہہ سکتے ہین کہ وہ جزئیات تفصیلًا اسکے خیال مین نہین آسکتے باوجودیکہ اس سے وہان کے اجمالی حالات بہی بیان کئے جاوین (کہ وہان عمدہ عمدہ کمرے اور نفیس نفیس بلور اور شیشہ کے آلات و ظروف اور نہایت خوبصورت خدام اور نہایت عمدہ کھانے ہین) مگر تب بہی باعتبار علم تفصیلی کے اُسپر یہ صادق آتا ہے کہ اُسنے نہ اُن چیزون کو آنکہہ سے دیکہا ہے نہ کانون سے سنا ہے نہ اسکے دل مین ان چیزون کا خیال گزرا ہے الغرض اجمالًا علم ہونا اور تفصیلًا اس علم کا سلب کرنا یہ کچھ منافات نہین رکھتا جس نے ایسا غوجی بہی پڑہی ہوگی یہ تو وہ بہی جانتا ہوگا کہ تناقض مین اتحاد جہت شرط ہے ۔ پس خانصاحب نے جو اسقدر پانی کی باڑ باندہی ہے یہ سب آیت و حدیث نہ سمجہنے کا نتیجہ ہے پس جنت مین حور اور باغ اور دیگر امور مذکورہ فی القرآن کا ہونا اس آیت و حدیث کے برخلاف نہین (۲) اگر یہی مطلب تسلیم کیا جاوے کہ آیت و حدیث سے جنت کی حقیقت عدم علم مطلقًا ثابت ہوئی تو پہر خانصاحب کا یہ کہنا بہی (کہ جنت و دوزخ کی حقیقت ہر طرح کی راحت اور رنج ہے اور یہ حور اور آگ جو بیان ہوے تو تمثیلًا نہ حقیقۃً الخ) آیت و حدیث کے برخلاف ہے کیونکہ وہان تہا کہ کوئی جانتا ہی نہین یہان جانا تو سہی اور نہین اسقدر تو جنت کو جانا کہ وہ راحت ہے وفیہ تناقض صریح لا یتفوّہ بہ من لہ ادنیٰ شعور +

(۳) اگر بفرض محال علم و ادراک کا انحصار حواس خمسہ ہی پر تسلیم کر لیا جاوے تو بندہ کے قصور سے خدا تعالیٰ قادر مین کیون

عجز لازم آیا کہ جو اُسکو جنت کا بتلانا محال بلکہ محال سے بھی بڑھکر ہو گیا اور حضرت موسیٰ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بلکہ آپ نے بیان کردیا اب عام ہے کہ حقیقت جنت کا علم بالکنہ ہو یا بکنہ ہو یا بالوجہ ہو یا بوجہ ہو ⁂

(۴) آپ کے نزدیک جنت اُس راحت کا نام ہے کہ جسکو موسیٰ علیہ السلام نے ترقی رزق وغیرہ اُمور دنیا سے تعبیر کیا ہے جس سے صاف معلوم ہوا کہ اس عالم میں آرام پانا جنت ہے وذلک فاسد لا یقول احد من اہل الکتاب واہل الاسلام

(۵) آپ کے بیان سے ثابت ہوا کہ دراصل جنت و دوزخ کچھ نہیں پیغمبرون یارفارمرونکو جب لوگون کو کسی فعل یا اسکے ترک پر آمادہ کرنا منظور ہوتا ہے تو وہ جنت و دوزخ کا اژدہا بنا کے بیان کرتے ہیں اور محض بے اصل بات کو یعنی حور وقصور باغ وانہار کو یا آگ وطوق کو شاعرون کی طرح خیالات بندی کرکے دکھلاتے ہیں معاذ اللہ اس سے بڑھکر کیا کفر والحاد ہوگا اس انکار کی سزا وہی جہنم ہے ہذہ النار التی کنتم بہا تکذبون چند روز صبر کیجئے پھر معلوم ہو جائیگا۔ اور بالفرض آپ کا خیال صحیح نکلا تو ہمیں کیا فکر ہے مگر جبکہ آپکا خیال غلط نکلا تو دیکھیے اسکا کیا نتیجہ ہوتا ہے بہرطور تم خطرہ میں ہو ⁂

چھکڑ باز ہی

کے یہ اقوال ہیں قولہ صفحہ ۳۰۔ یہ سمجھنا کہ جنت مثل ایک باغ کے پیدا کی ہوئی ہے اسمین سنگ مرمر اور موتی جڑاؤ محل ہیں باغ میں شاداب سرسبز درخت ہیں دودہ وشراب وشہد کی ندیان بہ رہی ہیں ہرقسم کا میوہ کھانے کو موجود ہے ساقی وساقنین نہایت خوبصورت چاندی کے کنگن پہنے ہوئے جو ہمارے ہان کی گھوسنین پہنتی ہیں شراب پلا رہی ہیں ایک جنتی ایک حور کے گلے میں ہاتھ ڈالے پڑا ہے ایک نے ران پر سر دھرا ہے ایک چھاتی سے لپٹا رہا ہے ایک نے لب جانبخش کا بوسہ لیا ہے کوئی کسی کونہ میں کچھ کر رہا ہے کوئی کسی کونہ میں کچھ ایسا بیہودہ پن ہے جس پر تعجب ہوتا ہے اگر بہشت یہی ہے تو بے مبالغہ ہمارے خرابات اس سے ہزار درجہ بہتر ہیں۔ ہمارے علماء اسلام نے الخ بسبب اپنی رقت قلبی کے الخ یہ طریقہ اختیار کیا تھا کہ جو امر الفاظ سے مستفاد ہوتا ہے اسکو تسلیم کرلین الخ اسواسطے وہ بزرگ تمام ان چیزون کو تسلیم کرتے ہیں کہ جن کو کوئی بھی تسلیم نہیں کرسکتا اور جو عقل اور مذہب کی بزرگی اور تقدیس کے برخلاف ہیں وقال صفحہ ۴۰ اور ایک کوڑمغز ملا یا شہوت پرست زاہد یہ سمجھتا ہے کہ درحقیقت بہشت میں نہایت خوبصورت ان گنت حورین ملینگی شراب پئین گے میوے کھاوینگے الخ اقول اس جہالت اور بیباکی کی سزا ابدی جہنم ہے اور جو دنیا میں الہامی احکام جاری ہوں تو ایسے دشمن خدا کی گردن ماری جاوے ⁂

إِنَّ اللّٰهَ لَا يَسْتَحْيِي أَنْ يَضْرِبَ مَثَلًا مَا بَعُوضَةً فَمَا فَوْقَهَا فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا فَيَعْلَمُونَ أَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ

اللہ نہین شرم کرتا کہ ایک مچھر کی یا اس سے بھی بڑھکر کوئی مثال بیان کرے پس جو ایماندار ہین جانتے ہین کہ یہ مثال ٹھیک ٹھیک ہمارے رب کیطرف سے ہے

رَبِّهِمْ وَأَمَّا الَّذِينَ كَفَرُوا فَيَقُولُونَ مَاذَا أَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا يُضِلُّ بِهِ كَثِيرًا وَيَهْدِي بِهِ كَثِيرًا وَمَا يُضِلُّ

اور جو کافر ہین وہ کہتے ہین کہ خدا نے اس مثل بیان کرنے سے کیا ارادہ کیا ہے (اللہ تعالیٰ جواب دیتا ہے) وہ اس سے بہتونکو گمراہ کرتا ہے اور بہتونکو اس سے ہدایت کرتا ہے اور سوا

بِهِ إِلَّا الْفَاسِقِينَ الَّذِينَ يَنْقُضُونَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مِيثَاقِهِ وَيَقْطَعُونَ مَا أَمَرَ اللّٰهُ بِهِ أَنْ يُوصَلَ وَيُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ أُولٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ

بدکارونکے اور کسیکو اس سے گمراہ نہین کرتا۔ جو کہ اللہ کے عہد کو مضبوط باندھکر توڑدیتے ہین اور جس کے جوڑنے کا خدا نے حکم دیا اسکو کاٹتے ہین اور ملک مین فساد مچاتے ہین یہی لوگ نقصان پانے والے ہین

ترکیب

اللہ اسم انّ لا یستحیی الخ اسکی خبر جملہ اسمیہ مستانفہ ہو الا یستحیی بمعنی لا یترک فعل با فاعل مثلاً مفعول یضرب ما ابہامیہ کہ جو نکرہ کو ابہام اور شیوع زیادہ دیتا ہے کقولک اعطنی کتابا ما اسے ای کتاب کان زائدہ ہے جیسا کہ اس قول مین فبما رحمۃ من اللہ اے برحمۃ من اللہ بعوضۃ عطف بیان ہے مثلاً کا اور ممکن ہے کہ ما کو نکرہ موصوفہ اور بعوضۃ کو اسکی صفت قرار دیا جاوے فما فا سے عطف کے لئے اور ما نکرہ موصوفہ فوقہا اسکی صفت بعوضۃ معطوف علیہ پس یضرب اپنے فاعل و مفعول اور اسکے متعلقات سے ملکر ان مصدریہ کی وجہ سے تاویل مصدر مین ہوکر مفعول ہو الا یستحیی کا فاما فا سے تعقیبیہ کس لئے کہ مرتبہ تفصیل اجمال کے بعد ہے اما وہ حرف ہے کہ جو کسی امر مجمل کی تفصیل کے لئے آتا ہے اور اسمین شرط کے معنی بھی ہین اسلئے اسکے جواب مین فا آتی ہے اسکے بعد جو اسم آتا ہے اسکو مبتدا اور جسپر فا داخل ہوتی ہے اسکو خبر کہتے ہین پس الذین آمنوا مبتدا فیعلمون الخ اسکی خبر اور اسی طرح واما الذین کفروا۔ ما استفہامیہ مبتدا ذا بمعنی الذی اراد اللہ بہذا الخ اسکا صلہ مجموعہ خبر ما اور ممکن ہے کہ ماذا کل ایک اسم ہو بمعنی ای شیء اور یہ منصوب المحل ہو اراد سے مثلاً حال ہے ہذا سے یا تمیز ہے یضل بہ یہدی بہ الخ معطوف اور معطوف علیہ ملکر جملہ مستانفہ ہے یا جواب ہے ماذا کا یا ان دونون جملون کا کہ جنکے ابتدا مین اما ہے بیان ہے میثاق مصدر ہے بمعنی الایثاق یا اسم لما یقع بہ الوثاقۃ۔ باقی سب ترکیب واضح ہے ٭

تفسیر

اس سے پیشتر جبکہ خدا تعالیٰ نے منافقون کا حال آگ جلانے والون اور مینہ والون کے ساتھ مثال دیکر بیان کیا اور پھر اثبات نبوت مین آکر یہ فرمایا کہ اگر تم اس قرآن کو خوبی مین ایسا اعلیٰ نہین تسلیم کرتے کہ جو بشر کی طاقت سے باہر اور جو خاص مبدا فیض سے نازل ہوا ہے یعنی اگر تم اسکو منجانب اللہ نہین مانتے تو تم بھی اسکے برابر کے دکھاؤ پس جب وہ عاجز آئے (حالانکہ اس بارہ مین انہون نے مجلسین بھی منعقد کین بڑے بڑے نامور شاعرون اور جادوگرون و کاہنون کو بھی شریک کیا مگر کسیکی جرات نہ پڑی اور جو کسی نے کچھ جواب مین کہا جیسا یمامہ کا ایک شخص ابو مسیلمہ کذاب والنساء ذات الفروج الخ اور الفیل وما ادراک

ما القیل ذنبہ قلیل وخرطومہ طویل وانہ من خلقۃ ربک لقلیل وغیرہ خرافات بناکرلایا تو قبل زینکہ انحضرت علیہ السلام کے مقابلہ مین پیش کیا جاتا اس پر وہین اُسکے ہم قوم اور ہم زبانون نے قہقہہ اُڑایا[1] اور کوئی بات تو نہ بن آئی مگر یہ عیب نکالا کہ اگر یہ خدا کا کلام ہے تو تعجب کا مقام ہے کہ وہ ایسا جلیل القدر ایسی چھوٹی چھوٹی چیزون کے ساتھہ مثال دیکر بیان کرتا ہے خدا تعالی جواب دیتا ہے کہ خدا کو مچھر یا اُس سے بھی چھوٹی چیز کے ساتھہ مثال دینے سے شرم نہین آتی کس لیے کہ مثال سے غرض ایک حال کا اظہار ہے اور امر معقول کو محسوس بناکے دکہانا اور سمجہانا مقصود ہوتا ہے جیسا حال ہوگا اُسی قسم کی چیز سے مثال دیجائیگی مثال کی خوبی یہ ہے کہ جسکے ساتھہ مثال دی ہے اُس سے وہ شے کہ جسکی مثال دی ہے مناسبت کہتی ہو عام ہے کہ وہ چیز چھوٹی ہو یا بڑی مچھر ہو یا اُس سے بھی کم پس جو مومن ہین اور اُنکو خدا نے نور فطرت عطا کیا ہے وہ جان جاتے ہین کہ یہ مثال درست ہے اور خدا تعالے نے ہمارے سمجہانے کے لئے بیان کی ہے اور جو کافر ہین نور بصیرت سے محروم ہین وہ طعن کرکے کہتے ہین کہ خدا کو ایسی مثالون سے کیا غرض ہے ؟ اللہ تعالی جواب دیتا ہے کہ ہان ان سے یہہ مقصد ہے کہ بہت سے لوگ ان مین غور و فکر کرکے عمدہ نتیجہ نکالتے ہین اور بہت سے نکتہ چینیان کرکے فوائد سے محروم رہتے ہین مگر فوائد سے وہی محروم رہتے ہین کہ جو فاسق ہین اور خدا کے عہد کو کہ جو روز میثاق کیا تہا (کہ ہم تیری اطاعت کرینگے) مضبوط باندہکر توڑتے اور زمین پر چوری اور افشاء الحاد و کفر و ظلم و جور کرکے فساد مچاتے ہین اور جس بات کے قایم رکہنے کا خدا نے حکم دیا تہا کہ اُسکو برپا رکہین گے (یعنی والدین اور دیگر اقارب کے حقوق اور باہمی رحمدلی) اُسکو برپا نہین رکہتے پس یہی لوگ بدنصیب و زیانکار ہین دنیا مین بہی اپنے اعمال بد کا نتیجہ بُرا پاوینگے اور آخرت مین بہی سختی اُٹھاوینگے اب چار دن نفس کو خوش کرلیا تو کیا ؟

متعلقات

حیا | نفس انسان کا بدنامی اور برائی کے خوف سے منقبض ہونا اور متغیر ہوجانا ہے پس یہ انسان کی وہ حالت متوسطہ ہے کہ جسکے نیچے خجالت ہے کہ جو نفس کے کسی کام سے بالکل باز رہنے کو کہتے ہین اور اُسکے اوپر وقاحت ہے یعنی بے شرمی کی باتون پر جرأت کرنا - یہ حیات سے مشتق ہے اس مناسبت سے کہ یہ حیا قوی حیوانیہ کو اُنکے افعال سے روکتی ہے پہر اس لفظ اور اس قسم کے دیگر الفاظ کا اطلاق جناب باری پر (کہ جو نفس اور انقباض سے پاک ہے) حقیقی طور پر نہین بلکہ ان معانی کو جو لازم ہے وہ مراد ہے مثلاً حیا کو لازم ہے کہ جس کام سے حیا کرے اُسکو ترک کرے اور غضب کو لازم انتقام ہے پس اس سے

[1] آجکل بعض پادریون نے مسلمانون کے مقابلہ مین قرآن مجید کے بے مثل ہونے پر یہہ حجت پیش کی کہ ایسی عبارت تو مسیلمہ کذاب نے بہی بنائی تہی اور مقامات حریری کی بہی ایسی ہی عبارت ہے اور شیعہ کے علماء نے سورہ فاطمہ اور سورہ حسنین قرآن مین ویسی ہی بناکر ملادی ہے الخ مین ان پادریون کی کورمغزی پہ نہایت افسوس کرتا ہون تقول شخصے مدعی سست گواہ چست ان کلامون کے مولف تو خود قرآن کے مقابلہ مین لا ہوکے شرماتے ہین اور پادری لوگ کہ جنکو عربیت کی بو بہی مس نہین وہ سند بناکے لاتے ہین ۱۲ منہ سنہ ۱۲۵ مقتضب حمت غیرہا ۱۲ منہ

مراد ترک اور اُس سے مراد انتقام اور رحمت سے مراد نفع پہنچانا ہے اور یہ قاعدہ کلیہ ہے اسکو اور اُن مقامات پر بھی کہ جہان ذات باری پر وہ الفاظ بولے جاتے ہین کہ جو بندون کے اوصاف پر بولے جاتے ہین لحاظ رکھنا چاہیے ؞

یضل بہ گمراہ کرنا اور دلون پر مُہر لگانا جو قرآن مجید مین مذکور ہے اِس سے بعض ناسمجھ عیسائی اور دیگر نکتہ چین اسلام پر عیب لگایا کرتے ہین مگر اسکا جواب اجمالی اور تفصیلی ختم اللہ کی تفسیر مین دیچکے ہین وہان ملاحظہ کر لو ؞

فاسقین فسق نکلنے کو کہتے ہین عرب بولتے ہین فسقت الرطبۃ عن قشرہا کہ چھوارہ اپنے پوست سے باہر ہوگیا اور عرف شرع مین خدا کی فرمان برداری سے گناہ کرکے خارج ہونے کو کہتے ہین اور اسکے تین درجہ ہین (۱) تغابی یعنی باوجودیکہ گناہ کو بُرا سمجھتا ہے مگر کبھی خواہش نفسانی سے اوسکا مرتکب ہوجاتا ہے (۲) انہماک یعنی گناہ کرنے کی عادت کرلے اور کچھ پروا نکرے (۳) جحود وہ یہ کہ گناہ کو اچھا جانکر عمل مین لاوے اور خدا رسول کے فرمان کی کچھ حقیقت نہ سمجھے۔ اِس تیسرے درجہ مین انسان کافر ہوجاتا ہے اور پہلے دونون درجون تک مومن رہتا ہے کس لئے کہ تصدیق جو اصل ایمان ہے اسکے دل مین باقی ہے پس ایسے شخصون پر تمام احکام اسلام نماز جنازہ و امامت و توریث و مناکحت وغیرہا جاری ہونگے عالم آخرت مین چاہیگا خدا اسکو بلا عذاب جنت مین جگہ دیگا چاہیگا بقدر گناہ سزا دیکر چھوڑ دیگا اور دلیل اسبات پر کہ گناہ کرنے سے ایمان نہین جاتا آیات و احادیث اور اجماع صحابہ ہے قال تعالیٰ وَاِنْ طَآئِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اقْتَتَلُوْا الآیۃ اگر اہل ایمان کے دو گروہ باہم جنگ کرین الخ حالانکہ جنگ باہمی گناہ ہے مگر اُسکے مرتکب کو بھی خدا تعالیٰ نے مؤمن کہا ہے خوارج چونکہ ایمان کا اعمال صالحہ کو جزو قرار دیتے ہین تو گناہ کرنے والے کو کافر کہتے ہین اور معتزلہ چونکہ تصدیق قلب و اقرار باللسان اور اعمال صالحہ کے مجموعہ مرکب کو ایمان کہتے ہین تو اس شخص کو مومن نہین کہتے کیونکہ مجموعہ مین سے ایک جزو اعمال صالحہ نہین پائے جاتے مگر اسکو کافر بھی نہین کہتے کیونکہ کفر مین انکار حق شرط ہے اور انکار پایا نہین گیا پس وہ ایمان اور کفر مین ایک تیسرا مرتبہ فرض کرتے ہین۔ لازم کہ اگر انسان سے بمقتضائے بشریت کوئی گناہ ہو جاوے تو فوراً توبہ کرے دل مین نادم ہو۔ خدا تعالیٰ سے بعجز و انکسار و بچشم اشکبار معافی چاہے اور استغفار کرے وہ غفور رحیم ہے۔ معافی اسکا عام دستور ہے۔

عہد لغت مین اُس چیز کو کہتے ہین کہ جسکی محافظت اور رعایت کی جاتی ہے جیسا کہ وصیت اور قسم اور گھر کو بھی عرب مین اسلئے عہد بولتے ہین کہ ہر پھر کے انسان وہان آتا اور اُسکی طرف رجوع کرنے کی وجہ سے خیال رکھتا ہے۔ اور تاریخ کو بھی اسلئے عہد کہتے ہین کہ اُسکی محافظت ہوتی ہے اور عہد اللہ وہ ہے کہ جو روز ازل اُس نے عالم روحانی مین تمام ارواح کو موجود کرکے باندھا تھا اور سب سے یہ اقرار کروایا تھا کہ میرے سوا کسیکو خدا نہ جاننا جیسا کہ اس آیت مین اُسکی طرف اشارہ ہے وَاِذْ اَخَذَ رَبُّکَ مِنْ بَنِیْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ الآیۃ پھر اسکی شرح اُس حدیث مین ہے کہ جسکو امام احمد نے ابن عباس رضہ اور اُبی بن کعب سے

كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۞

کسطرح انکار کرتے ہو تم اللہ کا حالانکہ تم مردے تھے (معدوم تھے) پس تمکو زندہ (موجود) کیا پھر تمکو ماریگا پھر تمکو زندہ کریگا پھر تم اُسی کے پاس پھر جاؤگے

روایت کیا ہے کہ خدا نے آدم کی پشت سے اُسکی تمام اولاد کو نکالکر پھیلا دیا اور اُنسے یہ کلام کیا الست بربکم کیا مین تمہارا خدا نہین سبنے کہا بلی کہ ہان تو ہمارا رب ہے تب خدا تعالی نے فرمایا کہ مین تمہارے باپ آدم اور آسمان و زمین کو گواہ کرتا ہون تاکہ قیامت کو یون نکہو کہ ہمکو اسکی خبر نہ تھی اب تم جانو کہ میرے سوا کوئی معبود نہین میرا کسیکو شریک نہ بنانا اور مین دنیا مین تمہارے پاس کتابین و نیز اپنے رسول اس عہد کے یاد دلانے کو بھیجونگا الحدیث پس یہ عہد ازلی ہے اور اسکا پرتو انسان کی عقل خدا داد اور فطرت سلیمہ ہے کہ جو (اسکے عجائب مخلوقات سے اور اُسکی ان نشانیون سے کہ جو دنیا مین اور خود انسان کے اندر ہین) اسکے وحدہ لا شریک ہونے پر عہد موثق ہے اور یہ بات ہر انسان مین خدا تعالی نے رکھی ہے اور اسی عہد کو بار امانت کہتے ہین کہ جسکی طرف اس آیت مین اشارہ ہے اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ الآیۃ پھر اس عہد کو انبیا علیہم السلام اور اُنکے معجزات و آیات نے اس عہد کی مضبوطی اور تاکید و تائید ہے جہان انبیا نہین آئے وہان کے لوگ بھی اپنے عہد کے ذمہ دار ہین اگر شرک کرینگے تو جہنم مین بد عہدی کی سزا پاوینگے اور بالخصوص جہان انبیا علیہم السلام کا فیض نبوت پہنچ چکا اور یہ عہد موثق ہوگیا پھر جو اسکو توڑتا ہے اور بھی زیادہ گنہگار ہے بعض مفسرین کہتے ہین کہ اس عہد سے مراد وہ عہد ہے کہ جو موسی علیہ السلام کی معرفت بنی اسرائیل سے لیا تھا اور اُسکی مضبوطی دیگر انبیا علیہم السلام کی معرفت کی گئی تھی کہ میرے انبیاء کو ماننا شرک نکرنا قتل نکرنا احکام عشرہ وغیرہا اس تقدیر پر اس آیت کے مخاطب یہود و نصاری ہین پھر یہ عہد ہر شخص کے ساتھ اور بھی خصوصیت رکھتا ہے بادشاہون کے ساتھ یہ خصوصیت کہ وہ عدل و انصاف کرین علما سے یہ کہ حق نہ چھپاوین مداہنت نکرین انبیاء علیہم السلام سے یہ کہ اُسکے دین کو قایم کرین تفریق نکرین وقس علی ہذا باقی توحید اور اقرار ربوبیت مین تمام بنی آدم شریک ہین جس چیز کے وصل یعنی ملانے کا خدا نے حکم دیا ہے وہ حقوق قرابت حقوق محبت حقوق وطن حقوق ملت ہین واللہ اعلم

ترکیب

کیف استفہام حال کے لئے ہے اور یہان استفہام انکاری ہے تکفرون باللہ جملہ استفہامیہ و ضمیر انتم جو تکفرون کا فاعل ہے ذی الحال اور یہ جملہ معطوف مع معطوف علیہ وکنتم امواتا الخ حال واقع ہوئے ہین ؛

تفسیر

یعنے جبکہ تم یہ جانتے ہو کہ ہم پہلے نیست تھے پھر خدا نے ہمکو موجود کیا ہے اور پھر مرنا ہے اور پھر حشر کو زندہ ہوکر حساب دینا ہے اور اُسکے پاس جانا ہے تو پھر کیون کفر مین پڑتے اور انکار کرتے ہو کس لئے کہ یہ عقل کا مقتضے نہین کہ جس نے ایسے ایسے انعام کئے

ہون اور آئندہ اُس سے اُمید بہتری کی ہو اور برائی کی سزا کا کھٹکا ہو پھر اُسکی نافرمانی اور ناسپاسی کی جاتی اور اُس کے رسول سے عداوت باندھکر قرآن کا انکار کیا جاوے ✤

ربط

اس آیت کا پہلی آیتون سے بھی اس تقریر و تفسیر سے آپ کو معلوم ہو گیا ہوگا۔ وہ یہ کہ جب قرآن مجید کا اعجاز اور کلام الٰہی ہونا ثابت ہوگیا اور مخالفین کے بیجا اعتراض کا بھی جواب ہو چکا تو اس آیت سے لیکر یابنی اسرائیل اذکروا نعمتی التی انعمت علیکم تک اپنی وہ نعمتیں بندون کو بتلاتا ہے کہ جنمین خاص و عام سب شریک ہین اور ان نعمتون کے ذکر مین مبدء و معاد کے متعلق بہت سی باتین بھی بتاتا ہے تاکہ قرآن کا اعجاز اور بھی دلنشین ہو جاوے اور یہ بات ثابت ہو جاوے کہ اب جو ان لغو شکوک سے قرآن کا انکار کرتا ہے تو وہ ایسے منعم اور منتقم کا انکار اور نافرمانی کرتا ہے جو عقلاً کسی حال مین درست نہین ✤

متعلقات

وکنتم امواتا | موت سے مراد عدم ہے یہ ظاہر ہے کہ ازلی و ابدی خدا تعالیٰ ہے اُسکے سوا جو کچھ ہے پہلے معدوم اور نیست تھا پھر اُسکے ارادہ سے موجود ہوا ہے انسان کی نسبت تو یہ امر اور بھی ظاہر ہے کس لئے کہ انسان جب غذائین کھاتا ہے تو اُس سے بدن مین خون بنتا ہے اور بیشتر وہ غذائین عناصر محض تھین یعنی آگ و ہوا و پانی و خاک مگر ترکیب پاکر اُن سے درخت یا خوردنی حیوانات بنے الغرض خاک و پانی وغیرہا غذائین بنین اور پھر پیٹ مین جاکر خون ہوگئین پھر وہ خون استحالات کے بعد منی بنا پھر وہ منی عورت کے رحم مین علقہ اور مضغہ بنا پھر اوسمین ہڈیان گوشت پوست نمودار ہوا پھر بچہ جاندار بنکر باہر آیا سو یہ بات کہ پہلے ہم اموات تھے پھر خدا نے ہمکو زندہ کیا (کس لئے کہ ماں باپ کی اسمین کوئی کاریگری نہین) مشاہدہ سے معلوم ہوتی ہے اور اس زندگی مستعار کے بعد مرنا بھی مشاہدہ سے معلوم ہوتا ہے ؎ نہ گور سکندر نہ ہے قبر دارا ✤ مٹے نامیون کے نشان کیسے کیسے ✤

اب رہا | ثم یحییکم | کہ مرکر پھر زندہ ہونا ہے اس دلیل سے ظاہر ہے کہ جس نے ابتداءً زندہ کردیا دوبارہ زندہ کرنا اُسکو کیا مشکل ہے؟ جب یہ ہے تو | ثم الیہ ترجعون | مین کہ اُسکے پاس حساب کتاب کے لئے پھر جانا ہے کیا شک ہے؟ گویا یون کہنا چاہیے کہ انسان ملک عدم سے کوچ کرکے ملک ہستی مین آیا پھر یہان سے انتقال کرکے ایک اور عالم مین جائیگا کہ جسکو باعتبار اس حیات کے موت کہتے ہین لیکن چندے وہان آلودگی جسمانی کے اثر مین مبتلا رہیگا پھر اُس سے پاک ہوکر ایک کامل حیات پاویگا اور جب یہ تکدر بالکل جاتا رہیگا تو خدا تعالیٰ کے روبرو ظہور کلی یعنی حشر کے روز حاضر ہوگا۔ اس تھوڑے سے کلام مین کسقدر مبدء و معاد کے احوال اجمالاً مذکور ہین؟ تورات حال مین چونکہ زمین و آسمان کی آفرینش سے لیکر حضرت موسیٰ تک کی تاریخ بیان ہے اسلئے عیسائی اہل اسلام سے معارضہ کیا کرتے ہین کہ الہامی کتاب کے لئے ضرور ہے کہ وہ انسان کی بلکہ زمین و آسمان کی ابتداء و انتہا اور انجام بتلاوے کیونکہ ان

باتون کے ادراک مین عقل کا قافیہ تنگ ہے پس یہ باتین قرآن مین نہین اسلیئے وہ کلام الٰہی نہین۔ پادریون کو ایسی باتین
لکھتے اور کہتے شرم نہین آتی۔ قرآن کی اس آیت مین جسقدر یہ بیان ہے وہ توراۃ مین کہان ہے؟ علاوہ اسکے اور جا بجا
قرآن نے اس امر کو نہایت خوش اسلوبی سے بیان کیا ہے مگر ہم اسکو کیا کرین کہ وہ لوگ سلسلہ وار تاریخ کی کتاب پر جلد ایمان
لاتے ہین اور ایسے کلام معجز نظام کو نہین سمجھتے ۞

نکات

۱ الیہ ترجعون مین اس طرف اشارہ ہے کہ تمام عالم بالخصوص انسان محض اُسکے وجود کا ظل ہین جس طرح کہ دہوپ آفتاب
کا ظل ہے پس جس طرح بتخصیص شیونات ہر چیز بالخصوص انسان اُس مبدا سے چلا ہے اسی طرح پھر اُسکی طرف تجرد ہوتے ہوتے
(کہ جو موت سے حاصل ہوتا ہے اور اسی لیئے موت کو نعماء مین شمار کیا ہے ورنہ موت فی نفسہٖ نعمت نہین) وہین جا کر منتہی ہوگا
کیونکہ رجوع کے معنی یہ ہین کہ جہان سے جاوے پھر وہین ہٹ کر آوے جس طرح کہ کرہ مین جہان سے ابتدا ہوتی ہے وہین
آکر انتہا ہوتی ہے اسی طرح خدا تعالیٰ چونکہ ہر شے پر محیط ہے (انہ بکل شئ محیط) اُسی سے ابتدا ہے پھر اُسکی طرف انتہا ہے
لیکن احاطہ جسمانی نہین۔ پس کفر و الحاد ہر طرح کی بے دینی شہوت پرستی روح کے لیئے اُسکی طرف رجوع ہونے مین چونکہ موانع
اور عوائق ہین جیسا سڑک پر چلنے والے کے لیئے خار و دیوار یا اینٹ پتھر اسلیئے انبیاء علیہم السلام اس سلوک تمام کرنے کے لیئے ان
چیزون سے منع کرتے ہین کیونکہ اُسکے پاس پہنچنا کہ جو مرکز اصلی ہے مظہر جنت ہے اور اس کے قرب کا فرح و سرور مظہر حور
و قصور ہے اَلَا بِذِکْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ

۲ اگرچہ بظاہر فاعل تکفرون سے وکنتم امواتا حال نہین ہو سکتا کس لیئے کہ جب جملہ ماضویہ کو حال بناتے ہین تو لفظ قد مقدر
مانتے ہین کیونکہ قد ماضی کو حال سے قریب کر دیتا ہے حالانکہ ماں کے پیٹ مین بیجان ہونے کا زمانہ جو کنتم امواتا سے سمجھا جاتا ہے
دور ہے لیکن اس امر کی طرف اشارہ کرنے کے لیئے حال بنایا کہ گو وہ زمانہ بعید ہے مگر ایام زندگانی چونکہ باد صبا کی طرح یون
ہی گزر جاتے ہین جسکی سو برس کی عمر ہوگی وہ ایام طفولیت کے وقائع کو کل کی بات کہا کرتا ہے۔ خواجہ دردؔ فرماتے ہین
ع گزرون ہون جس خرابہ پہ کہتے ہین ہان یہ لوگ ۞ ہے کوئی دن کی بات یہ گھر تھا یہ باغ تھا ۞ یہ تو کیا آنکھ بند ہونے کے
بعد تو ہزارہا سال کے زمانہ کو یوم اور بعض یوم کہین گے اسلیئے اسکو حال بنایا ۞

۳ گو اس تقدیر پر کہ ثم یمیتکم ثم یحییکم ثم الیہ ترجعون کا بظاہر عطف وکنتم امواتا پر صحیح نہین ہوتا کیونکہ یہ امور تو زمانہ آئندہ مین
پیش آئینگے پس تکفرون سے بذریعہ عطف کہ جو زمانہ حال کو چاہتا ہے حال نہین بن سکتے مگر یہان بھی وہی نکتہ مرعی ہے کہ گو
یہ امور ایک عرصہ بعد پیش آوینگے جیسا کہ لفظ ثم باواز بلند کہہ رہا ہے مگر بقول عرب ما اقرب ما ہو آت و ما ابعد ما ہو فات آنے والی چیز

هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُم مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا ثُمَّ اسْتَوَىٰ إِلَى السَّمَاءِ فَسَوَّاهُنَّ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ

اللہ وہ ہے کہ جسنے تمہارے لیئے جو کچھہ زمین مین ہے پیدا کیا پہر آسمان کی طرف متوجہ ہوا تو اُنکو سات آسمان بنایا اور وہ ہر چیز جانتا ہے۔

گویا عاقل کے رو برو کہڑی ہے پس اس نکتہ کے لیئے اُس آیندہ زمانہ کو حال بنایا گویا یہ بات بتلادی کہ تمہارے پیدا ہونے کا اور پہر مرنے کا زمانہ دونون ملے ہوے ہین پس جب یہ ہے تو اس جو دبین العدمین کالظہر بین الدّمین پر بہولکر خدا کو بہولنا اور اس بے حقیقت ہستی کے گہمنڈ مین خدا تعالی سے اکڑنا کفر کرنا بڑی حماقت ہے۔ بلغا کا عام دستور ہے کہ وہ وجود شئے کو عدم اور عدم کو وجود اور بُعد کو قرب اور قرب کو بُعد اعتبارات لطیفہ سے قرار دیکر کلام کرتے ہین +

سہم اسکو اس خوش اسلوبی سے بیان کیا اور اسکو اول کلام کا تتمہ یا نتیجہ اور اُسکے بعد کے کلام کا توطیہ تمہید کہین تو بجا ہے۔ پس اسکے بعد اس دوسری نعمت کو بیان کرتا ہے کہ جسکو وجود انسان از بس مقتضی ہے اور جسکے بغیر اسکو دم بہر بہی چارہ نہین پس فرماتا ہے

ترکیب

ہو مبتدا الذی موصول خلق فعل با فاعل لکم متعلق ہے خلق کے ما موصول ثانی ذی الحال فی الارض ثبت کے متعلق ہوکر اسکا صلہ ہوا جمیعًا بمعنی مجتمعًا حال ہے۔ یہ ما اپنے صلہ اور حال سے ملکر مفعول ہوا خلق کا اور پہر خلق تمام جملہ ملکر صلہ ہوا الذی کا پہر الذی خبر ہوئی ہو کی ثم کلمہ تراخی استوی بمعنی قصد فعل با فاعل الی السماء متعلق ہے استوی کے فسوّٰھن مین سوّی بمعنی جعل و خلق فعل ضمیر اسکی فاعل ہن ضمیر جمع مؤنث راجع ہے السماء کی طرف اگر اس سے مراد اجرام لیا جاوے ورنہ مبہم ہے اس کی تفسیر سبع سموات ہے اور اول تقدیر پر بدل ہے۔ ہو مبتدا بکل شئے علیم خبر +

تفسیر

یہ دوسری نعمت خدا تعالی یاد دلاتا ہے کہ جو پہلی نعمت پر مترتب ہے یعنی تم اُس خدا سے کیونکر روگردانی کرتے ہو کہ جسنے تمکو معدوم سے موجود کر دیا اور پہر موجود کرکے یون ہی پریشان و بے سامان نہین چہوڑا بلکہ تمہارے فائدہ کے لیئے زمین کی ہر ایک چیز کو پیدا کیا ع ابر و باد و مہ و خورشید و فلک در کارند ۔ پہر اُس نے آسمان کی طرف توجہ کی تو اُسکے طبقے بنا دیئے کیونکہ زمین کی چیزون کا سرانجام پانا آسمانی اور علویات کی تاثیر بغیر نہین ہو سکتا اگر آفتاب نہوتا یا مہتاب اور ستارے نہوتے تو پہل پہول ہزارون چیزین نہوتین الغرض زمین کی چیزون کو آسمانون اور آسمانی چیزون سے ایک عجیب ربط ہے اسلیئے کہہ سکتے ہین کہ جو کچھہ رزق و روزی ہے وہ آسمان سے آتی ہے وفی السماء رزقکم وما توعدون اور یہ اسلیئے کہ وہ خدا تعالیٰ ہر چیز کا علم رکہتا ہے ہر چیز کی مصلحتین اور اسرار اُس کو معلوم ہین +

متعلقات

استوی کے معنی لغت مین قصد کرنے کے ہین بولتے ہین استوی الیہ کالسہم المرسل جبکہ کوئی کسی چیز کا قصد مصمم کرے اور ادھر اُدھر نہ میلان کرے اور اصل استوا کی طلب مساوات ہے اور سیدھی چیز کو مستوی اسلئے کہتے ہین کہ اُسکے اجزا باہم مساوی یعنی برابر ہوتے ہین جیسا کہ سطح اور خط اور جسم مگر یہ معنی جناب باری کے لیے تجویز کرنا جائز نہین کیونکہ وہ جسمیت سے پاک ہے اور جن لوگون نے اس قسم کے الفاظ سے یہ بات نکالی (کہ وہ آسمان یا عرش پر سیدھا کھڑا ہوتا ہے یا بیٹھتا ہے جسطرح کوئی اپنی کرسی و تخت پر بیٹھتا ہے اور پھر اسکی تائید مین کچھ احادیث لائے ہین کہ جن مین بیشتر تیسری چوتھی صدیون کے محدثین کی وہ حدیثین ہین جو رطب و یابس کا مجموعہ ہین) سو یہ بڑی غلطی ہے اور پھر اصرار و غلو کرکے رسائل لکھنا اور عرشی فرشی کہلانا ایک سادہ لوحی اور تعصب بیجا ہے اعاذنا اللہ منہ

السماء مین ہمزہ واو سے بدل ہی یعنی پیشتر واو تھا اور جو واو کہ الف کے بعد زائد ہوتا ہے بیشتر عرب اُسکو ہمزہ سے بدل لیتے ہین لغت مین لفظ سما کا چند معانی پر اطلاق ہوا ہے بادل کو بھی کہتے ہین اور اُفق کو بھی - ایک شاعر کہتا ہے ؎ فاواہ لذکرہا اذا ما ذکرتہا و من بعد ارض بیننا و سماء + کہ جب مین اُس محبوبہ کو اور پھر وہ جو مجھ مین اور اس مین زمین کے ٹکڑے اور اُنکے اوپر آسمان فاصل ہین اُنکو خیال کرتا ہون تو دل سے ایک آہ نکلتی ہے ۔

اُوپر او پر کی جانب کو بھی اور اُس نیلی چھت کو بھی کہ جو ایک گول گنبد سا نظر آتا ہے اور وہ جو قرآن مین جا بجا سما کا ذکر ہے کہ ہم نے اُسکو اپنے ہاتھ سے بنایا والسماء بنیناہا باید - انا زینا السماء الدنیا بزینة الکواکب کہ ہم نے پہلے آسمان کو ستارون سے زینت دی افلم ینظروا الی السماء فوقہم کیف بنیناہا و زیناہا و ما لہا من فروج کیا نہین دیکھا اُنہون نے اپنے اوپر آسمان کو کہ کس طرح بنایا ہم نے اُسکو اور زینت دی اُسکو اور اُسمین کوئی درز نہین الذی خلق سبع سموات طباقا ما تری فی خلق الرحمن من تفاوت فارجع البصر ہل تری من فطور ثم ارجع البصر کرتین ینقلب الیک البصر خاسئا و ہو حسیر اُس نے سات آسمانون کو اوپر تلے بنایا اے دیکھنے والے تجھ کو خدا کی پیدایش مین کچھ تفاوت نہ معلوم ہوگا - دوبارہ نظر کو آسمانون کی طرف پھرا تیری نگاہ تھک کر خیرہ ہو کر رہجائیگی - وغیرہا من الآیات پس سب سے وہی اخیر معنی مراد ہین کہ جسکو ہماری زبان مین آسمان اور ہندی مین اکاش اور انبر کہتے ہین ور ہر زبان مین اُسکا نام ہے اور جسکو تمام عرب و عجم ہند و روم اہل یورپ قدیم زمانہ سے ابتک ایسا ہی سمجھتے ہین کہ خدا نے آسمانون کو بنایا ہے ہم اُنکو دیکھتے ہین اُن مین کوئی شگاف اور درز نہین کہ جو خدا کی صنعت مین قصور ثابت کرے اور یہ ستارے آسمان پر لگے ہوے ہین اگر کسی پڑھے ہوے سے پوچھیگا تو وہ بھی یہی کہیگا اور اَن پڑھ بلکہ جنگل کے رہنے والون جنگلیون سے دریافت فرمائیگا تو وہ بھی یون ہی کہین گے جس سے معلوم ہوا کہ یہ مسئلہ بھی منجملہ اُن مسائل کے ہے کہ جسکا علم انسان کی فطرت اور جبلت مین یکسان رکھا گیا ہے اور اسی فطری علم پر

خداتعالی اپنے کلام مین انسان کو مخاطب کرکے اپنی عجائبات قدرت کی طرف متوجہ کرتا ہے اور تمام انبیا علیہم السلام بھی اسی نہج پر کلام کرتے چلے آئے ہین چنانچہ تورات اول کے پہلے باب مین یہ لکھا ہے - ابتدا مین خدا نے آسمان و زمین کو پیدا کیا - (۸) اور خدا نے فضا کو آسمان کہا (۱۰) اور خدا نے خشکی کو زمین کہا - پھر اسی کتاب کے ۷ باب مین طوفان نوح کے بیان مین یہ جملہ بھی ہے جب نوح کی عمر چھ سو برس کی ہوئی دوسرے مہینے کی سترہوین تاریخ کو اسی دن بڑے سمندر کی سب سوتین پھوٹ نکلین اور آسمان کی کھڑکیان کھل گئین اور ۸ باب مین یہ جملہ ہے اور آسمان کی کھڑکیان بند ہوگئین اور آسمان سے مینھ تھم گیا - پھر اسی کتاب کے ۱۹ باب مین قوم لوط کی نسبت یہ ہے تب خداوند نے سدوم اور عمورہ پر گندھک اور آگ خداوند کی طرف سے آسمان پر سے برسائی - انجیل متی کے ۳ باب مین ہے کہ جب حضرت عیسی علیہ السلام یحیی علیہ السلام کے ہاتھ سے اصطباغ یعنی دریا مین غوطہ لگا کر باہر آئے تو انکے لیے آسمان کھل گیا - انجیل لوقا کے ۱۸ باب مین یہ جملہ ہے پر اس محصول لینے والے نے دور سے کھڑا ہو کے اتنا بھی نہ چاہا کہ آسمان کی طرف آنکھ اٹھاوے بلکہ چھاتی پیٹتا تھا اور کہتا تھا کہ اے خدا مجھ گنہگار پر رحم کر - اور مکاشفات یوحنا کے ۸ باب اور دیگر ابواب سے صاف آسمان پر ستارون کا ہونا اور انکے دروازے کھلنا اور وہان سے آواز آنا وغیرہ وہ باتین مذکور ہین کہ جو قرآن و احادیث کے مطابق ہین اسی طرح ہنود کے بید اور پارسیون کی دساتیر سے بھی آسمانون کی بابت اس طرح کے مضامین مفہوم ہوتے ہین - الغرض ہزار برس سے الہامی اور غیر الہامی کتابون اور انبیا علیہم السلام اور دیگر لوگون کا اس امر مین اتفاق ہے لیکن گریک یعنی یونان کے فیلسوفون نے جس طرح اور چیزون کی حقیقت اور ماہیت دریافت کرنے مین عقل کے گھوڑے دوڑائے اور جو باتین انکو اپنے قیاس اور تخمین یا تجربہ اور دلائل آثار وغیرہا سے دریافت ہوئین انکو قلمبند کیا اور اس علم کا نام حکمت فلسفہ رکھا کہ جسکی شاخین ہیئت اور طبعیات اور الہیات وغیرہا علوم ہین کہ جنپر یورپ کو اور دنیون کو ناز ہے - اسی طرح انہون نے آسمان و زمین کے بھی قلابے ملادیئے اور تحقیقین کرتے کرتے انکے دو فریق ہوگئے ایک گروہ کے پیشوا فیساغورس ہین وہ کہتے ہین آسمانون کا وجود نہین یہ ستارے بذات خود قائم ہین کسی مین جڑے ہوئے نہین - پھر اسی فریق کے دو قول ہین بعض کہتے ہین ستارے اور ثوابت متحرک ہین صرف زمین حرکت کرتی ہے اسکی وجہ سے یہ چیزین حرکت کرتی ہوئی دکھائی دیتی ہین جس طرح کہ ریل گاڑی مین درخت وغیرہ حرکت کرتے ہوئے معلوم ہوتے ہین - ایک گروہ کہتا ہے کہ زمین بھی متحرک ہے اور ستارے بھی آفتاب کو مدار ٹھیرا کر اسکے گرد حرکت کرتے ہین ہان چھوٹے چھوٹے ستارے کہ جنکو ثوابت کہتے ہین وہ حرکت نہین کرتے انکی حرکت زمین کی حرکت سے محسوس ہوتی ہے اور جس طرح ستارے آفتاب سے ایک فاصلہ معین پر حرکت دوری کرتے ہین اسی طرح زمین بھی اپنے بعد معین پر اسکے ارد گرد پھرتی ہے اور ستارے صرف یہ زحل مشتری مریخ عطارد زہرہ شمس قمر ہی نہین بلکہ انکے سوا اور بھی رصد سے ثابت ہوگئے ہین - یہ مذہب فیساغورس والون کا

تو علماء کے نزدیک اُسکے دیگر اقوال کی طرح مردود اور بیقدر رہا مگر اب چند عرصہ سے اس نے یورپ میں بڑا رواج پایا اور یورپ کے بڑے بڑے محقق اسی کی مقلد ہوکر انہیں باتوں کو الہامی اور لوح محفوظ کی باتیں سمجھنے لگے بلکہ اپنی تحقیقات سے اس پر اور کچھ بڑھایا اور چاند اور ستاروں میں پہاڑ اور دیگر اجسام عنصری بلکہ حیوانات کے وجود کے بھی بعض لوگ قائل ہوگئے اور بہت سی عجیب اور غریب باتیں پیدا کیں جنہیں ہندوستان میں انگریزی پڑھے ہوئے نئی روشنی اور علوم جدیدہ کہکر خوب دل خوش کرتے ہیں اور جنہوں نے اُن انگریزی خوانوں کی صحبت اُٹھائی ہے اور کچھ لغات[5] انگریزی سیکھ لئے ہیں اور اپنی وضع بتکلف انہیں لوگوں کی بناکر زبردستی سے ریفارمر یا فلاسفر بنتے ہیں وہ تو ان باتوں پر ایمان لائے ہوئے ہیں دوسرے گروہ کے سرِ دفتر حکیم بطلیموس ہیں وہ کہتے ہیں کہ زمین گول کرّی ہے کسیقدر یعنی تخمیناً چوتھائی حصہ اسکا ناہمواری کی وجہ سے اونچا اُٹھا ہوا ہے باقی اسکے اردگرد پانی لپٹا ہوا ہے جسکو سمندر کہتے ہیں پانی کے اردگرد کُرہ ہوا لپٹا ہوا ہے اُسکے اوپر آگ کو سون تک اونچی ہر طرف سے لپٹی ہوئی ہے یہ چار کرہ عناصر کے ہوئے اب جسقدر زمین پانی سے اوپر اُٹھی ہوئی ہے اس پر سب لوگ بستے ہیں ان چاروں کروں کے چوطرف پہلا آسمان ہے جسکو فلک القمر بھی کہتے ہیں یعنی اس آسمان میں چاند ہے جس طرح کہ نیلے جسم پر ایک سفید گول گول نشان ہو جاوے اُسکے اوپر دوسرا فلک عطارد ہے اُسکے اوپر تیسرا فلک زہرہ اُسکے اوپر فلک شمس ہے یعنی چوتھا آسمان جہاں آفتاب ہے اُسکے اوپر فلک مریخ کہ جہاں مریخ ستارہ ہے اسکے اوپر فلک مشتری کہ جہاں مشتری ستارہ ہے اُسکے اوپر فلک زحل کہ جہاں زحل ستارہ ہے اُسکے اوپر فلک الثوابت کہ جہاں یہ سیکڑوں ان گنت ستارے ہیں کہ جو از خود حرکت کرتے معلوم نہیں ہوتے یعنی ایک جگہہ ہمیشہ ثابت رہتے ہیں چونکہ شیشے کے آسمان بالکل نہایت شفاف اور صاف ہیں وہ اوپر کے ستارے سب نظر آتے ہیں اُسکے اوپر فلک الافلاک کہ جسکو فلک اطلس کہتے ہیں یعنی سادہ اس میں کوئی تارہ نہیں وہ دن رات میں مشرق سے مغرب کی طرف ایک جگہہ میں چرخہ کی طرح پھر کر دورہ تمام کرتا ہے اور اسکی وجہ سے سب آسمان اور تارے دورہ تمام کرتے ہیں کہ جس سے رات اور دن پیدا ہوتے ہیں یعنی جہاں سامنے آفتاب آگیا وہاں دن ہوگیا

---

[1] منجملہ انکے سید احمد خان صاحب ہیں کہ جو اپنی تفسیر کے صفحہ ۵۸ میں اول تو لفظ سما کا اطلاق ستاروں پر از خود فرض کرتے ہیں اور پھر سبع سموات سے تقلید حکماء یونان و یورپ وہ سبعہ سیارات مراد لیتے ہیں کہ جو انسان کے اوپر دکہائی دیتی ہے اور سات میں سے چار اسکو سبع یعنی سات کہدیا ورنہ سیارات میں کچھ حصر نہیں — اور بیضاوی نے عرش و کرسی ثابت کرنے کے لئے جو کہ ہفتاد سات کہنے سے زائد کی نفی نہیں ہو سکتی اُس کو اپنے مدعا کے لئے دلیل بنایا اور جہاں بیضاوی نے صرف لفظ السماء کے معنی یہ بیان کئے ہیں کہ اس لفظ سے مراد اجرام علویہ یا جہات علویہ ہے تو حضرت یہ سمجھ گئے کہ بیضاوی آیت میں اس لفظ سے دونوں مراد لینا جائز رکھتے ہیں — اسپر طرہ یہ کہ الٹا سب علماء اور مفسرین پر کہ جو تقلید جسکا نہیں کرتے طعن کرتے ہیں اور یہ نہیں سمجھتے کہ وسعت یعنی فضا کو کوئی جسم جیز نہ ہونا تمہارا وہم ہے حالانکہ قرآن اور دیگر کتب الہامیہ سے آسمان کا جسم ہونا ثابت ہے اور یہ کہ وہ قیامت کو پھٹ جاویگا ۱۲ منہ

[2] اور اسیکو فلک البروج بھی کہتے ہیں — یہاں برج اس طرح سے نہیں ہیں کہ جس طرح زمین پر قلعجات کے برج ہوتے ہیں بلکہ دائرہ کی وجہ سے آسمان کے بارہ حصہ اس طرح پر قائم کئے ہیں کہ جس طرح خربزہ کی پہانکیں اور ستاروں کی ہیئت اجتماعی سے کہیں شیر کی صورت پیدا ہوگئی تو اُسکو برج اسد کہنے لگے اور کہیں کیکڑہ کی تو اسکو سرطان اور کہیں بچھو کی تو اسکو عقرب وقس علی ہذا نزول قرآن کے زمانہ میں بھی عرب ان بروج سے واقف تھے اسلئے خدا نے والسماء ذات البروج فرمایا ۱۲ منہ

اور جہان سامنے سے بالکل ہٹ گیا رات ہوگئی اور تمام ستارے از خود ہی ایک حرکت مغرب سے مشرق کی طرف کرکے دورہ تمام کرتے ہین چاند تو مہینے بہر مین اس دورہ کو تمام کر لیتا ہے وہ اصل گھٹتا بڑہتا نہین بلکہ جسقدر وہ آفتاب کے مقابلہ مین آتا ہے اور اسیقدر اسپر روشنی پڑتی ہے اتنا ہی ہم کو دکہائی دیتا ہے ورنہ وہ گول بڑا بہاری جسم ہے زمین سے کہین زائد ہے اور آفتاب اپنے دورہ کو دایرہ منطقۃ البروج پر برس مین تمام کرتا ہے اسی لئے مختلف فصلین سردی گرمی پیدا ہوتی ہین - یہ کل نو کرے ہوئے جن مین سے نو آسمان ہین سات تو یہ کہ جنکو شرع نے سبع سموات کہا ہے اور دو وہ کہ جنکو عرش کرسی کہا ہے - کرسی فلک الثوابت عرش فلک الافلاک ہے اس صورت پر اور آسمانون کا کوئی رنگ نہین کیونکہ اگر رنگ ہوتا تو اوپر کی چیزین کہائی نہ دیتین اور یہ جو نیلگون معلوم ہوتا ہے یہ آسمان کی شفافی اور غبارات کی تیرگی سے پیدا ہوا ہے - اور یہ قاعدہ ہے کہ جب سفیدی اور سیاہی ملتی ہین تو نیلی رنگت پیدا ہو جاتی ہے یا یون کہو کہ ہوا کے اجزا شفاف ہین اجزا غباری کہ جو سیاہ ہین انکے ملنے سے نیلگونی پیدا ہوگئی یا یہ کہ ہوا کے اجزا شفاف ہین جب انکو دیکھتے ہین تو نظرین ایک تیرگی پیدا ہوتی ہے ان دونون کے ملنے سے نیلگونی پیدا ہوتی ہے جیسا کہ سمندر کا پانی نیلا دکہائی دیتا ہے - اسکے علاوہ اور بہت سے مسائل اس حکیم اور اسکی جماعت کے ہین اور چونکہ یہ مسائل کسیقدر صحیح اور الہامی کتابون بالخصوص قرآن مجید کے موافق ہین اسلئے اس حکمت کا جس طرح حکماء یونان مین رواج ہوا اسیطرح جب حکمت یونانیہ عربی مین ترجمہ ہوکر آئی اہل اسلام نے بہی اس کو پسند کیا چنانچہ ابتک شرح چغمینی اور تذکرہ وغیرہا اسی حکمت کی کتابین درس مین داخل ہین بلکہ ایشیائی ملکون مین ہندو اور ایرانی وغیرہا سب لوگ اور قدیم عیسائی اور یہودی بہی بیشتر انہین مسائل کے معتقد ہین لیکن نہ اسلام کو اس ہیئت سے کچھ بحث ہے نہ اس اگر یہ غلط ہوا تو اسلام کی صداقت مین کیا نقصان آتا ہے؟ اور جو وہ سراسر غلط ہو تو کیا نقصان ہے البتہ آسمانون کی بابت مجمل طور پر آیات قدرت جو کچھ قرآن یا دیگر کتب الہامیہ مین مذکور ہے اسکے تمام بنی آدم قائل ہین وہ علم فطری ہے جب بطلیموس اور فیثاغورس نہ تہے جب بہی ان باتون کو لوگ مانتے تہے ۰

اول تو یہ مسلم نہین کہ اگر آسمانون کا کوئی رنگ ہے تو نیچے کے آسمان کی وجہ سے اوپر کے آسمان کی چیزین نظر نہ آوین باوجودیکہ پانی اور بلور اور آئینہ مین رنگت ہوتی ہے پہر بہی وہ نفوذ بصر کو مانع نہین اسکے پرلی طرف والی چیز برابر نظر آتی ہے (دوم) ممکن ہے کہ نوین یا آٹہوین آسمان کی رنگت نیلگون ہو سو اگر اوپر کی چیز کے نظر آنے مین مانع ہونگے تو وہ ہونگے باقی نیچے کے آسمان

مانع نہون گے اور اُنکے اوپر کوئی ستارہ نہین اور اُنکی رنگت اُوپر تلے آئینون مین جس طرح اوپر کے آئینہ کی رنگت نیچے دکھائی دیتی
ہے اور نیلہ رنگ کچھ انہین صورتون مین کہ جنکو مستدل نے ذکر کیا منحصر نہین اور جو یہ سب کچھ تسلیم بھی کیا جاوے تو قرآن سے
صرف یہ ثابت ہے کہ آسمانون کی طرف نظر کرسکتے ہین اس تقدیر پر یہ نیلہ رنگ گو آسمان کا رنگ نہو مگر جب یہ آسمان کے ساتھ
وہ علاقہ رکھتا ہے جو کہ سمندر کے پانی کے ساتھ پس جس طرح سمندر کا نیلہ رنگ اس بات مین قادح نہین کہ ہم نے سمندر کو دیکھا
اور اُسکی طرف نظر کی اسی طرح آسمان کی طرف نظر کرنے مین یہ مانع نہین یا یون کہو کہ کسی جسم پر کوئی کپڑا لپیٹ کر دکھایا جاوے
تو وہ دیکھنے والا کہہ سکتا ہے کہ ہم نے وہ جسم دیکھا آدمی یا جامہ کرتا پہنے ہو جب دکھائی دیتا ہے تو کہہ سکتے ہین کہ ہم نے اُسکو
دیکھا اسی طرح اگر آسمان کے نیچے خدا نے یہ قدرتی نیلگون چھت گیری لگا دی ہے تو اُسکے دیکھنے مین کوئی حرج پیدا نہین
کرتی اور یون تو حقیقۃً کوئی جسم دکھائی ہی نہین دیتا جب نظر پڑیگی تو اُسکے عوارض ہی پر پڑیگی کما ہو المحقق عند الحکماء
الہامی کتابون بالخصوص قرآن مجید سے یہ ثابت ہے کہ آسمان کوئی مجسم چیز ہے کہ جو قیامت کو پھٹ جاویگی عام ہے کہ وہ
کوئی جسم اور کسی قسم کا ہو قال اللہ تعالے اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ وقال وَاِذَا السَّمَآءُ كُشِطَتْ ۰ وقال اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ
وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ وقال وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ الآیہ کیونکہ اگر
آسمان فضا یا بعد موہوم کا نام ہو جیسا کہ بعض مقلدین یورپ کا قول ہے تو وہ ایک عدمی چیز ہے اُسکا پھٹنا اور اُسکے [illegible]
یعنی طبقات کا اُٹھنا اور اُسکو پیدا کرنا اور بنانا جسطرح کہ زمین اور اُسکی چیزین بنائی یا اُسکی کھڑکیان کھلنا جسکا کہ توریت مین ذکر ہے
اور اُسکو سقف محفوظ کہنا چہ معنی دارد البتہ حضرت عبد اللہ ابن عباس وغیرہ اکابر سے جو کچھ آسمانون کے باہمی فاصلہ کی نسبت
مروی ہے اور یہ کہ فلان آسمان چاندی کا اور فلان زبرجد کا اور فلان اسکا اگر بسند صحیح ثابت ہے تو تشبیہ اور مجاز
پر محمول ہے نہ حقیقت پر پھر اسپر اعتراض محض بیجا ہے

فوائد

[1] عالم کے پیدا ہونے مین لوگون کے گوناگون مذہب اور مختلف اقوال ہین ہندو جو اپنی کتابون بالخصوص چارون وید
اور پرانون کو تمام دنیا کی کتابون سے قدیم سمجھتے ہین اور اُنکے پنڈت اپنے علوم پر بڑے نازان ہین اور سوا ہندوؤن کے کل
عالم کو ملیچھ کہتے ہین یعنی ناپاک اور کسی کو نجات اور سرگ (بہشت) کا مستحق نہین جانتے اسپر طرہ یہ کہ اپنے مذہب مین کسی کو لانا روا
نہین سمجھتے اُنکی ابتداء عالم اور آفرینش جہان کی بابت اسقدر مختلف اقوال ہین کہ جنکے سننے سے عاقل کے سر مین درد ہو اور کچھ
حاصل نہین چنانچہ رگ وید کے ایتریہ ارنیہ مین لکھا ہے کہ شروع مین یہ سنسار (عالم) صرف آتما یعنی روح تہا اور کچھ نہ تہا
پس اُس نے چاہا کہ مین جگت کو پیدا کرون پس اُس نے پانی روشنی جاندار وغیرہ طرح طرح کے عالم پیدا کیے پھر خیال کیا

کہ ان کا نگہبان پیدا کرون تب اُس نے ایک پرش یعنی شخص کو پانی سے نکالا اور اسمین غور سے نگاہ کی تو اُس کا منہ انڈے کی طرح کھل گیا اور اُس سے ایک شبد یعنی آواز نکلی اور اس آواز سے آگ پیدا ہوئی پھر اُسکے نتھنے کھل گئے اور سانس آنے لگے اُس سانس سے آکاش یعنی آسمان پیدا ہوئے پھر آنکھ کھل گئی اُنسے جوت (روشنی) اور اس سے سورج پیدا ہوا اور کان کھل گئے اُنسے چارون کونون کا پھیلاؤ ہوا پھر اُسکے چمڑے سے بال نمودار ہوئے اُنسے نباتات پیدا ہوئے اور اُسکی چھاتی کھل گئی اُس سے بدہ اور بدہ سے چاند پیدا ہوا پھر ناف کھل گئی اُس سے ریان مو جس سے موت موجود ہوتی اسکے بعد لنگ (آلہ تناسل) کھل گیا اُس سے منی نکلی اور اس منی سے پانی پیدا ہوا پھر وہ برہما یہ سوچا کہ یہ پرش مجھ بغیر کس طرح رہ سکیگا اسلئے وہ اس کے سر مین سما گیا الخ ؛

اس بیان مین چند خرابیان ہین (۱) یہ کہ جب وہ خود لکھتا ہے کہ اُس نے تمام عالم پانی روشنی سب کچھ پیدا کر لیا تو انکی محافظت کے لیے اس پرش کو پیدا کیا پھر یہ کہنا کہ اس پرش کے منہ سے آگ اور آلہ تناسل سے پانی اور سانس سے آکاش اور آنکھ سے آفتاب پیدا ہوا صریح غلط ہے (۲) جب پانی اسکی منی سے پیدا ہوا تو پھر یہ کہنا کہ پرش کو پانی سے نکالا بالکل غلط ہے کیونکہ اُس سے پہلے پانی کہان تہا اور نتھا تو یہ کیون کہا کہ اُسکی منی سے پیدا ہوا (۳) منی غذاؤن کے کہانے سے پیدا ہوتی ہے اس سے تو تمام نباتات اور پانی پیدا ہوا پھر اس سے پہلے کیا کہا کر منی پیدا ہوئی ؟ (۴) اس قول کے بموجب اس پرش اور تمام عالم کا پیدا کرنے والا برہما ثابت ہوتا ہے حالانکہ اسکے برخلاف وید اور پورانون سے ثابت ہے

(قول دوم)

برہم ویوت پران کی برہم کہنڈ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کرشن سرشٹ کرتا یعنی خالق ہے اُسکے داہنی طرف سے وشنو اور بائین سے شیو اور ناف سے برہما پیدا ہوا اور ان تینون نے اُسکی پوجا کی یہ قول اول اقوال کے صریح برخلاف ہو

قول سوم

بہاگوت اور شیو پران مین لکہا ہے کہ وشن کی ناف سے ایک کنول کا پہول نکلا اُس سے برہما پیدا ہوا جس نے وشن سے جھگڑا کیا ؛

قول چہارم

متسیہ پران مین لکہا ہو کہ برہما سے شیو پیدا ہوا یعنی مہادیو۔ یہ اول اور دوم سوم سب کے مخالف ہے۔

قول پنجم

لنگ پران مین لکہا ہے کہ شیو برہمانڈ سے نکلا اور صورت پکڑ کے اپنی بائین طرف سے وشن اور لکہشمی کو۔ اور داہنی طرف سے برہما اور سرسوتی کو پیدا کیا یہ پہلے قول سے بالکل مخالف ہے ؛

قول ششم

ویدانت اور سانکھہ سار اور دیگر پرانون سے ثابت ہے کہ سرشٹ کے وقت برہمہ سے بُدہ اور بُدہ سے اہنکار اور اہنکار سے اکاش اور اکاش سے اگن اور اگن سے جل اور جل سے پرتھوی اور اِن سب سے چیزین پیدا ہوتی ہین ۞

قول ہفتم

یجروید مین لکھا ہے کہ وراج پُرش سے سرشٹ ہوئی اس طرح پر کہ اُس نے مرد اور عورت کی شکل ایک شخص کو پیدا کیا پھر وہ دو شخص ایک مرد ایک عورت بنگئی اور جو ہر وقسم بنگئی وہ عورت مرد سے شرماکر گائے بنگئی تو مرد بیل بنگیا اس سے بیل و گائے کی نسل جاری ہوئی پھر وہ گھوڑی تو یہ گھوڑا بنگیا اور وہ گدھی تو یہ گدھا بنگیا اور وہ کتیا تو کُتا بنگیا الغرض جسقدر کائنات عالم ہے اُسکی صورت مین وہ مرد اور عورت آتے گئے اور وہ چیزین عالم مین ظہور پاتی گئین اس قصہ کو سُنکر ناظرین بلا اختیار ہنسین گے ۞

قول ہشتم

منو کے شاستر مین کہ جسکو دھرم شاستر کہتے ہین یہ لکھا ہے کہ پہلے ایسا اندھیرا تھا کہ جسکا بیان نہین ہو سکتا تب ایشر نے یہ تھمی ظاہر کرنے کے لئے مہاتت اور بہوت وغیرہ کی صورت مین ظہور کیا تب برہما نے خلقت کو پیدا کرنے کا ارادہ کرکے اول جل (پانی) کو پیدا کیا اور اس جل مین اپنی منی ڈالی جس سے سونے کا چمکتا ہوا انڈا پیدا ہوا اُس انڈے مین سب کا باپ آپ برہما ہوکے پیدا ہوا پھر برس تک برہما اُس انڈے کے خیال مین رہا اُسکے بعد اُسکو توڑ کر دو ٹکڑے کر دیے اور اُن سے آسمان و زمین بنایا الخ یہ ہذیان بھی قابل غور ہے ۞

قول نہم

کرم پران مین لکھا ہے مین نارائن دیو جو ہون سو سرشٹ کے پہلے تہا پر میرے رہنے کو استھان (جگہ) نہ تھا تب اودے ہوکر شیش ناگ کو پلنگ پر بناکر آرام کیا اسکے پیچھے میری مہربانی سے جو کبھی برہما پیدا ہوا جو تمام دنیا کا دادا ہے پھر برہما نے اپنی مانند پانچ شخص بنائے [۱] سنگ [۲] سناتن [۳] سنندن [۴] سنکررو اور [۵] سشنت کمار الخ تب مہا منی وشنو نے اپنے پتر (بیٹا) برہما کو تسلی دی جس سے وہ عبادت کرنے لگا لیکن جب اسکا اُسکو کچھ پھل نہ ملا تو غصہ مین آکر رونے لگا اور اُن آنسوون سے مہادیو پیدا ہوا پھر اُس نے اور خلقت کو پیدا کیا الخ ۞ اِن سب کے علاوہ بیدانتی لوگ کچھ اور ہی کہتے ہین۔ اِن سے بڑھکر یہ ہے اقوال حیرت افزا ہین مارکنڈے اور سری بھاگوت مین لکھا ہے کہ کھاری پانی کا سمندر اُکھہ کے رس کا سمندر شراب کا سمندر گھی کا سمندر دودہ کا سمندر چھاچھ کا سمندر میٹھے پانی کا سمندر یہ ساتون سمندر سمیر[۱] کے چارون طرف بہتے ہین۔ مگر نہ اُس سمیر کا پتا ہے

۱؎ سمیر ہندوون کے نزدیک ایک فرضی پہاڑ کا نام ہے جس طرح کہ مانسرور ایک تالاب ہے کہ جسکے بہت ہوتی کہانے ہین سشایہ یہ باتین عالم خیال مین ہون تو ہون یا بہہ ہونکے اتھاہ ہونہ خیال ان کا کہین وجود نہین ۱۲ منہ

نہ اُن سمندروں کا کہیں پتا ہے **بعض** پرانون مین ہے کہ زمین کچھوے کی پیٹھ پر ہے اور بعض مین ہے کہ ناد یہ بیل کے
دونوں سینگون پر زمین ہے اور وہ بیل مچھلی پر کھڑا ہے اور جب وہ بیل سر ہلاتا ہے تو زلزلہ آتا ہے اور بعض مین ہے کہ
ششیس ناگ کے سر پر ہے - اس خیال سودا وی کا کچھ ٹھکانا ہے **وید** اور شاستروں اور پرانون مین یہ لکھا ہے کہ سمیر
پربت زمین کے بیچون بیچ ایک پہاڑ ہے جسکی بلندی تین لاکھ کوس ہے اور اُسکی جڑ کی اٹھائی چولنے سو ہزار کوس کی ہے اور
اُسکے اوپر مہادیو شنو اندر اور اور دیوتاؤن کا استہان ہے اور اسکے آس پاس اور بھی بہت پہاڑ ہین جنہون کے اوپر
ایک ایک درخت چار چار ہزار سو کوس کا اونچا ہے - ہنود کی بعض کتابون سے یہ بھی ثابت ہے کہ کرم یعنی افعال خالق ہین
اور بعض پراکرت یعنی مادہ کو خالق جانتے ہین خدا تعالے کے منکر ہین بعض مایا کے قائل ہین بعض کہتے ہین وہ خود اپنی صورتین بدلکر
عالم مین ظاہر ہوا کبھی درخت کبھی پتھر بنا - اب مین حکماء یونان کے اقوال اس بارہ مین نقل کرتا ہون ؀

واضح ہو کہ حکماء کے دو گروہ ہین ایک گروہ متقدمین یعنی افلاطون سے پہلے اور خود افلاطون ایک گروہ متاخرین ارسطاطالیس اور
اُسکے معاصر اور بعد کے حکما - قدماء کے مختلف اقوال ہین چنانچہ **ثالیس** ملیطی یہ کہتا ہے کہ ضرور کوئی نہ کوئی عالم کا مبدع
ہے اور وہ پانی ہے کیونکہ یہ ہر قسم کی صورت قبول کرسکتا ہے اسی سے آسمان زمین عناصر مرکبات ہر چیز بنی ہے پس جو پانی
کہ منجمد ہوگیا یعنی جم گیا وہ زمین ہے اور پانی کے تحلیل ہونے سے ہوا پیدا ہوئی ہے اور صاف پانی اور جھاگ سے آگ بنی
اور پھر پانی اور آگ کے ابخرات اور دہوؤن سے آسمان بنا اور اِن ارضیات مین جو اشتعال واقع ہوا اُس سے ستارے آفتاب
ماہتاب بنے پس اسی لئے یہ آسمان پانی کے گرداگرد حرکت دوری کرتا ہے گویا کہ مسبب اپنے سبب اور عاشق اپنے معشوق پہ
قربان ہوتا ہے - شاید مبدع سے مراد مبدع[۲] ہے اس تقدیر پہ یہ مذہب توراۃ اور کتب الہامیہ سے کسیقدر مطابق ہوجاویگا
اور کچھ عجب نہین کہ ثالیس نے انبیاء علیہم السلام سے فیض حاصل کیا ہو ؀

حکیم انکیمانس یہ بھی ملیطی[۳] ہے یہ کہتا ہے کہ کل عالم کا پیدا کرنیوالا خدا تعالے ہے پس یہ جو کچھ موجود ہوا ہے سب اُسکے علم ازلی مین
تھا سب سے اول اُس نے عنصر کی صورت پھر عقل کی صورت پیدا کی پھر بقدر انوار و آثار عنصر نے عقل مین بیشمار و مختلف
صورتوں کے رنگ مرتب کردیئے جس طرح کہ صاف آئینہ مین صدہا صورتین یکبارگی پیدا ہوجاوین مگر ہیولی مین بغیر ترتیب
و زمان کے یکبارگی سب صورتین مرتب نہین ہوسکتین پس اس لئے ہیولی ایک عالم سے دوسرے عالم مین صورتین بدل کر نمودار ہوتا گیا
یہانتک کہ جو صورتین کہ ہیولی مین ہین اُسکے اور خود ہیولے کے انوار گم ہوگئے اور خاص وہ رذیل صورت رہگئی کہ

---

[۱] ابتدائی پیدا کرنیوالا ۱۲ منہ [۲] یعنی وہ چیز کہ جس کو سب سے اول اللہ تعالی نے بنایا اور پھر اُس سے اور چیزین بنائین ۱۲ منہ [۳] یعنی ملیطہ کا رہنے
والا ہے کہ جسکو اب اٹلی کہتے ہین یہ ایک جزیرہ ہے اسکو یونان سے پہلے بڑا تعلق تہا ۱۲ منہ

جو نفس روحانیہ نہ نفس حیوانیہ نہ نباتیہ قبول کر سکتی ہے اور وہ یہ بھی کہتا ہے کہ اس عالم کو اُس عالم سے وہ نسبت ہے کہ جو
چھلکے کو مغز سے یعنی یہ عالم اُس عالم کا ظل ہے اور جبتک اُس عالم کا نور اس عالم مین باقی ہے تو یہ قائم ہے اور اس سے
یہ بھی منقول ہے کہ سب سے پیشتر جو اس عالم مین پیدا ہوا وہ ہوا ہے پھر جسقدر اجرام علویہ اور سفلیہ ہین سب اسی سے ہوئے
ہین پس جو چیز لطیف ہوا سے پیدا ہوئی ہے وہ روحانی اور لطیف ہے نہ وہ بگڑیگی نہ اُسمین کچھ خرابی ظہور کریگی اور جو
کثیف ہوا سے پیدا ہوئی ہے وہ کثیف اور جسمانی ہے یہ ایک روز خراب ہوگی - یہ حکیم ثالیس کے مذہب پر ہے شاید اس نے
موجودات جسمانی مین ہوا کو سب سے اول مانا جس طرح کہ موجودات روحانی مین عنصر کو مبدء اول قرار دیا جس طرح کہ ثالیس نے
پانی کو مبدء اول مانا تھا - اور یہ عنصر کو بمنزلہ قلم کے اور عقل کو بمنزلہ لوح کے قرار دیتا ہے کہ جو ہر طرح کی صورتین قبول کرتی ہے
حکیم انبذقلس یہ حضرت لقمان حکیم کے شاگرد ہین انسے حکمت حاصل کرکے یونان مین آئے - یہ کہتے ہین کہ تمام عالم کا پیدا
کرنیوالا خدا تعالی ہے اُس نے سب سے پیشتر ایک بسیط چیز کو یعنی عنصر کو پیدا کیا یہ عنصر جو معلول اول ہے بالکل بسیط نہین کیونکہ
کہ ہر معلول عقلاً یا حساً مرکب ہوتا ہے پس عنصر بھی فی ذاتہ محبت اور غلبہ سے مرکب ہے پھر ان دونون سے سب چیزین پیدا ہوئی ہین
اس طرح پر کہ تمام روحانیات پر محبت خالصہ منطبق ہے اور جسمانیات پر غلبہ اور جو دونون سے مرکب ہے اسمین یہ دونون ہین
اور یہ باری تعالی کے لیے ایک قسم کی حرکت وسکون بھی ثابت کرتا ہے یہ مذہب فیثاغورس سے لیکر افلاطون تک حکماء مین
مسلم رہا اور سب قدماء عالم کو حادث کہتے رہے مگر افلاطون کے شاگرد ارسطاطالیس کا جب زمانہ آیا تو وہ جو کچھ ریاضات
اور مکاشفات تھے اُن مین فرق آگیا پھر تو صرف تخمینی باتون اور خیالی مقدمات سے مرکب دلیلون پر حکمت کا دارمدار رکھا
اسلیے اس گروہ کو مشائین کہنے لگے اور چونکہ یہ ارسطو سکندر رومی کا وزیر تھا کہ جس نے ایران کو فتح کرکے ایشیائی ملکون مین
بھی اپنا نام پیدا کیا تھا اسلیے ارسطو کے مذہب کی زیادہ شہرت ہوئی اور اب مین قبل اسکے کہ ارسطو اور اُسکے متبعین متاخرین کا مذہب
اس باب مین بیان کرون دو چار مقدمات گوش گزار کرتا ہون کہ جنپر اس مذہب کی بنیاد ہے (۱) یہ کہ ایک شخص ہے (کہ جو من کل
الوجوہ واحد ہو جیسا کہ باری تعالی) دو چیز صادر نہین ہوسکتین کیونکہ اگر دو صادر ہون تو اس مین دو جہت ثابت ہو جاوین اور
ترکیب لازم آوے (۲) یہ کہ ستارون کی مختلف حرکات سے نو آسمان ثابت ہوتے ہین (۳) یہ کہ ان آسمانون کی حرکت دوری
قدیم ہے اور انکے محرک نفوس فلکیہ ہین کہ جنکو عقل وشعور ہے (۴) جو چیز حادث ہے یعنی جو معدوم ہوکر موجود ہو ضرور ہے
پہلے سے اُسکے لیے مادہ ہو ورنہ اس شے کی جو صفت امکان ہے کس کے ساتھ قائم ہوگی ؟ جب یہ مقدمات اپنے خیال مین
ان لوگون نے مضبوط کر لیے تو کہنے لگے عالم قدیم ہے یعنی یہ آسمان وزمین اور کل بسائط سب ہمیشہ سے ہین ہان یہ مرکبات
حادث ہین جیسا کہ حیوانات نباتات جمادات اور یہی فانی بھی ہین کہ یہ ترکیب منحل ہو جاتی ہے ہر عنصر اپنے اپنے حیز اصلی

اصلی مین آملتا ہے۔ اور کل عالم کا بانی خدا تعالیٰ ہے جب سے وہ ہے تب ہی سے یہ عالم ہے عالم کو حادث ذاتی کہہ سکتے
ہین اور اسکا صدور اس سے یون ہوا ہے کہ سب سے اول اُس نے عقل اول[1] کو پیدا کیا کیونکہ وہ بسیط ہے وہ پاکی چیزین
پیدا نہین کر سکتا اب عقل اول مین تین اعتبار ہین ایک وجود فی نفسہ دوسرا وجوب بالغیر تیسرا امکان لذاتہ پس اسنے پہلے اعتبار سے کہ جو اشرف
تھا عقل دوم کو پیدا کیا کہ یہ بھی اشرف ہے اور دوسرے لحاظ یا اعتبار سے نفس کو کہ جسکو روح یا آتما کہتے ہین پیدا کیا اور تیسرا اعتبار سے
جسم یعنی فلک اول کو پیدا کیا کہ جسکو دہر کے لحاظ سے نوان آسمان اور فلک الافلاک بھی کہتے ہین پھر عقل دوم نے عقل سوم
اور آسمان دوم یعنی فلک الثوابت اور ایک نفس کو پیدا کیا علیٰ ہذا القیاس نوین عقل نے نوین آسمان فلک القمر اور دسوین نفس
کو پیدا کیا پھر دسوین عقل نے بذریعہ حرکات فلکیہ بسائط اور سب چیزون کو پیدا کیا اسلئے اُسکو عقل فعال کہتے ہین اور اسی خیال
سے شعرا حوادثات کو آسمان کی طرف منسوب کرکے اُسکو بُرا بھلا کہا کرتے ہین ؛
اسی طرح اصول مرکبات مین بھی حکما کا باہم اختلاف ہے چنانچہ متاخرین حکما آگ پانی خاک ہوا اربع عناصر کے قایل ہین بعض
صرف ایک ہی عنصر کے قایل ہین بعض دو کے بعض تین کے بعض بہت سے عناصر مانتے ہین۔ جو ایک کہتے ہین پھر انکا بھی
اختلاف ہے کوئی آگ کو اصل مانتا ہو اور عناصر اسی سے پیدا ہونا کہتا ہے کہ آگ مستحیل ہوکر ہوا بنی اور ہوا مستحیل ہوکر پانی
بن گیا اور پانی منجمد ہوکر زمین ہوگیا۔ بعض کہتے ہین ہوا اصل ہے باقی چیزین مستحیل ہوکر ہوا سے بنی ہین بعض پانی کو اصل
کہتے ہین بعض مٹی کو اصل قرار دیتے ہین بعض ابخرات کے قایل ہین۔ اور بھی آفرینش عالم مین حکماء مصر اور فارس اور روم
اور ہند و چین کے رجما بالغیب بہت سے اقوال ہین۔ یہان بھی عقل کو بڑی حیرانی اور سرگردانی تھی کسکو غلط کہے کسکو صحیح ؟
اسلئے خدا تعالیٰ نے اپنے انبیا علیہم السلام کی معرفت اس راز سربستہ کو یون کھول دیا ؛
قُلْ اَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ بِالَّذِیْ خَلَقَ الْاَرْضَ فِیْ یَوْمَیْنِ وَتَجْعَلُوْنَ لَهٗٓ اَنْدَادًا ذٰلِكَ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ وَجَعَلَ فِیْهَا رَوَاسِیَ
مِنْ فَوْقِهَا وَبٰرَكَ فِیْهَا وَقَدَّرَ فِیْهَآ اَقْوَاتَهَا فِیْٓ اَرْبَعَةِ اَیَّامٍ سَوَآءً لِّلسَّآئِلِیْنَ ۝ ثُمَّ اسْتَوٰٓی اِلَی السَّمَآءِ وَهِیَ دُخَانٌ
فَقَالَ لَهَا وَلِلْاَرْضِ ائْتِیَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا قَالَتَآ اَتَیْنَا طَآئِعِیْنَ ۝ فَقَضٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ فِیْ یَوْمَیْنِ وَاَوْحٰی فِیْ كُلِّ سَمَآءٍ
اَمْرَهَا وَزَیَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْیَا بِمَصَابِیْحَ وَحِفْظًا ذٰلِكَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ ۝ اس آیت کی تفسیر تو اسکے موقع پر ہوگی مگر حاصل
مطلب یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے دو روز مین زمین کو پیدا کیا اور بموجب قول ابن عباس کے کہ جسکو تفسیر مدارک وغیرہ مین نقل کیا ہے مبدء
اس کا ایک جوہر ہے کہ جو خدا تعالیٰ کی نظر ہیبت سے پانی ہوگیا پس یہ پانی بحر ہستی مین موج زن تھا کہ جو خدا تعالیٰ کے احاطۂ
قدرت و جبروت مین تھا جیسا کہ فرماتا ہے وکان عرشہ علی الماء کہ اسکا تخت پانی پر تھا اور توریت کتاب پیدائش کے اول باب

[1] عقل سے مراد انسان کی عقل نہین کہ جسکو ذہن اور فہم بھی کہتے ہین بلکہ جوہر مجرد جیسا کہ ملائکہ جسکو عرف شرع مین قلم کہتے ہین ۱۲ منہ [2] صحیح بخاری مین ہے کہ قال کان اللہ
ولم یکن شیء قبلہ وکان عرشہ علی الماء ثم خلق السموات والارض الحدیث کہ اللہ ہی تھا اس سے پہلے کچھ نہ تھا اور اسکا تخت پانی پر تھا پھر اُس نے آسمان اور زمین کو بنایا اور ترمذی نے بھی ایسا ہی روایت کیا ۱۲ منہ

آیت مین بھی ہے کہ خدا کی روح پانیون پر جنبش کرتی تھی پھر اس پانی کی حرکت اور تموج سے حرارت اور انجرات اور دہوین پیدا ہوئے اور جھاگ بھی بیشمار اٹھے سو وہ جھاگ وغیرہ جو کچھ منجمد ہو گیا وہ زمین ہوگئی اور ہر طرف سے پانی اس پر محیط ہوگیا مگر کسی قدر ارتفاع انخفاض کی وجہ سے پانیون کے اوپر بھی رہے کہ جسپر لوگ آباد ہین اور پانی تحلیل ہوکر حرارت کی وجہ سے ہوا بنگئی اور ہوا تموج کی حرارت سے مستحیل ہوکر آگ بنگئی مگر قرآن سے صرف اسی قدر ثابت ہے کہ خدا نے دو روز مین زمین کو بنایا پھر وہ جو دہوین اور انجرات مرتفع تھے اُن سے دو روز مین سات آسمان بنائے جیسا کہ خود فرماتا ہے ثم استوی الی السماء (اور وہ جو لطیف انجرات تھے اُنسے) ستارے بناکر آسمان کو مزین کیا۔ پس جب آفتاب اور ماہتاب اور رات دن ہو چکے (تو اُنکی حرارت برودت سے) زمین کے اوپر نباتات پہاڑ وانہار وغیرہ وہ چیزین پیدا کین کہ جنکی طرف انسان وحیوانات کو اشد ضرورت ہے اور یہ بھی دو روز مین کیا جیسا کہ فرماتا ہے أَمِ السَّمَاءُ بَنَاهَا ۝ رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوَّاهَا ۝ وَأَغْطَشَ لَيْلَهَا وَأَخْرَجَ ضُحَاهَا ۝ وَالْأَرْضَ بَعْدَ ذَٰلِكَ دَحَاهَا ۝ أَخْرَجَ مِنْهَا مَاءَهَا وَمَرْعَاهَا ۝ وَالْجِبَالَ أَرْسَاهَا ۝ کہ خدا نے آسمان کو بنایا اور بلند کیا اور پھر اسکی درستی کی اور اُس سے رات دن پیدا کرکے اُسکے بعد زمین کو آراستہ کیا اور اُسکے اوپر پہاڑون کا دباؤ ڈالا - پھر حیوانات اور حضرت انسان کو بنایا جیسا کہ ابھی آتا ہے - توریت مین بھی اسی کی موافق ہے مگر کسیقدر عبارت کا ایچ پیچ ہے باقی مطلب صاف ہے

ف ۱ جمہور علما صحابہ وتابعین عبد اللہ بن عباسؓ ومجاہد وحسن وغیرہ اسی تفسیر پر متفق ہین کہ آسمان زمین کے بعد بنایا گیا ہے جیسا کہ ابھی مذکور ہوا لیکن بعض علما جیسا کہ قتادہ اور سدی اور مقاتل اور بیضاوی وغیرہ یہ کہتے ہین کہ آسمانون کو پہلے پیدا کیا اس آیت سے وَالْأَرْضَ بَعْدَ ذَٰلِكَ دَحَاهَا اور ثم کو تراخی رتبی پر محمول کرتے ہین مگر یہ تکلف ہے کلام الٰہی مین غور نہین کیا کیونکہ بعد ذلک جو فرمایا ہے تو زمین کی دحو کی نسبت فرمایا نہ پیدا ہونے کی نسبت یعنی زمین آسمان سے پیدا تو پہلے ہو چکی ہے مگر اسکی آراستگی کہ جو دحو کا مفاد ہے آسمانون کے بعد ہے - ف ۲ زمین کو دو روز مین پیدا کیا اور دو روز مین اسکو آراستہ کیا اور دو روز مین آسمان بنایا یہ کل چھ روز ہوئے جیسا کہ فرمایا ولقد خلقنا السموات والارض فی ستة ایام بعض احادیث مین آیا ہے کہ زمین کو اتوار اور پیر کے روز اور اسکی آراستگی اور اُسکے پہاڑ وغیرہ چیزین منگل اور بدھ کے روز اور جمعرات کے دن آسمانون کو اور جمعہ کے روز ستارون کو پیدا کیا صحیح مسلم مین اور طرح پر آیا ہے - توریت سفر خروج کے ۳۱ باب ۱۷ اورس مین بھی یہہ ہے اسلئے کہ چھہ دن مین خداوند نے آسمان اور زمین کو پیدا کیا اور ساتوین دن آرام کیا اور تازہ دم ہوا اور یہ ساتوان روز ہفتہ کا دن ہے کہ جسکو یہود سبت کہتے ہین لیکن آرام کرنا غلطی کاتب ہے اسلئے کہ وہ فرماتا ہے وما مسنا من لغوب کہ ہم پیدا کرنے مین کچھ بھی تھکے نہین ف ۳ اگر کوئی کہے کہ دن تو آفتاب کے طلوع وغروب سے ہوتا ہے پس انکے پیدا ہونے سے پہلے دن کہان تھا اور پھر اُن کے نام کہان؟ تو مین کہتا ہون کہ جو کچھ عالم ظہور مین آتا ہے وہ پہلے علم الٰہی مین ہو بہو قائم ہوتا ہے

وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَائِكَةِ إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً ۖ قَالُوا أَتَجْعَلُ فِيهَا مَنْ يُفْسِدُ فِيهَا وَ

اور جبکہ تیرے ربنے فرشتون سے کہا کہ مین زمین مین ایک خلیفہ مقرر کرنا چاہتا ہون وہ بولے کیا تو اس مین ایسے شخص کو خلیفہ کرتا ہی کہ جو اسمین فساد کرے

يَسْفِكُ الدِّمَاءَ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ ۖ قَالَ إِنِّي أَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُونَ ○ ط

اور خون بہاوے حالانکہ ہم تو تسبیح تیری حمد کے ساتھہ کہتے اور تیری پاکی بیان کرتے ہین واللہنے کہا مین جو کچھہ جانتا ہون وتم نہین جانتے

جسطرح آئینہ مین وہ دکھائی دیتا ہے جو پہلے سے موجود ہوتا ہو یہ ہو لیکن جس طرح کہ دن اور انکے نام آفتاب پیدا ہونے سے عالم ظہور مین متعین ہوئے اسی طرح اسکے علم مین تھے پس وہ اپنے علم کے لحاظ سے اس مقدار زمانہ کو ایام سے تعبیر کرتا ہے صرف یہ فرق ہے کہ ہمارے نزدیک یقین آفتاب کے بعد ہوئے اسکے نزدیک پہلے ہی تھے **سوال** خدا یتعالی قادر ہے اس نے چھہ روز کے عرصہ مین کیون آسمان و زمین پیدا کیا ہا کسلیے ایکبار کن کہتے ہی نکردیا اسکو کس سامان کا انتظار تھا **جواب** کسی کا بھی نہین بلکہ صرف اسلیئے کہ عالم اسباب مین ہر کام کا بتدریج ہونا ثابت کیا جاوے **ف** اگرچہ ہمکو خوب معلوم نہو مگر خدا نے دنیا کی سب چیزون مین انسان کے لئے نفع رکھا ہے یہ اور بات ہے کہ مصلحت سے بعض چیزون کا کھانا پینا حرام ہے مگر نفع کچھہ کھانے پینے ہی پر موقوف نہین اور اسیلیئے جمہور علماء اس آیت خلق لکم ما فی الارض جمیعاً سے اسبات کے قائل ہوگئے ہین کہ جب تک کوئی ممانعت شرعیہ نہ معلوم ہو ہر چیز مباح اور حلال ہے اصل اشیا مین حلت ہے **ف** وھو بکل شیٔ علیم مین اس طرف اشارہ ہے کہ آسمانون اور زمین کی بابت جو لوگ کتاب الٰہی کے مخالف کہتے ہین وہ جانتے نہین ایسا ہی اٹکل کے گھوڑے دوڑاتے ہین ❊

ترکیب

اذ مفعول بہ ہے اذکر محذوف کا بعض کہتے ہین مبتدا محذوف کی خبر ہے تقدیرہ ابتداء خلقی اذ قال بعض کہتے ہین زائدہ ہے قال فعل ربک فاعل للملائکۃ متعلق ہے فعل کے انی جاعل فی الارض خلیفۃ جملہ مقولہ ہے قول کا یعنی مفعول قال کا جاعل مستقبل کے معنی مین ہے اسیلیے عمل کرتا ہے ممکن ہے کہ بمعنی خالق ہو تو ایک مفعول چاہیگا جو خلیفۃ ہے اور ممکن ہے کہ بمعنی مصیر ہو تو اس تقدیر پر فی الارض مفعول ثانی ہوگا - قالوا فعل ضمیر فاعل آ ہمزہ استفہام ارشاد کے لئے تجعل فعل انت فاعل من یفسد و یسفک الدماء سب اسکا مفعول پھر یہ تمام جملہ مفعول ہوا قالوا کا ونحن نسبح الخ جملہ اسمیہ حال ہے فاعل تجعل سے یہ حال جہت اشکال کو ثابت کرنے کے لئے ہے قال فعل با فاعل انی اعلم الخ جملہ اسکا مفعول - اعلم فعل مضارع ما موصلہ لا تعلمون صلہ اصلہ لا تعلمونہ ضمیر محذوف - بعض نے کہا ہے کہ اعلم اسم ہے مثل افضل کے پھر ما موضع جر مین ہے بسبب اضافت کے

(تبیان فی اعراب القرآن)

تفسیر

یہ تیسری نعمت خداتعالی یاد دلاتا ہے۔ پیشتر کہا تھا کہ اللہ نے تم کو پیدا کیا اور اس نے تمہارے لیے زمین و آسمان کو اور انکی
سب چیزون کو بنایا ہے اور اس نے تمہارے دادا ابو البشر آدم علیہ السلام کو وہ عزت و حرمت بخشی کہ فرشتون کو اسکے پیدا ہونے سے
پہلے ہی خبر کردی تھی کہ ہم زمین پر اپنا نائب یعنی آدم پیدا کرنا چاہتے ہین کہ اسکے اور اسکی اولاد انبیاء علیہم السلام کی معرفت
ہم اپنے احکام جاری کرینگے جب ملائکہ نے یہ سنا تو معلوم ہوا کہ آدم خدا کا بڑا برگزیدہ ہوگا دو وجہ سے ایک یہ کہ اسکے پیدا ہونے
سے پہلے ہی اسکی منادی کی گئی دوم یہ کہ وہ خدا کا نائب ہوکر زمین پر حکومت کریگا مگر اسکے ساتھ جب انکو یہ بھی معلوم ہوا کہ
اسکا خمیر اور مادہ ایسے اجسام مختلف الطبائع ہوگا کہ جنکو قوت شہویہ اور غضبیہ لازم ہے کہ جس سے خواہ مخواہ زنا وغیرہ فساد ظہور
مین آتا ہے، تو بڑا تعجب ہوا کہ جس مین دو بری قوتین اور ایک قوت عقلیہ عمدہ ہو اسکا تو پیدا کرنا بھی مقتضی حکمت نہین چہ جائیکہ
اسکو خلیفہ بنایا جاوے پس اسلیئے (نہ اعتراض اور مباحثہ اور حسد کے طور پر بلکہ) نہایت عجز و انکسار سے یہ سوال کیا کہ الہی اسکا
یہ حال ہے پھر اسکو خلیفہ بنانا اور جن مین صرف خوبی ہے یعنی قوت عقلیہ کہ جسکی وجہ سے خدا کی ہمیشہ تسبیح اور تحمید اور
تقدیس کرتے ہین سبحان اللہ بحمدہ سبوح قدوس کہتے ہین یعنی ملائکہ انکو خلیفہ نہ بنانا اسمین کیا حکمت ہے؟ خداتعالے
مجملاً یہ جواب دیا کہ اسمین جو کچھ حکمت ہے وہ تمکو معلوم نہین کہ ان دونون قوتون یعنی غضبیہ و شہویہ کو جب مہذب اور تابع
عقل کر دیا جاتا ہے تو انسے انصاف اور شجاعت و عفت اور مجاہدہ نفس وغیرہ صفات حمیدہ پیدا ہوتی ہین اور جو کچھ انکے
باہم مرکب ہونے سے عمدگیان پیدا ہوتی ہین وہ تنہا ایک صفت سے پیدا نہین ہوتین جیسا کہ جزئیات امور کا احاطہ اور طرح طرح
کی صنعتون کا ایجاد کرنا اور منافع کائنات کو قوت کے مرتبہ سے فعلیت کی طرف لانا حالانکہ خلافت سے یہی باتین مقصود ہین
سو یہ باتین آدم مین ہین فرشتون مین نہین اسکے بعد خداتعالی نے فرشتون کو آدم کی فضیلت علم دکھلا کر انکو سجدہ کا
حکم دیا اور فرشتے اپنے سوال پر نادم ہوکر سبحانک لا علم لنا کہنے لگے پس تم ایسے محسن خدا کی کیونکر نافرمانی کرتے ہو اور
اسکے احکام اور اسکے اخیر نبی علیہ السلام سے کسطرح سرتابی کرتے ہو۔

متعلقات

اذ قال ربک للملٰئکۃ۔ پیشتر مقدمۂ کتاب مین ملائکہ کی تحقیق ہوچکی ہے اور جو کچھ بعض نافہم لوگون نے اس سوال کو مباحثہ اور
اعتراض خیال کرکے ملحدون کی تقلید مین اکر زبان درازی کی ہے اور پھر نہایت ضعیف تاویل کرکے کلام الہی کو بگاڑا ہے
سب کا مفصل جواب وہان دیکھلو خلیفہ فعیل کے وزن پر ہے اسلیئے اسکی جمع خلفاء آتی ہے مگر مبالغہ کے لیئے ۃ کو زیادہ کردیا
اسکے معنی نائب کے ہین کہ جو پیچھے کام کرے یہ خلف سے مشتق ہے۔ اگرچہ خداتعالی ہر وقت موجود ہے اسکو خلیفہ بنانے کی
ضرورت نہین مگر بندون کو واسطہ کی ضرورت ہے۔

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ فَقَالَ اَنْۢبِـُٔوْنِیْ بِاَسْمَآءِ هٰۤؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ۝

اور خدا نے آدم کو سب نام سکہا ئے پہر اُن چیزون کو فرشتون کے سامنے کر کے یہ کہا کہ مجہکو اُنکے نام بتلاؤ اگر تم سچے ہو

یسفک سفک کے معنی بہانے کے ہین سفک اور سبک اور سفح اور رشن قریب المعنی ہین صرف یہ فرق ہے کہ سفک آنسو اور خون بہانے مین مستعمل ہوتا ہے اور سبک سونا چاندی وغیرہ کے پگہلانے مین اور سفح اوپچے سے پانی وغیرہ ڈالنے مین اور رشن مشکیزہ وغیرہ کے منہ سے پانی گرانے مین اور رشن آہستہ آہستہ ڈالنے مین مستعمل ہوتا ہے ؂

تسبیح خدا تعالی کی جمیع عیوب سے پاکی بیان کرنا اور اسی طرح تقدیس خواہ زبان سے ہو خواہ دل سے خواہ دلالت حال سے بیان کیجا ئے اسمین تمام مخلوقات شریک ہے ہر چیز بزبان حال اپنے صانع کی خوبیون اور پاکیزگیون کو بیان کر رہی ہے اسی لئے ارشاد فرمایا ہے یسبح لہ ما فی السموات والارض وان من شئی الا یسبح بحمدہ کہ ہر چیز خدا کی تسبیح کر رہی ہے

نکتہ

ملائکہ کو یہ معلوم تہا کہ انسان مین ضرور دو قوتین ہونگی شہوت کہ جسکا مقتضے زناکاری وغیرہ فساد ہے جسکو یفسد کے ساتھ تعبیر کیا دوسری غضب ہے جسکا مقتضے قتل و ضرب ہے جسکو یسفک الدماء کے ساتھ تعبیر کیا اور یہ بھی جانتے تھے کہ ہم مین یہ دونون قوتین نہین پس بارگاہ کبریا مین ادب کے مارے یہ تو کہہ نہ سکے کہ ہم یہ دونون بدکام نہین کرتے مگر انکے مقابلہ مین دو اور باتین خدا تعالے کی عظمت پر دلالت کرنیوالے کہین اور انمین اشارتاً ان دونون عیبون کی بھی نفی کر دی اسلئے نحن نسبح بحمدک کو یفسد فیہا کے مقابلہ مین اور نقدس لک کو یسفک الدماء کے مقابلہ مین ذکر کیا ولطفہ لا یخفی - اب آدم کی عظمت کو خدا بتلاتا ہے ؂

ترکیب

علم فعل ضمیر راجع طرف اللہ کے فاعل آدم مفعول اول الاسماء کلہا تاکید و موکد مفعول ثانی یہ جملہ مستانفہ ہوا عرض فعل با فاعل ہم ضمیر راجع طرف مسمیات کے کہ جو ضمناً سمجھی جاتی ہین اسلئے کہ تقدیر کلام یہ ہے اسماء المسمیات مضاف الیہ کو حذف کر دیا اسلئے کہ مضاف دلالت کر رہا ہے علی الملائکۃ جار مجرور متعلق عرض کے ہوا - قال فعل ضمیر راجع طرف اللہ کے وہ فاعل انبئونی الخ جملہ مقولہ ہے ان کنتم صادقین جملہ شرطیہ اور انبئونی دال بر جزاء ؂

تفسیر

پس خدا تعالی نے حسب تجویز حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا اور اس پیدا ہونے کی کیفیت احادیث مین یون مرقوم ہے کہ خدا نے فرشتہ کو حکم دیا کہ زمین سے تھوڑی تھوڑی ہر جگہ کی[1] مٹی لیکر اُسکا خمیر کرے اور ایک پتلا بنا وے چنانچہ فرشتہ نے حسب الحکم مکہ اور طائف کے بیچ مین بمقام نعمان اسی طرح پتلا بنایا اور خدا نے اپنی ید قدرت سے اُسکی صورت ہاتھ پاؤن کان آنکھ بنائی اور چند مدت تک اس خاک کے

---

[1] اور اسی لئے اولاد آدم مختلف الاحوال ہوئی کوئی کالا کوئی گورا کوئی نرم کوئی سخت اور اسی خاک کیوجہ سے آدمی کے حالات مختلف ہوتے ہین ۱۲ منہ

خشک پتلے کو ایسی حالت میں رکھا اور فرشتے بھی اس عجیب و غریب صورت کو دیکھکر حیران ہوتے اور تعجب کرتے تھے کہ خدا نے اس میں کیا سر رکھا ہے
جو خلیفہ بنایا جاویگا اور ابلیس اسکو دیکھکر دل میں کہتا تھا کہ یہ کیا ہے ؟ مگر جب قلب کو دیکھا تو حیران ہو گیا کہ شاید اس میں کوئی لطیفہ
ربانی رکھا جاوے پس جب روح اس تنگ و تاریک پتلی خاکی میں مجبوری حکم الٰہی آئی اور اسوقت آدم کو چھینک آئی تو الہام الٰہی سے
الحمد للہ کہا اور خدا کی طرف سے یرحمک اللہ کا جواب عطا ہوا پھر آدم کو حکم ہوا کہ تو جماعت فرشتوں کے پاس جا کر السلام علیکم کہہ جو کچھ جواب
دیوین وہ تیرے لئے اور تیری اولاد کیلئے تحیہ مقرر ہوگا انتہی پس جب آدم پیدا ہوئے اور فرشتوں نے ہر چند آدم کی چھینک الحمد للہ کہنے
اور جماعت ملائکہ کو السلام علیکم کہنے سے یہ معلوم کر لیا تھا کہ کوئی ہونہار ہے مگر ہنوز اسکے استحقاق خلافت کی کوئی فضیلت
خاص معلوم ہوئی تھی اسلئے خداتعالی نے آدم کے دل میں یہ القا کر دیا کہ فلان شئی کا یہ نام ہے فلان شئے کا یہ یعنی آدم کی سرشت میں
وہ اجزائے مختلفہ اور قوائے متباینہ رکھے کہ جنسے اسکو طرح طرح کے معقولات اور محسوسات اور متخیلات اور موہومات اور حقائق اشیا اور ان کے
خواص اور نام اور اصول علم و قوانین صنعت اور انکے آلات کی کیفیت کا علم حاصل ہو سکے پس جب آدم کو فضیلت علم حاصل ہو گئی کہ جو تمام صفات
کمالیہ کا استخراج ہو اور جسپر خلافت و نیابت ہے کس لئے کہ خلیفہ جبتک سب اشیا کی ماہیت نہ جانیگا تو حکم کیونکر کریگا تب خدا نے ان چیزوں کو فرشتوں
کے سامنے کر کے دربار عام میں یہ پوچھا انبئونی باسماء ہؤلاء یعنی ہمکو ان چیزوں کے نام تو بتلاؤ اگر اپنے اس دعوے میں سچے ہو کہ ہم ہی تیری تسبیح و تقدیس
کرتے ہیں (اور تسبیح و تقدیس کو علم اشیا لازم ہے) پس اسلئے ہم مستحق خلافت ہیں ٭

لیکن چونکہ فرشتوں میں وہ مادہ نہ تھا کہ جسکی وجہ سے حقائق اشیا اور جزئیات امور کا علم حاصل ہو اس لئے نہ بتلا سکے
پھر خدا نے آدم سے کہا کہ ان کو تو بتلا دے آدم نے بتلا دیا تو تمام ملائکہ اسکی فضیلت علم کے قائل ہو گئے اور اپنی قصور فہم اور نقصان علم کو قائل ہو کر
سبحانک لا علم لنا الخ کہنے لگے جب آدم کی فضیلت ثابت ہو چکی تو خدا نے آدم کو اپنی نیابت عطا فرمائی اور اسکی تخت نشینی سے
مطلع کر کے سجدہ تعظیم کی نذر دینے کا حکم دیا سب فرشتے حکم الٰہی کو بجا لائے اور سب نے آدم کو سجدہ کیا مگر ابلیس کہ جو دراصل جن تھا
فرشتوں میں عبادت و ریاضت کی وجہ سے جا ملا تھا حسد ہوا اور وہ آدم کی فضیلت کا منکر ہوا اور کہا کہ یہ خاک سے بنا ہے میں آگ سے بنا ہوں
میں اس سے بہتر ہوں مجھ پر اسکو کیا فضیلت ہے ؟ آخر الامر سجدہ نہ کیا اور اس عتاب میں دربار خدائی سے نکالا گیا - اور پھر آدم کی خوشی خاطر
کے لئے ایک عورت حوا نام پیدا کی اور دونوں کو جنت میں رہنے کا حکم دیا اور ایک درخت کے کھانے سے کسی حکمت کی وجہ سے
منع کر دیا تھا شیطان وہاں سانپ کی صورت میں جا کر پہنچا اور حضرت حوا کو بہکا کر اس درخت کے کھانے پر آمادہ کیا اور حوا کے کہنے سے
حضرت آدم نے بھی کھایا جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ وہاں سے نکالے گئے اور دنیا میں ڈالے گئے اور طرح طرح کی تکلیفات اٹھا کر حضرت آدم نے
اپنی زندگی تمام کی اور انکی نسل دنیا میں پھیلی پھر ہمیشہ سے بدلوگوں کے سمجھانے کے لئے خدا کی طرف سے برگزیدہ لوگ کہ جنکو انبیا
کہتے ہیں آتے اور سمجھاتے رہے چونکہ مختصراً حضرت آدم کی ساری سرگذشت ہر کسکو خدا تعالی نے اگلی آیات اور دیگر مقامات میں

قَالُوا سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا إِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا إِنَّكَ أَنْتَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ ۝ قَالَ يَا آدَمُ أَنْبِئْهُمْ بِأَسْمَائِهِمْ

بولے (فرشتے) پاک ہو تم تو اسیقدر جانتے ہیں کہ جس قدر تو نے ہم کو بتلایا بیشک تو ہی بڑا جاننے والا حکمت والا ہی کہا (خدا نے) اے آدم تو فرشتوں کو ان چیزوں کے نام بتا دے

فَلَمَّا أَنْبَأَهُمْ بِأَسْمَائِهِمْ قَالَ أَلَمْ أَقُلْ لَكُمْ إِنِّي أَعْلَمُ غَيْبَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَأَعْلَمُ مَا تُبْدُونَ وَمَا كُنْتُمْ تَكْتُمُونَ ۝

پھر جب آدم نے فرشتوں کو انکے نام بتائے تو خدا نے کہا کہ میں تم سے نہ کہتا تھا کہ آسمانوں اور زمین کی پوشیدہ چیزوں کو جانتا ہوں اور جو تم ظاہر کرتے اور جو پوشیدہ رکھتے ہو اسکو بھی جانتا ہوں

نئی نئی عنوانات سے بیان فرمایا ہی اور توارت میں بھی اسی طرح سے ہے اور حضرت عیسی علیہ السلام اور انکے حواری بھی بلکہ جمیع انبیا یون ہی سمجھتے آئے ہیں گو عنوان اور طرز بیان میں کچھ کہیں فرق ہو مگر بعض دہریون نے اسکا انکار اور آیات کی تاویل کی ہے -

سوال علم آدم الاسماء کلہا سے تمام محققین نے یہ مراد لی ہے کہ اسما سے مراد صرف نام نہیں بلکہ اشیا کی حقیقت اور خواص و صفات ہیں کیونکہ نام پوچھنے میں کیا آدم کی فوقیت ثابت ہوتی ہے ؟ پس اس تقدیر پر یہ بحث کرنا کہ لغات کا واضع خدا ہی یا کون اور اگر خدا ہے تو تسلسل لازم آویگا وغیر ذلک من الابحاث) بیفائدہ ہے اور تعلیم کے معنے بھی الہام اور القا کے ہیں مگر کہنا سمجھ میں نہیں آتا کہ ہر چیز کی حقیقت خدا نے آدم کو بتلادی تھی اور پھر ہر چیز کا فرشتوں کے روبرو لا کر سوال کرنا بھی سمجھ میں نہیں آتا **جواب** مراد یہ ہے کہ آدم میں ہر چیز کے جاننے کا مادہ اور قابلیت پیدا کردی تھی کہ جب تو جہ کرے جان سکے اور پھر کل اشیا کو اسی حیثیت سے پیش کیا تھا اور اسی حیثیت سے عرضہم میں ہم کی ضمیر انکی طرف پھرتی ہی **سوال** ضمیر ہم مذکر کی طرف اور ذوی العقول کی طرف پھرتی ہے اور اشیا کی طرف ہا ضمیر پھرانی چاہئے تھی عرضہا کہنا تھا - **جواب** چونکہ اشیا میں عقلا بھی تھے تو بقاعدہ تغلیب یہ ضمیر لائی گئی ؛

ترکیب

قالوا فعل ضمیر ملائکہ کی طرف راجع اسکا فاعل سبحانک لا علم لنا الخ تمام جملہ مفعول بہ سبحان اسم ہی مصدر کی جگہ میں واقع ہوا ہے اور کبھی اس سے تحت مشتق کیا جاتا ہی - اور یہ اکثر مضاف ہو کر مستعمل ہوتا ہی اور منصوب ہوتا ہے فعل محذوف کی تقدیر سبحت سبحانا جیسا کہ معاذ اللہ اور جب یہ اضافت کی مجرد ہوتا ہے تو علم تسبیح ہو کر عثمان کی طرح تعریف اور الف و نون کی وجہ سے غیر منصرف ہوتا ہے الا ما علمتنا ما مصدریہ ہے اسے الا علما علمتناہ اور یہ موضع لا سے بدل ہو کر مرفوع المحل ہے جیسا کہ لا الہ الا اللہ انت مبتدا العلیم اسکی خبر الحکیم خبر ثانی پھر یہ سب جملہ خبر ان ہوا - اور ممکن کہ انت تاکید ہو کاف انک کی - باقی ترکیب واضح ہے ؛

تفسیر

بہی اس کلام کی واضح ہے - لیکن اس سب کلام کی تقدیر یون ہے جب فرشتے نہ بتا سکے تو معذرت کرنے لگے پھر خدا نے آدم فرمایا تو اسنے بتلا دیا - جب فرشتوں کا عجز بخوبی ثابت ہوگیا تو خدا تعالی نے انکو تنبہ کرنے کو فرمایا کہ تم اپنے دل میں کیا سمجھتے تھے میں ہر چیز کی حکمت اور مصلحت اور ہر آسمان و زمین کی پوشیدہ بات جانتا ہوں اور تمہارے دلوں کے مطالب اور ظاہر حال سے بھی

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ ٭ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ۝

اور جبکہ ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو تو انہوں نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے کہ اس نے انکار اور تکبر کیا اور وہ کافروں میں سے تھا

آگاہ ہوں - اب اس آیت میں انی اعلم ما لا تعلمون کی خوب تشریح ہوگئی یعنی تمہارا استعجاب بیجا تھا میں جو کچھ کرتا ہوں اسمیں صدہا حکمتیں مخفی ہیں -

فوائد

اس آیت سے چند باتیں مستفاد ہوئیں (۱) یہ کہ علم کو جمیع صفات پر فوقیت ہے یہانتک کہ ملائکہ تسبیح و تقدیس میں ہمہ تن مصروف تھے اور آدم میں گناہ کا بھی مادہ رکھا تھا مگر علم کی وجہ سے خلافت کا مستحق اور فرشتوں کا استاد ہوگیا - قرآن اور احادیث اور کلام حکما میں جسقدر علم کے فضائل ہیں اُنکے لیئے ایک دفتر چاہیے (۲) یہ کہ حکمت علم سے زیادہ چیز ہے ورنہ انت العلیم الحکیم میں یہ لفظ مکرر کیا جاتا پس سلیم حکمت کی تعریف اور اقسام کو علم سے غیر طور پر بیان کیا گیا ہے مگر حکمت آلہی کے یہ معنی ہیں کہ خدا تعالی اس چیز کو پیدا کرے کہ جسمیں بالفعل اور آیندہ بندوں کی بھلائی ہو - واضح ہو کہ جب حضرت آدم کا حق خلافت اور استاد ہونا ثابت ہوگیا تو خدا تعالی نے ملائکہ کو اُسکی تعظیم و تکریم کا حکم دیا اور آدم اور اُسکی اولاد پر احسان کیا پس اس آیت میں ذکر فرماتا ہے ؛

ترکیب

و حرف عطف - اگر اُسکو اذکر مضمر سے نصب دیا جائیگا تو ظرف کا ظرف پر عطف ہوگا اور اگر قالوا یا اتجعل وا کے ساتھ متعلق کیا جاویگا تو جملہ کا جملہ پر عطف ہوگا بلکہ ایک پورے قصہ کا دوسرے پورے قصہ پر - قلنا فعل با فاعل للملائکہ متعلق ہے فعل سے اسجدوا الخ یہ تمام جملہ ماول ہوکر مقولہ ہوا قلنا کا - جو لوگ ابلیس کو ملائکہ ارضیہ میں سے[1] کہتے ہیں اور عصمت سب فرشتوں کے لیئے شرط نہیں کرتے بلکہ علوی اور آسمانیوں کے لیے تو وہ الا کا استثنا ملائکہ سے متصل جانتے ہیں اور جو اسکو غیر ملائکہ از قسم جن بتلاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بنی آدم سے پیشتر دنیا پر جنوں کا تسلط تھا پھر جب انہوں نے زمین کو گناہوں سے ناپاک کردیا تو خدا نے اُنکی شوکت کو توڑ دیا اکثر ملائکہ کے ہاتھ سے قتل ہوئے اور جو کچھ بچ گئے غاروں اور پہاڑوں میں پناہ گزین ہوئے منجملہ اُنکے ابلیس تنہا تھا اور گریاں ہوکر عبادت الٰہی میں مشغول ہوکر ملائکہ ارضیہ میں ملگیا مگر خلافت کا امیدوار رہا پس جب آدم کو خلیفہ بنایا اسکو از حد حسد آیا ملائکہ کے ساتھ اسکو بھی سجدہ کا حکم ہوا اس نے تکبر انکار کیا سو وہ غیر متصل کہتے ہیں اور شمول کی یہ وجہ بیان کرتے ہیں اول حضرت علی اور ابن عباس کا قول ہے دوسرا حسن اور قتادہ کا ؛

---

[1] کیونکہ ممکن ہے کہ جنکا مادہ شعلۂ آتش ہو انہیں دو قسم کے لوگ ہوں نیک سو وہ بھی ایک قسم کے ملائکہ ارضیہ ہوں اور بد سو وہ شیاطین جن ہیں پس اس اعتبار سے ابلیس کو فرشتوں میں بھی شمار کرسکتے ہیں اور شیطان بھی کہتے ہیں ہاں ان فرشتوں میں شمار نہوگا کہ جو اعلی نوع کے ہیں اسی لیے اللہ تعالے فرماتا ہے کان من الجن ففسق عن امر ربہ کہ ابلیس جن تھا حکم الٰہی سے نافرمان ہوگیا پس ملائکہ کے لیے جو عصمت شرط ہے تو اعلی قسم کے لیے ہے کذا فی تفسیر البیضاوی ۱۲ منہ

تفسیر

یہ چوتھی نعمت ہے تمام بنی آدم پر کہ انکے باپ حضرت آدم کو یہانتک عزت دی کہ ملائکہ کو بعض کہتے ہین زمین کے ملائکہ کو بعض کہتے ہین سب کو سجدہ کا حکم دیا سب نے تعمیل کی مگر ابلیس نے کہ جسکو شیطان کہتے ہین تکبر سے حکم عدولی کی اور در اصل وہ علم الٰہی مین کافرون مین شمار تہا۔

متعلقات

سجدہ لغت مین سر جہکا کر عاجزی اور فرمانبرداری ظاہر کرنا ہے کوئی شاعر عرب کہتا ہے ۵ بجمع تضل البلق فی حجراتہ ترے الاکم فیہ سجدا للحوافر ابوکلثت شاعر بنی عامر سے کہتا ہے کہ مجھکو تم جب جانو گے کہ مین ایسا لشکر عظیم لیکر تم پر حملہ آور ہونگا کہ جسکے اطراف مین ابلق گھوڑون کا تپانہ لگے اور جسکے گھوڑون کی ٹاپون کے آگے ٹیلے سجدہ کرینگے یعنی جہکین گے۔ وقال ۵ فقلن لہا وہما ابیا خطامہا وقلن لہا اسجد للیلی فاسجد عورتین ایک سخت منہ زور اونٹ کو لیلی کے پاس کہینچکر لائین اور کہا کہ لیلی کو سجدہ کر یعنی اسکے آگے جہک جا تو اس نے گردن جھکا دی۔ الغرض سجدہ کے معنی لغت مین جہکنا ہے اور شرع مین اسکو خاص کر لیا اور اسکے معنی زمین پر پیشانی رکہنا قرار دیا سو اسمین نہایت درجہ کی تعظیم ہے اسلئے شریعت نے اسکو غیر اللہ کے لیے حرام کر دیا احادیث صحیحہ اسمین بکثرت ہین وقال تع لا تسجدوا للشمس ولا للقمر واسجدوا للہ الذی خلقہن کہ نہ آفتاب کو نہ ماہتاب کو سجدہ کرو جس نے انکو پیدا کیا اسکو سجدہ کرو اور انجیل متی کے چوتھے باب مین یہ ہے کہ شیطان نے مسیح کو کہا کہ تو مجھکو سجدہ کرے تو تجھکو سب کچھ دون (۱۰) تب مسیح نے اس کو کہا اے شیطان دور ہو کیونکہ لکہا ہے کہ تو خداوند اپنے خدا کو سجدہ کر اور اس اکیلے کے لیے بندگی کر انتہی۔

پس اس تقدیر پر خدا نے فرشتون کو ایسا حکم کہ جو اسکی ذات مقدسہ کیلیے مخصوص ہے کیون دیا؟ اسکا یہ جواب ہے کہ سجدہ کی مراد لغوی معنی ہین یعنی جہکنا اور تعظیم کرنا سو یہ حکم مختص بعبودیت نہین بلکہ چہوٹا بڑے کے آگے اور شاگرد استاد کے آگے تعظیم و تکریم سے پیش آتا ہے حضرت یوسف کے بہائی اور باپ بہی اسی طرح اُن سے پیش آئے تہے وخروا لہ سجدا اور جو سجدہ کے شرعی معنی مراد رکہی جاوین تو آدم مسجود حقیقی نہین بلکہ آدم اس جہت سے (کہ تمام خدائی کا مجموعہ اور اسرار خدائی کا نمونہ اور اُسکی جمال باکمال کا آئینہ ہے) قبلہ سجود تہے یعنی آدم کی طرف منہ کر کے خدا کو سجدہ کرو اسجدوا لآدم مین لام بمعنی الی ہے یعنی لام کے معنی واسطے کے نہین بلکہ طرف کے ہین جیساکہ اس شعر مین ہے ۵ الیس اول من صلی لقبلتکم واعرف الناس بالقرآن والسنن الاباء باختیار خود کسی چیز سے انکار کرنا تکبر اپنے آپ کو غیر سے بڑا سمجہنا استکبار اس امر کو بتدریج اختیار کرنا

واضح ہو کہ جس طرح بعض دہریون نے زمانہ قدیم مین وجود شیطان اور اُسکے انکار سجود اور آدم کے مبدء نوع انسانی ہونیکا انکار کیا ہے اور بخوف مناظرہ اہل اسلام و اہل کتاب آیات قرآنیہ و عبارات عہد عتیق و جدید کی تاویل بہی کی ہے جیساکہ ملل و نحل اور دبستان مین اس کا بیان ہے اسی طرح انکے مقلدین نے بہی بذریعہ تفسیر آجکل یہ کام کر کے اپنے زعم فاسد مین بڑی لیاقت حاصل کی ہے مگر آہا

وَقُلْنَا يَا آدَمُ اسْكُنْ أَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هَٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُونَا مِنَ الظَّالِمِينَ

اور ہمنے کہا اے آدم تو اور تیری بیوی جنت مین جا بسو اور وہان اس مین سے کہاؤ جہان سے چاہو اور اس درخت کے پاس نہ جانا ورنہ خرابی مین پڑ جانیوالون مین

فَأَزَلَّهُمَا الشَّيْطَانُ عَنْهَا فَأَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيهِ ۖ وَقُلْنَا اهْبِطُوا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۖ وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَمَتَاعٌ إِلَىٰ حِينٍ

ہو جاوگے پس شیطان نے انکو وہان سے ڈگا دیا پہر انکو جسمین وہ تہے اس سے نکلوا دیا اور ہمنے کہا تم سب نیچے اُترو تم مین ایک دوسرے کا دشمن ہے اور تمہارا ایک وقت تک زمین مین ٹہکانا اور سامان ہے

ہذیان کا جواب مقدمہ کتاب مین تفصیلا مذکور ہے وہان ملاحظہ کرلو۔

زیادہ تر قابل تعجب یہ بات ہے کہ بعض پادریون نے بہی آجکو رپی الحاد کے خمار مین اسپر یہ کچہہ اعتراض کیا ہے لیکن اُسکا جواب بہی مقدمہ مین مذکور ہے یہان سے چند باتین مستفاد ہوتین (۱) یہ کہ حسد سب گناہون سے بڑا گناہ ہے جس نے شیطان کا ستیاناس کیا (۲) یہ کہ خدا کی رضا پر راضی رہنا چاہیے شیطان چونکہ اُسکی رضا پر راضی نہوا اُسکی کہان تک نوبت پہنچی (۳) اپنے علم اور عبادت و ریاضت پر مغرور نہو اگر انجام کا اعتبار ہے دیکہو شیطان کا انجام کیا ہوا (۴) خدا تعالے کے روبرو گستاخی کرنا سخت گناہ ہے۔

اسکے بعد خدا تعالے حضرت آدم کا قصہ بیان کرتا ہے تاکہ ناظرین کو عبرت ہو اور خدا کی کسی نعمت پر مغرور ہو کر نافرمانی نکرین اور اگر تقدیر سے کچہہ خطا ہو جاوے تو اپنے باپ آدم کیطرح اسپر اسقدر تاسف اور ندامت اور توبہ و استغفار کیا کرین تاکہ وہ غفور رحیم اپنی صفت مغفرت کو ظاہر کرے نہ کہ اپنے بزرگون کے قدیم دشمن ابلیس کی پیروی کرکے اسپر اصرار کرے اور اسی طرح اسپر جبار ہے ورنہ اُسکی درگاہ سے راندہ جاوے گا اور پہر کہین ٹہکانا نہ پاویگا۔

ترکیب

واو حرف عطف کہ عطف جملہ کا پہلے جملہ پر ہے قلنا فعل ضمیر فاعل یا حرف ندا آدم منادی اُسکن فعل ضمیر مستتر اسکی فاعل انت اسکی تاکید تاکہ ضمیر مستتر پر عطف صحیح ہو جاوے و حرف عطف زوجک معطوف بر انت الجنۃ مفعول بہ یہ تمام جملہ معطوف علیہ وکلا الخ جملہ معطوف رغدا صفت ہے مصدر محذوف کی اے اکلا رغدا اے طیبا ہنیا حیث ظرف مکان اور عامل اسمین کلا ہے اور ممکن ہے کہ جنت سے بدل ہو کر مفعول بہ ہو جاوے ولا تقربا فعل نہی انتما ضمیر اسکا فاعل ہذہ موصوف الشجرۃ اسکی صفت یہ دونون مفعول بہ ہین یعنی منہی عنہا فتکونا جواب نہی ہے اسی لئے نون حالت جزمی مین گر پڑا التقدیرہ ان تقربا تکونا۔

فازل مشدد زلت بمعنی لغزش۔ اور بعض نے اسکو ازال زوال سے لیا ہے جسکے معنی اُکہیڑ دینا ہے۔ یہ فعل ہما مفعول بہ الشیطن فاعل عنہا اے عن الجنۃ متعلق ہے ازل سے فاخرجہما جملہ معطوفہ مما مین ما بمعنی الذی اے من النعیم اہبطوا فعل ہبوط بمعنی نزول سے یعنی اُترنا انتم اسکا فاعل جس سے مراد آدم اور حوا اور شیطان یا آدم اور اُسکی ذریت جو اسکی پشت مین تہی بعضکم لبعض عدو جملہ موضع حال مین ہے واو اہبطوا سے اور اسیطرح ولکم فی الارض مستقر الخ جملہ بہی اسی سے حال ہے اور ممکن ہے کہ جملہ مستانفہ ہو

مستقر اسم مصدر بھی اور ظرف دونوں ہوسکتا ہے حین کے معنی وقت یعنی وقت موت تک تمہارا زمین پر قرار ہے ؛

تفسیر

یعنی جبکہ آدم کے سر پر دستار خلافت بندھ چکی اور ملائکہ نے نذرانہ سجود پیش کر دیا تو خدا فرماتا ہے ہمنے آدم کو اور اسکی بیوی حوا کو یہ حکم دیا کہ تم جنت میں رہا کرو اور وہاں تمپر کوئی روک ٹوک نہیں جہاں سے جو جی چاہے خوب کہاؤ پیو مگر اس درخت (گندم بعض کہتے ہیں انجیر بعض کہتے ہیں انگور کا درخت تھا بعض کہتے ہیں کوئی اور قسم کا درخت تہا کہ جسکی تاثیر یہ تھی کہ جو اسکو کھاتا تھا آلودگی جسمانی میں مبتلا ہو جاتا تہا اور اسی مصلحت سے منع کیا تہا) کے پاس بھی نہ جانا چہ جائیکہ کھانا اور جو ایسا کروگے تو ظالموں میں پڑ جاؤگے (کیونکہ ظلم ایک چیز کو بے موقع رکھنے کا نام ہے اور یہاں تجہر پر ظلم کرنا مراد نہیں بلکہ اپنی جان پر اور اسی لیئے جو گنہگار گناہ کرتا ہے اپنی جان پر آفت ڈہاتا ہے کہ اسکا نتیجہ دنیا یا آخرت میں آپ ہی پاتا ہے) لیکن اس دشمن جانی یعنی شیطان نے وہاں جا کر یہ کہا یا آدم هل ادلک علی شجرۃ الخلد و ملک لا یبلی (طه) و قال ما نہاکما ربکما عن ہذہ الشجرۃ الا ان تکونا ملکین او تکونا من الخالدین و قاسمہما انی لکما لمن الناصحین (اعراف) کہ اے آدم میں تجھکو ایک ایسا درخت بتلاتا ہوں کہ جسکے کہانے سے تو ہمیشہ جیتا رہے اور تجھے ہمیشہ کی سلطنت ملے۔ اور تمہارے ربنے جو اسکے کھانے سے منع کیا ہے تو صرف اس خوف سے کہ تم فرشتہ ہو جاؤ یا ہمیشہ زندہ رہو اور میں قسم کہا کر تم سے کہتا ہوں کہ میں تمہاری خیر خواہی کر رہا ہوں۔ آخر الامر اس کہنے سے خداوند تعالی کے حکم کو بہول گئے اور فلما ذاقا الشجرۃ بدت لہما سوآتہما و طفقا یخصفان علیہما من ورق الجنۃ (اعراف) اور دونوں نے اس درخت کو چکھ لیا پہر تو کیا تہا اسکے کھاتے ہی اسکی تاثیر ظاہر ہوئی کہ آدم و حوا برہنہ ہوگئے اور شرم کے مارے درختوں کے پتے چپٹانے لگے اور عتاب الٰہی شروع ہوا کہ تمکو یہ جگہ اب تمہارے رہنے کے قابل نہیں چلو اترو زمین پر جا کر رہو وہاں باہمی عداوت کی تکلیف اٹھاؤ اور موت تک وہیں ہو اور اپنی معیشت کے سامان بہم پہنچاؤ و ناداہما ربہما الم انہکما عن تلکما الشجرۃ و اقل لکما ان الشیطن لکما عدو مبین (اعراف) اور خدا تعالی نے انکو یہ کہا کہ کیا میں نے تمکو اس درخت سے منع نہ کیا تہا اور یہ نہ کہا تھا کہ شیطان تمہارا ظاہر دشمن ہے ؛

متعلقات

اس مقام پر چند امور قابل غور ہیں (۱) یہ کہ حضرت آدم کو خدا نے پیدا کر کے کونسی جنت میں رہنے کا حکم دیا تہا جمہور اہل سنت و جماعت کا یہ قول ہے کہ بہشت میں رہنے کا حکم دیا تہا اور وہ بنی آدم کے مخلوق ہونے سے پہلے قایم ہے کیونکہ وہ لطف رحمانی کا مظہر ہے اور عالم حسی سے الگ ہے اور وہاں اسکے مناسب درخت و میوے سب کچھ ہیں نہ یہ درخت و میوہ کہ جو جسمانیت و تکدر سے آلودہ ہیں بچند وجوہ (وجہ اول) یہ کہ گو حضرت آدم کے جسم کی بنیاد اس عالم عنصری سے قایم تہی جیسا کہ احادیث صحیحہ و آثار قویہ سے ثابت ہے اور خمیر یہ کہ وہ مکہ اور طائف کے درمیان بنائی گئی ہے اور گو آدم زمین کی خلافت کے لئی مقرر ہوئے تہے مگر انعامات الٰہی او تقرب بغیر بلنا ہی حضرت آدم

وہ روحانیت غالب آگئی تھی کہ جس سے ملائکہ بلا تکلف ہروقت انکو دکھائی دیتے تھے اور سب سے بڑھکر یہ کہ وہ خدا کے دربار عالم میں نہایت عزت و منزلت حاصل کر چکے تھے پس جس طرح بعد مفارقت بدن ہر شخص پر اس عالم کا راز کھل جاتا اور وہان کی خبرین جنت و دوزخ دکھائی دیتی ہین اسی طرح حضرت آدم کو اس جسم سے یہ بات نصیب ہوگئی تھی اور یہ کچھ تعجب کی بات نہین اکثر مقربان الہی پر یہ حالت طاری ہوجاتی ہے اور شب معراج انحضرت علیہ الصلوۃ والسلام کا آسمانون پر تشریف لیجانا اور جنت و دوزخ کی سیر کرنا ایک امر قرین فہم مستقیم ہے اور بائبل سے بعض بعض اور انبیاء کے ایسے حالات ثابت ہوسکتے ہین چنانچہ حضرت الیاس کا ملائکہ اور روحانیات مین ملجانا ثابت ہے پس قرین قیاس ہے کہ حضرت آدم کو عالم قدس مین چند روز کے لیے اسلیئے لیجا کر رکہا کہ زمین کی خلافت مین ایسا مست و بیہوش نہو جاوے کہ ادہر کا خیال نہ آسکے اور اس مرکز اصلی کو بہول جائے بلکہ اس عالم مین اس عالم کے شوق مین ہر دم ماہی بے آب کی طرح تڑپتا رہے اور وہ اور اسکی ذریت اس عالم کے خیال مین ہرطرح نیکی کو عمل مین لاوین دنیا اور اسکے مال و زر کی کچھہ وقعت انکھون مین نرہے اپنے آپ کو مسافر تیز رو جانین کیونکہ اگر یہ مضمون پیش نظر نہو تو پھر صدہا فساد اور خونریزیان زمین پر ہوتی ہین خلافت کا نتیجہ حاصل نہین ہوتا مگر اس جگہ خدا نے اپنی قدرت سے ایک درخت ایسا پیدا کیا تہا کہ جسکی تاثیر آلودگی تہی اور یہ کچھہ تعجب کی بات نہین اس عالم مین نباتات کی عجائب تاثیرات ہین قضا و قدر مین ادم کا زمین پر آنا اور اسکی اولاد سے زمین کا آباد ہونا لکہا تہا کہا لیا اسکی تاثیر سے نکالے گئے معتوب ہوکر (وجہ دوم) علاوہ احادیث صحیحہ اور اقوال صحابہؓ کے خود قرآن مجید کے طرز تکلم اور بعض الفاظ سے جو اس مطلب کے بیان مین وارد ہین یہی مطلب سمجہا جاتا ہے از انجملہ ولکم فی الارض مستقر و متاع الی حین یہ کہہ رہا ہے کہ وہ جگہ زمین کے علاوہ کوئی اور جگہ تہی جسکی نسبت اہبطوا ہی آیا ہے ورنہ اسکے کیا معنی کہ یہان سے نکل جاؤ اور تم زمین پر ایک مدت رہو اور گزران کرو کیونکہ اگر وہ جنت مین نہ تہے تو خود وہان بہی ارض موجود تہی اور بہی وجوہات ہین معتزلہ اور اسی قسم کے ظاہر پرست یہ کہتے ہین کہ جنت سے مراد وہ جنت نہین بلکہ زمین پر ایک باغ تہا پہر اختلاف ہے کہ کہان تہا بعض کہتے ہین کرمان کے متصل بعض کہتے ہین فلسطین مین تہا اور اہل کتاب عدن مین کہتے ہین چنانچہ توراۃ اول مین اسکی تصریح ہے (اگر عدن سے مراد جنت ہے تو ٹہیک ہے اور وہان سے چارون دریا نکلنے کی توجیہ بہی ہو سکتی ہے ورنہ وہ عدن کہ جو عرب مین سمندر کے کنارے پر واقع ہے وہان تو چارون نہرین کیا بلکہ چاہیون کو میٹہا پانی بہی پینے کو نہین ملتا اور کوئی عدن ہو تو معلوم نہین) معتزلہ کہتے ہین کہ خلیفہ زمین کے بنے تہے تو ضرور تہا کہ زمین پر رہتے اسکا جواب ہے کہ پہر کہتے ہین اہبطوا کے معنی ایک جگہ سے دوسری جگہ جانا ہے جیسا کہ اہبطوا مصرا آیا ہے پس اس باغ سے نکالکر خدا نے اسکو سراندیپ مین ڈالدیا تہا (۲) اکثر مورخین اس بات پر متفق ہین کہ حضرت آدم جنت سے نکالکر سراندیپ مین ڈالے گئے جہان ابتک انکے آثار و تبرکات پائے جاتے ہین اور ہزارہا ہندو اور مسلمان اس پہاڑ کی زیارت کو آتے ہین واللہ اعلم بحقیقۃ الحال

(۱۳) حضرت آدم نبی تھے انہوں نے یہ گناہ کیوں کیا؟ یہ واضح ہو کہ انبیاء کے عقائد اور تبلیغ اور فتووں میں عمداً یا سہواً خطا واقع ہونے کا
کوئی بھی قائل نہیں تمام اہل اسلام ان تینوں باتوں میں معصوم ہونے کے مقر ہیں ہاں انکے افعال و عادات میں کچھ اقوال
ہیں چنانچہ شیعہ کہتے ہیں کہ نہ ان سے کبیرہ نہ صغیرہ نہ علی سبیل القصد نہ سہواً نہ تاویلاً سرزد ہوا ہے اکثر معتزلہ کہتے ہیں کہ عمداً کبائر
کا سرزد ہونا انبیاء سے ممتنع ہے ہاں صغائر سرزد ہو سکتے ہیں مگر جنمیں رذالت ہے جیسا کہ کم تولنا وہ بھی سرزد نہیں ہو سکتے مگر
جمہور اہل اسلام سنت و جماعت کا یہ قول ہے کہ کفر و شرک اور کوئی کبیرہ یا صغیرہ عمداً کبھی کسی نبی سے سرزد نہیں ہوا ہاں سہواً
اور خطاءً کوئی صغیرہ یا جس سے شان نبوت میں فرق نہ آوے اگر سرزد ہو گیا ہو تو ممکن ہے کہ جسکو زلت یعنی لغزش کہتے ہیں
سو ان لغزشوں پر عام مسلمین معاف ہیں مگر چونکہ نبوت کی بڑی شان ہے انکو اسپر بھی چند در چند مصلحتوں سے عتاب ہوتا ہے جسپر
وہ روتے اور ہر دم خدا کی یاد میں سرگرم رہتے ہیں اور یہ بات جسپر عوام سے مواخذہ نہو خواص سے ہو کچھ عقلاً و نقلاً بعید الفہم
نہیں حسنات الابرار سیئات المقربین مشہور ہے اور دلائل عصمت انبیاء کے آیات و احادیث صحیحہ ہیں کہ شرح مواقف وغیرہ
کتب کلامیہ میں مذکور ہیں پس وہ جو انبیا علیہم السلام کی نسبت اس قسم کی باتیں مذکور ہیں کہ جو شرک و کفر و زنا اور جھوٹ
بولنے پر دال ہیں یا اور کبائر پر مشعر ہیں سو وہ جھوٹی ہیں یا مؤول حاشا کلا کبھی انبیا علیہم السلام کی جناب میں بدگمانی کرنا نہ چاہیے
علیٰ ہذا القیاس حضرت آدم نے جو درخت کھایا یا اور گناہ کیا تو اول تو یہ قبل نبوت تھا و لا کلام فیہ دوم یہ کبیرہ نہ تھا
محض آدم علیہ السلام کی بھلائی کے لیے خدا نے ارشاد کیا تھا جسکے خلاف سے انہوں نے اپنے نفس پر ظلم کیا ربنا ظلمنا
انفسنا فرمایا سوم یہ سہواً سرزد ہوا تھا آدم علیہ السلام کو بروقت کھانے کے وہ ممانعت یاد نہ رہی تھی[۱] اور جنت سے جو وہ
نکالے گئے تو اول تو اس درخت کی تاثیر تھی اور یوں بھی تسلیم کیا جاوے تو اس بے احتیاطی اور لغزش کی سزا تھی

فائدہ

ازلہما الشیطان یہاں پھسلانے کو جو شیطان کی طرف منسوب کیا ہے تو مجازاً کیونکہ شیطان پھسلنے کا سبب تھا
پس یہ اسناد مجازی ہے ؛

ربط

اس کے بعد خدا تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی گریہ وزاری اور توبہ سے معاف ہونا بیان
فرماتا ہے ؛

---

[۱] کیونکہ خدا فرماتا ہے ولم نجد لہ عزما کہ ہم نے آدم کا ارادہ نہیں دیکھا فافہم ۱۲ منہ

فَتَلَقّٰٓى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ ۭ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ○

پس آدمؑ نے اپنے رب کی طرف سے چند کلمات حاصل کیے تب خدا نے آدم کو معاف کیا بیشک وہ معاف کرنیوالا مہربان ہے

ترکیب

تلقّٰی فعل آدم فاعل کلمات مفعول بہ من ربہ کائنۃ کے متعلق ہو کر صفت کلمات کی مگر جبکہ اسکو مقدم کر دیا گیا تو حال کی صورت میں منصوب المحل ہوا فتاب فعل ضمیر ہو راجع رب کی طرف فاعل علیہ متعلق تاب کے ہے انہ ہو ضمیر متصل کی تاکید التواب الرحیم صفت موصوف خبر

تفسیر

جب آدم جنت سے نکالے گئے تو مدت تک زمین پر بحالت پریشانی اپنے گناہ پر روتے رہے آخر خدا تعالےٰ کو اپنے بندہ کی آہ و زاری اور ندامت و بیقراری پر رحم آیا ؎ اے خوشا چشمے کہ آن گریانِ اوست ؛ وے ہمایون دل کہ آن بریان اوست ؛ در پے ہر گریہ آخر خندہ ایست مرد آخر بین مبارک بندہ ایست ؛ اور یہ کلمات آدمؑ کے دل میں القا کئے ربنا ظلمنا انفسنا وان لم تغفر لنا وترحمنا لنکونن من الخاسرین جب انہوں نے ان کلمات سے دعا کرنا شروع کی تو خدا کو رحم آیا آدم کا گناہ معاف ہو کس لئے کہ وہ توبہ قبول کرنے والا بڑا مہربان ہے بعض احادیث میں کچھ اور کلمات اور آدم کی گریہ و زاری کے دیگر حالات مرقوم ہیں ؛ متعلقات

التلقی ملنا کسی چیز کا حاصل کرنا پانا یہ کلمات آدمؑ کو بطور الہام کے عطا ہوئے تھے - عام ہے کہ فرشتے نے آکر کہا تھا یا دل میں القا ہوا تھا التوبۃ رجوع کرنا لیکن جب یہ لفظ بندہ کی طرف منسوب ہوتا ہے تو لفظ الی کے ساتھ مستعمل ہوتا ہے جیسا کہ تُبْتُ اِلَیْکَ و تاب الی اللہ جس سے مراد ہوتی ہے کہ گناہ چھوڑ کر غفلت سے منہ موڑ کر بندہ خدا کی طرف رجوع ہوا پس بندہ کو تائب اور تواب کہیں گے انہ یحب التوابین مگر اسقدر فرق ہے کہ غفلت چھوڑ کر جب بندہ اسکی طرف رجوع ہوتا ہے تو اسکو آئب کہتے ہیں اور اواب بھی توبہ کی حقیقت تین چیزوں سے مرکب ہے علم معصیت کہ گناہ کو برا اور جرم باعث خرابی دنیا و آخرت جانے تاکہ دل میں بیقراری پیدا ہو اور ندامت دل میں آوے ترک فی الحال یعنی اسیوقت اس کام کو چھوڑ دے عزم مستقبل یعنی آیندہ کے لیئے دل میں مصمم ارادہ کرے کہ میں اس کام کو ہرگز نکرونگا اور جو کچھ حقوق الہی یا حقوق عباد ہیں انکے ادا کرنے کا بھی قصد کرے - پس جب ان شرائط سے بندہ توبہ کرتا ہے تو خدا تعالی اپنے فضل و کرم سے بندہ کے گناہ معاف کر دیتا ہے احادیث صحیحہ اور آیات قرانیہ اور کلام انبیا میں جسقدر توبہ کی تاکید اور فضائل و اوصاف مذکور ہیں انکی اس مختصر میں گنجائش نہیں چنانچہ نبی صلعم نے فرمایا ہے کہ جب بندہ گناہ کر کے مقر اور تائب ہوتا ہے تو خدا اسکے گناہ معاف کرتا ہے (رواہ البخاری و مسلم) اور جب توبہ کو خدا کی طرف منسوب کرتے ہیں تو بلفظ علی اسکا استعمال آتا ہے تاب اللہ علیہ تاب علیہ بولتے ہیں جس کے معنی یہ کہ خدا نے رحمت کے ساتھ بندہ کی طرف رجوع کیا یعنی معاف کر دیا اور اسکے عذاب سے درگذر کیا اس لیے خدا کو صرف تواب کہتے ہیں ؛

قُلْنَا اهْبِطُوا مِنْهَا جَمِيعًا فَإِمَّا يَأْتِيَنَّكُمْ مِنِّي هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ○

ہمنے کہا یہان سے تم سب اُترو پس اگر تمہارے پاس میری طرف کی ہدایت آئے تو جو میری ہدایت کا تابع ہوگا تو نہ اُنپر کچھ خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہونگے؛

وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ○

اور جو انکار کرینگے اور ہماری آیتون کو جھٹلاوینگے تو وہ آگ مین گرینگے وہ اسمین ہمیشہ رہینگے

نہ تائب - الہی تیری رحمت اور مغفرت پر بڑا بھروسہ ہے **ف** خدا نے آدم کا توبہ کرنا بیان فرمایا حوا کا توبہ کرنا ذکر نکیا اسلیئے کہ عورت احکام مین مرد کے تابع ہے اور اسی لیے قران مین اکثر مرد مخاطب ہین؛

ابط

اسکے بعد خدا تعالی بنی آدم کے زمین پر پھیلنے کا اور اُنکے پاس انبیا علیہم السلام کا حکم الہی کو لیکر آنیکا مجملاً ذکر کر کے اس تمام قصہ کا نتیجہ نکالتا ہے

ترکیب

قلنا فعل ضمیر نحن اسکا فاعل اہبطوا منہا جمیعا اسکا مقولہ جمیعا لفظاً تو اہبطوا سے حال ہے اور معناً تاکید ہے یعنی سب اترو خواہ مجتمع ہوکر خواہ الگ الگ فاما ان ما تھا - ان حرف شرط اور ما اُسکی تاکید ہے ادغام ہوکر اما ہوگیا - یاتینکم مین یاتین فعل مضارع کم مفعول منی متعلق فعل کے ہدی فاعل یہ سارا جملہ شرطیہ ہوا فمن مین فا تفریع کے لیے من شرطیہ مبتدا محلاً مرفوع تبع اسکی خبر اسمین ضمیر راجع من کی طرف یہ محلاً مجزوم فلا خوف علیہم و لا ہم یحزنون جملہ اسمیہ اسکا جواب - پس من شرطیہ اپنے جواب سے ملکر جملہ اسمیہ ہوکر جواب اما یاتینکم کا والذین الخ عطف ہے فمن تبع الخ پر یہ اُسکا قسیم ہے الذین موصول کفروا وکذبوا بایتنا صلہ تمام مبتدأ اولئک اصحاب النار جملہ اسمیہ اسکی خبر - ہم فیہا خالدون مبتدا خبر یہ حال ہے اولئک اصحاب النار سے اور عامل اسمین معنی اضافت ہین یا لام مقدرہ؛

تفسیر

یعنی ہم نے کہا کہ تم سب اُترو جنت سے نکلکر زمین پر جاؤ وہان بھی تمپر میری نظر عنایت رہیگی مین تمہارے پاس اپنی ہدایت (عقل سلیم و فکر در عجائبات قدرت اور انبیاء اور کتابین اور پھر انبیاء کے نائب) بھیجونگا دیکھو انتو جو کچھ سوچ کے آئندہ ایسا نکرنا ہدایت کے بموجب چلنا پس جو اسکے موافق عمل کریگا تو اُسکو نہ آئندہ کا خوف ہوگا اور وہ کبھی عمر گزشتہ سے غمگین ہوگا بلکہ اس عالم مین اور یہان سے جاکر اُس عالم مین بھی شاد و خرم رہیگا اور جو میری ہدایت کو نہ مانیگا اور کفر کریگا اور ہماری کتاب کی آیات کو یا ہماری نشانیون کو جو ہمارے وجود اور انبیاء کی صداقت اور عالم آخرت کے حق ہونے پر دلالت کر رہے ہین حتی کہ صاحب بصیرت کے سامنے نورانی قلم سے آسمان و زمین و حجر و شجر در و دیوار پر لکھی ہوئی ہین) جھٹلاویگا یا غور و تامل نکریگا اور ان باتون کا دل مین یقین نہ لاویگا بلکہ جانورون کی طرح کہانے پینے دنیا کے مزے اڑانے ہی کو مقصود اصلی سمجھیگا تو وہ ہمیشہ آتش جہنم مین جلیگا اُنکے ملکات رذیلہ جو اُنکے دل پر سرایت کر گئے ہین اور جو کسی وقت اُنسے جدا

نہین ہوتے وہ وہان آتش جہنم بنکر ہر وقت جلاوینگے العیاذ باللہ

متعلقات

خوف کسی آیندہ چیز کے ڈر کو کہتے ہین حزن کسی دلپسند چیز کے جاتے رہنے پر رنج کو کہتے ہین ؛

نکات

۱ اگرچہ ایکبار اہبطوا خدا تعالے فرماچکا تھا مگر اس آیت مین پھر اس کلمہ کا اعادہ کیا تاکہ فاما یاتینکم الخ کا پورا پورا ارتباط اسکے ساتھہ ہوجائے یعنی ایکبار تو خدا تعالے فرماچکا تھا کہ یہان سے اترو مگر اس آیت مین پھر فرمایا تاکہ وہ جو آدم کے خلیفہ بناکر زمین پر بھیجنے کا نتیجہ ہے وہ واضح ہوجائے کہ یہان سے نکلکر سب زمین پر جاؤ وہان تمہاری باہم عداوت قایم ہوگی شیطان جو سانپ بنکر بہکانے گیا تہا اسکے مظہر کو دنیا مین لوگ پاینگے وہ لوگون کو کاٹیگا اور باہم بھی ایک دوسرے سے عداوت کریگا اسپر انبیا اور انکے نائبان ہی سمجہا کر دینگے

ف

چنانچہ حضرت آدم زمین پر تشریف لائے یقیناً یہ نہین کہہ سکتے کہ حضرت آدم کس ملک مین آکر رہے تھے لیکن اسمین بھی کوئی شک نہین کہ ایشیائی ملکون مین رہتے تھے بعض کہتے ہین کہ عرب بالخصوص حجاز مین رہتے تھے اور وہین کہین انکی قبر ہے اور شہر جدہ مین انکی بیوی حوا کی قبر ہے کہ جسکا اب تک نشان باقی ہے اور مقام عرفات مین میان بیوی دونون کی فراق آسمانی کے بعد ملاقات ہوئی تھی ایک دوسرے کو پہچانا تہا اسی لیے عرفات کو عرفات کہتے ہین جس طرح دادی کی وجہ سے شہر جدہ کو جدہ کہتے ہین کیونکہ جدہ عرب مین دادی کو کہتے ہین اور کعبہ حضرت آدم نے بنایا تہا اس لقا پر پر روئے زمین پر سب مساجد سے پہلے یہ مسجد ہے اور حضرت ابراہیم نے بعد طوفان نوح کے اپنے ملک شام سے آکر پھر اسکو بنایا اور یہ بھی کہتے ہین کہ حضرت آدم کی زبان عربی تھی پھر اسکی اولاد کی زبان بگڑ کر عبرانی ہوئی پھر اختلاف بلاد اور زمانہ سے اور اور زبانین پیدا ہوگئین۔ دیکھیے ایک ہی ملک مین پہلے کچھہ اور زبان ہوتی ہے پھر کچھہ اور۔ ایران مین پہلے پاژندی پھر دری پھر اور زبان مروج ہوئی ہندوستان مین پہلے کچھہ اور زبان تھی پھر آریہ لوگون سے سنسکرت نے رواج پایا پھر بھاشا ہوئی پھر خراب اردو ہوا وہ منجہہ کر اب صاف اردو زبان ہوگئی۔ زمانہ کی گردش جس طرح اور چیزون مین اثر کرتی ہے زمین پر انقلاب کرتی ہے اسی طرح زبان پر بھی اسکا اثر جلدی پڑتا ہے بعض کہتے ہین شام یا فلسطین کے ملک مین آباد ہوئے تھے بعض کہتے ہین بابل کے آس پاس قدیا ایران اپنے ملک اور اہل ہند اپنے ملک مین آباد ہونا بیان کرتے ہین مگر یہ صحیح نہین بعض ملک مصر کو بنی آدم کا اصلی وطن کہتے ہین یہ بھی قابل اعتبار نہین و العلم عند اللہ۔ حضرت آدم کی اولاد بہت کچھہ پیدا ہوئی اور نو سو تیس برس کی عمر مین حضرت آدم نے وفات پائی ۲ جس طرح کفار کی نسبت اولئک اصحاب النار ہم فیہا خالدون فرمایا تہا اسکے مقابلہ مین اہل ایمان کی نسبت اولئک اصحاب الجنۃ ہم فیہا خالدون کہنا چاہیے تھا مگر یہ کمال بلاغت ہے کہ لازم بولکر ملزوم مراد لیا جاوے اور کنایہ کے طور پر کسی مراد کو ظاہر کردیا جاوے

اسلئے جنت مین ہمیشہ رہنے کو دو بات لازم ہین ایک یہ کہ وہان سے نکلنے کا خوف نہین دوم یہ کہ کسی راحت مرغوب دل کے فوت ہونے پر حزن نہین پس اسلئے اس مراد کو اس عنوان اور اس عبارت سے بیان کیا؛

۳ لاخوف علیہم ولاہم یحزنون فرمایا یعنی خوف کی جو نفی کی تو جملہ اسمیہ سے جو حال اور استقبال سب زمانون کو مستغرق ہے تاکہ یہ بات معلوم ہو کہ جو ہدایت کے تابع ہین اب بھی انکو کسی مصیبت کا خوف نہین نہ آیندہ ہوگا پورا اطمینان قلب حاصل ہے اور حزن کو جملہ فعلیہ بالخصوص مضارع کے صیغہ سے تعبیر کیا کہ جس سے بقرینہ کلام استقبال سمجھا جاتا ہے اس رمز کیلئے کہ اب کیا حزن ہے حزن کا زمانہ تو آیندہ ہے کہ جب انسان کی انکھ کھلیگی سو جب ان لوگون کو حزن نہ ہوگا؛

فوائد

۱ خداتعالے نے ابتداء سورۂ بقرہ سے لیکر یہانتک کس خوبی کے ساتھ قرآن کا کتاب الٰہی ہونا اور آنحضرت کا نبی برحق ہونا ان عمدہ اصول نبوت اور اسرار الہام کے ساتھ بیان کیا کہ جو تمام انبیاء اور انکی کتابون کا لب لباب اور روح خالص ہے ازانجملہ یہ کہ سب سے پیشتر ازلی سعادتمندی اور ازلی بدبختی بیان کر دی اور مومن و کافر و منافق (ان ازلی سعادتمندون اور ازلی بدبختون) کے اقسام اور انکے خواص بیان کرنے کہ انپر ناصح کی نصیحت کچھ کارگر نہین ہوتی سواء علیہم ءانذرتہم ام لم تنذرہم لایومنون الخ ازانجملہ لوگون کو احسانات کے ضمن مین انسان کے گزشتہ اور آیندہ حالات کا نقشہ کھینچدیا تاکہ مرد دانا غافل نرہے ازانجملہ ایسی تعلیم حمیدہ اور پند مفید اور بیان اعجاز قرآن اور صداقت نبوت نبی آخرالزمانؐ کے ضمن مین عالم کی ابتداء انتہا آسمانون اور زمینون اور بنی آدم کے پیدا ہونیکی وہ صحیح صحیح کیفیت بیان کر دی کہ جسکے ادراک سے عقل قاصر تھی اور حضرت آدم کی ساری تاریخ اور انکی خلافت کی داستان اور پھر فرمانبرداری اور نافرمانی کے نتائج اور گناہ کے بعد توبہ پھر رحمت الٰہی کا دستگیر ہونا نہایت عمدگی سے بیان کر دیا اور توریت موجودہ مین جو کچھ اس بیان مین کمی زیادتی ہے اسکی نہایت مہذبانہ طور پر اصلاح کر دی کیونکہ توریت کتاب پیدائش کے دوم اور سوم اور چہارم باب مین کسی یہودی عالم نے سُن سُنا کر یون لکھ رکھا ہے کہ خداتعالی نے آدم کو باغ عدن مین رکھا کہ اسکی باغبانی اور نگہبانی کرے اور خدا نے اس باغ کے بیچوں بیچ دو درخت لگائے تھے ایک حیات کا درخت (کہ جسکے کھانے سے ہمیشہ زندہ رہے جیسا کہ شیطان نے کہا تھا) اور دوسرا نیک و بد کی پہچان کا درخت۔ خدا نے آدم سے کہا کہ اس باغ مین اس درخت کو کھانا تو مر جائیگا اور خدا نے زمین کے ہر ایک جانور اور آسمان کے ہر ایک پرندے کو آدم کے پاس بھیجا تاکہ دیکھے کہ وہ انکے کیا نام رکھے سو جو آدم نے ہر ایک جانور کو کہا وہی اُسکا نام ٹھیرا (وعلم آدم الاسماء کلہا ثم عرضہم الخ کے قصہ کو صحیح صحیح یاد رکھکر اسکو الٹ پلٹ کر بیان کیا) اور خدا نے آدم کی دلبستگی کے لیئے آدم کو سوتا ہوا پاکر اُسکی ایک پسلی کو نکالکر اُسکی ایک عورت بناکر آدم کے پاس لایا پس آدم اور اُسکی بیوی برہنہ رہتے تھے اور شرماتے نہ تھے زمین کے سب جانورون مین ہوشیار سانپ تھا اس نے آکر حوا

کہا کہ سچ مچ خدا نے تمکو اس درخت کے کہانے سے منع کیا ہے اس نے کہا ہان بلکہ یہ کہا ہے کہ اگر کہاؤگے تو مر جاؤ گے سانپ نے کہا تم ہرگز نہ مروگے بلکہ خدا جانتا ہے کہ جس دن تم اُسکو کہاوگے نیک بد کی پہچان مین خدا کی مانند ہو جاؤ گے اور تمہاری آنکھین کھل جائین گی تب حوّا نے خوشنما اور خوش مزہ جان کے اُس درخت کو کہایا اور آدم کو کھلایا تب انکی آنکھین کھل گئین اور معلوم ہوا کہ ہم برہنہ ہین پس انجیر کے پتے بدن پر چپکانے لگے ٹہنڈے وقت جو خدا باغ مین پھرتا تھا اُسکی آواز آدم نے سنکر اپنے تئین برہنگی سے شرماکر درختون مین چہپایا تب آدم کو خدا نے پکارا کہ تو کہان ہے اس نے کہا مین آپ سے شرماکر درختون مین چہپ گیا ہون خدا نے پوچہا تجہکو کس نے بتلایا کہ تو ننگا ہے کیا تو نے اس درخت کو کہایا کہ جس سے مین نے تجہہ کو منع کیا تہا اس نے کہا مجہکو اس عورت نے دیا عورت نے کہا مجہکو سانپ نے بہکایا۔ پس خدا نے سانپ سے کہا تو ملعون ہوا اپنے پیٹ کے بل چلیگا مٹی کہائیگا۔ اور عورت کی نسل مین اور تجہہ مین عداوت ہوگی وہ تیرا سر کچلینگے تو انکی ایڑیان کاٹیگا اور عورت جنے مین دردِ زہ کی مصیبت اُٹہائیگی اور خصم کی طرف تیرا شوق ہوگا وہ تجہپر حکومت کریگا اور اے آدم تو زمین پر بڑی مشقت سے روٹی پیدا کرکے کہائیگا (۲۲) خدا کو فکر و تشویش ہوئی کہ آدم نیک و بد کے پہچان مین ہم مین سے ایک کی مانند ہوگیا اب ایسا نہو کہ حیات کے درخت سے بھی کہالے اور پہر ہمیشہ جیتا رہے اسلئے خدا نے آدم کو باغ عدن سے باہر کر دیا انتہی ملخصاً ٭

افسوس کسقدر الٹ پلٹ کر دیا۔ اول تو خدا کو جہوٹ بولنے سے کیا کام تہا کہ تو اس درخت کو کہا کر مرجائیگا۔ دوم اس بخل سے کیا مقصد تہا کیا انکا انکا رہنا پسند تہا۔ سوم سانپ مسخرے کو کیونکر اس درخت کی تاثیر اور خدا کا مکر معلوم ہوگیا آدم کو نہ معلوم ہوا۔ چہارم خدا کا باغ کیجا پھر ٹہنڈے وقت سیر کرنا اور آواز دینا چہ معنی دارد؟ پنجم خدا کا آدم کے ہمیشہ زندہ رہنے سے اندیشہ کرکے باغ سے نکالنا سمجہ مین نہین آتا بس صحیح بات وہ ہے کہ جس کو خدا نے قرآن مین واضح کیا اور علماء یہود کے محققین بہی اسی طرف مائل ہین ٭

فٹ قرآن مجید مین اس قصہ کو مختلف عنوان سے آٹھ سورتون مین بیان کیا ہے کہین اجمال ہے کہین تفصیل سورۂ بقرہ آل عمران اعراف حجر کہف بنی اسرائیل طٰہٰ صٓ ان سب کے مجموعہ سے وہ بات نکلتی ہے کہ جس کو ہم نے تفسیر مین بیان کیا اور ان آیات کو جمع کرنا اور باہم ترتیب دینا محض تکلف لاحاصل ہے کیونکہ ہر سورہ مین بیان ناتمام نہین ہے کہ جسکے ملانے سے تمام کیا جاوے

ربط

اس کے بعد خدا تعالےٰ اپنے خاص انعامات ذکر کرتا ہے کہ جو بنی اسرائیل سے متعلق ہین اور چونکہ دنیا مین یہ خاندان نبوت سب پر فائق تہا اس لیے اسکی طرف التفات بھی عام احسانات کے بعد ضرور تہا اسلئے اللہ تعالےٰ فرماتا ہے

يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ اذْكُرُوا نِعْمَتِيَ الَّتِي أَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَأَوْفُوا بِعَهْدِي أُوفِ بِعَهْدِكُمْ وَإِيَّايَ فَارْهَبُونِ ○

اے بنی اسرائیل میری وہ نعمتین یاد کرو جو مین نے تم کو بخشی ہین اور میرے قرار کو پورا کرو۔ تو مین تمہاری قرار کو پورا کرونگا۔ اور مجہی سے ڈرا کرو

وَآمِنُوا بِمَا أَنْزَلْتُ مُصَدِّقًا لِمَا مَعَكُمْ وَلَا تَكُونُوا أَوَّلَ كَافِرٍ بِهِ وَلَا تَشْتَرُوا بِآيَاتِي ثَمَنًا قَلِيلًا وَإِيَّايَ فَاتَّقُونِ ○

اور اس کتاب یعنی قرآن پر ایمان لاؤ کہ جسکو مینے تمہارے پاس والی چیز کی تصدیق کرتا ہوا نازل کیا ہے اور سب سے بیشتر اسکے منکر نہ بنو اور میری آیتون کو تہوڑی سی قیمت پر نہ بیچ ڈالو اور مجہی سے ڈرو

ترکیب

یا حرف ندا بنی منادی مضاف اسرائیل مضاف الیہ اذکروا فعل انتم ضمیر فاعل نعمتی مفعول موصوف التی انعمت الخ موصول وصلہ جملہ خبریہ ہوکر اسکی صفت و حرف عطف براذکروا۔ اوفوا فعل انتم ضمیر فاعل بعہدی مفعول اوف بعہدکم جملہ جزا ہے جملہ اولی کی کہ جو شرط کے معنی کو بودے رہا ہے اوراسی لیے اوف مین سے ی حذف ہوگئی۔ ایای منصوب ہے فعل محذوف سے کہ جسپر فارہبون دلالت کر رہا ہے تقدیرہ ایای فارہبوا ورفارہبون کی اصل فارہبونی ہے وقت آیت سے ی گر پڑی نون وقایہ باقی رہ گیا زیر اسپر رکہا تاکہ دلالت کرے ی کی وآمنوا عطف ہے اوفوا پر فعل با فاعل بما انزلت (تقدیرہ بما انزلتہ) الخ عدہ موصول مفعول مصدقا حال موکدہ ہے ہا محذوف سے کہ جو انزلت مین ہے معکم منصوب ہے علی الظرف والعامل فیہ الاستقرار ولاتکونوا معطوف ہے آمنوا پر انتم اسکا اسم اول کافر بہ خبر اول فعل ہے اسکی ف اور ع کلمہ مین سیبویہ کے نزدیک واو ہے اوراس سے کوئی فعل نہین بنا اور اسکی تانیث اولی ہے۔ کافر لفظ مین واحد اور معنی مین جمع ہے اسے اول الکفار کہا اقبال ہوا حسن جمل وقیل تقدیرہ اول فریق کافر

تفسیر

جبکہ خداتعالے توحید اور نبوت اور معاد کے دلایل بیان کرچکا اور اسکی تایید مین عام نعمتون کو ذکر فرماچکا تو اب بنی اسرائیل کو مخصوص نعمتین بڑی یاد دلاکر اس طرف متوجہ کرتا ہے کہ مین تمہارا قدیم منعم ہون مین تمہاری بہتری اور بہلائی ہمیشہ سے مدنظر رکہتا آیا ہون اب دین کی اصلاح کرنے کے لیئے (کہ جسکو حوادثات زمانہ مین لوگون کی افراط و تفریط نے الٹ پلٹ کردیا ہے) قرآن اور نبی آخرالزمان کو بہیجا ہے تم میری مہربانیون اور عنایتون پر خیال کرکے کہ جو مین نے وقتاً فوقتاً تمہارے ساتھ کی ہین میرے عہد کو پورا کرو (کہ جو تم نے روز میثاق مجہہ سے باندہا تہا کہ ہم تیری اطاعت کرینگے اور تیرے پیغمبرون کا کہا مانین گے اور پہر وقتاً فوقتاً حضرت موسی اور دیگر انبیا کی زبانی بہی اس عہد کی تجدید کرتے آتے ہو۔) تو مین بہی اپنے عہد کو پورا کرون کہ دنیا مین تمہاری عزت و آبرو شوکت و سلطنت از سر نو بہر دون اور آخرت مین تمہین حیات اور نجات کے ثمرات سے بہرہ مند کرون اور اس عہد کا وفا کرنا یہ ہے کہ اس نبی آخرالزمان اور قرآن پر ایمان لاؤ کہ جو تمہارے اصول دین اور مطالب تورات و دیگر کتب انبیا کی تصدیق کر رہا ہے اور انکو سچ بتا رہا ہے لیکن جب ایسا ہے تو اب تم اہل علم مین سب سے اول منکر بنکر مطالب اغراض دنیاوی اور اتباع نفس کی بدلے مین میری آیات بینات کو نہ بیچو یعنی دنیا کے لیے حق کو نہ چہوڑو ایمان و انعام آخرت کو کہو کر چندروزہ دنیا مول نہ لو اور مجہہ سے ڈرو۔

متعلقات

بنی اسرائیل اسرائیل حضرت یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہ السلام کا لقب ہے جسکے معنی عبرانی مین صفوۃ اللہ یا عبد اللہ کے ہین بنی مخفف بنین جمع ابن کا ہے نون اضافت سے گر گیا۔ اس لفظ کی جمع ابنا بھی آتی ہے۔ اگرچہ ابن کے معنی بیٹے کے ہین مگر پوتے اور اُسکی اولاد پر بھی اسکا اطلاق ہوتا ہے اسلیئے اسوقت کے لوگون کو بھی بنی آدم کہتے ہین اور اس مقام پر بھی مراد اسسے یعنی یعقوب کی اولاد حران سے ہجرت کر کے حضرت ابراہیم علیہ السلام ملک کنعان مین بمقام حبرون آ بسے تھے انکے آٹھ بیٹے تھے انمین حضرت اسماعیلؑ عرب مین آ رہے تھے اسلیئے آنحضرت علیہ السلام اور دیگر قبائل کو اسوجہ سے کہ وہ حضرت اسماعیل کی اولاد ہین بنی اسماعیل کہتے ہین اور حضرت اسحق وہین رہے انکے دو بیٹے تھے عیص انکی بہی بہت سی اولاد شام اور اُسکے اطراف مین پھیلی دوسرے یعقوب انکے بارہ بیٹے تھے روبن شمعون لاوی یہوداہ اسکار زبلون۔ یوسف بنیامین دان نفتالی جد آشر انکے بارہ بیٹون کے نام سے بارہ قبائل انمین مشہور ہوئے چونکہ یہ لوگ مصر مین قحط سالی کیوجہ سے آ رہے تھے پہر حضرت موسے اور ہارون اور داود اور سلیمان بہت اولو العزم انبیا اس خاندان مین پیدا ہوئے تھے اسوجہ سے یہ خاندان روے زمین پر معتبر اور مشہور ہو گیا آنحضرت کے زمانہ مین مدینہ اور اُسکے اطراف خیبر وغیرہ مقامات مین بنی اسرائیل رہتے تھے ان بارہ فرقون مین سے آجکل چند باقی ہین ان کو یہود کہتے ہین ❊

اوفوا بعهدی عہد باہمی قرارداد کو کہتے ہین۔ خدا تعالی نے جب بندہ کو عقل سلیم عطا کی اور اپنی قدرت کاملہ کی نشانیوں مین غور و فکر کرنے کی طاقت بخشی تو ایک بار امانت اسکے سر پر دہر دیا اور تمام نیک عمل کرنے اور خدا اور اسکے ذات و صفات و انبیا پر ایمان لانیکا اس سے ذمہ لیلیا اور بندہ نے اسکا اقرار کر لیا اسکے صلہ مین اسنے دنیا و آخرت مین نیک نتیجہ مرتب کرنے کا اپنی رحمت سے ذمہ لیلیا پس دونون طرف سے قول و قرار اور یہ عہد قرار پایا اسی کو عالم ارواح مین قایم کیا تہا اور اسی کو انبیاء وقتاً فوقتاً یاد دلاتے اور تجدید کرتے رہے ہین اور اس عہد کے پورا کرنے کے بیشمار مراتب ہین بندہ کی طرف سے اول مرتبہ یہ ہے کہ توحید اور رسالت کا اقرار کرے کلمہ لا الہ الا اللہ الخ صدق دل سے پڑہے اسکی طرف سے اول مرتبہ یہ ہے کہ دنیا مین اسکی جان و مال کو اسلامی محاسبہ سے مامون اور آخرت مین عذاب ابدی سے محفوظ و مصون رکہے۔ اور بندہ کیطرف سے اخیر مرتبہ یہ ہے کہ اُسکی محبت اور یاد مین ہمہ تن غرق ہو جاوے کسیکی بہی خبر نرہے اُسکی طرف سے یہ کہ اُسکو ہمیشہ دربار قدس مین اپنے دیدار فرحت آثار سے مسرور رکہے

---

[1] بابل کے پاس کسدیون مین رہتے تہے وہان ابراہیم کا باپ تارح کہ جسکو آزر بہی کہتے ہین اپنے بیٹے ابراہیم اور پوتے لوط اور ابراہیم کی بیوی سارا کو لیکر وہان سے جنوب کی طرف بمقام حران جو آباد ہے تہے وہین آ رہے وفات پائی پہر وہان سے ستر برس کی عمر مین حضرت ابراہیم اپنی بیوی اور لوط کو لیکر ملک کنعان مین آئے اور جنوب مین بمقام حبرون مقام کیا [2] سارا کے پیٹ سے اسحاق اور ہاجرہ کے پیٹ سے اسمعیل جو عرب مین جا رہے تہے زمران یقسان مدان مدیان اسباق سوخ ۱۲ تورات ۱۲ منہ

وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۝ وَأَقِيمُوا الصَّلٰوةَ وَآتُوا الزَّكٰوةَ وَارْكَعُوا مَعَ الرَّاكِعِينَ

اور نہ ملاؤ سچ مین جھوٹ اور نہ چھپاؤ حق کو جان بوجھکر اور قایم کرو نماز اور دو زکوٰۃ اور رکوع کرنیوالونکے ساتھہ ملکر رکوع کرو

جس نے یہ کہا کہ اس عہد سے مراد وہ عہد ہے کہ جو بنی اسرائیل سے نبی اخرالزمان پر ایمان لانیکی بابت لیا گیا تہا جیسا کہ بائبل سے اب تک سمجھا جاتا ہے تو وہ کوئی اور بات نہین وہ بھی اسی عہد کی شاخ ہے؛

مصدقا لما معکم — سے یہ مراد نہین کہ یہود کے جمیع عقاید اور کل کتابون کی تصدیق قران کرتا ہے بلکہ اصول مذہب اور مضامین کتب الہامیہ کی کہ جنکو اپنی کتابون مین مخلوط کر رکہا تہا اور اس مجموعہ کو وہ تورات کہتے تہے یہان سے یہ ثابت نہین ہوتا کہ نزول قران کے وقت انکے پاس بلا کم وکاست حضرت موسیٰ کی تورات تہی بلکہ ایک مجموعہ کہ جسکو علماء یہود نے مرتب کیا تہا اور جسکو وہ اپنی اصطلاح مین تورات کہتے تہے

نکات

چونکہ (۱) مقصود یہ تہا کہ بنی اسرائیل کو قرآن پر ایمان لانے کا حکم کیا جاوے اور بنی اسرائیل کو یہ نہایت شاق تہا کہ وہ غیر خاندان کے نبی پر ایمان لاوین۔ یہ انسان کا ایک جبلی خاصہ ہے کہ وہ دوسرے خاندان کو بمشکل مانتا ہے بالخصوص جبکہ جاہ و ریاست اُس مین ہو اسلئے خدا نے اول تو بنی اسرائیل کو اپنی نعمتین یاد دلا کر نرم کیا نعمتوں سے انسان کا مطیع ہونا طبعی بات ہے اور اسمین اشارہ کر دیا کہ غیر خاندان پر حسد کرنا عبث ہے تمکو کیا کم نعمتین دی ہین ان اسباب کا خیال نکرو قرآن پر ایمان لاؤ دوم اپنا عہد یاد دلایا اور اسکے ثمرہ اوف بعہدکم کی طرف اشارہ کر دیا سوم اسی کے ساتھہ گرمی اور چشم نمائی بہی کر دی ایای فارہبون کہ مجہہ سے ڈرو ورنہ پہر مین ہون ہی سیدہا کر دیتا ہون پس ان تینون کے بعد مقصد اصلی آمنوا بما انزلت کو ادا کیا اور اسکے بعد بہی تین تاکیدین اول ولا تکونوا اول کافر به دوم ولا تشتروا بایاتی الخ سوم ایای فاتقون اسمین انکی خراب عادتونکی طرف بہی اشارہ کر دیا۔ (۲) آمنوا بما انزلت کے پہلے تو ایای فارہبون فرمایا کیونکہ یہود مین جو خدا ترس تہے انکو راہب کہتے تہے یعنی پہلے تم اپنے دین پر قایم ہو جاؤ اور اسکے بعد ایای فاتقون فرمایا کیونکہ امت محمدیہ مین خدا ترس کو متقی کہتی ہین اور جب قران پر ایمان لاوینگے تو امت محمدیہ مین داخل ہو جاوینگے؛

ترکیب

و حرف عطف بر کلام سابق اذکروا لا تلبسوا الحق جملہ فعل فاعل و مفعول سے مرکب بالباطل متعلق ہے فعل مذکور سے وتکتموا فعل ضمیر انتم فاعل عطف ہے تلبسوا پر مجزوم ہے لا نہی سے الحق اسکا مفعول وانتم تعلمون جملہ اسمیہ حال ہے اقیموا الصلوۃ جملہ انشائیہ معطوف اور معطوف علیہ آتوا الزکوۃ معطوف اور معطوف علیہ وارکعوا معطوف اور مع الراکعین ظرف متعلق ہے ارکعوا سے؛

تفسیر

جبکہ خدا تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو اصول ایمان یعنی نظریات سے مخاطب کیا اور ایمان لانیکا حکم دیا تو اسکے بعد عملیات کا بہی

حکم دیا کہ اور جو باتین بری تہین بیشتر اُنسے منع کر دیا۔ علماء یہود کا قدیم دستور اور جبلی عادت تھی کہ وہ کتب انبیاء مین کبھی عمدًا کسی عقیدہ اور غرض کے ثابت کرنے کے لیئے کچھ گھٹا بڑھا دیتے تھے اور کبھی حوادثات مین جو کتابین تلف ہو گئین یا انمین کچھ نقصان واقع ہوتا تہا انہین کے نام سے اپنے طور پر تصنیف کر کے اسمین ملا دیتے تھے اور کبھی شرح کے طور پر کچھہ اسمین لکھہ دیتے تھے اور لطف یہ کہ متن و شرح مزید اور مزید علیہ اور قدیم و جدید کتابین امتیاز کے لیئے کوئی علامت اور نشانی بھی نکرتے تھے اور قوم یہود مین کوئی بہی اصلی کتابونکا حافظ نہوتا تہا نہ کوئی حفظ سنانے کا دستور تھا اس پر کاغذ اور کتابت کی قلت سے نہ کوئی ایسا کتب خانہ تہا کہ جسمین کل دینی کتابین محفوظ رہتی تھین نہ کوئی سوسائٹی تہی بلکہ ہر کاہن یا راہب کے پاس جو کچھہ تہا سو تھا اُسکے مقابلہ سے کیا غرض ؟ چنانچہ یہ بات آجتک مجموعہ عہد عتیق و جدید سے پائی جاتی ہے محققین اہل کتاب سکے مقر ہین پس ان وجوہات سے کتابون مین گھٹانا بڑھانا یا کچھہ کا کچھہ پڑھ دینا بالخصوص مقابلہ مین یا کسی دنیاوی غرض کے لیے ایک آسان سی بات تھی جب تک آنحضرت علیہ السلام ظاہر نہوئے تھے تو کتب انبیاء مین آپکی بشارتین دیکھکر آپ کے آنے کے منتظر اور آپ کے محامد بیان کرتے تھے پس جب آپ ظاہر ہوئے اور مدینہ مین تشریف لائے تو رشک خاندانی اور دیگر اغراض دنیاویہ سے آپ سے حسد کرنے لگے اور ان بشارتون کو اُلٹنے پلٹنے لگے اور کچھ کا کچھہ کہنا شروع کر دیا اور اپنے تقوے و طہارت کے مسائل مین بہی تاویلات و توجیہات کر کے ٹالنے لگے اسلیئے اللہ تعالی نے فرمایا کہ حق مین اپنی طرف سے نہ ملایا کرو اور جان بوجھکر حق نہ چھپایا کرو کیونکہ تمہاری گمراہی سے اور ہزارون اٰن پڑھ گمراہ ہوتے ہین۔ اسکے بعد تقوے و طہارت کا حکم دیتا ہے کہ نماز کو اچھی طرح سے قایم کرو تاکہ تمہارے دل ملایم ہون اور دلون کی سیاہی دور ہو تو پھر خدا ترسی کر کے اپنے مال مین سے کوئی حصہ معین بہی فقراء غرباء کو دیا کرو اس لیئے پہلے نماز کا ذکر کیا پھر زکوۃ کا اسمین بدنی اور مالی دونون عبادتین آگئین اور کہیلے اپنے گہرون مین نماز پڑہ نکرو بلکہ خدا کی جماعت مین شامل ہو کر نماز پڑہو رکوع کرو تاکہ دین کی تمام برکات و انوار حاصل ہون ؛

متعلقات

فارکعوا رکوع کے معنی جہکنا ہین چونکہ نماز کا یہ ایک جز ہے تو کل کو کبھی اس جز کے ساتھ تعبیر کرتے ہین اور کبھی سجدہ کے ساتھ اور یہان اس جز کے ساتھ تعبیر کرنے مین ایک نکتہ ہے

زکوۃ کے معنی زیادہ ہونے اور بڑہنے کے ہین بولتے ہین زکا الزرع جبکہ کہیتی بڑہتی ہے اور چونکہ خدا کے نام پر دینے سے مال مین برکت ہوتی ہے اور اس عمل کی تاثیر سے مال بڑہتا ہے اس لیئے مال سے حصہ معین سال تمام پر دینے کو زکوۃ کہنے لگے بعض کہتے ہین یہ زکا سے مشتق ہے جسکے معنی پاکی ہین چونکہ زکوۃ سے مال پاک ہوتا ہے اسلیئے زکوۃ کہنے لگے اور اسی لیئے ذبح کرنے سے نجس خون نکل جاتا ہے مذبوح جانور کو مزکّی بولتے ہین۔ اس کے بعد خدا اسی تقا سے اور حکم دیتا ہے۔ فرماتا ہے ؛

أَتَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ أَنْفُسَكُمْ وَأَنْتُمْ تَتْلُونَ الْكِتَابَ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ○ وَاسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ

کیا لوگوں کو نیکی کرنا بتلاتے ہو اور اپنے آپ کو بھول جاتے ہو اور حالانکہ تم کتاب پڑھتے ہو پھر کیوں نہیں سمجھتے اور صبر کرنے اور نماز پڑھنے سے

وَالصَّلَاةِ وَإِنَّهَا لَكَبِيرَةٌ إِلَّا عَلَى الْخَاشِعِينَ الَّذِينَ يَظُنُّونَ أَنَّهُمْ مُلَاقُو رَبِّهِمْ وَأَنَّهُمْ إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ○

مدد لو اور بلاشبہ نماز مشکل ہے مگر ان پر جو عاجزی کرتے ہیں اور جو سمجھتے ہیں کہ ضرور ہم اپنے پروردگار سے ملنے والے ہیں اور اسکے پاس پھر جاوینگے (بس ان پر کچھ مشکل نہیں)

ترکیب

ا استفہامیہ داخل ہے جملہ تامرون الناس الخ پر اور یہ استفہام انکاری ہے یعنی ایسا نکرو تامرون الناس الخ جملہ معطوف علیہ و تنسون الخ دوسرا جملہ اس پر معطوف وانتم تتلون الکتاب جملہ اسمیہ حال ہے ضمیر فاعل تنسون کی افلا تعقلون جملہ استفہامیہ بمعنی توبیخ۔ یہانتک یہ جملہ معترضہ سا تھا اسکا شان نزول ابن عباسؓ سے یوں منقول ہے کہ علماء یہود اپنے ان اقارب سے جو مسلمان ہوگئے تھے یہ کہتے تھے کہ اسی دین پر قایم رہو کیونکہ یہ حق ہے اور خود اسلام میں داخل نہوتے تھے (جلالین) بعض کہتے ہیں کہ اوروں کو صدقہ اور خیرات کا حکم دیتے تھے خود نکرتے تھے (بیضاوی) واستعینوا الخ معطوف ہے اذکروا پر یا آمنوا پر بالصبر والصلوة معطوف علیہ اور معطوف متعلق ہیں استعینوا کے وانہا لکبیرة جملہ مستثنیٰ منہ الا حرف استثنا علی الخاشعین موصوف الذین الخ صلہ و موصول اسکی صفت یہ سب مستثنیٰ ۃ

تفسیر

اے بنی اسرائیل باوجودیکہ تم کتاب یعنی توریت پڑھتے ہو اور اس میں اپنے نفس کے لئے اعمال صالحہ کی نہایت تاکید اور کلام انبیاء میں آپ عمل نکرنے دوسروں کو نصیحت کرنے پر بڑی تہدید ہے مگر تم خود عمل نہیں کرتے اور لوگوں کو وعظ و تدریس کرنے کے لئے آمادہ رہتے ہو تمہارے نفس سرکش ہیں وہ ان اعمال صالحہ اور قید شریعت اور روحانی صفائی کو اختیار نہیں کرنے دیتے سو اسکا علاج روحانی طور پر یہ ہے کہ تم روزہ نماز سے نفس کو مشقت کشی کا عادی بناؤ کیونکہ روزہ میں باوجود ہر طرح کے سامان اکل و شرب جماع مہیا ہونیکے صبر کرنا اور اسکی خواہش سے روکنا اور پھر نماز میں مشغول ہو کر ہاتھ پاؤں تمام جسم کو اسکی عبادت میں مصروف رکھنا اور روح کو اسکی طرف متوجہ کرنا اور تسبیح و تقدیس کرنا قرآن پڑھنا ان سب کا مجموعہ روح کو نہایت تازہ کرتا ہے جس سے نفس کی بھی کمر ٹوٹ جاتی ہے اور حب جاہ و مال اور ہر قسم کی نفسانی خواہش کہ جو عمل سے مانع آتی ہے پژمردہ ہو جاتی ہے (واقعی جسمانی ریاضت سے جو کیفیت سالہا سال میں حاصل نہیں ہوتا وہ روحانی تقرب سے دم بھر میں حاصل ہو جاتا ہے تھوڑی سی دیر اسکی طرف مراقب

ا شان نزول کے یہ معنی ہیں کہ آیت ان یہودی علماء پر صادق آتی ہے یا انہیں کی طرف تعریض اور اشارہ ہے کہ جو خود اچھے کام نہیں کرتے تھے اور اوروں کو وعظ و پند کرتے تھے جیسا کہ ہمارے علماء بے عمل کیا کرتے ہیں نہ یہ خاص اس آیت کا ان لوگوں کے لیے اور اس حال پر تنبیہ کرنیکے لیے جداگانہ نازل ہونا جب تسلیم کیا جاوے کہ جب کسی سند صحیح سے ثابت ہو معلوم ہو جاوے کہ یہ آیت الگ نازل ہوئی ہے اور اس سے اگلا اور پچھلا کلام جداگانہ نازل ہوا

يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ اذْكُرُوا نِعْمَتِيَ الَّتِي أَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَأَنِّي فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعَالَمِينَ ۝ وَاتَّقُوا يَوْمًا

اے بنی اسرائیل یاد کرو میری اُن نعمتوں کو کہ جو مین نے تمکو دی ہین اور مین نے تمکو جہان پر فضیلت دی اور ڈرو اس دن سے

لَا تَجْزِي نَفْسٌ عَنْ نَفْسٍ شَيْئًا وَلَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَلَا يُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ وَلَا هُمْ يُنْصَرُونَ ۝

کہ جس روز کوئی کسی کے کچھ کام نہ آویگا اور اُس کے لیے کوئی سفارش قبول ہوگی اور نہ اسکی عوض مین کوئی معاوضہ لیا جائیگا اور نہ انکی مدد کیجاویگی ؛

اور متوجہ ہونے سے کسقدر نفس کو پژمردگی اور روح کو تازگی حاصل ہوتی ہے) اور یہ نماز بھی فی نفسہ ایک بھاری بات ہے اسکی بھی وہی متحمل[1] ہوتے ہین کہ خدا کے آگے عاجزی کرتے اور یہ سمجھتے ہین کہ ہم کو اُسکے پاس جانا ہے۔ امام احمد وغیرہ نے روایت کیا ہے کہ نبی صلعم کو جب کبھی کوئی رنج وغم لاحق ہوتا تھا تو نماز مین مشغول ہوجاتے تھے اس سبب کے لیے اُمت محمدیہ پر پنج وقتہ نماز فرض ہوئی ہے اور اسلیے اسکی نسبت فرمایا ان الصلوۃ تنہی عن الفحشاء والمنکر کہ نماز ہر قسم کی بُرائی اور گناہ سے روکتی ہے نماز کے فضائل اور اُسکے تارک پر جو کچھ تہدید احادیث صحیحہ مین وارد ہے اسکے بیان کی یہان گنجائش نہین ؛

ف اس آیت سے اُس شخص کی بُرائی ثابت ہوئی کہ جو اورون کو نصیحت کرتا ہے خود عمل نہین کرتا کیلیے کہ اسکا یہ فعل ایسا ہے جیسا کوئی جاہل یا احمق کرتا ہے اور جبسے یہ معلوم ہوتا ہے کہ گویا اس کلام کا اسکو اعتقاد نہین ورنہ خود بھی عمل کرتا۔ اسی لیے صحاح ستہ مین ہے کہ نبی صلعم نے لوگونکی زبان کو جہنمی فرشتون کو آگ کی مقراضون سے کاٹتے دیکھا تو جبرئیل سے پوچھا یہ کیا ہے کہا یہ وہ لوگ ہین کہ خود عمل نکرتے تھے اور لوگون کو نصیحت کرتے تھے مگر اس سے یہ بھی ثابت نہین ہوتا کہ فاسق کو وعظ کہنا منع ہے کیلیے کہ انسان کو جس طرح عمل کرنا فرض ہے دوسرون کو سمجھانا بھی فرض ہے ایک فرض کے ترک کرنیوالے کو کیا ضرور ہے کہ دوسرے فرض کو بھی ترک کرے ؛

ترکیب

یا حرف ندا، بنی اسرائیل مضاف اور مضاف الیہ منادی اذکروا فعل ضمیر انتم فاعل نعمتی التی انعمت علیکم صفت وموصوف معطوف علیہ وانی فضلتکم علی العالمین تمام جملہ اسمیہ معطوف یہ دونون اذکروا کے مفعول یہ فعل اپنے فاعل اور مفعول سے ملکر جملہ انشائیہ ہوکر ندا ہوا۔ واتقوا فعل انتم ضمیر فاعل یوما مفعول موصوف لاتجزی نفس الخ اور لایقبل الخ اور لایوخذ الخ ولاہم الخ چارون جملے معطوف بریکدیگر ہے اسکی صفت اور سب مین عائد محذوف ہے اے تجزی فیہ وقس علیہ البواقی اس جملہ اتقوا کا عطف اذکروا پر ہوا عن نفس موضع نصب مین ہے تجزی سے اور ممکن ہو کہ حال ہوکر موضع نصب مین ہو تقدیرہ شیئا عن نفس منہا دونون جگہ مین ممکن ہے کہ یقبل اور یوخذ کے متعلق ہو اور ممکن ہے کہ شفاعۃ اور عدل کی صفت ہو ؛

تفسیر

[1] اور جو ملحد ہین تو اُنکے قائل خدا کے مقرروہ تو اسکو عبث سمجھتے ہین اسلیے انپر بھاری ہے اور کیہ یا بھی بھاری کام جب انسان اسکا نتیجہ نیک یقین کرلیتا ہے تو اسکو اس میدان مین سب آسان ہوجاتا ہے

چونکہ بنی اسرائیل کا اپنے اہل علم اور انبیا زادہ ہونے کی وجہ سے بہ نسبت اور لوگون کے دو چند غرور اور تعصب تہا تو اسلئے خدا تعالی نے دوبارہ پہر اپنی نعمتون کو یاد دلایا کہ تم میری نعمتون کو یاد کرو اور اسبات کو بہی کہ مین نے ایک زمانہ مین تمہارے آبا و اجداد کو (حضرت موسیٰ اور سلیمان و داؤد و دیگر انبیا و سلاطین عادل کے سبب) دنیا پر بزرگی دی تہی بڑے بڑے بادشاہ اور متبرک لوگ تمہارے خاندان کو مقدس اور متبرک جانکر ادب سے پیش آتے اور نذرین اور ہدیے پیش کرتے تہے اور تمہارے خاندان کی عزت و حرمت اور علم و نبوت کا شہرہ دنیا بہر مین ہو گیا تہا اذ جعل فیکم انبیاء وجعلکم ملوکا وآتاکم ما لم یوت احدا من العالمین ﴿

اور جو تم اپنی سرکشی اور تعصب سے باز نہین آتے اور ہماری نعمتون کے حق کو ادا نہین کرتے اور تم کو اس بات پر بہی عبرت نہین کہ مین نے اپنے انبیاء کی معرفت تمکو آگاہ کر دیا تہا کہ اگر تم میری شریعت پر نہ چلو گے اور بت پرستی کروگے تو مین تمہاری سلطنت و حشمت کو خاک مین ملا دونگا اور تمہارے دشمنون کو تم پر مسلط کر دونگا وہ بیت المقدس کو مسمار اور تمکو ذلیل و خوار کرینگے چنانچہ مینے ویسا ہی کیا اور پہر مینے بہی اپنے قہر کو تم پر بہڑکایا اور بخت نصر اور انٹوکس وغیرہ بادشاہون نے تمہارے ساتہہ وہ کیا کہ جو عالم کی عبرت کا باعث ہوا جس سے تم ابتک خوار و ذلیل پہرتے ہو کوئی حکومت اور سلطنت تمہاری باقی نہین ہے تو آخر ایک روز مرنا ہے قیامت مین ہمارے پاس آنا اور حساب دینا ہے پس اس دن سے ہی ڈرو کہ وہان کوئی وجہ عذاب الہی کے دفع کی نہین کیونکہ دنیا مین یا تو مخلصی کا یہ طریق ہو تا ہے کہ دوسرا شخص اسکی جگہ آپ ذمہ دار ہو جاتا ہے اور اُسکے جمیع حقوق اور محاسبہ کو اپنے سر پر لے لیتا ہے سو وہان یہ بہی نہین لا تجزی نفس عن نفس شیئا اس دن کی سختی ایسی ہوگی کہ ہر کوئی نفسی نفسی کریگا یوم یفر المرء من اخیہ الآیہ اور یا کسی کی وجاہت سے مفت چہوڑ دیا جاتا ہے سو اگر تمکو اپنے بزرگون باپ دادا انبیا علیہم السلام پر بڑا بہروسہ ہے تو وہ ہماری مرضی بغیر دم نہین مار سکتے اور جس سے خدا کو ناخوش دیکہتے ہین اُسکے لیے کچہہ بہی نہین کہتے پس لا یقبل منہا شفاعۃ اُس روز سفارش بہی کام نہ آویگی اور یا اپنے مال سے کچہہ دیکر اور معاوضہ یا جرمانہ بہگت کر نجات پاتا ہے سو اگر تمکو اپنے مال و دولت پر غرور ہے تو وہان یہ بہی کام نہ آویگا لا یوخذ منہا عدل خدا کو مال و دولت کی کچہہ پروا نہین اور اس روز کسی پاس کیا ہوگا نہ مال نہ دولت اور یا یہ کہ یار و انصار برادری و اقارب اپنے زور سے چہڑا لیتے ہین سو وہان یہ بہی نہین ولا ہم ینصرون خدا سے مقابلہ کرنیکی کسکو مجال ہے ﴿

متعلقات

فضلتکم علی العالمین عالم کا اطلاق اگرچہ ماسوی اللہ جمیع مخلوقات پر ہوتا ہے اور جب بلفظ عالمین اسکو جمع کر لیا جاتا ہے تو اور بہی شمول و عموم کا فائدہ دیتا ہے مگر جسطرح ہمارے عرف مین دنیا بول کر اکثر لوگ مراد رکہتے ہین اصطلاح محاورہ عرب تہا اور جسطرح ہمارے عرف مین لفظ کل بولتے ہین اور اکثر چیزین اُس سے مراد لیا کرتے ہین اسی طرح عرب مین محاورہ تہا بلقیس کی نسبت وارد ہے واوتیت من کل شیء کہ اُسکو ہر چیز سے حصہ ملا تہا حالانکہ بہت سی چیزین اسکو نہ ملی تہین پس اس توجیہ پر مطلب آیت کا بہت صاف ہے

کہ بنی اسرائیل کو خدا نے ایک زمانہ مین اکثر لوگون پر فضیلت دی تھی اور یہ واقعی بات ہے *

بعض مفسرین نے عجب موشگافی کی ہے عالمین سے جمیع مخلوقات مراد رکھی پھر دیکھا کہ اس سے ملائکہ اور جمیع انبیاء اور جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر فضیلت ثابت ہوتی ہے تو آنحضرتؐ کو اور دلائل سے مستثنیٰ کیا اور بے سروپا دلائل سے ورق کے ورق سیاہ کر ڈالے اسی طرح بنی اسرائیل سے ہر فرد بشر مراد لیکر اُلجھاوے مین پڑ گئے کہ بنی اسرائیل کے کفار اور فساق کو جمیع عالم پر کیونکر فضیلت تھی اسیطرح اکثر مقامات عرف اور محاورہ عرب سے غافل ہوکر الفاظ کے معانی لغویہ یا علمار کلام و علمار اصول کے معنی مقرر کردہ مراد لیکر سیدھی بات کو مشکل کر دیتے ہین *

شفاعت | شفع بمعنی جفت ہے یعنی طاق کا خلاف گویا کہ شفاعت کرنیوالا اپنے آپ کو اُسکے ساتھہ (کہ جسکی شفاعت کرتا ہے) ملاکر اُس کیلئے جوڑا کرتا ہے معتزلہ اس آیت اور اس آیت من ذالذی یشفع عندہ الا باذنہ سے استدلال کرتے ہین کہ قیامت کو انبیاء گناہگارون کے لئے شفاعت نکرینگے مگر انکا یہ قول صحیح نہین کسلئے کہ ان آیات کا یہ منشا ہے کہ اُسکی مرضی کے برخلاف اپنی وجاہت سے کوئی سفارش نکر سکیگا اور چونکہ اسکی مرضی کفار اور مشرکین کی نسبت نہوگی تو اُنکے لئے کوئی شفاعت نکریگا جیسا کہ ان آیات کے سیاق و سباق سے معلوم ہوتا ہے اور لفظ الا باذنہ باواز بلند بتلا رہا ہے کہ گناہگار مسلمانون کے لیے رحمت انبیا اور اولیاء اور صلحا کے دل مین انکی شفاعت کا شوق پیدا کریگی اور وہ نہایت عجز و انکساری سے اُسکی جناب مین عرض کرینگے وہ اپنی رحمت سے قبول فرماویگا سچ ہے ع رحمت حق بہانہ مے جوید آنحضرت علیہ السلام نے فرمایا ہے شفاعتی لاہل الکبائر من امتی اور احادیث صحیحہ مین آنحضرت کی شفاعت کبری کی تفصیل ہے۔ آنحضرت تمام عالم کے شفیع اعظم ہین صلی اللہ علیہ وسلم۔ اور یہ آیات کفار کے ساتھہ مخصوص ہین کسلئے کہ کلام یہود سے چلا آتا ہے | عدل | کے معنی برابری کے ہین چونکہ معاوضہ اور فدیہ دیکر دونون برابر سرابر ہوجاتے ہین اسلئے معاوضہ اور فدیہ اور بدل کو بھی عدل کہنے لگے اور اسی لیے انصاف کو بھی عدل کہتے ہین *

نکات

(۱) چونکہ جو نکرہ حیز نفی مین ہوتا ہے تو وہان کثرت سمجھی جایا کرتی ہے اور لا تجزی نفس مین نفس نکرہ ہے معرفہ نہین اور لا نفی کے پیچھے آیا ہے تو یہان عموم مراد ہے پس یہ کثرت جو یہان مفہوم ہوتی تھی اسکو وھم لا ینصرون مین اس نکتہ کے لیئے ظاہر کردیا کہ عادتاً جب کسیکو ایسے شخص کے پنجے سے چھڑاتے ہین کہ وہ نہ وجاہت اور لحاظ کو خیال مین لاتا ہے تاکہ سفارش قبول کرے نہ وہ معاوضہ سے راضی ہوتا ہے نہ کسی دوسرے شخص کی ضمانت مانتا ہے تو وہان ایک جماعت اور جمعیت سے کام لیا جاتا ہے کہ ایک جماعت بزور چھڑا لیتی ہے پس لفظ ہم مین اُنکی کثرت کے فائدہ مند نہونے کی طرف اشارہ ہے *

اسکے بعد

خدا تعالی اپنی نعمتون کی تفصیل کرتا ہے اور ہر ایک واقعہ کو یاد دلاتا ہے تاکہ اورون کو سنکر عبرت و رغبت ہو اور بنی اسرائیل کے

وَاِذْ نَجَّيْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ يُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ وَفِيْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ

اور (اس وقت کو یاد کرو) جب کہ ہمنے تمکو فرعون والون سے نجات دی وہ تمکو بڑے عذاب دیتے تھے تمہارے بیٹون کو ذبح کرتے تھے اور تمہاری لڑکیونکو زندہ رہنے دیتے تھے اور اسمین تمہارے پروردگار (کی طرف سے بڑی آزمایش تھی)

دل ملایم ہون اور راہ راست پر آوین۔ مگر یہ واضح رہے کہ ان واقعات کے بیان کرنے سے مقصود صرف اپنی نعمتون اور نافرمانیون پر عقوبتون کا یاد دلانا ہے نہ بترتیب تاریخ آدم اور تاریخ بنی اسرائیل کا بیان کرنا جیسا کہ اہل کتاب کی توراۃ وغیرہ کتب تاریخ ہین ہے کہ جنکو وہ الہامی کہتے ہین اسلئے کبہی مقدم واقعہ کو مؤخر اور بالعکس اور کبہی بطور اجمال اور کبہی بطور تفصیل بیان کرتا ہے اور کچہہ موسیٰؑ کے واقعات ہی بیان نہین بلکہ اُنسے پہلے اور پچھلے واقعات بہی ہین اور ملک مصر مین انکو پہنچنے کے وقت کے اور وہان سے نکلکر ملک کنعان مین آنے وقت کے اور وہان پہنچکر جو کچہہ گزرا سب فرماتا ہے

ترکیب

واذ موضع نصب مین ہے معطوف اذکروا نعمتی پر اور اسی طرح واذ فرقنا اور واذ واعدنا اور واذ قلتم یا موسیٰ وغیرہ نجینا فعل با فاعل کم مفعول من آل فرعون متعلق ہے نجینا سے یسومون فعل کم ضمیر راجع آل فرعون کی طرف کم مفعول اول سوء العذاب مفعول ثانی یہ تمام جملہ حال ہے آل فرعون سے یا ضمیر نجیناکم سے یا دونون سے یذبحون ابناءکم اور یستحیون الخ دونون جملے بیان ہین یسومونکم کے اور اسی لئے عطف نہوا بلاء موصوف من ربکم اور عظیم صفت مبتدا مؤخر فی ذلکم خبر۔

تفسیر

حضرت ابراہیمؑ کے بعد حضرت یعقوبؑ تک اُنکی اولاد کنعان مین آباد رہی۔ بہائیون کے حسد و بغض کی وجہ سے حضرت یوسفؑ غلام بنکر مصر مین آئے یہان اُنکا شاہ مصر کے ہان بڑا عروج ہوا مصر کے بادشاہون کا لقب فرعون تہا جس طرح کہ ایران کے بادشاہونکا کسریٰ اور روم کے بادشاہون کا قیصر اُس زمانہ مین مصر کا فرعون ریان اور قوطیفار نام اُس کا وزیر تہا کہ جسکا لقب عزیز تہا عزیز نے یوسف کو خرید کر اپنے گہر مین رکہا عزیز کی بیوی زلیخا کا دل یوسف پر مائل ہوگیا اُس نے بُرے کام کے لیے درخواست کی یوسف نے نہ مانا اُس نے اپنے شوہر سے یوسف پر کوئی بدنامی بیان کرکے قید کروا دیا قید مین سے بادشاہ نے یوسفؑ کو تعبیر خواب کے لیئے بُلا کر معزز کیا اور بڑا عہدہ دیا اس عرصہ مین سخت قحط پڑا جسکی وجہ سے حضرت یعقوبؑ اور اُنکی تمام اولاد مصر مین آرہی اور اُنکو خدا نے وہان بہت بڑہایا اور تخمیناً چارسو برس تک مصر مین اُنکے لاکہون آدمی ہوگئے اور اس عرصہ مین یوسف اور وہ فرعون سب مر کہپ گئے اور فرعون تخت نشین ہوا جسکا نام مصعب یا ولید تہا اُسکو بنی اسرائیل سے سخت عداوت پیدا ہوئی اور دل مین یہ خوف ہوا کہ مبادا یہ لوگ ہماری سلطنت پر قابض ہوجاوین اسلئے اُس نے انکو سخت سخت تکلیفین دینی شروع کین اخراج کے لئے محصل بٹھلائے اور مصریون نے خدمت کروانی شروع کین بنی اسرائیل پر سختی کی اور انہون نے سخت محنت سے گارا اور اینٹ کا کام اور سب قسم کی خدمت کہیت کی کرواکے اُنکی زندگی تلخ کی

بدنام کیا

وَاِذْ فَرَقْنَا بِكُمُ الْبَحْرَ فَاَنْجَيْنٰكُمْ وَاَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ۝

اور (اُسوقت کو یاد کرو) جبکہ پھاڑ دیا ہمنے تمہارے لیئے سمندر کو پس تمکو بچا دیا اور ڈبا دیا فرعونیون کو اور تمہارے دیکہتے دیکہتے

اُنکی ساری خدمتین جو وہ اُنسے کراتے تھے مشقت کی تہین (۲۲) اور فرعون نے اپنی قوم کے لوگون کو تاکید کر کے کہا کہ اسرائیل میں جو بیٹا پیدا ہو اُسکو مار ڈالو اور جو بیٹی ہو اُسے جیتی رہنے دو۔ خدا تعالیٰ کو بنی اسرائیل کی مصیبت پر رحم آیا اُن مین عمران کے گہر مین ایک ایسا لڑکا پیدا کیا جسکی پرورش اور سرگذشت عبرت کا باعث ہے یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام سو اُنہون نے طرح طرح کے فرعون کو معجزے دکہائے اور تمام بنی اسرائیل کو مع یوسف علیہ السلام کی ہڈیون کے اُنکے وطن قدیم ملک کنعان لیگئے اُنکے پیچہے جو فرعون پکڑنے چلا تہا دریائے قلزم مین مع لشکر ڈوب مرا اور بنی اسرائیل دریا مین سے خشک نکل گئے مصر سے کنعان یعنی ملک شام تخمینا چالیس روز کا رستہ شمال کیجانب ہے مگر رستہ مین جو بنی اسرائیل نے خدا کی نافرمانیان کین چالیس برس تک ٹکراتے پہرے اسی عرصہ مین من وسلویٰ نازل ہوا اور دہوپ سے ابر نے سایہ کیا اور دیگر ذبح بقرہ وغیرہ واقعات پیش آئے یہانتک کہ حضرت موسیٰ اور ہارون اور جو لوگ مصر سے نکلے تہے سب اُسی رستہ مین گذر گئے پہر موسیٰ کے خلیفہ یوشع بن نون نے ملک کنعان فتح کیا اور وہان بنی اسرائیل کی سلطنت قایم ہوئی اس قصہ کا مجملاً بیان خدا تعالیٰ نے اس آیت مین کیا ہے اور آیندہ اور قصون کو ذکر کرتا ہے ؛

ترکیب

فَرَقْنَا فعل با فاعل بِکُمْ موضع نصب مین مفعول ثانی ہے اور اَلْبَحْرَ مفعول اول ہے اور بِ بمعنی لام ہے فَاَنْجَیْنٰکُمْ جملہ فعلیہ معطوف علیہ وَاَغْرَقْنَا الخ جملہ فعلیہ معطوف وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ حال ہے اَغْرَقْنَا سے

تفسیر

یہ ایک اور واقعہ خدا تعالیٰ ذکر کرتا ہے کہ جسمین اُسنے بنی اسرائیل پر بڑی رحمت اور نعمت کی تہی کہ جب موسیٰ بنی اسرائیل کو مصر سے لیکر ملک شام کی طرف چلے تو بحیرۂ قلزم کی طرف راہ پڑ گئی پیچہے اُنکے پیچہے فرعون بہی مور و ملخ کی طرح لشکر لیکر گرفتار کرنے کو پہنچا بنی اسرائیل نے کہا اے موسیٰ اب ہم کیا کرین سامنے سمندر کی ایک شاخ ہے کہ جسکو قلزم کہتے ہین اور پیچہے فرعون کا لشکر چلا آتا ہے موسیٰ نے جناب باری مین التجا کی حکم ہوا کہ اپنے عصا کو دریا پر مارو اسکی وجہ سے یہ معجزہ ظہور مین آیا کہ سمندر پہٹ گیا اور جسطرح پہاڑ مین گہاٹیان ہوتی ہین اسی طرح پانی کے بستہ ہونے سے خدا نے گہاٹیان کر دین جن مین سے بنی اسرائیل بخوبی مع اپنے جانورون اور اسباب کے نکل گئے اور چونکہ پانی ایک لطیف جسم ہے اُسکی گہاٹیون مین سے ایک طرف کا آدمی دوسری طرف نظر آتا تہا پس فرعون بہی اُنکے پیچہے اسی رستہ سے عبور کرنا چاہا تو پہر سمندر اپنی حالت اصلی پر آگیا اور فرعون اور اسکا سارا لشکر ڈوب مرا اور پرلے کنارہ پر بنی اسرائیل کہڑے ہوئے فرعونیون کو ڈوبتے ہوئے دیکہتے تہے خدا تعالیٰ اس نعمت کو یاد دلاتا ہے ؛ متعلقات

آل کی اصل اہل ہے کیسلئے کہ اسکی تصغیر اُہیل آتی ہے اسکے معنی گھر والے ہین جنکو عرف مین کنبہ کہتے ہین یا خاندان ہان اتنا فرق ہے کہ لفظ آل کا اطلاق اُس خاندان پر آتا ہے کہ جنکو دینی یا دنیاوی عزت اور شرف حاصل ہو۔ اور کبھی اس لفظ سے مطیع و متبع بھی مراد ہوا کرتے ہین اول تقدیر پر آل نبی حضرت کا کنبہ بیٹی نواسے چچا اور بیویان وغیرہم دوسری تقدیر پر تمام صحابہ امت ہوتے ہین اور کبھی یہ لفظ زائد آتا ہے آل فلان مین وہ فُلان ہی مراد ہوا کرتا ہے

ہم پیشتر ابتدا سے انتہا تک مختصر طور پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تاریخ بیان کرتے ہین اور توراۃ اور قران کو مدنظر رکھتے ہین تاکہ یہ واقعہ خوب سمجھہ مین آجاوے ؛

تاریخ بنی اسرائیل

موسیٰ مصر مین عمران کے گھر مین (جو قہات کا بیٹا لاوی بن یعقوب علیہ السلام کا پوتا تھا حضرت مسیح علیہ السلام سے تخمیناً پندرہ سو اکہتر برس پیشتر منوچہر شاہ ایران کے زمانہ مین پیدا ہوئے اس زمانہ کے فرعون نے بنی اسرائیل پر سختیان کر رکھی تھین بڑے سخت کام لیتا اور بیگار مین رکھتا تھا اور یہ عام حکم تھا کہ جو انکے خاندان مین بیٹا پیدا ہو اسکو قتل کر ڈالو لڑکی کو جیتی رہنے دو کیونکہ اسکو بنی اسرائیل کی کثرت سے خوف تھا یہ انکو مٹانا چاہتا تھا یہ لوگ اپنی مصیبت پر آسمان کی طرف مُنہ اُٹھا کر آہ و زاری کرتے اور درد سے روتے تھے مگر اس موذی کو رحم نہ آتا تھا لیکن خدا تعالیٰ ارحم الراحمین کو رحم آیا اُس نے اسکے پنجے سے چھُڑانے کے لیے بنی اسرائیل مین حضرت موسیٰ کو پیدا کیا جب یہ پیدا ہوئے تو کئی مہینے تک انکی والدہ ماجدہ نے انکو چھُپا کر رکھا جب دیکھا کہ راز فاش ہوتا ہے کوئی دم مین فرعونی جلاد آتے اور اس معصوم بچے کو ذبح کرتے ہین تو بالہام الٰہی یہ تدبیر سوچی کہ اسکو کسی صندوق مین کہ جسمین پانی اثر نکرے ڈالکر دریاے نیل مین چھوڑ دیجئے جہان اسکی تقدیر ہوگی چلا جاویگا پس ایک صندوق مین جو طرف رال لگا کر اور خوب مضبوط کرکے اُس چاند سی صورت کو چھپا دیا اور خدا کے نام پر دریا مین ڈال دیا ڈال تو دیا مگر دل کا اللہ ہی مالک تھا زار زار روتی اور یہ کہتی تھی ؎ میروی میرود جانم بتو خوش برو فالله خیر حافظا مگر اپنی بیٹی سے کہا کنارے کنارے تو دیکھتی جا کہ صندوق کہان جاتا ہے پس وہ صندوق کے ساتھ اس طرح جاتی تھی کہ کوئی نہ جانے کہ یہ اسی صندوق کے ساتھ ہے وہ صندوق فرعون کے محل کے پاس جب بہکر آیا تو اُسکی بیوی آسیہ نے کہ جو بڑی خدا ترس اور پاکباز عورت تھی دیکھا کہ ایک صندوق بہا چلا آتا ہے اُسکے ساتھ اُسکی بیٹی اور خواصین بھی تھین سب اس امر عجیب کے دریافت کی طالب ہوئین حکم دیا کہ صندوق نکالا جاوے نکالکر کھولا گیا تو اسمین کیا دیکھتی ہین کہ ایک چاند سی صورت کا بچہ لیٹ رہا ہے اور ہاتھ پانو مارتا ہے اور انگوٹھے چوستا جاتا ہے دیکھتے ہی سب کا دل بھر آیا خدا کی قدرت دیکھیے وہ دشمن کے گھر مین کس طرح پرورش کرواتا ہے فرعون کی بیٹی نے کہا اسکو بیٹا بناؤ اور اباجان کو بھی اسکی خبر کردو پس فرعون کی بیوی نے بچہ دکھایا اور اپنا مطلب ظاہر کیا اُس موذی نے کہا غالباً یہ کسی کنعانی کا بچہ ہے ہمارے خوف سے دریا مین ڈال دیا ہے اسکو قتل کر ڈالو فرعون کی بیوی اوپر گر پڑی اور کہا اسکو نہ مارو اسکو بیٹا بنالو شاید کبھی وقت

حضرت موسیٰ کے واقعات کو جب سورتون مین کہین اجمال اور کہین تفصیل سے بیان فرمایا ہے سورۂ بقرہ نسآء مائدہ انعام اعراف یونس ہود بنی اسرائیل کہف مریم طٰہٰ مومنون شعرا نمل قصص عنکبوت مومن زخرف دخان وغیرہ مین بعض واقعات توراۃ مین ہین قران نے انکو بیان نہین کیا بعض قران مین ہین توراۃ

یہ کام آوے پھر موسیٰ کے لیے آنا کی تلاش ہوئی دو ایک آنائین آئین
مگر موسیٰ نے کسیکا دودھ نہ پیا اُسکے رونے سے سب بیچین ہوگئے
تب موسیٰ کی بہن کہ جو فرعون کی بیوی اور بیٹی کے پاس
آیا جایا کرتی تھی یہ کہا مین تمکو ایک ایسی آنا بتاؤن کہ جو اسکو نہایت
دردمندی اور خیرخواہی سے دودھ پلاسکے اور اپنے گھر مین لیجا کر
پرورش کرے اُنہون نے کہا ہان لا ادھر موسیٰ کی ماں کا حال
سنیئے کہ وہ موسیٰ کی ہر ایک چیز کو دیکھکر زار زار روتی اور اسکی صورت
یاد کرکے دل مین دہوان اُٹھتا تھا قریب تہا کہ چیخین مار مار کر روئے
اور یہ راز کھل جاوے مگر خدا نے اُسکے دل کو صبر دیا اور وعدہ کیا
کہ رنج نکر ہم اُسکو پھر تیرے پاس پہنچا دینگے۔ اتنے مین بیٹی دوڑی آئی
کہ لو اماں جان مبارک ہو بہائی کو فرعون کی بیوی نے بیٹا بنا لیا
چلو تمکو دودھ پلانے کو بلاتے ہین پس وہ خوشی کے مارے
کپڑون مین نہ سماتی تھین وہان جاکر بیٹے کو دیکھکر دل بیتاب قابو
سے نکل گیا مگر پھر سنبہالا اور اُسکو دودھ پلایا فرعون کی بیوی نے
اُنکی تنخواہ اور مصارف پرورش مقرر کرکے موسیٰ کو دیدیا پس ایک مدت
موسیٰ ایوان شاہی مین پرورش پاتے اور شہزادے کہلاتے رہے
پس جب موسیٰ خوب جوان ہوگئے تو فرعون کی زیادتیان اور
اپنی قوم کی پریشانی دیکھکر نہایت غمگین رہتے تھے آخرش ایک روز
بازار مین ایک قبطی کسی بنی اسرائیل کو کار بیگار پر سخت مار رہا تہا اُس
موسیٰ کو سامنے سے آتے دیکھکر پکارا اور دہائی دی موسیٰ نے کہا ارے
کیون مارتا ہے اس پر اُس نے نہ مانا تو موسیٰ نے اُسکو مُکا مارا
وہ اتفاقاً مرگیا موسیٰ اور اس اسرائیلی نے اسکو ریتے مین دبا دیا
اگلے روز حسب اتفاق جب موسیٰ بازار مین گئے تو اس اسرائیلی کو

پھر کسی قبطی سے لڑتے دیکھا اور اُس نے موسیٰ کو دیکھکر چلانا اور
دہائی دینا شروع کیا اس پر موسیٰ نے خفا ہوکر فرمایا تو بڑا بیہودہ ہے
اور اُسکے دشمن کو ہٹانے کے لیے ہاتھ بڑھایا یہ احمق اسرائیلی یہ
سمجھکر موسیٰ سے کہنے لگا لو صاحب جس طرح کل ایک شخص کو قتل
کر چکے ہین آج اسی طرح مجھکو بھی مارا چاہتے ہین اے موسیٰ تو بڑا
سرکش اور مفسد ہوا چاہتا ہے اس سے وہ راز فاش ہوگیا آخر فرعون
کے دربار مین بھی خبر پہنچی کہ لیجیے وہ موسیٰ کہ جسکو تم نے فرزند بنایا تہا
آخر اپنی قوم کا حامی بنا اور ہمارے ایک آدمی کو مار ڈالا ہر چند بعض
وجوہات سے فرعون پہلے ہی سے موسیٰ سے بدگمان تہا مگر
اب تو جوش مین آکر قتل کا حکم دیدیا کسی نے موسیٰ کو اس راز
سے مطلع کیا۔ موسیٰ اول قتل سے ہی ہراسان تھے اب تو بہت ڈر
گئے اور مصر سے مشرق کی طرف بھاگ کر چلے گئے بحر قلزم کے
پار مدین ایک شہر تھا وہان پہنچے بھوکے پیاسے ایک درخت کے
سایہ مین بیٹھے ہوئے یہ کہہ رہے تھے کہ الٰہی مین تیرا بندہ فقیر ہون کچھ
مجھکو عطا کر وہان ایک کنوان تھا دیکھا کہ چرواہے چرس کھینچ کھینچ کر
اپنی بکریون اور جانورون کو پانی پلاتے ہین اور دو لڑکیان اُکھڑی
نیچی کیے کھڑی ہین اُن سے موسیٰ نے پوچھا تم کیون نہین پلاتین
وہ بولین ہمارے والد بوڑھے ہین ہم سے چرس کھینچ نہین سکتا
جب یہ پلا کر چلے جاتے ہین بچا ہوا پانی ہم بھی اپنی بکریون کو پلا لیتی ہین
موسیٰ کو رحم آیا بفضل الٰہی شہزور جوان تھے جس ڈول کو کئی شخص
ملکر کھینچتے تھے اکیلے کھینچکر انکی بکریون کو پانی پلا دیا پھر نیچی نگاہ کرکے
درخت کے سایہ مین آ بیٹھے ان لڑکیون نے جاکر اپنے بوڑھے باپ
حضرت شعیب علیہ السلام سے موسیٰ کا حال بیان کیا اُس نے

اپنی ایک بیٹی کو بھیجا کہ جاؤ اُس مسافر کو بلا لاؤ وہ آئی اور نہایت
شرم سے یہ کہا کہ چلئے آپ کو ہمارے ابا جان بلاتے ہیں تاکہ آپ
اس پانی پلانے کا بدلہ دیویں پس موسیٰ وہان پہنچے اور سب قصے
بیان کیا اُنہوں نے سُنکر فرمایا بیٹا کچھ خوف نکر تو ظالمون سے بچ
بچ گیا ان میں سے ایک بولی کہ ابا جان آپ انکو نوکر رکھ لیں کیونکہ
کہ آپ کو قوی اور امانتدار آدمی درکار ہے شعیبؑ (کہ جس کو یثرو
بھی کہتے ہیں) کہا بیٹی میں چاہتا ہون کہ ان دونوں میں سے
ایک کا تیرے ساتھ نکاح کر دوں بشرطیکہ تم ہمارے ہان آٹھ برس
تک رہو اور دس پورے کر دو تو تمہاری مہربانی ہے اور خدا چاہے
تو میں تمکو کوئی تکلیف نہ دونگا تم مجھکو اچھا ہی پاؤگے موسیٰ نے
کہا بہتر مگر میں جب ان مدتوں میں سے کوئی مدت پوری کر دون
تو پھر مجھپر کوئی زیادتی نہو جو کچھ ہم کہتے ہیں خدا اُسکا گواہ ہے پس موسیٰ کا
اُن میں سے ایک کے ساتھ کہ جس کا نام صفورا تھا نکاح کر دیا
اور مدت مقررہ تک اپنے خسر کی بکریاں چراتے رہے اس عرصہ
میں اُن سے بیٹا بھی پیدا ہوا کہ جس کا نام جیرسوم تھا پس موسیٰ
کو وطن کا خیال آیا اپنی بیوی اور بیٹے کو لیکر چلے سردی کا موسم
تھا شب میں بیوی کو سردی معلوم ہوئی موسیٰ نے کوہ طور[1]
کی طرف آگ کا شعلہ دیکھا موسیٰ نے بیوی سے کہا تم یہاں ٹھہرو
میں جا کر آگ تمہارے سینکنے کے لیے لاتا ہون جب وہاں آئے
تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک درخت آگ کا شعلہ ہو رہا ہے مگر جلتا نہیں
(اُس پر خدا تعالیٰ کی تجلی تھی اور درحقیقت آگ نہ تھی) جب موسیٰ
اُسکے پاس آئے تو اُس پاک جگہ درخت میں سے یہ آواز آئی کہ

جو اس آگ کے پاس اور جو اسکے اندر ہے وہ مبارک ہے اے موسیٰ
میں اللہ رب العالمین ہوں میں تیرا خدا ہون تو جوتا اُتار دے کیونکہ
یہ جگہ مقدس ہے (درخت نہیں بولتا تھا اور نہ وہ آواز حروف و صوت کے
ساتھ تھی دراصل وہان تجلی ذاتی ہوکر اس حالت میں موسیٰ
خدا سے ہم کلام ہوا) اے موسیٰ میں نے بنی اسرائیل کی آواز
دردناک سُنی اور انکی آہ و زاری پر مجھکو رحم آیا تو انکے پاس جا اور فرعون
سے کہہ ان کو انکے ملک میں جانے دے موسیٰ نے کہا الٰہی میری
کون سنیگا فرعون مجھکو کب مانے گا خدا تعالے نے فرمایا تیرے
داہنے ہاتھ میں یہ کیا ہے؟ عرض کیا میرا عصا ہے جس سے میں بکریاں
ہانکتا اور بہت سے کام لیتا ہون فرمایا اسکو زمین پر ڈال دے
موسیٰ نے ڈالدیا ڈالتے ہی سانپ بنکر زمین پھنکارنے لگا موسیٰ ڈر کر بھاگے خدا نے
فرمایا مت ڈر تجھکو اس سے کچھ خوف نہیں رسول میرے پاس خوف نہیں
کھاتے اسکو پکڑ لے موسیٰ نے ہاتھ لگایا وہ وہیں عصا بنگیا پھر
فرمایا اپنا ہاتھ کرتے کے گریبان میں ڈالکر باہر لا وہ باہر لائے تو نہایت
سفید اور روشن ہو کر چمکنے لگا کہا پھر اسکو گریبان میں ڈال ڈالکر
نکالا تو پھر اصلی حالت پر آگیا خدا نے فرمایا جا میں نے تجھکو یہ دو معجزے
دیئے تو فرعون اور بنی اسرائیل کو دکھائیو تاکہ وہ تیری تصدیق کریں
پھر موسیٰ نے عرض کیا الٰہی مجھ سے ایک فرعونی مارا گیا میں ڈرتا
ہون کہ وہ مجھکو اُسکے قصاص میں مار نہ ڈالیں دوم میری زبان
میں لکنت ہے میں اچھی طرح بات نہیں کر سکتا میرے ساتھ میرے
بھائی ہارون کو مقرر کر وہ مجھ سے فصیح ہے خدا نے فرمایا تیرے
بھائی کو تیرا قوت بازو بنائینگے اور ہم تمکو غلبہ دینگے تمہارے پاس کوئی

[1] یہ جگہ کہ جہاں حضرت موسیٰ گزرے تھے ملک عرب کا مغربی کنارہ یعنی ملک عرب اور مصر کے بیچ میں بحرہ قلزم فاصل ہے اسکے مشرق کی جانب عرب کا یہ کنارہ ملک مصر ہے اور عرب
میں ہی حضرت شعیبؑ اور کوہ طور اور کوہ حوریب تھا چنانچہ جب مصر سے موسیٰ بنی اسرائیل کو لیکر چلے تو ادھر سے گزرے تھے ۱۲ منہ رحمہ اللہ

اسنے نہین پاویگا جاؤ تم کو اور تمہارے تابعدارون کو مین غالب کرونگا
پس وہان سے موسیٰ چلے رستہ مین اُنکے بہائی ہارون جو اُنکی پیشوائی
کو گہر سے نکلے تھے ملے پھر بنی اسرائیل کو موسیٰ نے یہ دونون معجزے
دکہا کر خدا تعالےٰ کا پیغام بشارت التیام سنایا سب سنکر سجدہ مین گر پڑے
نہایت خوش ہوے پھر حضرت موسیٰ اور ہارون بڑی کوشش کرکے
فرعون کے پاس گئے اور کہا ہم خدا تعالیٰ کی طرف سے پیغام لائے ہین
آپ مانئے اور خداوند عالم سے ڈر کر راہ راست پر آئیے اور بنی اسرائیل کو ہمارے
ساتھ جانے دیجئے ان بیکسون کو تکلیف نہ دیجئے فرعون نے کہا خداوند عالم
کون ہے مین اُسکو نہین جانتا موسیٰ نے کہا وہ ہے کہ جسنے آسمان و زمین
ہر چیز کو پیدا کیا فرعون کو تعجب ہوا اور اپنے درباریون سے کہا ذرا اِنکی
رسول کی بات تو سنئے کیا محال بات کہتے ہین اسپر موسیٰ نے فرمایا بلکہ
تمہارا سب کا اور تمہارے سب باپ داداون کا رب ہے یہ سنکر فرعون نے
کہا یہ دیوانہ ہے اسپر موسیٰ نے فرمایا بلکہ مشرق اور مغرب اور اُنکے درمیان
جو کچھ ہے سبکا رب ہے اسپر فرعون نے نہایت ناراض ہوکر یہ کہا اگر تونے
میرے سوا کسی اور کو خدا کہا تو مین تجھکو حبس دوام کرونگا اور اپنے
درباریون سے کہا دیکھو میرے سوا اور بہی کوئی تمہارا خدا ہے اے
ہامان تجھی اینٹون کا ایک بڑا اونچا برج بنا مین اسپر چڑھکر موسیٰ کے
خدا کو دیکھونگا کہ وہ کہان ہے اور مین تو اسکو جھوٹا اور جادوگر
جانتا ہون پھر موسیٰ کی طرف متوجہ ہوکر یہ کہنے لگا کہ تو وہی ہے کہ
جو مدت تک میری روٹیان کھا کر بڑا ہوا ہے اور میرے گھر مین رہا ہے اور پھر
وہ کام کرکے تو یہان سے بہاگا تھا کہ جسکو تو جانتا ہے مین تجھپر پھر ایمان
لاؤن اور تیری قوم ہمیشہ ہماری غلامی کرتی ہے موسیٰ نے کہا یہ کیا احسان
جتلاتا ہے کہ تو نے بنی اسرائیل کو غلام بنا رکہا ہے خیر اچھا اگر مین

آپ کو کوئی معجزہ دکہاؤن تب بھی آپ تصدیق کرینگے اور میری بات
پر ایمان لاوینگے اُس نے کہا وہ کیا معجزہ ہے موسیٰ نے عصا کو ڈالدیا
وہ اژدہا بنکر فرعون کی طرف لپکا فرعون اور تمام ارکان دولت پریشان
ہوکر بہاگنے لگے موسیٰ نے اُسکو پکڑ لیا پہر وہ عصا ہوگیا فرعون
اور اُسکے مصاحب بہر بدستور بیٹھے تو موسیٰ نے ہاتھ کو گریبان مین
ڈالکر نکالا تو آفتاب کی طرح چمکنے لگا پہر ڈالا تو بدستور سابق ہوگیا یہ
دیکھکر فرعون نے اپنے اہلکارون اور امیرون سے مخاطب ہوکر کہا
یہ بڑا جادوگر ہے اس حیلہ سے چاہتا ہے کہ تم کو اس ملک سے باہر
کردے اب تمہاری کیا صلاح ہے انہون نے کہا آپ بھی اپنے ملک
کے بڑے بڑے جادوگرون کو جمع کیجئے اور ایکروز مقرر کرکے انسے
اسکے مقابلہ مین ایسا ہی کرشمہ دکہا دیجئے پس فرعون نے ہر شہر مین اشتہار
بھیجا اور جادوگرون کو بلایا وہ سب اُس روز کہ جو مقرر ہوا تھا جمع ہوے
اور حضرت موسیٰ اور ہارون بھی مقابلہ مین آئے اور ایک خلق خدا
تماشائیون کی جمع ہوئی جادوگرون نے فرعون سے عرض کیا کہ
اگر ہم غالب آجائین تو آپ ہمکو کیا انعام دینگے اُس نے کہا تمکو اپنا مقرب بناؤنگا
تب جادوگرون نے موسیٰ سے کہا کہ آپ پہلے کچھ کرشمہ دکہائینگے یا ہم دکہائین
موسیٰ نے فرمایا پہلے تمہین جو چاہو کر لو پس جادوگرون نے اپنی رسیان
اور لاٹھیان اور جو کچھ طلسم کیا تھا فرعون کا نام لیکر زمین پر ڈالدیا
وہ شعبدہ بازی اور نظر بندی سے جیسا کہ یہان مٹی رسی اور چھڑی کا
سانپ بنا دیتے اور درخت لگا کر دکہلا دیتے ہین اسی طرح انہون نے
دکہایا حتی کہ موسیٰ اور سب حاضرین جلسہ کو وہ سانپ سے چلتے ہوے
دکہائی دیے حضرت موسیٰ اپنے دل مین ہراسان ہوے خدا تعالےٰ نے
موسیٰ کو وحی کی کہ کیا دیکھتا ہے تو بھی اپنے عصا کو ڈالدے وہ ان

ہی اژدہا بنگیا اور اُنکے سانپون کو لقمہ کرگیا تمام تماشائی اور
فرعون ڈر کے مارے ترِ بتر ہوگئے اور ایک غل مچگیا موسیٰؑ نے اُسکو
پکڑ لیا وہ پہر عصا ہوگیا جادوگرون نے جب یہ دیکھا کہ یہ کام جادو کی
طاقت سے بڑھکر ہے وہ خدا سے دل مین ڈر گئے اور سجدہ مین گر پڑے
اور کہنے لگے ہم رب العالمین پر کہ جو موسیٰ اور ہارون کا رب ہے ایمان
لائے۔ فرعون کو اس معاملہ سے بڑی خجالت ہوئی غصہ مین آکر
جادوگرون سے کہا تم میری اجازت سے پیشتر کیون ایمان لائے بیشک
یہ (موسیٰ) جادو مین تمہارا اُستاد ہے تم نے باہم اتفاق کرکے یہ مکر بنایا
ہے تاکہ یہان کے باشندون کو باہر نکالدو اب دیکھو مین تمہارے
ساتھ کیا کرتا ہون تمہارے ہاتھ اور پاؤن جانب خلاف سے کاٹکر
تمکو سولی پر اور درختون پر لٹکاتا ہون تاکہ تمکو معلوم ہو کہ ہم مین سے
کون زیادہ اور دائمی عذاب کرسکتا ہے وہ بولے کچھہ پروا نہین
آخر ہم کو اُسکے پاس جانا ہے ہم امید کرتے ہین کہ وہ ہمارے قصور اس وجہ سے
کہ سب سے پہلے ہم ایمان لائے گناہ معاف کردیگا اور ہم تجھکو اُس سے کہ جسنے
تمکو پیدا کیا اور جسنے ہمکو اپنی نشانیان دکہائین عزیز نہین جانتے ہین
فرعون نے اُن ایماندارون کو بڑی تکلیف سے قتل کیا مگر وہ اس ثابت
قدمی سے اپنے ایمان پر قایم رہے اور یہ دعا کرتے تھے الہی ہم کو صبر
دے اور ایمان ہی پر ہمارا خاتمہ کیجو۔ اسکے بعد فرعون نے غصہ مین آکر اور بھی
بنی اسرائیل کو تکلیفین دینی شروع کین پہلے تو اینٹون کے لیے بھس ملتا
تھا اسکو بھی موقوف کیا اور کہا جاؤ تم خود کہین سے بھس تلاش کرکے
لاؤ اور اُسی قدر اینٹین بناکر دو بنی اسرائیل نے موسیٰ سے کہا اے موسیٰ
ہمکو تو تیرے آنے سے پیشتر ہی بہت کچھہ ایذائین پہنچائی تہین اب تو اور
بھی مصیبت مین پڑگئے موسیٰ نے فرمایا صبر کرو ملک اللہ کا ہے وہ

اپنے بندون مین سے جسکو چاہتا ہے دیدیتا ہے اور انجام کار
خدا ترس فلاح پاتے ہین عنقریب تمہارا رب تمکو دو زمین کا مالک کریگا
کہ جسمین برکت ہے اور طرح طرح کے میوے ہین موسیٰ نے پہر فرعون سے
کہا کہ دیکھ بنی اسرائیل کو جانے دے اور اُنکو تکلیف نہ دے ورنہ خدا
تعالے مصر کے پانی کو خون کردیگا تو اور تیری رعیت بڑی تکلیف پاویگی
اسنے نہ مانا اور موسیٰ نے ہارون سے فرمایا کہ دریا نیل پر اور ہر ایک
نہر اور تالاب پر عصا مار اُنہون نے مارا تو وہ سب پانی خون ہوگیا اور
دریا کی مچھلیان مرگئین اور سات روز تک یہی تکلیف رہی مگر اس
سنگدل پر اثر نہوا اسکے بعد پہر بحکم خدا موسیٰ نے فرعون کو پیغام
بھیجا کہ دیکھ اب بھی بنی اسرائیل کو چھوڑ دے اور خدا پر ایمان لا ورنہ
خدا مینڈکون کی مصیبت تجھپر بھیجیگا اسنے اسکو بھی نہ مانا تو موسیٰ نے
ہارون سے کہا کہ اپنا عصا دریا اور نہرون اور تالابون پر مار اُنہون
نے مارا تو بیشمار مینڈک چڑھ آے اور مصر کی زمین چھپا دی کہ جہان
پانی بستر ہر جگہ مینڈک ہی مینڈک دکہائی دیتے تھے فرعون نے
تنگ ہوکر موسیٰ اور ہارون کو بلاکر منت کی کہ خدا تعالیٰ سے دعا
کیجئے کہ اس بلا کو دفع کرے اگر ایسا ہو تو مین بنی اسرائیل کو جانے
دونگا اور خدا پر ایمان لاؤنگا پس موسیٰ نے دعا کی وہ سب مرگئے اور
اُنکے تودے لگائے گئے اور زمین سڑ گئی جب فرعون کو مہلت ملی
تو پہر برگشتہ ہوگیا تب موسیٰ نے بحکم خدا ہارون سے فرمایا کہ اپنا
عصا زمین پر مار اُنہون نے مارا تمام جگہ جوئین ہی جوئین ہوگئین سب
لوگ عاجز آگئے مگر اس سنگدل نے پہر بہی نہ مانا پہر خدا نے موسیٰ
کو وحی کی کہ کل صبح فرعون دریا پر آئیگا تو رستہ مین اس سے ملکر کہہ
کہ خدا فرماتا ہے میرے بندون کو چھوڑ دے ورنہ مین تجھپر [illegible]

مسلط کردیگا اور سواے زمین جشن کے کہ جہان بنی اسرائیل رہتے
ہین سب تکلیف پائینگے اسنے نہ مانا اور خدا نے یون ہی کیا جس سے
فرعون اور اسکے گہر والے اور تمام اہل مصر چیخ اُٹھے تب فرعون نے
موسی اور ہارون کو بلا کر کہا اچھا باہر جا کر کیا کروگے جس لیے تم
باہر جانا چاہتے ہو یعنی قربانی سو وہ اپنے خدا کے لیے یہین کرلو
موسی نے کہا یہ نہین ہوسکتا کیسلیے کہ اہل مصر گاے بیل کو پوجتے ہین اگر
ہم اسی جگہ انکی اپنے خدا کے لئے قربانی کرین تو وہ ہمکو پتہراو کرڈالینگے
پس ہم تین دن کی راہ بیابان مین جاکر جس طرح خدا فرمایگا قربانی
کرینگے تب فرعون نے کہا اچھا یون ہی مگر بہت دور نہ جانا اور میرے لیے
خدا سے دعا کرو کہ وہ اس بلا کو ٹالے موسی نے دعا کی وہ سب دفع ہوگئے
فرعون مہلت پاکر پہر پہر گیا موسی نے بحکم الہی پہر فرعون سے درخواست
کی اور کہا اگر نہ مانیگا تو خدا تعالی تمہارے مواشی مین موت بہیجیگا
چنانچہ اس نے نہ مانا تو خدا نے ایسی مری بہیجی کہ مصریون کے تمام
جانور مرگئے گہوڑا گدہا بیل اونٹ کچھہ نہ بچا مگر بنی اسرائیل کا ایک جانور
بہی نہ مرا اسپر بہی فرعون نے نہ مانا پہر خدا نے موسی کو حکم دیا کہ بہٹی سے
راکھ لیکر آسمان کیطرف اڑادو انہون نے اڑادی جس سے ملک مصر مین تمام
آدمیون اور جانورون کے بدن پر پہوڑے پہنسیان اس کثرت سے پیدا
ہوئے کہ الامان مگر پہر بہی فرعون نے نہ مانا پہر خدا نے موسی کو فرمایا کہ
فرعون سے جاکر کہہ وہ تجھے رستہ مین ملیگا کہ بنی اسرائیل کا خدا تجھکو فرماتا
ہے تو ایمان لا اور بنی اسرائیل کو چہوڑ دے ورنہ مین سخت وبا بہیجونگا تو تنگ
اپنے تکبر سے باز نہین آتا دیکہہ کل مین بڑے بڑے اولے برساؤنگا کہ
آجتک ابتدا مصر سے کبہی نہین برسے لہذا موسی تو اپنے لوگون کو خبر
کردو کہ میدان مین جو کچہہ انکا مال اور جانور ہین انکو گہرون مین لے آوین پس جو
لاے اور فرعون کے نوکرون مین سے جو خدا سے ڈرتے تہے وہ بہی لاے
پس موسی نے بحکم الہی اپنا عصا آسمان کی طرف اٹہایا تو ابر نمودار ہوا اور
ہیبت ناک کڑک اور بجلی نمودار ہوئی اور ایسے بڑے بڑے اولے برسے
کہ جس سے چرند پرند انسان حیوان درخت کہیتی سب کا ستیاناس ہوگیا
مگر جشن مین اولے نہ پڑے تب فرعون نے موسی اور ہارون کو بلاکر
کہا بیشک مین نے گناہ کیا خدا عادل ہے تم دعا کرو کہ پہر اس طرح گرج
نہ اولے برسین تب مین تمہین جانے دونگا پس موسی نے دعا کی وہ
بلا دفع ہوگئی مگر فرعون سرکش ہوگیا پہر خدا نے موسی سے کہا کہ فرعون
کو کہہ دیکہہ اب بہی باز آ اور میرے بندون کو جانے دے اور میرے آگے
عاجزی کر ورنہ مین تمام مملکت مین ٹڈیان بہیجونگا کہ جو کچہہ اولون سے
باقی رہگیا سب چاٹ جائینگے جب وہ یہ کہکر وہان سے نکلے تو قال
رجل مومن من آل فرعون فرعون کی قوم اور نوکرون مین سے لوگون نے
فرعون کو سمجہایا کہ جانے دیجے دیکہتے مصر اجڑ گیا بالخصوص ایک بندار نے
کہ جو اپنا ایمان مخفی رکہتا تہا یہ کہا کہ تم ایسے شخص کو کہ جسکے بہت سے
معجزات دیکہہ چکے ہو اس گناہ پر قتل کرنا چاہتے ہو کہ وہ خدا کو اپنا رب کہتا
ہے صاحبو اگر وہ جہوٹا ہے تو اسکا وبال اسیپر پڑیگا ورنہ جو کچہہ کہہ رہا
ہے وہ بلا تمپر نازل ہوگی اور آج تمکو خدا نے ملک اور زور دے رکہا ہے
اگر تمپر کوئی عذاب الہی نازل ہوا تو مجھکو کوئی اسکا دفع کرنیوالا نہین دکہائی دیتا
فرعون نے کہا جو کچہہ میری راے مین آتا ہے وہی صواب ہے اور مین تمکو بہلائی
کا رستہ بتلاتا ہون اس دیندار نے کہا مجھکو تو اس قوم کی بربادی دکہلائی
دیتی ہے جس طرح کہ عاد و ثمود اور قوم نوح وغیرہ ہم تباہ ہوگئے
تم بہی برباد ہوگے اور خدا کسی پر ظلم نہین کرتا اور مجہکو ایک شدنی
بربادی کا خوف ہے جس روز کہ تم پس پا ہوکر بہاگوگے

پھر کوئی خدا کے ہاتھ سے بچانیوالا نہین اور تمہاری سمجھ مین میری
نصیحت نہین آتی کس لیے کہ جنکو خدا برباد کرنا چاہتا ہے تو پھر اُنکو کوئی ہدایت
نہین کر سکتا اسی طرح فرعون کی بیوی بھی دیندار تھی فرعون کی حرکات
سے نالان تھی آخر اُس نے یہ دعا کی کہ الٰہی مجھکو فرعون اور اُسکی
تکلیف سے نجات دے اور اپنے پاس بُلا کر جنت مین رکھ چنانچہ خدا نے
اُسکی دعا قبول کی۔ القصہ فرعون نے کہا اچھا مرد چلے جائین اور
جا کر قربانی کرین اور سب کچھ یہین رہے حضرت موسی نے کہا یون
نہین بلکہ سب کچھ لیکر جاوینگے اسپر فرعون خفا ہوا اور دھکے دیکر موسی
اور ہارون کو دربار سے نکلوا دیا تب موسی نے بحکم خدا اپنا عصا اُٹھایا
تو خدا نے تمام دن اور تمام رات پُروا آندھی چلائی اگلے روز صبح ہوتے
ہی بے شمار ٹڈیان آئین اور تمام روے زمین کو ڈھانک لیا اور تمام ملک
مصر مین کسی درخت پر اور میدان کی گھاس مین سبزی نہ چھوڑی
تب فرعون نے موسی اور ہارون کو جلد بُلایا اور کہا مین تمہارے
خدا کا گناہگار ہون سو مین منت کرتا ہون کہ اس مرتبہ میرا گناہ بخشوا کر
اور اپنے خدا سے دعا کرو کہ اس بلا سے نجات دے تب موسی نے
دعا کی اور تمام ملک مین ایک ٹڈی نہ رہی لیکن فرعون پھر سرکش
ہو گیا پھر خدا نے موسی سے فرمایا کہ اپنا ہاتھ آسمان کی طرف لمبا کر تا
کہ ملک مصر مین تاریکی ہو ایسی تاریکی کہ ایک کو دوسرا نظر نہ آوے
چنانچہ موسی نے ایسا کیا اور تین روز تک روے زمین پر سخت اندھیرا
رہا تب فرعون نے موسی اور ہارون کو بلا کر کہا کہ تم اور تمہارے
بچے جاوین اور گلے اور گاے بھینس سب یہین رہین موسی نے
کہا یہ منظور نہین بلکہ ایک جانور بھی یہان چھوڑا نجائیگا اس پر فرعون
بہت خفا ہوا اور کہا میرے سامنے سے چلا جا پھر کبھی مجھے منہ
نہ دکھانا ورنہ مارا جائیگا موسی نے کہا بہتر اب مین تیرا منہ
نہ دیکھون گا ؛
پھر خدا تعالی سے موسی نے عرض کیا الٰہ العالمین آپنے تو فرعون
اور اُسکی قوم کو وہ مال اور زینت دنیا مین دے رکھی ہے جس سے
وہ لوگون کو گمراہ کرتا ہے الٰہی اُنکے مال کو تباہ کر دے اور اُنکے
دلون پر سخت صدمہ پہنچا یہ بغیر اس بات کے کہ کوئی عذاب الیم دیکھ لیوین
ہرگز ایمان نہ لاوینگے خدا نے فرمایا تمہاری دعا قبول کی گئی آخر
بہت سے معجزات دیکھے اور ایمان نہ لایا دیکھو مین اب اُسپر ایک
ایسی بلا نازل کرتا ہون کہ جس سے کلیجہ تھام کر رہ جائین اور اُسکے اہل
خود بخود تمہین یہان سے نکالین مگر تم اس مہینے کی دسوین تاریخ اپنے
گھرون کو قبلہ بناؤ یعنی فی گھر ایک بکرا بے عیب لیکر چودھوین تک
رکھ چھوڑنا اور شام کو اُسکو ذبح کرکے خدا کے نام چھونکر کھانا یہ
تمہاری عبادت اور عید فسح ہے اور اس بکرے کے خون سے
دروازون پر نشان کر دیجیو اور اس سے پیشتر ہر ایک شخص اور
ہر ایک عورت اپنے ہمسایہ سے چاندی اور سونے کے برتن اور
زیور عاریتاً لیوے اور مین مصریون کی آنکھون مین تمہین معزز کرونگا
وہ تمہین دیوینگے پس اُس رات کو خدا تعالی کا فرشتہ مصر مین گذرے گا
جس کا گھر قبلہ نہوگا یعنی عید فسح کا نشان نہوگا اُس گھر
مین ہر ایک انسان اور حیوان کا پہلوٹھا مر جائیگا چنانچہ سب بنی اسرائیل
نے ایسا کیا اور آدھی رات کو خدا کا فرشتہ ملک الموت مصر مین آیا
جس سے امیر سے لیکر فقیر اور انسان سے لیکر حیوان تک سب کا
پہلا بچہ مر گیا اور مصر مین گھر گھر ایک سخت ماتم برپا ہو گیا کہ ایسا کبھی
ہوا تھا نہ ہوگا تب فرعون نے موسی اور ہارون کو رات ہی کو بلایا اور

کہا کہ اُٹھو اور میرے لوگون سے نکل جاؤ اور تمام بنی اسرائیل
جائین اور اپنے گلے اور مواشی بھی لیجائین اور اپنے خدا کی
قربانیان کرین اور میرے لیے بھی برکت چاہین اور مصری
یہ سمجھکر کہ اگر یہ یہان سے نہ جاوینگے تو ہم سب مرجاوینگے ان
لوگون کے نکالنے مین بڑی سختی کرتے تھے اسلیئے ان لوگون
نے اٹا گندھا ہوا پیشتر اسکے کہ وہ خمیر ہوا ہو کے لگنون سمیت کپڑون
مین باندھکر اپنے کاندھون پر اُٹھا لیا

فصل ۳

اور یوسف علیہ السلام کی ہڈیون کو بھی ساتھ لیا کیونکہ اُنہون نے
تاکید کردی تھی کہ میری ہڈیون کو بھی ساتھ لیجانا۔ اب موسی علیہ
السلام کی اسی اور اُنکے بھائی ہارون کی تراسی برس کی عمر تھی
پس بنی اسرائیل رعمسیس سے سکات تک اول منزل کی اور
سیدھا راستہ فلسطین کا کہ جو مشرق وشمال کیطرف سے تھا چھوڑ دیا
اور قلزم کی طرف مشرق کے رخ بیابانون مین پڑ گئے بنی اسرائیل
مردون کئی لاکھ آدمی تھے پھر سکات سے روانہ ہوئے اور ایتام
مین اُتر پڑے اور وہان سے کوچ کرکے فی الحیرات مین بعل
صفون کے مقابل کہ جو بحر قلزم پر واقع تھا مقام کیا اس مین شاہ مصر
کو خبر دی گئی کہ لوگ بھاگ گئے تب اُس نے اپنی گاڑیان جو مین چھ
سو تھین اور مصر کی عمدہ گاڑیان لین اور انپر سردارون کو بٹھایا
اور لشکر پیادہ وسوار بیشمار لیکر اُنکے پیچھے دوڑا اور بنی اسرائیل کو خیمہ
کھڑے کرتے ہوئے جا ہی لیا جب بنی اسرائیل نے دیکھا تو بڑے
ہراسان ہوئے اور موسی سے کہا کہ کیا مصر مین قبرون کی تنگی تھی کہ
تو وہان سے ہمکو بیابان مین مرنے کے لیئے لایا موسی نے کہا خوف نکرو خدا
تمہارے ساتھ ہے تب خداوند نے کہا اے موسی تو کیون میرے
آگے نالہ کرتا ہے؟ بنی اسرائیل سے کہہ کہ وہ آگے چلین (۱۶)
تو اپنا عصا اٹھا اور دریا پر مار اور اسکو دو حصہ کر بنی اسرائیل دریا کے
بیچو بیچ مین سے سوکھی زمین پر ہوکے گذر جاوینگے اور فرعون کے لشکر اور
بنی اسرائیل مین خدا نے ایک بدلی بھیجی کہ جس سے اندھیری ہو گئی
ایک لشکر دوسرے کے نزدیک نہ آیا اور موسی نے جو کچھہ خدا نے فرمایا تھا
کیا اور دریاے قلزم کے دو حصہ ہوگئے اور بنی اسرائیل دریا کے
بیچ سے سوکھی زمین پر ہوکے گذر گئے اور پانی کی انکی دائین اور بائین
بڑی دیوار تھی اور فرعون اور اُسکا تمام لشکر پیادہ وسوار پیچھا کیئے ہوئے
دریا کے بیچون بیچ تک آئے اور خدا نے موسی سے کہا کہ پھر دریا پر اپنا
عصا مار اُنہون نے مارا تو دریا پھر اپنی حالت اصلی پر آگیا اور پانی نے
سب کو چھپا لیا اور سب ڈوب مرے (ڈوبتے مین فرعون نے کہا مین خدا
بنی اسرائیل پر ایمان لایا فرشتہ نے کہا اب ایمان لاتا ہے) فرعون اور
اسکے لشکر کی لاش بحر قلزم کے کنارہ پر بنی اسرائیل نے دیکھی
واضح ہو کہ ملک مصر اور عرب کے بیچ مین سمندر کی ایک شاخ سی
ہے جسکو بحیرہ قلزم کہتے ہین اسکے مشرق کی طرف جو ملک ہے
اسکو عرب کہتے ہین اور جو مغرب کیطرف ہے اُسکو مصر کہتے
ہین یہ شاخ شمال کیطرف دور تک چلی گئی ہے جدہ اور مکہ
اور ینبوع وغیرہ بندر اسی کے مشرقی کنارے ہین آخر جاکر پھر
اسکی دو شاخین ہو گئی ہین ایک مغرب کی طرف جھک گئی ہے اور
وہ لمبی ہے اور اسکے آخر پر سویز اور سکندریہ وغیرہ شہر آباد ہین دوسری
شاخ مشرق کیطرف مائل ہے وہ چھوٹی ہے بڑی شاخ کو کھود کر شمال
کیطرف جو ایک اور سمندر ہے جسکو بحیرہ روم کہتے ہین اسمین ملا دیا گیا ہے اسکا

اس نقشہ نمبر (۱) مین بحر قلزم کی جانب شمال پر جاکر دو شاخین ہوگئی ہین انکے درمیان کوہ طور ہے اور بڑی شاخ کو عبور کرکے بنی اسرائیل گزرے ہین ۔ پھر اسی میدان مین چالیس برس تک ٹھوکرا کھاتے پھرے ہین جہان اب قاہرہ ہے پہلے اسکے قریب شہر رامسیس تھا جہان سے بنی اسرائیل نے کوچ کیا اگر وہ کنارہ کنارہ بحر روم کے ملک فلسطین سے ہوکر یروشلم وغیرہ بلاد شام مین آتے تو جلد آسکتے تھے مگر منظور الٰہی یون ہی تھا ۔
ہمنے نقشہ نمبر ۲ مین اس میدان کو جدا دکھایا ہے اور جہان سے بنی اسرائیل گزرے ہین وہان نقطے لگا دیے ہین ۔

بحر روم
العریش
بیابان آدوم
ارفوندی
پوآب
کوہ حور
ایلات
سینا
مدین
سکات

نہر سویز بوسے ہیں۔ بنی اسرائیل اگر شمال کی طرف سیدھے جاتے
پھر گوشۂ مشرق و شمال کی طرف ہو لیتے تو قلزم رستہ میں ملتا
اور مہینے دو مہینے میں ملک کنعان میں پہنچ جاتے مگر خدا کو کوہ طور پر
اپنا جلوہ دکھانا اور توریت دینا منظور تھا اسلیئے بنی اسرائیل نے
اس طرف رخ کیا القصہ بنی اسرائیل قلزم کو عبور کر کے اس بیابان
میں پڑ گئے کہ جو مثلث کے طور پر آپ کو نقشہ میں دکھائی دیتا ہے
اسمیں حوریب اور طور سینا پہاڑ ہیں اور جنگل لق و دق بیابان
پس قلزم سے کوچ کر کے تین دن تک سور کے بیابان میں چلے اور پانی
نہ ملا اور جب وہ مارہ میں آئے تو وہان کا پانی تلخ تھا اسکو پی نہ سکے
سب مضطر ہو گئے تب خدا تعالی نے موسی کو ایک درخت بتلایا کہ
اسکو پانی میں ڈالدے یہ شیرین ہو جاویگا چنانچہ ہو گیا اور ایک قوم کو
بت پرستی کرتے ہوئے انہوں نے دیکھا تو موسی سے کہا جس طرح
انکے معبود ہیں ہمارے لیے بھی بنا موسی نے خفا ہو کر فرمایا تم بڑے
نادان ہو پھر وہان سے کوچ کر کے ایلیم میں آئے جہان پانی کے
بارہ چشمے اور ستر درخت کھجور کے تھے پھر وہان سے روانہ ہو کر
خروج سے دوسرے مہینے کی پندرہویں تاریخ کو سین کے بیابان
میں آئے اور بنی اسرائیل بھوک کے مارے چلائے کہ اس سے تو
بہتر یہی تھا کہ ہم مصر ہی میں مارے جاتے جہان گوشت کی ہانڈیوں
کے پاس بیٹھتے تھے اور من بھر کے روٹیاں کھاتے تھے تب
خدا تعالے نے بٹیریں بھیجیں کہ جنکو سلوی کہتے ہیں وہ انکے خیموں
کے پاس بکثرت آ گریں اور صبح کو اوس پڑی جس سے گول گول سفید
برف کی مانند چھوٹے دانے سے پڑے ہوئے نظر آئے کہ جو کھانے
میں شیرین تھے جنکو من کہتے ہیں پس خدا نے فرمایا کہ یہ تمہارے لیے روٹی

ہیں اور وہ گوشت ہر شخص اپنے لیے ہر روز کی خوراک جمع کرے
اور جمعہ کو دو دن کی کیونکہ ہفتہ کے روز کہ جسکو سبت کہتے ہیں کوئی
نہ جمع کرے اس دن کی تعظیم واجب جانے مگر بنی اسرائیل نے نہ مانا
جسپر خدا ناراض ہوا یہ من و سلوی بنی اسرائیل چالیس برس تک
جبتک کہ ملک کنعان میں نہ بسے کہاتے رہے اور خدا نے موسی
کو حکم دیا کہ ایک مرتبان میں کچھ من بھر کر ایک صندوق میں
رکھ چھوڑے تاکہ پچھلی نسلوں کے لیے یادگار رہے چنانچہ انہوں نے
ایسا ہی کیا پھر وہان سے کوچ کر کے رفیدیم میں ڈیرہ کیا وہان
لوگوں کے پینے کو پانی نہ تھا سو لوگ موسی سے جھگڑنے لگے
کہ تو نے ہمیں یہان لا کر کیوں خراب کیا تب موسی نے خدا سے
فریاد کی خدا تعالی نے حکم دیا کہ حوریب پہاڑ کی ایک چٹان پر اپنا
عصا مار چنانچہ سب لوگوں کے روبرو اپنا عصا اسپر مارا تو بارہ چشمے
بتعداد اسباط بنی اسرائیل اس سے بہ نکلے اسی جگہ قوم عمالیق
بنی اسرائیل پر چڑھ آئی موسی نے بحکم خدا یوشع کو کہا کہ تو بنی اسرائیل
کے مردان جنگی کو لیکر مقابلہ میں جا اور خود ہارون اور حور کو
لیکر دعا کرنے کو پہاڑ پر چڑھے پس جبتک دعا میں ہاتھ اٹھے
رہتے تھے تو بنی اسرائیل فتح پاتے تھے اور جب لٹکا دیتے تھے تو
عمالیق غالب ہو جاتے تھے یہانتک کہ موسی کے ہاتھ بھاری
ہو گئے آخر بنی اسرائیل نے فتح پائی اور موسی نے وہان ایک قربانگاہ
بنائی موسی کے سسر یترو کو کہ جنکو شعیب اور حوابل بھی کہتے ہیں خبر

ف عمالیق الفز کا بیٹا اور عیص کا پوتا اور حضرت اسحاق کا پرپوتا ہے اور اسحاق حضرت ابراہیم
کے بیٹے ہیں۔ عمالیق اور دیگر اولاد ابراہیم علیہ السلام ملک کنعان اور اسکے اطراف میں
منتشر ہو رہتی اور عمالیق کی نسل بہت سی جگہ تھی جنکو عمالقہ کہتے ہیں ۱۲ منہ رحمہ اللہ تعالی

ملی تو وہ موسیٰ کی بیوی صفورا اور دونون بیٹون جیرسوم اور الیعزر
کو ساتھ لیکر موسیٰ کے پاس آئے موسیٰ استقبال کو گئے اُنہون نے
موسیٰ کو صلاح دی کہ تم جو دن بھر آپ بنی اسرائیل کی عدالت کرتے
ہو تھک جاؤ گے کسلیے اپنے نایب مقرر نہین کر دیتے سو موسیٰ نے
ویسا ہی کیا تب موسیٰ کے سسر چلے گیے پھر خروج سے تیسرے
مہینے مین بنی اسرائیل سینا کے بیابان مین آئے جہان کہ کوہ طور
ہے کہ جسکو کوہ سینا اور سینین بھی کہتے ہین اور پہاڑ کے آگے
خیمہ کھڑا کیا اور موسیٰ کو وہ طور پر بلا لے گئے وہان خدا نے اُنسے
کلام کیا کہ تو بنی اسرائیل سے کہہ کہ تم نے دیکھا ہین تم کو کس طرح
ظالم کے پنجہ سے نکال لایا اور مین نے مصریون کے ساتھ کیا کیا اگر
تم میرے حکمون کو مانو گے اور میرے عہد پر ثابت رہوگے تو مین برکت دونگا
تب موسیٰ نے بزرگون ہی لوگون سے کہا اُنہون نے کہا کہ جب تک
ہم عیاناً خدا کو نہ دیکھین گے کبھی اس بات پر ایمان نہ لاوینگے تب خدا نے
موسیٰ سے کہا کہ بنی اسرائیل کو کہدے کہ دو روز مین نہا دہوکر
پاک و صاف بنین اور تیسرے روز مین کوہ سینا پر تجلی کرونگا مگر کوئی
شخص پہاڑ پر نہ چڑھے اُسکی سرحد کو نہ چھوئے ورنہ ہلاک ہو جائیگا تیسرے روز
پہاڑ پر کالی گھٹا اُٹھی اور اس زور شور سے کڑک ہوئی اور بجلی
آئی کہ سیکڑون دم فنا ہو گئے اور جلال الٰہی شعلہ کی صورت مین
نمودار ہوا لوگون نے ڈر کر عاجزی کی کہ تو جو کچھ خدا کے احکام لاویگا
ہم مانین گے خدا نے ان مردون یا بیہوشون کو زندہ یا ہوشیار کر دیا
اپنا فضل کیا پھر موسیٰ پہاڑ پر گئے خدا نے فرمایا دیکھ مین تجھکو دس
حکم دیتا ہون (۱) کسی جاندار کی صورت نہ بنانا اُسکو سجدہ کرنا (۲) خدا
کے نام کی تعظیم کرو بیفایدہ نام نہ لو (۳) سبت کے دن کی تعظیم کرنا
چھ روز کام کرنا مگر ساتویں روز کوئی کام نہ کرے (۴) مان باپ کی
تعظیم کرو (۵) خون نکرنا (۶) زنا نکرنا (۷) چوری نکرنا (۸) اپنے پڑوسی پر
جھوٹی گواہی نہ دینا (۹) اپنے ہمسایہ کے گھر کا لالچ نہ کرنا (۱۰) اپنے
ہمسایہ کی جورو اور اُسکی لونڈی اور اُسکے مواشی اور دیگر چیز کا لالچ
نکرنا اُسکے علاوہ اور بہت سے احکام عبادت و سیاست خدا نے موسیٰ
کو دیکر بھیجا پھر موسیٰ کو حکم ہوا کہ پہاڑ پر ستر آدمی لیکر آوے چنانچہ موسیٰ
ہارون اور ندب اور ابیہو وغیرہ ستر بزرگ اسرائیلی کو خدا تعالی کے
ملانے کو پہاڑ پر گئے اور اُنہون نے وہان تجلی الٰہی کا ملاحظہ کیا
جس سے اُنکا دل یقین اور ایمان سے منور زیادہ ہو گیا اور
بنی اسرائیل سے آکر اُنہون نے بیان کیا اور خدا تعالے نے موسیٰ
کو فرمایا کہ پہاڑ پر مجھ پاس آ اور تمام رات یہان آکر گزار ہم تجھکو توریت
عنایت کرینگے پس موسیٰ وہان گئے اور ہارون کو کہہ گئے کہ میرے بعد
میری طرف سے نیابتاً سب کام کیجو وہان جاکر موسیٰ کو چالیس رات
رہنے کا اتفاق ہوا اس چالیس روز مین جب تمام ظلمات ہیولانی
دور ہو گئین تو موسیٰ نے خدا سے دیدار کا سوال کیا خدا نے فرمایا
مجھے تو ہرگز نہ دیکھ سکیگا دیکھ مین اس پہاڑ پر اپنی تجلی کرتا ہون اگر
وہ قایم رہا تو تو دیکھیگا پس جب خدا نے پہاڑ پر تجلی کی تو اُسکے
ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے اور موسیٰ بیہوش ہو کر گر پڑے پس جب
ہوش آیا تو کہا الٰہی توبہ تو پاک ہے اور سب سے پہلے مین تجھپر ایمان
لانیوالون مین سے ہون پھر موسیٰ کو خدا کی طرف سے لوحین
ملین کہ جن مین احکام الٰہی تھے یا خاص احکام عشرہ یا اور بھی
اور اُسکے ساتھ جانورون کی حلت و حرمت اور قربانی کے دستورات
اور ہارون کے لیے امامت اور لباس کے قیودات اور سونے کے مجمر وغیرہ

وغیرہ لوازمات کا تیار کرنا اور دیگر احکام عطا ہوئے اور یہ مجموعہ ایک
کتاب لبی تھی کہ جسکو توراۃ کہتے ہین اور اصل یہی توراۃ تھی
اور اب جو کچھ ہے وہ کسی مورخ کی تاریخ معلوم ہوتی ہے جس مین
بعض باتین غلطی سے خلاف عقل ونقل مندرج ہین یہ نہین معلوم
کہ توراۃ کاہے پر لکھی ہوئی تھی کچھ عجب نہین کہ پتھر یا کسی اور
چیز کاغذ وغیرہ نرم چیز پر تھی کہ جسکو تہ کرکے صندوق شہادت مین رکہا
تھا والعلم عند اللہ تعالے ادھر تو پہاڑ پر موسی کو
یہ کچھ ملا ادھر ایک شخص نے کہ جس کا نام سامری تھا لوگون سے
سونے کا زیور مانگ کر ایک بچھڑا ڈھالا اور چونکہ مصر کے لوگ بیل اور
بلی وغیرہ جانورون کی پرستش کرتے تھے اور اسکو اپنی زبان
مین ایپس کہتے تھے اس خیال سے بنی اسرائیل بھی اس
بچھڑے کو پوجنے لگے جب موسی پہاڑ سے اترے تو کیا دیکھتے ہین
کہ بنی اسرائیل مین گانے بجانے کا کہ جو بچھڑے کے آگے گایا جارہا
تھا غل وشور تھا یہ دیکھکر غصہ مین آگ ہوگئے اور لوحین ڈالدین
اور ہارون کی ڈاڑہی پکڑ لی اور کہا تم نے یہ کیا خرابی کی انکو کیون
منع نہ کیا میرا انتظار نہ کیا۔ ہارون نے عذر کیا کہ یہ ساری بدعت
سامری بدبخت کی ہے اور مین جو کچھ بولتا تو لوگ مجھے مارڈالتے جب
غصہ فرو ہوا تو اُن لوحون کو لیا اور بچھڑے کو ریتوا کر دریا مین پھنکوا دیا
اور خدا کی طرف سے یہ توبہ اُنکے لیے مقرر ہوئی کہ باہم ایک دوسرے
کو قتل کرے چنانچہ ایسا ہوا پھر موسی کا دل بھر آیا خدا کے پاس
پہاڑ پر جاکر دعا کی کہ معاف کرے اسکے بعد سخت وبا بنی اسرائیل پر
آئی جس سے صدہا مرگئے اسکے بعد ایک بڑا خیمہ اور اُس کے
سامان تیار ہوگئے دوسرے سال کے اول مہینے مین پھر وہان
سے بنی اسرائیل نے کوچ کیا دن کو ایک بادل سایہ کرتا تھا اور
رات کو وہ روشنی بن جاتا تھا پھر دوسرے برس کے دوسرے مہینے کی
بیسوین تاریخ بدلی مسکن شہادت سے اُٹھی تو بنی اسرائیل بیابان
سینا سے کوچ کرکے دشت فاران مین مقام کیا اور وہین بدلی
جاکر ٹھیر گئی اور کوہ سینا سے تین دن کی راہ دور جا پڑے وہان
جاکر بنی اسرائیل نے اپنے اپنے خیمون مین رونا شروع کیا کہ
ہم سے ایک کھانے یعنی من پر صبر نہین ہوسکتا ہمکو وہ مچھلی یاد
آتی ہے جو مفت مصر مین کھاتے تھے اور وہ کھیرے اور وہ خربوزے
اور وہ گندنا اور وہ پیاز ولہسن وغیرہ اے موسی خدا سے کہکر ہمکو
ترکاریان اور گیہون اور کھیرے اور ککڑیان اور پیاز دے تب
موسی نہایت غصہ اور غمگین ہوکے خدا سے کہنے لگے کہ تو اپنے
بندے کو کیون دکھ دے رہا ہے ؟ اور تو نے کیون مجھپر اپنی
نہ کی جو ان سب کا بوجھ مجھپر ڈالدیا کیا یہ سب لوگ میرے پیٹ مین پڑے تھے
یا مین انکا باپ ہون تب خدا نے فرمایا انسے کہدے آگے کسی شہر مین
چلو تمکو سب کچھ ملیگا اور کل تمکو گوشت ملیگا تب خدا کیطرف سے ایک
ہوا اُٹھی اور دریا سے بٹیرین اسقدر اُڑا لائی کہ خیمے کے اردگرد ایک دن
کی راہ تک ڈھیر لگ گیا بس وہ گوشت کھا ہی رہے تھے کہ خدا کا
غصہ انپر بھڑکا اور انکو بڑی مری سے مارا اور اس مقام کا نام اسی لیے
قبرات التہاوہ رکھا پھر وہ وہان سے کوچ کرکے حصیرات مین
آئے اس جگہ کچھ لوگون نے موسی کے گلے شکوے کرکے انکو ایذا دی
فبرأه اللہ مما قالوا لیکن خدا نے انکو انکے الزام سے بری کردیا پھر
دشت فاران سے موسی نے ملک کنعان کی جاسوسی کے لیے ہر ایک
قوم بنی اسرائیل سے ایک آدمی تیار کیا وبعثنا منہم اثنی عشر نقیبا اور

بارہ شخصون کو روانہ کیا جسمین کالب اور یوشع بن نون بہی تہے
یہ قادس کے میدان سے روانہ ہوکر ملک کنعان مین آئے اور وہان کا
سب حوال دریافت کرکے اور انگور وغیرہ میوہ جات لیکر چالیس روز
بعد پہر موسے کے پاس آئے اور سب حال بیان کیا اور اُس زمین
کی بڑی خوبی بیان کی مگر سوا کالب اور یوشع کے سب نے یہ بہی کہا
کہ وہان کے باشندے بڑے قدآور اور جنگجو ہین اُنسے مقابلہ کرنا
سخت مشکل ہے جب بنی اسرائیل نے یہ سُنا تو گہبرائے اور رونے
پیٹنے بہت چلائے اور کہا جبتک وہ لوگ وہان سے خارج نہونگے ہم ہرگز
نہ جائینگے اگر وہ نہ جائینگے تو ہم وہان داخل نہونگے۔ اے موسی تو اور
تیرا خدا جاکر لڑے ہم تو یہین ٹہیرے رہینگے کالب اور یشوع نے تسلی
دی کہ ان لوگون کا اقبال جاچکا وہ زمین کہ جس کا تم سے اور تمہارے
بزرگون سے خدا نے وعدہ کیا ہے نہایت عمدہ ہے خدا پر توکل
کرکے جاؤ فتح پاوگے۔ پس موسی نے کہا الہی مین اور میرا بہائی
تیری بندگی کو حاضر ہین اور باقی اس فاسق قوم سے مجہے کچہہ
سروکار نہین ہمکو انسے جدائی نصیب کر تب قہر الہی نمودار ہوا اور یہ
فرمایا کہ مجہے اپنی حیات کی قسم جسطرح سے اس قوم نے باوجودیکہ
بارہا معجزات دیکہہ چکے ہین میری نافرمانی کی ہین انکو اسی بیابان
مین ہلاک کرونگا وقت خروج سے جسکی بیس برس کی عمر تہی یا اُس
اوپر انمین سے سوا کالب اور یوشع کے کوئی بہی ملک کنعان مین نہ پہونچا
وہ تمام لوگ چالیس برس تک فاران کے جنگل مین کوچ و مقام کرتے
رہے تخمیناً بیس بار کوچ کیا گئے کئی برس ایک جگہ گذار دیئے جب سب
مر چکے تو نئی نسل بنی اسرائیل نے ملک کنعان کو لیا۔ توریت سفر
عدد کے ۱۴ باب مین یہ قصہ لکہا ہے کہ ایک شخص قادح کے جز کو

قارون بہی کہتے ہین موسی کا قرابتی تہا یعنی وہ چچازاد بہائی
تہا قہات کا پوتا۔ ان قارون کان من قوم موسی فبغی علیہم واتیناہ
من الکنوز ما ان مفاتحہ لتنوء بالعصبة اولی القوة خدا نے اسکو بقدر
مال و دولت عطا کیا تہا کہ چند قوی آدمی اسکی کنجیان اُٹہا سکتے
تہے) اسکو موسی پر رشک آیا بہت سے بنی اسرائیل کے سردارون کو
موسی کے مقابلہ مین اُٹہایا موسی نے اُسکو بلایا وہ نہ آیا آخر
یہ ہوا کہ وہ بڑے تجمل کے ساتہہ اپنی قوم کے روبرو جماعت کے خیمہ پر آیا
پس غضب الہی بہڑکا (جو اُنکے نیچے کی زمین تہی پہٹی اور زمین نے
اپنا منہ کہولا اور انہین اور اُنکے گہرون اور ان سب آدمیون کو
جو قورح کے تہے اور انکے سب مال کو نگل گئی (ورس ۳۲) فخرج علی قومہ
فی زینتہ الایة فخسفنا بہ وبدارہ الارض الایة اس واقع عبرت خیز سے
تمام لوگ ڈر گئے اور جو اُسکے مال و جاہ کی حسرت کرتے تہے خدا کا شکر کرنے لگے
اسکے بعد پہر بنی اسرائیل نے موسی کی شکایت کی اور اُنکے مارنے
کا الزام لگایا تو ایک وبا آئی جسمین چودہ ہزار بنی اسرائیل مر گئے اور
پہر موسی کی دعا سے دور ہوئی۔ توریت سفر عدد کے ۱۶ باب مین
یہ قصہ بہی ہے کہ موسی نے بنی اسرائیل سے کہا ان اللہ یامرکم
ان تذبحوا بقرة کہ خدا تمکو حکم دیتا ہے کہ ایک گائے کو ذبح کرو (بعد
حجت بسیار قرار پایا کہ) وہ سرخ رنگ بے داغ بے عیب ہو اور
جسپر کبہی جوا نہ رکہا گیا ہو (۲) انہا بقرة صفراء فاقع لونہا تسر الناظرین
انہا بقرة لا ذلول تثیر الارض ولا تسقی الحرث الایة مگر توریت مین صرف
یہ ہے کہ اُس گائے کے ذبح کرنے سے یہ مقصود تہا کہ جلا کر راکہہ
کرین اور دستور بنی اسرائیل کے موافق جاکہ خیمہ گاہ کے باہر جری
جاوے اور جہڑکنے کے پانی مین ملائی جاوے کہ جو بنی اسرائیل پر کاہن یعنی امام چہڑکیگا

پھر کٹا تھا اور قرآن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس گائے کا ایک ٹکڑا
لیکر اس میت کے بدن پر مارا جاوے کہ جسکو اُسکے وارثون نے قتل کیا تھا
اور قاتل کا پتہ نہ ملتا تھا تاکہ یہ شخص زندہ ہوکر قاتل کو بیان کرو ے
چنانچہ ایسا ہوا۔ یہ اختلاف قلیل ہے غالباً مشایخ یہود کے سہو سے ظہور مین آیا
اسکے بعد بنی اسرائیل نے قادس مین مقام کیا۔ ہارون کی بہن مریم کا
یہین انتقال ہوا چونکہ یہان پانی نہ ملتا تھا اسلئے پھر بنی اسرائیل نے
غل مچایا اور کفر بکنا شروع کیا تب خدا نے موسیٰ کو فرمایا کہ اس چٹان کو
انکے سامنے سے اپنا عصا مارو چنانچہ انہون نے عصا مارا پانی چٹان سے
نکلا کہ سب نے پیا اور انکے چارپائے بھی سیراب ہوگئے لیکن خدا تعالیٰ
اُنسے سخت ناراض ہوا پھر موسیٰ نے ادوم کے بادشاہ پاس ایلچی بھیجا
کہ آپ کے ملک مین ہمارا رستہ ہے ہم راہ راست چلے جاوینگے تمہارا
گھانس اور باغون اور کھیتون کو ہرگز نچھوینگے اور جو کچھ لینگے تو
قیمتاً لینگے مگر اُس نے منظور نہ کیا تب ساری جماعت بنی اسرائیل کوہ
ہور پر آئی اور اُسکے ملک کو چھوڑ دیا موسیٰ کو حکم آیا کہ اس پہاڑ پر
ہارون کا انتقال ہوگا تو اسکے کپڑے اسکے بیٹے الیعذر کو پہنا دے
چنانچہ ہارون نے پہاڑ کی چوٹی پر رحلت[1] کی اور بنی اسرائیل نے
تیس روز تک ماتم کیا۔ خروج کے چالیسوین سال بنی اسرائیل
ملک ادوم کے کنارے کنارے سفر کرتے ہوے ملک کنعان کے قریب
پہونچے تو وہان کے بادشاہ عراد نے جسکا پایہ تخت دکھن کی طرف تھا
سنا تو آمادہ جنگ ہوا اور اسرائیل کی ایک جماعت کو گرفتار کرکے لیگیا
بنی اسرائیل نے خدا سے عاجزی کی منت مانی اور اس سے پھر لڑائی
کی تو کنعانیون کو گرفتار کرلیا اور انکی بستیون کو نابود کردیا وہان سے
کوچ کرتے کرتے مواب مین پہنچے اور وہان حسبون کے رہنے والے سیحون
نام بادشاہ سے کہلا بھیجا کہ ہمکو اپنے ملک کی سرحد سے گزر جانے دے آخر اس نے نہ مانا
لڑائی ہوئی بنی اسرائیل نے فتح پائی اور حسبون اور اسکے گرد نواح کے

شہر قبضہ مین آسکے (اسوقت ملک شام مین طوائف الملوکی تھی یعنی چھوٹے
چھوٹے رئیس تھے) وہان سے بنی اسرائیل بقریہ کو فتح کرتے ہوئے
بسن مین پہنچے وہان بمقام ادرائی وہان کے بادشاہ عوج
سے سخت مقابلہ ہوا (اسکا قد لمبا ہوگا جو یہود مین مشہور ہوا اور جیسے
قارون کے مال اور رستم کی شجاعت حاتم کی سخاوت کی طرح
عام مین شہرت ہوگئی اور قصہ گو لوگون نے مبالغہ کرنے شروع
کردیے) انجام کار بنی اسرائیل نے اسکو مع زن و فرزند قتل کرکے
اس کا ملک لے لیا اور اب بنی اسرائیل پھیلتے چلے یہان سے بڑھکر
نہر یردن کے پاس شہر یریحو کے مقابلہ مین جسکو اریحا بھی کہتے
ہین مقام کیا وہان کے بادشاہ بلق بن صفور کو بڑا خوف پیدا ہوا
اور تمام موابی ڈر گئے اور اس نے شہر فتور مین بلعم باعور کے پاس جو
اس زمانہ مین بڑا بزرگ شخص مشہور تھا پیغام بھیجا کہ مصر سے ایک قوم
مور و ملخ کی مانند آئی ہے اور سب ملکون پر پھیلتی جاتی ہے آپ
اونکے حق مین بددعا کیجیے غرض وہ بڑے حیل و حجت کے بعد آئے
مگر رستہ مین انکی سواری کا خچر بیٹھ گیا بہت مارا پیٹا مگر نہ اٹھا پھر خدا نے
خچر کا منہ کھول دیا اُس نے کہا تو مجھکو کیون مارتا ہے خدا کا حکم نہین تو فرشتہ کو
نہین دیکھتا جو مانع آرہا ہے الغرض بلعم بادشاہ پاس آئے اور بددعا کرنے سے
عذر کیا مگر بادشاہ نے نہ مانا بددعا کی جگہ دعا منہ سے نکلتی تھی آخر بادشاہ ناراض ہوا
بلعم واپس پھر گیا آخر بنی اسرائیل سے مقابلہ کرکے شکست فاش پائی اس ملک
پر بنی اسرائیل کا قبضہ ہوگیا اسکے بعد بنی اسرائیل نے شطیم مین خیمہ قایم کیا
بنی اسرائیل کی شکست کا ایک سامان پیدا ہوا کہ انہون نے موابی عورتون سے حرامکاری کی
اور انکے بتون کو پوجنے شروع کیے جس کا اثر سخت وبائی کہ چوبیس ہزار آدمی مرگئے ہارون
کے پوتے فینحاس نے بڑی ہوشیاری کی کہ زمری کہ جسکے خیمہ مین وہ فاحشہ
تھی اور اس فاحشہ کو قتل کردیا وبا دفع ہوگئی بنی اسرائیل کی شکست کی تدبیر
مدیانی لوگون نے نکالی تھی اسلیے بارہ ہزار لشکر بنی اسرائیل انپر چڑھا مدیانیکے بچون اور عورتونکو اسیر کیا

[1] ایک سو تیئیس برس کی عمر پائی ۱۲ منہ

اور بلعم باعور کو بھی قتل کیا (غالبًا جبث عاکا اثر نہوا بلعم نے زنا کی تدبیر بتلائی ہوگی) اسکے بعد خدا نے موسیٰ کو حکم کیا کہ تیری وفات کے دن قریب آپہنچے تو ابارکم کے اس پہاڑ پر چڑھ کہ مین تجھکو وہ ملک دکھاؤن جو مین نے بنی اسرائیل کو عنایت کیا ہے تب موسیٰ نے یوشع بن نون کو اپنا قایم مقام کیا اور الیعذر ہارون کی جگہ امام ہوا اور صندوق شہادت کہ جسکو تابوت سکینہ کہتے ہین اور جسمین من کا مرتبان اور ہارون کی چھڑی اور توراۃ دھری تھی بنی لاوی کو سپرد کیا اور بہت کچھ بنی اسرائیل سے وصیت اور نصیحت کی اور سب کچھ کہہ کر کے جناب رسول محمد صلعم کا عہد آنیوالا یاد دلایا کہ میری مانند ایک اور نبی اولوالعزم آئیگا ایسا نہو اکہ اُسکی نافرمانی کر کے مصیبت ابدی مین گرفتار اور ہمیشہ کو لوگون کی نظرون مین ذلیل وخوار ہو جاؤ پھر موسیٰ سب سے رخصت ہوکر نیو پہاڑ کی چوٹی پر چڑھے اور دریاے یردن کے پرلے پار جو کچھ ملک خدا نے بنی اسرائیل کو دینا کیا تھا دیکھا اور وہین جان بحق ہوکر اپنے لوگون مین مل گئے اسوقت انکی عمر ایک سو بیس برس کی تھی۔ بنی اسرائیل موسیٰ کے لیے مواب کے میدانون مین تیس دن تک رویا کیے ؁

فصل

موسیٰؑ کی زندگی مین یردن پار کا ملک فتح نہوا تھا۔ یردن شام مین ایک دریا جاری ہے جسمین حضرت مسیحؑ نے غوطہ لگایا تھا پس یوشع نے بنی اسرائیل کو آمادہ کیا اور اسوقت بنی اسرائیل مین اُن لوگون سے جو مصر سے بیس برس کی عمر مین نکلے تھے کوئی باقی نرہا سوا کالب اور یوشع کے اس زمانہ مین دریاے یردن کا پل نہ تھا جسطرح موسیٰ نے قلزم سے لوگون کو پار کیا تھا اُسی طرح دریا بیچ سے خشک ہوگیا اور تمام بنی اسرائیل اُتر گیے اور جاکر شہر یریحو پر حملہ کیا۔ رفتہ رفتہ وہ تمام ملک فتح کر کے بنی اسرائیل کو تقسیم کر دیا اور نابلس کے پاس حضرت یوسفؑ کی ہڈیون کو دفنا دیا یہان حضرت یوسف کی بیع بھی ہوئی تھی

یہ حضرت موسیٰ کی وفات سے اٹھائیسوین برس وفات کر گئے انکے بعد فینحاس ہارون علیہ السلام کے پوتے تخت حکومت پر بیٹھے اور کالب بھی سرداری کرتے رہے سترہ برس تک یہی معاملہ رہا پھر بنی اسرائیل نے خدا کی نافرمانی کی تو انپر کوشان جزیرۂ قبرس یا ارمن کا بادشاہ چڑھ آیا جو عیص کی نسل سے تھا پس آٹھ برس تک اسکی حکومت رہی تب بنی اسرائیل نے گریہ وزاری کی تو خدا نے غثنیال کالاب کے بھائی کو ہمت عطا کی اُس نے بنی اسرائیل کو کوشان کے پنجہ سے چھڑایا اسکی چالیس برس تک حکومت قایم رہی پھر یہ برس یا نوے موسوی مین مر گئے انکے بعد پھر بنی اسرائیل نے بت پرستی شروع کی تو خدا نے عغلون بادشاہ مواب کو مسلط کیا یہ نسل لوط سے تہا پھر جب بنی اسرائیل نے آہ وزاری کی تو آہود کو بنی اسرائیل مین سے قایم کیا اس نے پھر بنی اسرائیل کی حکومت قایم کی اور اسّی برس تک اسکی حکومت رہی پس جب یہ سن ایکسو نوے موسوی مین مر گیا تو شمکار بادشاہ ہوا اور ایک سال کامل بہی اسکی سلطنت نرہی کہ یہ مر گیا اسکے بعد پھر بنی اسرائیل نے بُت پرستی اور گناہگاری کی جسلیے اُنپر ملک شام کا ایک بادشاہ یابین نام مسلط ہوا اور بیس برس اسکی حکومت بنی اسرائیل پر رہی پھر جب تائب ہوے تو بنی اسرائیل مین سے ایک شخص باراق نام اور ایک عورت جسکا نام دبورا تھا دو سو گیارہ موسوی مین قایم ہوئے اور اُنہون نے یابین سے بنی اسرائیل کو چھڑایا۔ اور چالیس برس تک خوب حکومت کر کے مر گئے انکے بعد پھر بنی اسرائیل نے خدا کی نافرمانی شروع کی تب انپر سات برس تک انکی دشمن اہل مدین کا قبضہ رہا پھر جب تائب ہوئے تو خدا نے دو سو اٹھاون موسوی مین بنی اسرائیل مین سے گذعون کو بادشاہ کیا۔ اس نے انکو مخلصی دی اور چالیس برس تک خوب انتظام بنی اسرائیل کیا پھر اسکی وفات کے بعد دو سو اٹھانوے موسوی مین اسکا بیٹا ابی مالک تخت نشین ہوا اور تین برس حکومت کر کے مر گیا اسکے بعد تولع (؟) جرشی بادشاہ ہوا

اور بائیس برس حکومت کرکے مرگیا ۲۳۴۲ م مین اسکے بعد پھر بنی
اسرائیل نے سرکشی کی تو انپر موابیون مین سے امونیطو بادشاہ
اٹھارہ برس تک مسلط رہا پھر بنی اسرائیل خدا کی طرف ملتجی ہوئے
اور روئے تو ان مین سے یفیح جرشی ۲۳۶۱ م مین کھڑا ہوا اور اسنے
اُسکے ہاتھ سے چھڑایا اور بے شمار موابیون کو قتل کیا آخر چھہ برس
حکومت کرکے مرگیا اسکے بعد ابصن بادشاہ ہوا اور سات برس
حکومت کرکے ۲۳۷۵ م مین مرگیا۔ اسکے بعد آلون حاکم ہوا اور
دس برس کے بعد مرگیا اسکے بعد عبدون آٹھ برس تک حکومت
کرتا رہا اور ۲۳۹۳ م مین مرگیا اسکے بعد پھر بنی اسرائیل نے بدی
اختیار کی تو خدا نے انپر فلسطین والون کو چالیس برس تک مسلط
رکھا تب بنی اسرائیل روئے چلائے تو خدا نے انمین سے شمسون
جبار کو قایم کیا اسنے بنی اسرائیل کو ۲۴۱۳ م مین انکے ہاتھ سے رہائی
دی اور بیس برس تک حکومت کی پھر اس پر اہل فلسطین غالب آئے
اور اُسکو پکڑ لیگئے اور اپنے کنیسہ کے ستون سے باندھ دیا چونکہ یہ
بڑا زور آور تھا اس نے جو زور کیا تو وہ ستون اکھڑ گیا اور چھت گر پڑی
وہ بھی اور بڑے بڑے سردار اہل فلسطین سب دبکر مرگئے اسکے بعد
دس برس تک بنی اسرائیل بے سردار رہے پھر ۲۴۴۲ م مین ایک شخص جسکا
نام عالی تھا بنی اسرائیل مین سے بادشاہ ہوا یہ بڑا نیک بادشاہ تھا اسکی
تخت نشینی کے اول سال حضرت صموئیل علیہ السلام موضع شیلو مین پیدا
ہوئے جو قدس کے قریب انیسوین سال حضرت داؤد علیہ السلام پیدا
ہوئے اور چالیس برس اسکی حکومت رہی یہ شخص بنی اسرائیل مین کاہن
یعنی امام تھا یہ ۲۴۸۲ م مین مرگیا اور اسکے بعد صموئیل نبی علیہ السلام گیارہ
برس تک بنی اسرائیل کا انتظام کرتے رہے اب تک جو بنی اسرائیل کے حاکم
یا بادشاہ تھے تو بمنزلہ قاضیون کے تھے جس طرح کہ قوم یا بستی کے چودھری
اور سردار فیصلجات اور سب کاروبار کرتے ہین یہ لوگ کرتے تھے یہانتک
۲۴۹۳ م تک رہا اسکے بعد سلطنت کا طور قایم ہوا اور اسکا یہ بیان ہے

فصل

بنی اسرائیل نے حضرت صموئیل علیہ السلام سے یہ کہا کہ اب ہم مین کوئی
بادشاہ قایم کر دیجئے کہ ہم اُسکی مدد سے اپنے مخالفون سے جنگ کرین
اذ قالوا لنبی لہم ابعث لنا ملکا نقاتل فی سبیل اللہ انہون نے ساؤل کو کہ
جنکو طالوت کہتے ہین بادشاہ مقرر کیا یہ بنیامین کی اولاد مین سے تھا
چونکہ یہ شخص خاندانی نہ تھا تو بنی اسرائیل نے کہا انی یکون لہ الملک علینا و
نحن احق بالملک منہ ولم یؤت سعۃ من المال کہ اسکو مال و دولت مین کچھ
وسعت نہین اس سے تو ہم مستحق زیادہ ہین کہ بادشاہ بنائے جاوین صموئیل
نے فرمایا خدا نے اسکو علم اور جسم مین فضیلت دی ہے اور اسکی سلطنت
کی یہ علامت ہے کہ صندوق شہادت کہ جسکو اہل فلسطین لڑائی مین لوٹ
کر لیگئے ہین از خود واپس آجائیگا چنانچہ وہ تابوت سکینہ[1] کہ جسمین موسیٰ اور
ہارون کے تبرکات اور الواح اور من کا مرتبان تھا انہون نے از خود واپس
کر دیا ملائکہ نے بنی اسرائیل مین لاکر دھر دیا اور ساؤل چونکہ خوبصورت
اور دانا بھی تھے پس ان وجوہات سے بنی اسرائیل نے انکو بادشاہ بنایا
پس طالوت نے عمالیق پر فتح پائی اور کئی شہر اپنے قبضہ مین لایا اور
فلسطینون سے بھی مقابلہ کی ٹھیرائی انکا سردار جالوت تھا جو بڑا قد آور
اور بہادر تھا اُسکے مقابلہ مین کسی کی طاقت نہ پڑی پھر صموئیل نے
فرمایا اسکو ایک شخص قتل کریگا کہ جسکی علامت خدا نے مجھکو بتائی ہے
چنانچہ صموئیل نے موضع بیت اللحم[2] مین جاکر یشا ابن عوفید بن
بوعز بن سلمون سے کہا کہ تو اپنے بیٹون کو دکھا اُس نے سات بیٹے
داؤد کے علاوہ بلائے مگر صموئیل کے پسند نہ آئے کہا کوئی اور بھی
ہے کہا ہے باہر بکریان چراتا ہوگا اسکو بلایا پسند فرمایا اور اسکے سر
پر تیل ڈالا پس داؤد بھی لشکر مین شریک ہوئے اور لشکر
مین یہ حکم دیا کہ جو کوئی اس دریائے یردن کا پانی سوائے

[1] یہ صندوق بنی اسرائیل کے ہان نہایت سخت وقت پر بہمہ جماعت سے باہر نکالا جاتا تھا بالخصوص جبکہ غنیم نہایت طاقتور ہوتا تھا تو اسکے مقابلہ مین اسکو بھی ساتھ لیجاتے تھے اسلئے برکت سے فتح پاتے تھے اس حملہ مین فلسطانی اس صندوق کو لوٹ کر لیگئے مگر اس سے انکو نحوست معلوم ہوئی تو واپس کر دیا ۱۲ منہ [2] انکو یسی بھی کہتے ہین اور انکے باپ کو عابد ۱۲ منہ

یردن کا پانی سوائے چلو کے پئیگا وہ میرا نہوگا اور جو نہ پئیگا
وہ میرے ساتھ آوے چنانچہ بہتون نے پیاس کا صبر نہ کیا۔ پانی پی لیا
ان بے صبرون کو دور کیا اور چند خاصان خدا کو ساتھ لیکر مقابلہ ہوا
جب جالوت کا لشکر اور شوکت دیکھی تو لوگ گھبرا اٹھے مگر داود نے سبکو تسلی دی
اور جالوت سے جا مقابل ہوئے اور اللہ کا نام لیکر جو گوپیے مین دھر کر
ایک پتھر مارا تو جالوت کے سر پر پڑا وہ پیچ و خم سے زمین پر گر گیا
پھر اسیکا تیغہ لیکر سر قلم کر دیا تمام بنی اسرائیل مین اس جوانمردی
کی دہوم ہوگئی اور بادشاہ طالوت نے اپنی بیٹی حسب وعدہ داود
علیہ السلام سے بیاہ دی مگر دل مین اسکی شہرت پر رشک او حسد ہوا
کئی بار داود کا قتل کروانا چاہا مگر کامیاب نہوا آخرکار یہ بادشاہ مع
اپنے کئی لڑکون کے فلسطینیون کی جنگ مین مارا گیا داود بادشاہ ہو گئے
مگر بنی اسرائیل کے گیارہ فرقون پر طالوت کے بیٹے ایش بوست
کی حکومت ہوگئی مگر چھ برس کے بعد ایش بوست نے وفات پائی تمام حکومت
حضرت داود علیہ السلام کے حصہ مین آئی اسوقت انکی عمر چتیس برس
کی تھی اسکے بعد داود نے فلسطین اور عمان اور مواب اور ارمن
وغیرہ بہت سے ملک فتح کیے مصر تک اور ادہر دمشق تک ملک کو وسعت
دی اور انکی حیات مین انکے بیٹے ابشلوم نے ان پر بغاوت کی مگر وہ ناکام
رہا انہون نے اپنی حیات مین شہر یروشلم مین خدا تعالی کے لیے مسجد
یعنی بیت المقدس بنانیکی تیاری کی مگر انجام نہو سکا آخر ستر برس کی
عمر مین سنہ [illegible] م مین وفات پائی اور انکی جگہ انکے بیٹے حضرت سلیمان علیہ
السلام تخت نشین ہوے اور سات برس تک اپنے باپ کی وصیت بموجب بیت المقدس
کی تعمیر مین لاکھون روپیہ صرف کرکے اسکو نہایت شان سے تیار کیا اس مسجد
کا طول ساٹھ گز اور عرض بیس گز اور بلندی تیس گز تھی اور اسکو اہل
کتاب ہیکل کہتے ہین اسکے تمام مکانات کی کیفیت کتاب التاریخ مین بتفصیل
اور سلیمان کی حکومت کا وہ آوازہ دنیا مین پھیلا کہ روئے زمین کے بادشاہ

انسے ڈرنے لگے ملک یمن کی بیگم بلقیس انکی خدمت مین حاضر
ہوئے چالیس برس سلطنت کرکے باون برس کی عمر مین سنہ [illegible]
مین جان بحق ہوگئے انکے بعد انکا بیٹا رحبعام جو بدشکل اور بیوقوف
تھا تخت نشین ہوا اسکی سختی سے بنی اسرائیل کے دس اسباط
اسکی اطاعت سے نکلگئے صرف سبط یہودا اور سبط بنیامین پر حکومت
رہ گئی اور ان دس اسباط کا بادشاہ یربعام ہوگیا یہ شخص کافر اور
بدکیش تھا اس زمانہ مین سلطنت بنی اسرائیل کے دو حصہ ہوگئے
اس ایک حصہ کی سلطنت کا پایہ تخت شہر حبرون ہوا اور اسرائیلی سلطنت
نام ہوا دوسرے کا پایہ تخت شہر یروشلم قرار پایا ان دونون سلطنتون کے
باہم جنگ وجدال حرب و قتال ہوا کرتے تھے اور ان مین سے کوئی
بادشاہ دیندار ہوجاتا تھا تو شریعت اور تورات کی پابندی کرتا تھا پھر
دوسرا بت پرستی اور معصیت کو رواج دیتا علمار اور انبیار کو چن چن کر
قتل کرتا تھا سلطنت اسرائیلی کے دو سو اکسٹھ برس مین یکے بعد
دیگرے سترہ بادشاہ ہوئے پھر سنہ [illegible] م مین یہ سلطنت تمام ہو چکی اور اسوقت
دوسری سلطنت کا حزقیا بادشاہ تھا اسکے چھٹے سال یہ واقعہ ہوا رحبعام کے
بعد اسکا بیٹا ابیاہ تخت پر بیٹھا اسکے بعد اسکا بیٹا آسا تخت پر بیٹھا
یہ بھی دیندار تھا اسکے عہد مین عزریاہ نبی تھے اسکے بعد یہوسفط اسکا
بیٹا بادشاہ ہوا یہ بھی دیندار تھا اسکے عہد مین ایلیا یعنی حضرت الیاس
تھے جو آسمان پر چلے گئے اور میکیاہ علیہ السلام کا بھی یہی زمانہ ہے جسنے اخی اب
[illegible] قتل کی خبر دی تھی الیاس کے شاگرد الیسع نبی تھے اور زکریا کے
بیٹے یحزی ایل بھی اسی عہد مین تھے اسکے بعد اسکا بیٹا یہورام تخت پر
بیٹھا یہ بیدین تھا اسکے بعد اسکا چھوٹا بیٹا اخزیاہ تخت پر بیٹھا یہ بھی بیدین تھا جسکے
اسکے باپکو فلسطینیون او عربیون نے غارت کیا تھا اسکو بھی دشمنون نے قتل کیا اسکے بعد
اسکا بیٹا یوآس بادشاہ ہوا خوب سلطنت کی بیت المقدس کی مرمت از سر نو کی
اسکے بعد اسکا بیٹا امصیاہ بادشاہ ہوا اسکے بعد اسکا بیٹا عزیاہ

[1] کتاب التاریخ مین ایکسو تیس گز بلندی لکھی ہے ۱۲ منہ [2] اسکے عہد مین صمعیاہ نبی تھے ۱۲ منہ

عُزیاہ بادشاہ ہوا۔ اسنے حضرت زکریا علیہ السلام کے قول پر عمل کرکے بڑی مراد پائی سلطنت کو نہایت قوت دی آخرکار بگڑ گیا اور ۷۵۹ھ م مین مرگیا۔ اسکے بعد اسکا بیٹا یوتام تخت نشین ہوا۔ اس نے بھی ملک کو ترقی دی اور یہ دیندار تھا۔ یونس علیہ السلام اسی کے عہد مین تھے۔ اسکے بعد اسکا بیٹا آخز تخت نشین ہوا یہ بت پرست اور بدکار تھا۔ اسلئے اسپر مصیبتین آئین بیت المقدس مین اس نے بت پرستی کرائی اسکے بعد اسکا بیٹا حزقیاہ تخت نشین ہوا اس نے بیت المقدس کو نجاستون اور بتون سے پاک کیا۔ اور خدا پرستی کو رواج دیا یہہ بڑا نیک بادشاہ اور بااقبال تہا حضرت یسعیاہ علیہ السلام جو عاموص کے بیٹے ہین اسکے عہد مین تھے اسکے بعد اسکا بیٹا منسّی تخت نشین ہوا۔ یہ بڑا بے دین اور بت پرست تہا اس نے پھر بیت المقدس مین بت پرستی کو رواج دیا مگر جب وہ اسکی شامت سے بابل مین گرفتار ہوکر گیا تو تائب ہوا جس سے پھر اپنے ملک مین آیا۔ اسکے بعد اُسکا بیٹا آموُن بادشاہ ہوا۔ یہ تو سب سے زیادہ نالائق اُٹھا بت پرست تہا چنانچہ اپسی نحوست سے مارا گیا۔ اسکے بعد اسکا بیٹا یوسیاہ تخت نشین ہوا بڑا دیندار اور بااقبال تھا۔ اس نے پھر بیت المقدس کو پاک و صاف کیا۔ بتون کو توڑا تورات کو تلاش کیا تخمیناً اٹھارہ برس تک کہین پتا نہ ملا۔ کیونکہ وہ بشیار حوادث مین تلف ہوچکی تھی۔ مگر خلقیاہ کاہن نے کہین سے تورات کو بہم پہونچایا۔ غالباً یادداشت کے طور پر احکام و قصص جمع کرکے ان کا نام تورات رکہا ہوگا واللہ اعلم عند اللہ۔ اسیر شاہ مصر نے چڑھائی کی یہ اُس معرکہ مین مارا گیا اس کے عہد مین ارمیاہ علیہ السلام تھے اُسکے بعد اُسکا بیٹا یہوآخز تخت پر بیٹھا لیکن تیسرے مہینے مین شاہ مصر نے اسکو معزول کرکے اُسکے بہائی الیاقیم کو اپنی طرف سے تخت پر بٹھایا اور بدلکر اسکا نام یہویقیم رکہا یہ بڑا بدکار اور بت پرست تہا۔ اسکی تخت نشینی کے چوتھے سال ملک عراق مین جو شہر بابل ہے وہان بخت نصر ۶۰۵ھ م مین تخت پر بیٹھا اور ملک شام پر حملہ آور ہوا۔ بعض کہتے ہین یہ واقعہ ۶۰۰ھ م مین ہوا اور مسیح علیہ السلام کی پیدائش سے چھ سو دس برس پہلے ہوا ہے پس بخت نصر اسکو قید کرکے لے گیا اور اسکے ساتھ بہت سے مشایخ یہودی بہی گرفتار ہوکر گئے پھر اسکے بعد یہویاکین اسکو ہشت سالہ لڑکے کو لوگون نے تخت پر بٹھایا۔ سو تین مہینے گزرنے نہ پاسے تھے کہ بخت نصر نے اُس کو بھی گرفتار کروا منگایا۔ اور بیت المقدس کے وہ سونے چاندی کے اسباب و ظروف سب لوٹ کرلے گئے اور کچھ بھی اُس مین سے نہ چھوڑ گئے اور اُس لڑکے کی جگہ اُس کے چچا صدقیاہ کو قایم کر گئے اور اب کے حملہ مین دانیال اور حزقیل علیہما السلام کو بھی اور لوگون کے ساتھ مین مقید کرکے لے گئے۔ صدقیاہ بڑا بے دین اور سرکش نکلا۔ اسکو یرمیاہ علیہ السلام بہت کچھ احکام الٰہی سناتے اور ڈراتے رہے مگر اس نے ہر قسم کی بدکاریان کین اور نبیون کو ٹھٹھے مین اُڑایا اور خدا کے گھر کو ناپاک کردیا ؏

اور بخت نصر سے بہی بغاوت اختیار کی پھر تو بخت نصر بڑے غصہ
مین اکر چڑہ آیا بیت المقدس کو جلا کر مسمار کر دیا اور شہر کو بہی ڈہا دیا
توارت کا نسخہ جو بیت المقدس مین دھرا تہا اُسکو بھی آگ لگا کر
پھونکدیا۔ اور ہزار ہا بنی اسرائیل کو تہ تیغ کیا۔ پس آج بنی اسرائیل
کی سلطنت کا خاتمہ ہوگیا اور یہ حادثہ ۵۹۹ ق م مین گزرا اور
ہزار ہا بنی اسرائیل کو غلام بنا کر لیگیا۔ اور ستر برس تک یہ مسجد اور
شہر اُجڑا پڑا رہا۔ اور ستر برس تک بنی اسرائیل بابل مین مقید رہے
اس عرصہ مین بخت نصر مرگیا اور ایران کا کیانی بادشاہ جسکا نام
خورس تہا (یہ دارا سے پیشتر تہا غالبًا یہ خسرو ہے یا کوئی
اور ہے) ملک بابل پر قابض ہوا۔ اور یہودیون کو مع سامان بیت
المقدس ایک پروانہ دیکر اُنکے ملک مین لینے کو روانہ کر دیا۔ انمین
عزرا یعنی عزیر علیہ السلام بہی تہے۔ بنی اسرائیل کے چالیس
ہزار سے زیادہ آدمی تہے۔ جو اپنے ملک مین آئے اور بیت
المقدس اور یروشلم کو برباد دیکہکر آنسو بہر لاے اور ارمیا علیہ السلام
بنی اسرائیل کے ساتھ مقید ہوکر نہ گئے تہے۔ پیچہے انکو حکم
ہوا کہ بیت المقدس کو آباد کرو اُنہون نے متعجب ہوکر کہا آنّٰی
یحیی ہٰذہ اللہ بعد موتہا کہ اب یہ کیونکر آباد ہوگا اسمین وہ سو گئے
اور گدہے کو باندہ دیا اور ایک زنبیل مین کچہہ کہانا پانی بہی
تہا اسمین سو برس اُنپر گزر گئے اور خدا نے اُنکو بیدار کیا تو کہانا
پانی ویسا ہی تہا۔ اور گدہے کی ہڈیان پڑی ہوئی نظر آئین
فرشتہ نے پوچہا کسقدر سوے کہا ایک دن یا کم۔ کہا سو
برس تجہپر گزر گئے ہین پس اُنکے روبرو وہ گدہا زندہ ہوا اُنہون
نے کہا مجہکو یقین کامل ہوگیا کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ پس

جا کر کیا دیکہتے ہین کہ اتنے عرصہ مین بیت المقدس آباد ہوچکا
تہا۔ بعضے کہتے ہین یہ صاحب قصہ حضرت عزیر تہے واللہ اعلم
الغرض حجی اور زکریا بن عبدو علیہما السلام کی اعانت سے دو
بارہ دارا شاہ ایران کے عہد مین بیت المقدس بنایا گیا جب
بنیاد چننے لگے تو نوجوانون نے بڑی خوشی کا نعرہ مارا۔ اور
جو بڈہے تہے جنہون نے بیت المقدس کو پہلے دیکہا تہا وہ چیخین
مار مار کر روتے تہے۔ پس جب بن چکا تو شمعون صادق کو
سردار بنایا اور حضرت عزیر علیہ السلام نے ان انبیاء کو جمع کرکے
یادداشت کے طور پر توارت کے احکام اور دیگر قصص جمع کرکے
گویا توارت کو تعمیر کیا۔ اور پہر یہود کو وعظ و پند کرتے رہے۔
مگر حکومت بنی اسرائیل جاتی رہی ایرانیون کا صوبہ وہان رہا
کرتا تہا پس چند سال بعد یونان کے لوگون نے زور کیا اور
سکندر بڑی فوج لیکر ایران پر چڑہ آیا تب ملک شام اُنکی حکومت
مین چلا گیا۔ پر یونان کی عملداری کے کئی حصہ ہوگئے اسکے
بڑے حصہ کا پایہ تخت شہر روم[1] تہا یہان کے بادشاہ کی سلطنت
نہایت وسیع تھی ملک اسی کی حکومت مین تہا ان کی طرف
سے جو نائب کہ ملک شام مین رہتا تہا اس کو ہیرودوس
کہتے تہے اور بادشاہ کو قیصر۔ حضرت زکریا علیہ السلام ان
دنون بیت المقدس کے اماموں مین تہے۔ انکی بیوی
الیساع کے دکہ جسکو الیسابات بہی کہتے ہین کوئی اولاد
نہ تہی اس لیئے میان بیوی دل مین بڑے غمگین
تہے کہ ہمارا کوئی وارث نہین ایک روز زکریا علیہ
السلام کو بیت المقدس مین جبرئیل دکہائی دیئے

[1] یہ شہر ملک اٹلی مین ہے پوپ جو نائب عیسیٰ کہلاتا ہے یہین رہا کرتے تہے قسطنطنیہ اسکے بعد آباد ہوا ہرقل شاہ روم بہی یہین کا تہا

اور لڑکے کی بشارت دیے گیے اور یہ کہ اُسکا نام یحیی (کہ جسکو یوحنا بھی کہتے ہین) رکھنا تیرے خاندان مین اس نام کا کوئی نہین گزرا ہے۔ الغرض حضرت یحیی علیہ السلام پیدا ہوے اور الیساع کی بہن حنّہ نامی تھین اُنہون نے نذر مانی تھی کہ اگر میرے ہان بیٹا پیدا ہوگا تو مین بیت المقدس کی خدمت کے لیے چڑھاؤنگی۔ کیونکہ یہود مین یہ دستور تہا لیکن قدرت خدا سے لڑکی پیدا ہوئی اُس کا نام مریم رکھا اور نذر پوری کرنیکے لیے ہیکل مین بہیجدیا۔ وہان کے اماموں مین گفتگو ہوئی۔ ایک کہتا تہا مین اسکی پرورش کرونگا دوسرا کہتا تہا اسکو مین لونگا۔ زکریا علیہ السلام کہ جوان کے خالو تھے بسبب قرعہ اندازی کے اسکے مستحق ٹھہرے پس زکریا نے بیت المقدس مین انکے لیئے ایک جدا جگہ مقرر کردی کہ سواے انکو وہان اور کوئی نہ جاتا تہا۔ وہان ایکبار کیا دیکھتے ہین کہ حضرت مریم بے موسم کا پہل کہا رہی ہین پوچہا یہ کہان سے آیا کہا خدا کی طرف سے پس اُسوقت اُنکے دل مین خیال آیا کہ جو بے موسم پہل کہلا سکتا ہے مجہہ بوڑہے کو بے موسم اولاد بہی دیسکتا ہے اسلیئے دعا مانگی اور تین روز تک بحکم الہی کسی سے کلام نکیا الخ ایک روز حضرت مریم حیض سے پاک ہوکر غسل سے فراغت کرکے بیٹھی تھین کہ آدمی کی شکل مین اُنکو جبرئیل دکھائے دیے تو اُنہون نے دیکھکر خدا کی پناہ چاہی اور کہا تو کون ہے اُنہون نے کہا مین جبرئیل ہون خدا کے طرف سے اس لیے آیا ہون کہ تجھکو بیٹا دون وہ بولی مین نہ تو بدکار ہون نہ آجتک کسی مرد کے پاس گئی ہون پھر بیٹا ہونے کی کیا صورت۔ جبرئیل نے کہا خدا تجھکو یون ہی بیٹا دیگا۔ پس جبرئیل نے پاس جاکر اُنکے کرتے کے گریبان مین پہونک دیا وہ حاملہ ہوگئین اور بیت اللحم مین حضرت عیسے علیہ السلام پیدا ہوے یہود اُنکے مارنے کو آے کہ تو نے حرام کا بچہ جنا حضرت عیسے نے لڑکپن مین کلام کرنا شروع کیا تو لوگ ڈر کر چلے گئے۔ مگر اُنسے پیشتر حضرت یحیے علیہ السلام پیدا ہوچکے تھے یہود کو مریم کے بارہ مین حضرت زکریا علیہ السلام پر بدگمانی ہوئی اُنکے مارنے کو دوڑے یہ بیچارے ایک درخت کی کہوہ مین جا چہپے یہود نے آرہ سے درخت کو چیرا اور یہ بھی چر کر دو ٹکڑے ہوگئے اناجیل سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مریم کا نکاح اُنکے چچازاد بہائی یوسف بن یعقوب بن متہان سے ہوا تہا کہ جو بڑہئی تھے اور جب مریم انکے پاس آئین تو حمل دیکھکر یہ گہبراے مگر خواب مین فرشتہ نے اُنکو مطلع کردیا تو یہ انکی پاکدامنی کے مقر ہوے شاید یہ بہی ہوا ہو۔ مگر یوسف مریم کے پاس نگیا۔ اُس وقت ہیرودیس کو نجومیون کے کہنے سے یہ معلوم ہوا کہ یہ لڑکا یہود کا بادشاہ ہوگا اور یہود کو غیر قومون کے ہاتھ سے چہڑائے گا اسلیئے اُسنے چاہا کہ حضرت عیسی علیہ السلام کو قتل کرے تب خدا کے فرشتہ نے یوسف سے کہا کہ تو اس لڑکے اور اس کی مان کو لیکر مصر مین چلا جا۔ چنانچہ وہ وہان چلا گیا اور ایک عرصہ تک حضرت عیسے نے وہان پرورش پائی پس جب یہ سنا کہ یہ بادشاہ مرگیا تو پہر یوسف اپنے وطن مین آیا۔

اور اپنے گاؤن ناصرہ مین رہا۔ اسلئے حضرت عیسے کے لوگون کو نصاریٰ کہتے ہین۔ اب عیسی ہوشیار ہوئے اور طرح طرح کے معجزات یہود کو دکھا کر راہ راست پر انکی تاکید کرتے تھے مگر وہ سیہ دل اُسکے اُنکے بدخواہ ہوتے جاتے تھے۔ اور حضرت یحیی علیہ السلام جو اون کے کپڑے پہنے جنگلون مین رہتے اور نصیحت کرتے پہرتے تہے۔ دریاے یردن پر حضرت عیسیٰ نے حضرت یحیی کی شاگردی کی اور اُنکے ہاتھ سے غوطہ لیا جسکو نصاری بپتسمہ کہتے ہین اور اصطباغ بہی۔ یحیی علیہ السلام کو ہیرودوس نے اسلئے قید کر لیا تہا کہ وہ اسکو ایک عورت کے گہر مین رکہنے سے (کہ جسکا رکہنا اُسکو جایز نہ تہا) منع کرتے تھے۔ آخر ایک روز ہیرودوس نے سالگرہ کا جلسہ کیا اور اُس جلسہ مین اس عورت کی بیٹی نے ناچ کر سبکو خوش کیا۔ ہیرودیس نے کہا مانگ کیا مانگتی ہے اُسنے بادشاہ سے پکّا وعدہ کرا کے اپنی مان سے پوچہا اُس نے کہا یحیی کا سر مانگ۔ بادشاہ نے جلاد کو بہیجا اور وہ ایک لگن مین یحیی کا سر کاٹ کر لایا اور اس بچیہ کو دیا اور اُسنے اپنی مان کو دیا جس سے وہ بہت خوش ہوئی۔ اسکے بعد حضرت عیسیٰ اپنے بارہ حواریون کے ساتہہ جابجا وعظ کہتے پہرتے تھے اور یہود کو ملامت کرتے تھے جس سے یہود کو اُنسے سخت عداوت پیدا ہوئی اور اُنکے قتل کی تدبیرین کرتے رہے آخر یہان کے بادشاہ پلاطوس کو آمادہ کیا اور ایک جگہ سے حضرت کو گرفتار کر کے لے گئے خدا کی قدرت انہین سے ایک کو خدا نے مسیح کی صورت بنا دیا اور اُنکو صحیح سلامت آسمان پر بلا لیا۔ وہ شخص یہود کے ہاتھ سے بڑی اذیت کے ساتہہ مارا گیا۔ اور سولی چڑہتے وقت اُس نے بڑی جزع فزع کی۔ عام لوگ بلکہ کل یہود و عیسائی بھی سمجھتے ہین کہ عیسیٰ علیہ السلام سولی دیے گئے۔ اسوقت مین حضرت مسیح کی عمر تینتیس ۳۳ برس کی تھی۔ اور یہ واقعہ غلبہ سکندر کے تین سو چہتیس ۳۳۶ برس بعد ہوا ہے اسکے بعد حضرت مسیح (عیسی) اپنے حواریون کو دکھلائی دیے اور انکو اپنے دین کی اشاعت کی اور جناب رسول مقبول صلعم کی تشریف آوری کی بشارت دی جیسا کہ انجیل برنباس مین مصرحاً مذکور ہے اور دیگر اناجیل مین لفظ فارقلیط ہے۔ اُنکے بعد حواریون نے ملک شام اور یونان اور افریقہ مین دین الہی کو رواج دیا اور اسوجہ سے نہ تنہا یہودی بلکہ شاہ روم جو وہان کا حاکم اور بت پرست تہا اور جسکو قیصر روم کہتے تھے حواریونکا دشمن جانی ہو گیا اور بہت کو شہید کیا اور تکلیف دیکر مارا۔ یروشلم مین سب سے اول استیفان کو شہید کیا۔ مگر جون جون لوگ اُنپر سختیان کرتے تھے۔ اسیقدر اُنکے خوارق عادات سے دین حق پہیلتا جاتا لیکن ایک یہودی نے عجیب فریب کیا کہ لوگون مین مشہور کیا کہ مجکو حضرت عیسے کا دیدار ہوا ہے اور انہون نے مجہکو ایک کتاب بھی دی ہے سو وہ حواریون مین مل گیا۔ اور چونکہ بڑا سینہ زور اور منہ زور تہا سب کو دبانے لگا اور سبکے برخلاف اُسنے یہ مسئلہ جاری کیا کہ حضرت عیسے خدا تھے خدا آدمی کی شکل مین ظاہر ہوا تہا وہ سب کے گناہ اُٹہا کر لے گئے بس اسبات پر ایمان لانا کافی ہے شریعت کچھہ نہین۔

بلکہ شریعت پر عمل کرنے سے لعنتی ہوتا ہے۔ اگرچہ اس بات پر
شہر انطاکیہ مین حواریون نے بحث بہی کی مگر اسکے مرید زیادہ
ہوگئے تہے۔ اسنے غلبہ پایا قصہ مختصر اس نے دین عیسوی کو
بالکل پلٹ دیا اسکا نام پولوس ہے تین سو برس تک عیسائیون
کو کہین امن نہ ملتا تہا۔ اسمین بارہا وہ حملہ انپر ہوے کہ جن جنگ پر
لوگ قتل کیے گئے کتابین جلائی گئین۔ چنانچہ انہین
حوادث مین حضرت عیسیٰ کی اصلی انجیل جاتی رہی۔ اور
لوگون نے حضرت کے حالات تاریخ کے طور لکہنے شروع
کیے اور عیسائی ان کتابون کو اپنی اصطلاح مین انجیل
کہتے ہین چنانچہ پیشتر اسی سے زیادہ جہوٹی سچی انجیلین مشہور ہو
ہوئین لیکن انمین سے اب عیسائیون کے نزدیک چار کتابین زیادہ
معتبر ہین۔ انجیل متی۔ انجیل مرقس۔ انجیل لوقا۔ انجیل یوحنا
بلکہ اُس پولوس اور دیگر اشخاص کے خطون کو بہی جمع کرلیا ہے
اور سب کو حضرت عیسیٰ کی انجیل کہتے ہین اور اسی پر دل
خوش کرتے ہین۔ گو سلاطین قیصریہ کے ہاتہ بیچارے
عیسائیون پر مصیبتین آئین۔ مگر جسطرح کہ بیت المقدس کی
بربادی کی حضرت عیسیٰ نے خبر دی تہی اسی طرح ظہور مین
آیا تہا یعنی انکے چالیس برس بعد طیطوس نے یہود کی سرکشی
سے انپر چڑہائی کی اور پہر بیت المقدس کو جلا دیا اور بالکل
مسمار کر دیا اور تمام کتابین انکی جلا دین اور تلاش کر کر یہودیونکو
قتل کیا۔ پس اب برائے نام بہی سلطنت نہ رہی اس عرصہ
مین پولوس کا مذہب رواج پاگیا۔ روم کا بادشاہ قسطنطین
کہ جو بڑا ظالم تہا اسی امید پر کہ پہرے سب ظلم عیسیٰ اٹہا لینگے

چوتہی صدی عیسائی مین عیسائی ہوا۔ اور بزور لوگون کو
عیسائی بنایا۔ اور بڑے سخت قانون جاری کیے جس سے
روم اور یونان اور اٹلی مین اس مذہب کی شہرت ہوگئی
اور پہر رفتہ رفتہ اور ملکون مین یہ مذہب پہونچا۔ تخمیناً آٹھ سو
نو سو برس سے انگلستان کے لوگ بہی کہ جو بت پرست تہے
عیسائی ہوے اور روس اور جرمن وغیرہ ملکون مین بہی یہ
مذہب رواج پاگیا لیکن اسمین سینکڑون فرقے پیدا ہوگئے
مگر سب سے زیادہ دو گروہ ہین اول رومن کیتہلک جسمین روما
و فرانس وغیرہ ہین۔ یہ مذہب پولوس کے قدم بقدم پر اسکے
خیالات پر ہے۔ روم مین پوپ ایک پادری یا امام ہوتا تہا کہ
جو عیسیٰ علیہ السلام کا نائب کہلاتا تہا اور اُسکی حکومت۔
اور شوکت سب عیسائی سلاطین تسلیم کیا کرتے تہے جسطرح
کہ اہل اسلام مین خلفائے خاندان کی ریاست تہی اسیطرح
اسکی عیسائیون مین پوپ کی بدعتین اور بیہودہ باتین ایسی
قابل نہین کہ اپنی تفسیر مین بیان کرسکون چنانچہ حال کے
عیسائی بہی میری تصدیق کرتے ہین تخمیناً تین سو برس ہوے
کہ ایک شخص مارٹن لوتھر پوپ سے برگشتہ ہو گیا اور
اُسکے شاگرد جان کالون وغیرہ اُسکے مددگار ہوگئے اور
اسنے ایک نیا مذہب نکالا اُسکو پراٹسٹنٹ کہتے ہین یہ مذہب
انگلستان اور جرمن اور دیگر بلاد یورپ کا ہے پہر باہم
اور بہت سے فرقے ہین۔ ہان اور بیت المقدس کا حال رہا
جاتا ہے وہ یہ کہ طیطوس کے بعد پہر لوگون نے شہر بیت المقدس
کو آباد کیا تہا اور اسکا نام ایلیا رکہا تہا (یعنی خانہ خدا) مگر

قسطنطین کی والدہ ہلانہ کو کسی پادری نے یہ پٹی پڑہائی کہ جس سولی پر حضرت عیسے لٹکائے گئے تھے وہ لاوگی تو حیات ابدی پاؤگی پس وہ شام مین آئی اور اگر اس رہے سہے بیت المقدس کو بھی خراب کر گئی اور یہ حکم دے گئی کہ تمام شہر کا پاخانہ اور قاذورات یہین پڑا کرے پس سالہا سال تک یہی نوبت رہی اور کسیکی جرأت تعمیر کرنیکی نہوئی - یہانتک کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسکو از سر نو تعمیر کیا - پھر انکے بعد قدیم بنیادون پر ولید بن عبد الملک نے قایم کیا اور بہت سے قبہ بنائے کسی کا نام قبہ میزان اور کسیکا نام قبہ معراج رکھا اور یہ بنا ابتک قایم ہے

(ہدایۃ الحکام   ہدایۃ القدیار)

مگر سلاطین عثمانیہ کے عہد مین اسکی بھی تعمیر جدید ہوئی یہ مسجد خاص اہل اسلام کے قبضہ مین ہے اور انکے اس پاس یہود اور نصارے کے لیے قبہ بنے ہوے ہین جیسا کہ نقشہ سے معلوم ہوتا ہے گو تمام عیسایون نے پٹر گریٹ کے اغوا سے بیت المقدس لینے کا قصد کیا اور کئی صدیون تک لڑائیان رہین مگر آخر کار صلاح الدین مصری کو خدا نے غالب رکھکر اپنا قدیم گھر سچے مذہب والون کو دلایا - بحمد اللہ اہل کتاب کے تمام معابد آج تک مسلمانون کے قبضہ مین ہین وللہ الحمد - یہ مختصر سا حال بنی اسرائیل کا ہے کہ جس کے جاننے پر قران مجید کا سمجھنا موقوف ہے اور تفصیلاً کتب تاریخ مین موجود ہے قران مجید مین مختلف اغراض سے ان قصون کی طرف بلا لحاظ تقدیم و تاخیر اشارہ ہوا ہے پس ناظر کو چاہیے کہ سب کو اپنے مقامات پر چسپان کرے

واضح ہو

کہ بعض ملحدون نے جسطرح اور معجزات کا انکار کیا ہے اسیطرح بنی اسرائیل کے عبور قلزم کا انکار کیا ہے اور یہ توجیہ کی ہے کہ جزر و مد تہا یعنی جب سمندر کا پانی اترا ہوا تہا اسوقت بنی اسرائیل کا گزر ہوا اور انکے پیچھے فرعون اور اسکا لشکر آیا تو اسوقت دریا کا چڑہاؤ تہا وہ لوگ سب ڈوب مرے نہ یہ کہ موسیٰ کی عصا زنی سے سمندر کے دو ٹکڑے ہوے تھے جیسا کہ اہل کتاب اور اہل اسلام کا عقیدہ ہے اور اپنے اس دعوے پر اسنے ایک دلیل عقلی اور ایک نقلی پیش کی ہے عقلی دلیل یہ ہے قولہ

> الفلق ماضی کا صیغہ ہے اور عربی زبان کا یہ قاعدہ ہے کہ جب ماضی جزا مین واقع ہوتی ہے تو اُسکو دو حالتین ہوتی ہین اگر ماضی اپنے معنوں پر نہین رہتی بلکہ شرط کی معلول ہوتی ہے تو اُسوقت اُسپر ف نہین لاتے - اور جبکہ وہ اپنے معنوں پر باقی رہتی اور جزا کی معلول نہین ہوتی تب اُسپر ف لاتے ہین جیسے کہ اس مثال مین ہے ”ان اکرمتنی فاکرمتک امس الخ“ اس مثال مین جزا یعنی گزشتہ کل مین تعظیم کا کرنا شرط کا معلول نہین ہے کیونکہ وہ اس سے پہلے ہو چکی تھی اسیطرح اس آیت مین سمندر کا پھٹ جانا یا زمین کا کہل جانا ضرب کا معلول نہین ہو سکتا الخ ۃ

اقول اس کا جواب یہ ہے - اول تو زبان عرب کا یہ قاعدہ نہین

اگر ہے تو کسی اہلِ زبان یا کتاب کا حوالہ دیجیے

(۲) بلکہ وہ قاعدہ یہ ہے کہ ماضی جزا میں واقع ہو تو اگر استقبال کے معنی میں ہے جیساکہ درصورت نہونے لفظ قد کے ہوتا ہے تو فَ کا لانا لازم نہیں ورنہ فَ اُسپر داخل کرتے ہیں

واذا کان الجزاء ماضیا بغیر قد لفظاً او معنیً لم یلزم الفاء کافیہ

والضابطۃ ان مدار اتیان الفاء وترکہ لتاثیر المعنوی اعنی قلب الجزاء الی الاستقبال فانہ ان اثر فیہ تاثیراً تاماً فلا حاجۃ الی الفاء وان اثر تاثیراً ناقصاً فالوجہان وان لم یوثر فیہ اصلاً فالفاء لابد

اب کہاں یہ قاعدہ کہاں وہ قاعدہ اس ناواقفیت کا کچھ ٹھکانا ہے

(۳) نہ یہاں شرط ہے نہ جزا نہ کوئی کلمۂ شرط ہے نہ کسی مفسر نے اسکو جزا قرار دیا ہے۔ صرف فَ آنے سے معترض نے جزا سمجھکر ایک منصوبہ باندہ لیا اور فَ جزا کے سوا اور جگہہ بھی آتی ہے بالخصوص تعقیب اور تفریع کے لیے اکثر مستعمل ہوتی ہے جیساکہ سبب اور مسبب اور علت و معلول کے درمیان واقع ہوتی ہے جیساکہ کسرتہ فانکسر قتلتہ فمات اور اس جملہ کی بھی جلالین وغیرہ تفاسیر میں یوں تقدیر کلام کی ہے ان اضرب بعصاک البحر فضربہ فانفلق (جلالین) جسطرح کہ ہماری زبان میں لفظِ پس کا استعمال ہوتا ہے اور مسبب پر بیشتر اسکا استعمال آتا ہے جیساکہ مین نے اُسکو مارا پس وہ مرگیا مارنا سبب اور مرجانا مسبب ہے اسی طرح اس آیت میں ضرب بمعنی سبب اور پھٹ جانا مسبب ہے۔ افسوس کہ معترض کو زبان عربی سے کچھہ بھی واقفیت نہیں ناحق زمین آسمان کے قلابے ملاتے ہیں۔

دوسری دلیل نقلی

وہ یہ ہے کہ گلاڈیس اٹالی جسکو حکیم بطلیموس کہتے ہیں جو سنہ عیسوی کی دوسری صدی میں تہا۔ اور مصر میں رہا کرتا تہا اس لئے وہ بحر احمر کے حال سے زیادہ واقف تہا۔ اُسنے بحر احمر کا نقشہ لکہا ہے اصل زبان یونانی ہے مگر اسکا ترجمہ لٹین جو سنہ ۱۶۱۸ء میں لوئیس ۱۳ سیزدہم شاہ فرانس کے عہد میں چھپایا گیا تہا خوش قسمتی سے ہمارے پاس موجود ہے اسمیں تین جزیرے بحر احمر میں مع نام بتلائے ہیں اور اب وہ جزائر نہیں (کیونکہ علم جوالجی سے یہ بات ثابت ہے کہ جزائر بعض اسباب سے غرقاب ہوجایا کرتے ہیں اور کبھی دفعۃً نکل آتے ہیں) اس سے ثابت ہوا کہ بحر احمر کا اُس زمانہ میں یہ زور شور نہ تہا کہ جو اب اہل اسلام کے عہد میں بارہ سو برس سے ہے اس سے یقین کامل ہوجاتا ہے کہ وہ مقام جہاں سے بنی اسرائیل اترے بلاشبہ جوار بہاٹے کے سبب رات کو پایاب اور دنکو عمیق ہوجاتا ہوگا۔ اور موسی کو پایاب اتر جانے کا رستہ معلوم تہا۔ پس حضرت موسی بنی اسرائیل سمیت بحر احمر کی بڑی شاخ کی نوک میں سے جہاں ہمنے نقشہ میں نقطونکا نشان دیا ہے پار اتر گئے۔ صبح ہوتے فرعون نے جو دیکھا کہ بنی اسرائیل پار اتر گئے اسنے بھی انکا تعاقب کیا اور لشکر کو غلط رستہ سے دریا میں ڈالدیا۔ پانی بڑھ گیا جس سے سب ڈوب گئے۔ یہودیوں کی تقلید سے مفسرین نے ایک سیدھی بات کو ایک معجزہ

ایک معجزہ خارج از قانون قدرت بنادیا حالانکہ قرآن سے ایسا ثابت نہین۔

جواب

اول تو اسکا کیا ثبوت ہے کہ یہ نقشہ بطلیموس کے نقشہ کے موافق مطابق ہے؟ (دوم) یہ کیا ضرور ہے کہ بطلیموس کے زمانہ مین جو موسی علیہ السلام کے سیکڑون برس بعد ہے بحر قلزم بدستور ہو ممکن ہے کہ بقول مدعی جو اُسوقت یہ نئی حالت پیدا ہوئی حضرت موسی کے عہد مین نہ تھی اور اب پھر ویسی ہوگئی۔ (سوم) اب بھی بحر احمر مین جزایر موجود ہین اس تقدیر پر زمانہ بطلیموس مین اور زمانہ حال مین فرق ثابت کرنا مدعی کے ذمہ ہے (چہارم) یہ سب کچھ تسلیم بھی کیا جاوے تو اسکا کیا ثبوت ہے کہ بنی اسرائیل بحر قلزم کی نوک پر سے گزرے تھے جہان کہ ایسا کنارہ تھا کہ پانی خشک ہوجاتا تھا۔ جہان کہ مدعی نے نشان کے لئی نقطہ لگائے ہین (پنجم) اگر یہ تھا تو کیا فرعون کو اُس کنارہ کا علم نہ تھا۔ اور جبکہ اُسکے ساتھ سیکڑون اس ملک کے واقف تھے تو مقتضائے قانون فطرت یہ تھا کہ وہ کنارہ سے بھی دو چار کوس ہٹ کر گاڑیون کو خشک زمین سے لیکر نکلتے۔ (ششم) اگر کنارہ پاس تھا تو پھر سیکڑون بنی اسرائیل پر کیا مصیبت پڑی تھی کہ وہ اس مقام سے گزرے کہ جہان پانی پایاب ہوگیا تھا کس لیے کہ گارا کیچڑ تو پھر بھی باقی رہتا ہے کہ جسمین چلنا بالخصوص بھاگتے اور خوف کے وقت مشکل ہوتا ہے۔ بلکہ مقتضائے عقل یہ تھا کہ اُس نوک سے دو ایک کوس کے فاصلہ سے خشک زمین سے گزرتے۔ مدعی کہانتک تاویل کرے گا

علاوہ اسکے قرآن مجید کے الفاظ سے پانی کا پھٹنا ثابت ہے

آیت اول فاوحینا الی موسی ان اضرب بعصاک البحر فانفلق فکان کل فرق کالطود العظیم ۞ وازلفنا ثم الاخرین ۞ ہمنے موسی کیطرف وحی بھیجی کہ اپنے عصا کو دریا پر مار سے اُسنے مارا پس دریا پھٹ گیا اور ہر ٹکڑا بڑے پہاڑ کی مانند ہوگیا۔ اور لائے ہم اُس جگہ دوسرونکو ۞ (شعرا) یہان ضرب کے معنی چلنے کو کہنا اور فی مقدر کرنا اور اضرب بعصاک فی البحر عبارت بنانا نہایت ناوانی ہے اول تو بحر مفعول بہ ہے اُسکو مفعول فیہ کہنا پڑیگا دوم پھر بھی اقرار لازم آویگا کہ موسی عصا کے ذریعہ سے دریا پار گزرے سو یہ بھی خلاف قانون قدرت ہے تیسرے فانفلق الخ کے کیا معنی ہونگے (آیت دوم) فاضرب لہم طریقا فی البحر یبسا لا تخاف درکا ولا تخشی (طہ) کہ اے موسی بنی اسرائیل کے لیے دریا کے بیچون بیچ خشک رستہ نکال (آیت سوم) واترک البحر رھوا کہ دریا کو خشک چھوڑ (دخان) واذ فرقنا بکم البحر (بقرہ) اور ہمنے تمہارے لیے دریا کو پھاڑ دیا۔ اسی طرح تمام کتب تاریخیہ بالخصوص توراۃ سفر خروج کے ۱۴ باب مین ہے (۲۲) اور بنی اسرائیل دریا کے بیچون بیچ سے سوکھی زمین پر ہوکے گزر گئے اور پانی کی اُنکے دائین اور بائین دیوار تھی ۞ ۱۶ تو اپنا عصا اٹھا دریا پر بار اور اُسے دو حصہ کر بنی اسرائیل دریا کے بیچون بیچ مین سے سوکھی زمین پر ہوکے گزر جائینگے تعجب ہے کہ مدعی کے نزدیک توراۃ مین تحریف نہین ہوئی وہ تو معتبر نہوا اور بطلیموس کا نقشہ معتبر مانا جاوے ۞

(واللہ الہادی)

وَاِذْ وٰعَدْنَا مُوْسٰۤى اَرْبَعِیْنَ لَیْلَةً ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ ۝ ثُمَّ عَفَوْنَا عَنْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ لَعَلَّكُمْ

اور جبکہ ہمنے موسی سے چالیس رات کا وعدہ کیا پھر اسکے بعد تمنے بچھڑا بنالیا اور تمنے ستم کیا پھر اسکے بعد ہمنے تمکو معاف کیا تاکہ تم شکر کرو

تَشْكُرُوْنَ ۝ وَاِذْ اٰتَیْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَالْفُرْقَانَ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۝

اور جب دی ہمنے موسے کو کتاب اور فرقان تاکہ تم ہدایت پاؤ

ترکیب

واذ واعدنا فعل با فاعل موسی مفعول اول اربعین لیلۃ مفعول ثانی اتخذتم فعل انتم فاعل العجل مفعول اول الہا مفعول ثانی محذوف وانتم ظالمون جملہ اسمیہ حال ہے فاعل اتخذتم سے عفونا فعل با فاعل من بعد ذالک متعلق ہے فعل سے آتینا فعل ضمیر نحن فاعل موسی مفعول اول الکتب معطوف علیہ والفرقان معطوف دونوں مفعول ثانی لعل قرانین کثر مفسرین لعل کو بمعنی کے انکو معنی ہین تاکہ بعض کہتے ہین جی کے لیئے کلام اون کے محاورہ کے موافق خدا تعالی بہی کلام کرتا ہے ورنہ اسکو ہر چیز کی ابتدا انتہا معلوم ہے اسی طرح یہ اذ جو ظرف ہے ہر جگہ اکثر کے نزدیک اذکر کے متعلق ہے والقول با قلنا فی المقدمہ ۔

(تفسیر)

ان آیات مین خدا تعالی حضرت موسی کے وہ حالات بیان کرتا ہے جو کہ دریائے قلزم کے پار اترنے کے بعد ظہور مین آئے تاکہ بنی اسرائیل سنکر دل مین شکر گزار اور فرمانبردار ہون اول یہ کہ جب موسی نے قلزم کو عبور کیا اور کوہ طور کے پاس پہونچے تو خدا نے فرمایا کہ چالیس رات تک ہماری جناب مین پہاڑ پر عبادت کر تاکہ تمکو کلام اور احکام شریعت ملین یہ اسلئے کہ اس عرصہ مین جسمانی تعلقات کم ہو کر ملکیت کا ظہور ہوگا تو خدا تعالی سے ہمکلام ہونے کی صلاحیت ہوجاویگی اور اسی لئے اہل باطن چالیس روز کا چلہ کیا کرتے ہین حضرت موسی پہاڑ پر تشریف لیگئے اور بنی اسرائیل سے تیس رات کا وعدہ کر گئے کیونکہ اول ہی حکم ہوا تہا پھر دس رات وہان اور رہنا پڑا تو بنی اسرائیل مین کھلبلی مچ گئی بیشتر ہو گئے کہ موسی مر گئے بنی اسرائیل مین ایک شخص کا نام سامری تہا اسنے کیا مکر کیا کہ بنی اسرائیل سے کہا کہ اب موسی تو مر گئے اور تمہارے لیئے خدا کا ہونا ضرور ہے تم مجہکو زیور دو تو تمہارے لیئے خدا بنا دون چونکہ مصر کے لوگ گائے بیل ورلی کو پوجتے تھے یہ بنی اسرائیل بہی انکی صحبت کے خوگر تھے سامری نے ایک بچھڑا بنایا سب بنی اسرائیل اسکو سجدہ کرنے لگے اسمین حضرت موسی جو پہاڑ پر سے لوحین کہ جنمین احکام لکہے تہے لیکر تشریف لائے تو بنی اسرائیل کی یہ حالت دیکہکر بڑے ناراض ہوئے اور اپنے بہائی ہارون پر خفا ہوئے کہ مین تمکو اپنا نائب بنا گیا تہا تمنے کیون منع نہ کیا انہون نے عذر کیا کہ مین منع کرتا تو لوگ مجہکو مار ڈالتے یہ قصہ آگے بہی آئیگا اور ہم بیان کر آئے ہین پس خدا کیطرف سے یہ حکم آیا کہ اس بچھڑے کو ریت کر دریا مین ڈالو دو اور لوگ سکی تو بہ یہ اپنے آپکو قتل کرین چنانچہ ایسا کیا تو موسی نے رو کر التجا کی تو یہ حکم معاف ہوا اور خدا نے درگزر کیا اور پہر موسی پہاڑ پر گئے تو بہت سے احکام لائے اور غالبًا یہی مجموعہ تورات تہا کہ جو تختیون پر لکہی ہوئی تہی تو اس بچھڑا پوجنے کی کیفیت اگلی آیت مین بیان فرماتا ہے

(متعلقات)

(الکتب) سے مراد تو قطعًا تورات ہے مگر فرقان کہ جو بروزن غفران ہے جسکی معنی فرق کرنیوالی چیز کے ہین اسمین علما کے مختلف اقوال ہین بعض کہتے ہین کہ اس سے بہی تورات مراد ہے یہ تورات کا وصف ہے کہ وہ حق و باطل مین فرق کرتی تہی بعض کہتے ہین اس سے حجت اور معجزات مراد ہے واللہ اعلم

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ اَنْفُسَكُمْ بِاتِّخَاذِكُمُ الْعِجْلَ فَتُوْبُوْٓا اِلٰى بَارِىِٕكُمْ فَاقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ

اور یاد کرو جبکہ موسی نے اپنی قوم سے کہا کہ اے میری قوم بلاشک تمنے بچھڑا بنا کر اپنی جانونپر ظلم کیا ہیں تو بہ کرو اپنے پروردگار سے پس قتل کرو اپنے

ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ عِنْدَ بَارِىِٕكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ

آپکو یہ تمہارے لیے تمہارے پروردگار کے نزدیک بہتر ہے پھر تمکو خدا نے معاف کیا بیشک وہ بڑا معاف کرنیوالا مہربان ہے ؛

ترکیب

واذ قال فعل۔ موسیٰ فاعل لقومہ متعلق ہے قال کے یا قوم الخ یہہ سب مقولہ ہوا۔ یا حرف ندا۔ قوم منادی مضاف
ی متکلم مضاف الیہ محذوف کسرہ م اسکے قایم مقام ہے انکم الخ ندا۔ باقی جملے صاف ہیں۔

تفسیر

جب موسیٰ علیہ السلام کوہ طور سے تشریف لائے اور یہ حال دیکھا تو انکو ملامت کی کہ تمنے اپنی جانون پر بڑا ظلم کیا اب تم توبہ کرو اور
تمہاری توبہ یہ ہے کہ اپنے آپکو قتل کرو ہر شخص اپنے قرابتی کو مارے کہ وہ اپنے نفس کا قتل کرنا ہے چنانچہ[1] ایسا ہوا جیسا کہ توریت سفر
خروج کے بتیسویں باب میں لکھا ہے (۲۷) اور اسنے انہیں کہا کہ اسرائیل کے خدا نے فرمایا ہے کہ تم میں سے ہر مرد اپنی کمر پر تلوار باندہے الخ اور ہر ایک
آدمی اپنے دوست کو اور ہر ایک آدمی اپنے قریب کو قتل کرے (۲۸) اور بنی لاوی نے موسیٰ کے کہنے کے موافق کیا چنانچہ اسروز تین ہزار کے قریب
مارے گئے۔ پھر دوسرے روز موسیٰ نے لوگونکو کہا کہ تمنے بڑا گناہ کیا الخ۔ اور تیسرا یہ تہا کہ شرک کرکے ان لوگونے اپنی حیات ابدی کو مٹایا ہیں اسکے
کفارہ میں یہ حیات مستعار مٹانی چاہیے الغرض موسیٰ کو بنی اسرائیل کی اسحالت پر رحم آیا اور خدا سے سفارش کی اسنے انکو معاف کیا کیونکہ وہ بڑا مہربان
اور معاف کرنے والا ہے ؛

متعلقات

لفظ بر جو باری کا مادہ ہے ایک چیز سے الگ ہونیکے لیے موضوع ہے یا کسی تنگی سے الگ ہونا جیسا کہ بولتے ہیں بری المریض من مرضہ۔ والمدیون
من دینہ کہ مریض نے مرض سے اور قرضدار نے قرض سے خلاصی پائی۔ یا ابتداء جیسا کہ بولتے ہیں برى الله آدم من الطین یعنی آدم
کو ابتدا مٹی کی آلودگی سے ممتاز کرکے پیدا کیا (بیضاوی) وحاشیہ عصام وغیرہ)
اس مقام پر لفظ بارئکم لانیمین یہ نکتہ ہے کہ بنی اسرائیل کو اس درجہ کی جہالت گھیر رہی تہی کہ اپنے خالق کی پہچان بھی نہ رہی تہی یہانتک کہ
اپنے ہاتھ کے بنائے ہوئے بچھڑے کو خدا سمجھ کر عبادت کرنے لگے ایک اور بھی باریکی ہے وہ یہ کہ جسنے اپنے باری یعنی خالق کا انکار کیا
اسکی سزا اُس نعمت کا واپس لینا ہے یعنی موت تاکہ وہ باری پھر زندگی جاودانی عطا کرے اور اسی لیے دوبارہ بارئکم بولا گیا

[1] اس مقام پر بھی محرف قرآن کا یہ کہنا قولہ اس آیت سے یہ بات نہیں پائی جاتی کہ بنی اسرائیل میں سے کسی نے
اپنے آپکو مار ڈالا تہا الخ نہ تنہا قرآن بلکہ توریت اور کتب تاریخ کا انکار بلا دلیل کرنا ہے کہ جسکو کوئی عاقل پسند نہیں
کرتا ۱۲ منہ

وَإِذْ قُلْتُمْ يَا مُوسَىٰ لَن نُّؤْمِنَ لَكَ حَتَّىٰ نَرَى اللَّهَ جَهْرَةً فَأَخَذَتْكُمُ الصَّاعِقَةُ وَأَنتُمْ تَنظُرُونَ ۝ ثُمَّ

اور جبکہ تمنے کہا کہ اے موسی ہم تجھپر ہرگز ایمان نہ لاوینگے جبتک کہ ہم علانیہ خدا کو نہ دیکھین گے تب آلیا تمکو بجلی نے اور تم دیکھتے تھے پھر

بَعَثْنَاكُم مِّن بَعْدِ مَوْتِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ

ہمنے اٹھایا تمکو مرنے کے بعد تو کہ تم شکر کرو

ترکیب واذ قلتم فعل انتم فاعل یا موسی الخ اسکا مقولہ لن نومن لک ای لاجلک اولن نقر لک نری فعل با فاعل لفظ اللہ مفعول ذی الحال جہرۃ حال اور ممکن ہے کہ فاعل سے حال ہو۔ اور ممکن ہے کہ مفعول مطلق ہو کر منصوب ہو (بیضاوی)

تفسیر یہ بھی ایک واقعہ منجملہ ان واقعات کے ہے کہ جو عبور قلزم کے بعد حضرت موسیٰ کو پیش آے علما کا اس امر مین کہ یہ کہان کا واقعہ ہے اختلاف ہے محمد بن اسحق جو فن سیرت کے امام ہین یہ فرماتے ہین کہ یہ واقعہ اُس وقت کا ہے کہ جب گوسالہ پرستی کی سزا مین بنی اسرائیل پر قتل نفس کی توبہ مقرر ہوئی تو موسی اپنی قوم کے ستر شخصونکو لیکر کوہ طور پر معذرت کے لئے گئے۔ اور موسی سے کہا کہ تو اپنے رب کا کلام ہم سنتے ہین اور اس ہمکلامی کی وجہ سے موسی کا چہرہ ایسا منور ہوا کہ جسکو کوئی دیکھ نہین سکتا تہا۔ قوم نے کہا ہمنے صرف باتین سنی ہین ہم جبتک خدا کو کہلم کھلا نہ دیکھینگے ہرگز ایمان نہ لائینگے تب انپر بجلی پڑی اور سب مرگئے پس موسی نے کہا الہی مین انکو بنی اسرائیل کی گواہی کے لئے ساتھ لایا تہا اب یہ تو مر گئے ہین بنی اسرائیل کو کیا جواب دونگا تب خدا نے موسی کی دعا سے انکو زندہ کر دیا۔ اور سدی نے کچھ اور طرحپر بیان کیا ہے کہ جب قتل نفس کے بعد خدا نے موسی کو فرمایا کہ تو ستر شخصونکو لیکر پہاڑ پر ہمارے پاس آ۔ جب وہ آے تو کہنے لگے کہ جبتک ہم خدا کو عیانا نہ دیکھین گے تیری بات پر یقین نہ کرینگے پس بجلی پڑی اور سب مر گئے تب موسی نے رو کر عرض کی کہ اول تو قتل کا حکم ہو چکا ہے پھر جو کچھ باقی رہے تھے انمین سے مین ستر شخص لیکر تیرے پاس آیا اب یہ بھی مر گئے تو بنی اسرائیل سے کیا کہونگا۔ خدا نے فرمایا کہ یہ ستر وہ ہین کہ جو بچھڑا پوجنے مین شریک تھے موسی نے کہا یہ آپکی آزمایش ہے جسکو چاہتے ہین آپ گمراہ کرتے ہین جسکو چاہتے ہین ہدایت کرتے ہین اگر یہی تہا تو مجکو اور انکو پہلے ہی سے ہلاک کر دیتا تہا الخ پس خدا نے انکو زندہ کر دیا۔ اور انکو نبی بنایا (تفسیر کبیر ملخصًا) ان دونون قولون مین کچھ بڑا تفاوت نہین ہے اس قول کے مضامین تورات سفر عدد کو ۱۱ باب اور سفر خروج کے ۱۹ باب سے سمجھے جاتے ہین شاید اسی قصہ کو خدا تعالی نے سورۂ اعراف مین ذکر کیا ہے وَاخْتَارَ مُوسَىٰ قَوْمَهُ سَبْعِينَ رَجُلًا لِّمِيقَاتِنَا فَلَمَّا أَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ قَالَ رَبِّ لَوْ شِئْتَ أَهْلَكْتَهُم مِّن قَبْلُ وَإِيَّايَ أَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَاءُ مِنَّا إِنْ هِيَ إِلَّا فِتْنَتُكَ تُضِلُّ بِهَا مَن تَشَاءُ وَتَهْدِي مَن تَشَاءُ الآیۃ کہ موسی نے ہمارے وعدہ کیلئے ستر شخص پسند کئے پہر جب انکو زلزلہ نے آلیا تو موسی نے کہا اگر تو چاہتا تو انکو اور مجھکو پہلے ہی ہلاک کر دیتا کیا بیوقوفونکے فعل سے آپ ہمکو ہلاک کرتے ہین یہ تو صرف تیری آزمایش ہے الخ میری رائے مین سورۂ بقرہ کا یہ واقعہ وہ ہے کہ جو سفر خروج کے ۱۹ باب سے اشارۃً سمجھا جاتا ہے اور سورۂ اعراف کا قصہ وہ ہے کہ سفر خروج کے ۲۴ باب سے سمجھا جاتا ہے بعض ملاحدہ واقعہ سورۂ بقرہ کیے یہ تاویل کرتے ہین کہ یہ ستر شخص مرے نہ تھے بلکہ بجلی کی صدمہ سے بیہوش ہوگئے تھے اس بیہوشی کو موت سے تعبیر کیا ہے جسطرح کہ خواب کو موت کہتے ہین اور اس سے بیدار ہونیکو زندگی سے تعبیر کیا ہے۔ اسیطرح طور کے لرزنے اور وہان عجائبات قدرت کے ظاہر ہونیکو بھی اسباب پر محمول کیا ہے کہ وہ پہاڑ آتش فشان تہا یہ تاویلات ملحدانہ خیال کے ثمرات ہین کہ جسپر اُسکی تفسیر کا مدار ہے

وَظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ وَأَنزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوَىٰ كُلُوا مِن طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ وَمَا ظَلَمُونَا وَلَٰكِن كَانُوا أَنفُسَهُمْ
اور سایہ کیا ہمنے تم پر ابر کا اور اتارا ہمنے تمہارے لیے من اور سلوی (کہا ہمنے کہ) کھاؤ ستھری چیزیں جو ہمنے تمکو دی ہیں اور بنی اسرائیل نے ہمارا کچھ نہ بگاڑا لیکن اپنا ہی
يَظْلِمُونَ ۝ وَإِذْ قُلْنَا ادْخُلُوا هَٰذِهِ الْقَرْيَةَ فَكُلُوا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ رَغَدًا وَادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَقُولُوا حِطَّةٌ نَّغْفِرْ لَكُمْ
نقصان کرتے تھے اور جب کہا ہمنے کہ داخل ہو اس شہر میں پس کھاؤ اس میں سے جہاں سے چاہو بافراغت اور دروازہ میں سجدہ کرتے ہوئے داخل ہو اور کہتے جاؤ کہ ہمارے گناہ بخش دے
خَطَايَاكُمْ وَسَنَزِيدُ الْمُحْسِنِينَ ۝ فَبَدَّلَ الَّذِينَ ظَلَمُوا قَوْلًا غَيْرَ الَّذِي قِيلَ لَهُمْ فَأَنزَلْنَا عَلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا
تو ہم تمہاری خطائیں معاف کردینگے اور ابھی نیکوں کو زیادہ دینگے پس ظالموں نے وہ بات جو ان سے کہی گئی تھی بدل دی تب تو ہمنے ظالموں پر آسمان سے ایک بلا
رِجْزًا مِّنَ السَّمَاءِ بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ ۝
بھیجی انکی بدکاری کی وجہ سے

ترکیب ظللنا فعل با فاعل علیکم متعلق ہے فعل سے الغمام مفعول اور یہ جنس ہے اور جب واحد مراد ہوتا ہے تو ۃ زیادہ کرکے غمامۃ بولتے ہیں کلوا فعل با فاعل شیئاً مفعول محذوف من بیانیہ ہے اس محذوف کا طیبات مضاف ما رزقناکم مضاف الیہ انفسہم مفعول ہے یظلمون کا اسی کا نوا یظلمون انفسہم ۔ اذ قلنا فعل نحن فاعل ادخلوا فعل انتم فاعل ہذہ موصوف القریۃ صفت یہ مجموعہ مفعول فیہ ہوا ادخلوا کا اور کل مقولہ ہوا قلنا کا رغداً منصوب ہے یا اسوجہ سے کہ مفعول مطلق ہے اکلا واسعاً یا حال ہے فاعل کلوا سے سجداً جمع ساجد حال ہے فاعل ادخلوا سے حطۃ مبتدا محذوف کی خبر ہے یعنی حاجتنا حطۃ یا مسئلتنا حطۃ پھر یہ مجموعہ مقولہ ہے قولوا کا نغفر لکم جواب امر ہے اور اسلیے مجزوم ہے فبدل فعل الذین ظلموا جملہ فاعل بالذی قیل لہم مفعول اول محذوف قولاً موصوف غیر الذی الخ اسکی صفت مجموعہ مفعول ثانی تبیان من السماء متعلق محذوف ہوکر صفت ہے رجزاً کی

(تفسیر)

بنی اسرائیل جب دریائے قلزم عبور کرکے بیابان تیہ میں آئے تو وہاں گرمی کی بڑی شدت تھی خدا نے اپنا فضل کیا کہ ایک بادل کا سایہ بنا کر انکو دھوپ کی شدت سے بچایا۔ اور کہانیکا یہ سامان کیا کہ من (یعنی دھنیہ کے دانہ کی مانند گول گول سفید اور شیریں) اوس میں جم جاتی تھی جسکو وہ توڑ پیکا کر روٹی کی جگہ کہاتے تھے اور سلوی یعنی بٹیریں نازل کرتا تھا کہ انکے خیموں کے گرد بٹیریں جمع ہو جاتی تھیں انکو اندھیرے میں یہ لوگ پکڑ لیتے تھے اور پھر گوشت پکا کر کہاتے تھے جیسا توراۃ میں مشہور چاند کورس ہے اور پیشتر ہم بھی بیان کر آئے ہیں یہ آٹھواں انعام ہے کہ جسکو خدا تعالی یاد دلاتا ہے اس سے پیشتر سات یاد دلا چکا ہے اور تفصیل اس واقعہ کی یہ ہے کہ جب بنی اسرائیل مشقت سفر سے گھبرا گئے تو خدا نے حضرت موسی کو دریائے یردن کے اس کنارہ تک پہونچا کر کنعان کی تمام زمین دکہائی اور موسی کو خبر دی کہ تو اس ملک میں نہ جانے پائیگا بلکہ تیری موت یہیں ہوگی مگر بنی اسرائیل کو کہہ دیجیو کہ میں تمکو یہ ملک دیتا ہوں اور عنقریب تم اس شہر یعنی کوہ کہ جسکو اریحا کہتے ہیں فتح کروگے پس جب تم ان شہروں میں داخل ہو تو خدا کی نعمتیں اور طرح طرح کے میوے کہانا مگر اسکے شکریہ میں یاد رہے کہ جب دروازہ میں سے گذرو تو اپنی فتح اور بہادری پر نہ اترانا بلکہ سجدہ کرتے ہوئے یعنی عاجزی کرتے ہوئے اور خدا سے اپنے گناہوں کی معافی مانگتے ہوئے جانا اسپر ہم تمہارے گناہ معاف کردینگے۔ اور جو تم میں نیک ہیں انکو اسکے معاوضہ میں اور زیادہ عطا کرینگے پس جب حضرت یوشع بن نون کے عہد میں بنی اسرائیل نے یہ ملک اور یہ شہر فتح کیے تو بجائے تواضع اور استغفار کے سرکش اور بدکار بن گئے اور طرح طرح کی بدکاری اور بت پرستی کرنے لگے پس خدا نے انپر آسمانی بلا نازل کی کہ وبا اور غیر بادشاہوں کے ہاتھ سے ہلاک ہوئے اپنے افعال بد کا نتیجہ پایا اب بنی اسرائیل تم عبرت کرو اور مجھ سے ڈرو ۔

فائدہ یہ قصہ سورۂ اعراف میں بھی یاد دلایا ہے اس عنوان سے واذ قیل لہم اسکنوا ہذہ القریۃ وکلوا منہا حیث شئتم وقولوا حطۃ وادخلوا الباب سجداً نغفر لکم خطایاکم سنزید المحسنین ۔ فبدل الذین ظلموا منہم قولاً غیر الذی قیل لہم فارسلنا علیہم رجزاً من السماء بما کانوا یظلمون ۔ اب یہ نکتہ کہ اس سورۃ میں اسکنوا فرمایا اور بقرہ میں ادخلوا کہا اور یہاں یظلمون اور بقرہ میں یفسقون فرمایا وغیر ذلک تفسیر کبیر وغیرہ کتب میں تلاش کرنے چاہییں ۔

وَاِذِ اسْتَسْقٰى مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ فَقُلْنَا اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ ؕ فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَیْنًا ؕ

اور یادکرو جبکہ موسی نے اپنی قوم کے لیے پانی چاہا تو ہمنے کہا کہ اپنی عصی کو پتھر پر مار پس پہوٹ نکلے اُس سے بارہ چشمے بیشک ہر شخص نے

قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ ؕ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا مِنْ رِّزْقِ اللّٰهِ وَلَا تَعْثَوْا فِی الْاَرْضِ مُفْسِدِیْنَ ۝

اپنا گہاٹ جان لیا (سمجھ گیا) کہاؤ اور پیؤ خدا کے دیے رزق میں سے اور زمین میں فساد مچاتے نہ پھرو ؏

ترکیب

واو استسقی فعل موسی فاعل لقومہ متعلق ہے فعل سے فـ تعقیب قلنا فعل نحن فاعل اضرب فعل انت فاعل بعصاک میں بار استعانت جار مجرور متعلق اضرب کے ہوا الحجر مفعول یہ سب جملہ مقولہ ہوا قلنا کا انفجرت فعل اثنتا عشرہ فاعل ممیز عینا تمیز ای ضرب فانفجرت قد علم فعل کل اناس فاعل مشربہم مفعول مفسدین حال مؤکدہ ہے لاتعثوا سے یعنی فساد کرنا الانفجار پہوٹ نکلنا پانی کا ؏

تفسیر یہ نواں واقعہ ہے کہ جسمین خدا تعالی نے بنی اسرائیل پر بڑا احسان کیا تھا جب بنی اسرائیل سین کا بیابان طی کر کر رفیدیم میں پہنچے تو اس ریگستان میں پانی نہ تھا، سو لوگ موسی سے جہگڑنے لگے اور کہا کہ ہمکو پانی دے کہ پیوین الخ موسی نے خداوند سے فریاد کر کے کہا کہ مین ان لوگون سے کیا کرون الخ خدا تعالی نے موسی کو فرمایا کہ لوگون کے آگے جا اور بنی اسرائیل کے لوگونکو اپنے ساتھ لے اور اپنا عصی جو تو دریا پر مارتا تہا الخ اس چٹان کو مار تو اس سے پانی نکلیگا تاکہ لوگ پیوین چنانچہ موسی نے بنی اسرائیل کے سامنے یہی کیا (سفر خروج باب ۱۷) تب اس چٹان سے بارہ چشمے بعدد اسباط بنی اسرائیل بہہ نکلے اور ہر سبط نے ایک چشمہ کو اپنے لئے معین کر کے خوب پانی پیا اور خدا نے فرمایا میری نعمتین کہاؤ پیو مگر انکا شکر یہ کرو نہ یہ کہ بغاوت اور سرکشی اور بدکاری کر کے ملک میں فساد مچاؤ ؏ یہ واقعہ کئی بار بنی اسرائیل پر گذرا ایکبار تو یہان پھر جب ایلیم میں آئے تہے تو وہان بارہ چشمے پانی کے اور ستر درخت کہجور کے ملے (خروج ۱۵) اور پھر جب بنی اسرائیل قادس میں گئے اور پانی نہ ملا تو یہی واقعہ پیش آیا چنانچہ سفر عدد کے ۲۰ باب میں جملہ تب موسی نے اپنا ہاتھ اُٹہایا اور اس چٹان کو دوبارہ اپنی لاٹھی سے مارا تو بہت پانی نکلا حضرت موسی کی تو عصی مار کر پتھر مین سے پانی نکالتا تہا جو بسا اوقات خود بہی نکلا کرتا ہے ہزارون چشمے پتھرون سے نکلتے ہین مگر سید المرسلین نے تو انگلیون سے اسقدر پانی نکالا کہ جسکو سیکڑون آدمیون اور جانورون نے شکم سیر ہو کر پیا جیسا کہ صحیح بخاری وغیرہ کتب میں ہے اور کئی بار ایسا ہوا لیکن اس سورۃ مین جو ذکر ہے تو رفیدیم اور قادس کے واقعہ کا ذکر ہے واضح ہو کہ قدیم سے ظاہرین لوگ معجزات انبیاء کا اور امور خارق عادات کا انکار کرتے چلے آئے ہین کیونکہ انکا سر اُنکی عقل کوتاہ مین ہے جب آیا تو سوا انکار کے اور کوئی تدبیر نسوجھی سو اس مقام پر بہی یہی تعجب کیا کہ لاٹھی کے مارنے سے اسقدر پانی نکلنا کہ جسکو لاکہون آدمی پیکر سیر ہون قانون قدرت کے خلاف ہے حالانکہ یہ نہین جانتے کہ پتھرون میں عجیب و غریب تاثیرات خدا نے رکھی ہین کیا ممکن نہین ہے کہ وہ پتھر پانی کو زمین سے جذب کر کے نکال دیتا ہو کہ جو ہر طرف سے جذب کر کے اپنی قوت سے ہر پہر پانی کر کے بہادے مگر جب بعض مقلدین نے ہر پہلو دیکہا کہ قرآن اور تورات مین یہ واقعہ موجود ہے تو اسکی یہ تاویل کی کہ ضرب کے معنی چلنے کے ہین اور حجر سے مراد پہاڑی ہے جسکا یہ مطلب ہے کہ لاٹھی کے سہارے سے پہاڑ پر چڑہ یہ غلط ہے اول تو بقول اول ضرب کے معنی جہان چلنے کے ہوتے ہین تو فی آتا ہے سو وہ یہان نہین دوم اسکا کوئی قائل نہین سوم فانفجرت کی پھر کیا معنی؟ اور تورات کا جو حوالہ دیا ہے وہ غلطی ہے کیونکہ جس مقام کا حوالہ دیا ہے وہ ایلیم ہے اور یہان رفیدیم کا ماجرا بیان ہو رہا ہے

وَاِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى لَنْ نَّصْبِرَ عَلٰى طَعَامٍ وَّاحِدٍ فَادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُخْرِجْ لَنَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ مِنْۢ بَقْلِهَا وَقِثَّآئِهَا

اور (یاد کرو) جبکہ تمنے کہا موسیٰ ہمسے کہ ہم ایک کہانے پر صبر نکرینگے پس ہمارے لئے اپنے رب سے مانگ کہ وہ ہمارے لئے زمین کی پیداوار مین سے ساگ اور

وَفُوْمِهَا وَعَدَسِهَا وَبَصَلِهَا ؕ قَالَ اَتَسْتَبْدِلُوْنَ الَّذِىْ هُوَ اَدْنٰى بِالَّذِىْ هُوَ خَيْرٌ ؕ اِهْبِطُوْا

ککڑی اور گیہون اور مسور اور پیاز پیدا کرے (موسیٰ نے کہا کیا تم لینا چاہتے ہو بری چیز کو اچھی چیز کے بدلہ مین اترو

مِصْرًا فَاِنَّ لَكُمْ مَّا سَاَلْتُمْ ؕ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ وَبَآءُوْا بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ

کسی شہر مین بیشک جو مانگتے ہو تمکو ملیگا اور ڈالی گئی انپر ذلت اور کنگلا پن اور کمایا انہون نے غضب الٰہی یہہ اس لئے کہ وہ

كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ الْحَقِّ ؕ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ۠

انکار کرتے تہے خدا کی نشانیون کا اور ناحق نبیون کو قتل کرتے تہے - یہہ (غضب الٰہی) انکی نافرمانی اور سرکشی کی وجہ سے پڑا

ترکیب - واذ قلتم فعل انتم فاعل یا موسیٰ الیٰ بصلہا اسکا مقولہ یہہ تمام جملہ معطوف ہوا اگلے جملہ پر یخرج فعل ضمیر ربک فاعل شیئا مفعول محذوف من بیانیہ ما موصولہ تنبت الارض جملہ صلہ من بقلہا الخ بیان اور موضع اسکا نصب ہے حال ہونیکی وجہ سے ضمیر محذوف سے تقدیرہ ما تنبت الارض کائنًا من بقلہا - پس یہ تمام جملہ بیان ہوا شیئا کا اور یخرج جواب امر ہے اسلئے مجزوم ہوا - قال فعل ہو ضمیر فاعل آ استفہامیہ تستبدلون فعل انتم فاعل الذی ہو ادنیٰ ای حقیر یہہ مفعول بالذی ہی بآ مقابلہ پس تمام جملہ استفہام انکاریہ ہوکر مقولہ ہوا قال کا اہبطوا مصرًا جملہ انشائیہ فان لکم خبر ہے ان کی اور ما موصولہ سالتم جملہ صلہ یہہ مجموعہ اسم ان وضربت جملہ مستانفہ من اللہ موضع جر مین ہے صفت ہے غضب کی - ذلک (اشارۃ الیٰ ما سبق من ضرب الذلۃ والمسکنۃ والبوء بالغضب) مبتدا بانہم الخ اسکی خبر - بغیر الحق موضع نصب مین ہے بسبب حال ہونیکے ضمیر یقتلون سے تقدیرہ یقتلونہم مبطلین - ذلک اشارہ ہے جمیع امور مذکورہ کی طرف ثانیًا ولا ذکر مبتدا بما عصوا الخ خبر

تفسیر اس بڑی آیت مین اذ قلتم سے لیکر ما سالتم تک تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے روبرو کے واقع کیطرف اشارہ ہے کہ جو یہود پر احسان اور انکی سرکشی کو یاد دلاتا ہے - بنی اسرائیل نے چونکہ خدا سے سرکشی کی تو چالیس برس تک خدا نے انکو بیابانون مین پہرایا اس عرصہ مین سوائے من سلویٰ کے اور کوئی چیز بنی اسرائیل کو میسر نہ آئی تہی - اور انسان کی طبیعت کا مقتضیٰ ہے کہ ایک طرح کی کہانے پر عرصہ دراز تک بس نہین کر سکتا اسلئے بنی اسرائیل نے موسیٰ سے یہہ شکایت کی (جیسا کہ سفر عدد کے گیارہوین باب مین مذکور ہے اور موسیٰ علیہ السلام کو یہہ منظور تہا کہ کسی طرح یہہ لوگ ملک کنعان مین پہونچین اور وہان کی قومین حیتون اور اموریون اور عمالیق کے جنگ سے ڈرکر یہین نرہین کیونکہ خدا تعالیٰ کا یہہ منشا تہا کہ بنی اسرائیل ملک کنعان مین بسین اسلئے آنہون نے فرمایا تمکو من و سلویٰ بے مشقت ملتا ہے اسکے بدلہ مین ککڑی پیاز وغیرہ وہ چیزین جو مشقت سے حاصل ہوتی ہین (اسلئے ادنیٰ ہین) لینا چاہتے ہو؟ یہ کیا عقل ہے - اور خیر اگر یہی ہے تو آگے بڑہو دشمنون سے نہ ڈرو کسی شہر مین جاؤ وہ سب چیزین ملین گی **فائدہ** فوم جسکے معنی گیہون ہین بعض اہل لغت اسکے معنے لہسن کہتے ہین - اور بعض روایات مین ثوم بہی آیا ہے اور توراۃ مین بہی لہسن لکہا ہے **فائدہ** مصر سے مراد کوئی غیر معین شہر ہے نہ مصر فرعون - ابن عباس

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَادُوا وَالنَّصَارَىٰ وَالصَّابِئِينَ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ

جو کوئی مسلمان اور یہودی اور نصرانی اور صابی اللہ پر اور روز قیامت پر ایمان لاوے اور

وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ أَجْرُهُمْ عِندَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝

اچھے کام کرے تو انکا اجر انکے رب کے ہاں ہے اور نہ ان پر کچھ خوف ہے اور نہ وہ کچھ غم کریں گے۔

علیہم الذلۃ سے حضرت موسیٰ کے بعد کا وہ واقعہ ذکر فرماتا ہے کہ جو یہود پہ وقتاً فوقتاً انکی سرکشی اور بدکاری سے گزرا وہ یہ کہ یہود نے نافرمانی اور سرکشی اور کفر و بت پرستی اختیار کی اور ناحق بہت سے انبیا علیہم السلام کو قتل کیا۔ (جیسا کہ حضرت الیاس کے زمانہ میں اور پھر حضرت زکریا اور یحییٰ کو قتل کیا اور حضرت عیسیٰ کو سولی پہ چڑھایا اور اپنے زعم میں قتل کیا) تو اسلیے خدا نے انکی سلطنت و شوکت کو مٹا دیا۔ اور ذلت و خواری تمام قوموں کی آنکھ میں پیدا کر دی۔ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشینگوئی ہے سو سچی ہوئی اب تک یہود کو سلطنت و شوکت و عزت نصیب نہیں جہاں کہیں ہیں غیر قوموں کے ماتحت ہیں۔ یہ بڑی عبرت کی بات ہے کوئی شخص اپنی علو خاندان اور بزرگ زادہ ہونے پر ناز نکرے یہود انبیاء علیہم السلام کی اولاد اور پھر سلطنت بھی نہیں سلیمان اور داود علیہم السلام کے عہد میں کس قوت کی تھی کہ جسکا بیان نہیں لیکن اپنی شامت اعمال اور خدا کے غضب سے کس درجہ ذلیل و خوار ہیں کہ تو بہ ہر شخص خدا کے غضب سے ڈرتا رہے فسق و فجور سے باز آئے۔ خدا کی اطاعت میں وہ تاثیر ہے کہ بدنام خاندانوں کو دم بھر میں خاک میں ملا دیتا ہے انبیاء زادوں کو رسوا کر دیتا ہے۔

ترکیب ان مشبہ بفعل الذین آمنوا الخ صلہ و موصول اسکا اسم من شرطیہ فی موضع ابتدا آمن باللہ الخ اسکی خبر فلہم اجرہم الخ جملہ جواب پھر یہ تمام جملہ خبر ہوا ان کی اور عائد محذوف ہے تقدیرہ من آمن منہم لفظ من مفرد ہے مگر معنی جمع کے دیتا ہے پس آمن میں لفظ کی رعایت کرکے صیغہ واحد لایا گیا اور معنی کی رعایت کرکے فلہم اجرہم الخ میں ضمیر جمع لائی گئی۔ اجرہم مبتدا فلہم خبر۔ اور اخفش کے نزدیک اجرہم جار کی وجہ سے مرفوع ہے اور عند ظرف ہے اور عامل اسمیں معنی استقرار ہے۔

تفسیر جبکہ اس سے پہلی آیت میں یہود کی ذلت اور انپر قہر الٰہی کا نازل ہونا بیان ہوا تھا جس سے یہود کو مایوسی ہوئی کہ اب ہمارا بارگاہ کبریائی میں کہاں ٹھکانا ہے؟ تو اسلیے خدا تعالیٰ نے اس آیت میں اس مایوسی کو مٹا دیا کہ ہمارے ہاں کسی شخص کی ذات سے عداوت نہیں صرف ایمان اور اعمال پر دارومدار ہے پس خواہ کوئی مسلمان ہو خواہ یہودی خواہ عیسائی ہو خواہ صابی ہو جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان لا کر اچھے کام کریگا اسکا اجر ضرور خدا کے ہاں سے ملیگا اور نہ اسکو خوف عذاب رہیگا۔ (دنیا میں) نہ مرنے کے بعد اسکو رنج ہوگا کہ ہائے ہمنے کیوں عمر کو ضائع کیا۔ اور غلط مذاہب و لغو خیالات کی پابندی کو نجات کا رستہ سمجھکر جہنم کو پہونچے۔ اور اسبات کیطرف بھی اشارہ کر دیا کہ یہود اپنے دل میں غرہ نہوں کہ ہمیں سے کچھ خدا کو ارتباط خاص ہے۔ کیونکہ اسکے سب بندے برابر ہیں جو ایمان لا اور اچھے کام کریگا درجہ پاویگا کوئی اپنے بزرگوں کی عظمت پر گھمنڈ نکرے

متعلقات [۱] اس مقام پر اکثر لوگ یہ سوال کیا کرتے ہیں کہ ان الذین آمنوا سے جو ایمان کہا گیا۔ پھر من آمن باللہ کہنا کیا معنی رکھتا ہے؟ اسکا جواب بعض یہ دیتے ہیں کہ الذین آمنوا سے وہ مراد ہیں کہ جو صرف زبان سے ایمان ظاہر کرچکے ہیں یعنی منافقین یعنے خواہ کچھ ہو خواہ وہ جو ظاہری ایمان رکھتا ہے انمیں سے جو حقیقی ایمان لاکر اعمال صالحہ کریگا خدا کے ہاں اجر پاویگا۔ مگر اصل جواب یہ ہے کہ الذین آمنوا سے حقیقی

وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّورَ خُذُوا مَا آتَيْنَاكُمْ بِقُوَّةٍ وَاذْكُرُوا مَا فِيهِ لَعَلَّكُمْ

اور یاد کرو جبکہ ہمنے تمسے عہد لیا اور بلند کیا تمپر کوہ طور کو (اور کہا) لو جو کچھ ہمنے تمکو دیا ہے مضبوط ہو کر اور یاد رکھو جو کچھ اسمین ہے تاکہ تم پرہیزگار ہو

تَتَّقُونَ ۝ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ مِنْ بَعْدِ ذَٰلِكَ فَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ لَكُنْتُمْ مِنَ الْخَاسِرِينَ ۝

پھر تم پھر گئے اسکے بعد پس اگر تمپر خدا کا فضل اور اسکی رحمت نہوتی تو تم تباہ ہو جاتے۔

اہل ایمان مراد ہین کہ جو زمانہ ماضی مین ایمان لاچکے ہین اور آمن سے غرض ان آیندہ میں ایمان پر ثابت قدمی مقصود ہے یعنی خواہ یہود ہو خواہ حقیقی مومن انمین سے جو ایمان پر قایم رہیگا الخ (تفسیر کبیر) مگر یہان ایک اور نکتہ ہے وہ یہ کہ یہ بات تو سب کے نزدیک مسلم تھی کہ جو ایمان لا کر عمدہ کام کریگا اجر پاویگا پس خدا تعالی اس وصف کو علی العموم بلا تعیین قوم و شخص سب کے لئے ثابت کرتا ہے یعنی خواہ کوئی ہو جو ایسا کریگا اجر پاویگا خواہ وہ مسلمان ہو خواہ یہودی یا نصرانی تاکہ مسلمانون کا راہ راست پر ہونا برہان سے ثابت ہو جاے ولطفہ لا یخفی علی صاحب الذوق السلیم ؂

ترکیب۔ اخذنا فعل نحن فاعل میثاقکم مفعول و حالیہ رفعنا فعل نحن فاعل الطور مفعول فوقکم ظرف متعلق ہے فعل سے قلنا محذوف خذوا ما آتیناکم الخ مقولہ بقوۃ حال ہے ضمیر خذوا سے اے خذوا عازمین فضل اللہ الخ مبتدا خبر محذوف ای لولا فضل اللہ حاضر کوفیون کے نزدیک لولا کے بعد اسکا اسم ہے

(تفسیر)

یہ دسوان واقعہ ہے کہ جسمین خدا نے بنی اسرائیل سے توراۃ پر عمل کرنے کا اپنی مہربانی سے عہد لیا تھا اور جسطرح ماں باپ اولاد کو اسکے فائدہ کے لیے زبردستی دوا پلاتے ہین اسیطرح خدا نے کوہ طور اٹھا کر ڈرایا کہ لو توراۃ پر عمل کرو اور اسکو یاد رکھو ورنہ دبکر مرتے ہو چنانچہ بنی اسرائیل نے خدا سے عہد باندہا جیسا کہ سفر خروج کے انیسوین باب مین اشارہ ہے لیکن باوجود اس عہد کے پھر بنی اسرائیل پھر گئے اور طرح طرح کی بدکاری اور بت پرستی مین مصروف ہوئے جیسا کہ زمانہ سلاطین اور قضات مین واقع ہوا مگر خدا رحیم ہے اسنے اپنے فضل و رحمت سے پھر وقتاً فوقتاً انبیا بھیجے کہ جو بنی اسرائیل کو ہرطرح کی ہلاکی اور بربادی سے بچاتے رہے ورنہ نیست و نابود ہو جاتے پس خدا تعالی اس انعام کو یاد دلاتا ہے اور آنحضرت کو انکی سرکشی سے متنبہ کرکے تسلی دیتا ہے کہ باوجود اس قدر عہد موثق کے وہ خدا سے پھر گئے اور توراۃ کو نمانا پس اگر وہ قرآن کو نہ مانین تو کچھ تعجب نہین ؂ فائدہ سورہ اعراف مین بھی خدا تعالی نے اس واقعہ کو بیان کیا ہے واذ نتقنا الجبل فوقہم کانہ ظلۃ وظنوا انہ واقع بہم الآیۃ پس ظاہر الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا نے پہاڑ کو انپر اٹھا کر خوف دلایا تھا وہ قادر ہے اور بعض ملاحدہ کہ جو خرق عادات کے منکر ہین اسکی یہی تاویل کرتے ہین کہ پہاڑ کا اوپر اٹھنا ثابت نہین ہوتا بلکہ اس پہاڑ کی جڑ مین یہود کھڑے تھے اور پہاڑ کے لرزنے سے ڈرتے تھے کہ اوپر نہ آ پڑے

یہود کے معنی تو ظاہر ہین کہ بنی اسرائیل کو کہتے ہین مگر وجہ تسمیہ مین اختلاف ہے قوی یہ ہے کہ یہودا حضرت یعقوب کے بیٹے کا نام ہے۔ انکے نام سے یہ قوم نامزد ہو گئی اور نصاری عیسائیون کو کہتے ہین اسلئے کہ ناصرہ شام مین ایک گانو ہے وہان انکے حضرت عیسی رہے تھے۔ اور یہ لفظ عیسائیون مین سے ایک فریق خاص کے لیے بھی بولا جاتا ہے یعنی کلیسا عرب کے لیے

صابی ایک قدیم فریق ہے کہ جو حضرت نوح علیہ السلام کو مانتا ہے اور ستارونکو مدبر عالم جانکر پرستش کرتا ہے۔ اس فریق کے عقاید اور دلائل کتاب الملل والنحل مین بڑی شرح و بسط سے لکھے ہین حضرت ابراہیم علیہ السلام اسی فریق سے مقابلہ ہوا تھا۔ یہ لوگ عراق مین تھے بولتے ہین۔ صبا اذا خرج من دین الی آخر ؂

وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِيْنَ اعْتَدَوْا مِنْكُمْ فِي السَّبْتِ فَقُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خَاسِئِيْنَ ۝ فَجَعَلْنَاهَا نَكَالًا لِّمَا

اور بیشک تمکو معلوم ہین وہ لوگ کہ جنہون نے تم مین سے سبت کے دن زیادتی کی تہی پس ہمنے اُنکو کہا کہ ہو جاؤ بندر ذلیل دہتکارے ہوے پس کردیا ہمنے اس واقعہ کو عبرت

بَيْنَ يَدَيْهَا وَمَا خَلْفَهَا وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝

اس زمانہ کے لوگون کے لیے اور پچہلے لوگون کے لیے اور (بنایا اسکو) نصیحت پرہیزگارون کے لیے

ترکیب علمتم بمعنی عرفتم فعل تم فاعل الذین اعتدوا الخ جملہ مفعول منکم حال ہے ضمیر اعتدوا سے ای المعتدین کائنین منکم فی السبت متعلق ہے اعتدوا سے خاسئین خبر ثانی ہے یا خاسئًا اذلاء ہے صفت ہے قردة کی اور ممکن ہے کہ خبر ثانی ہو یا کونوا کی فاعل سے حال ہے فجعلناھا ای العقوبة نکالًا مفعول ثانی ہے۔

تفسیر جب بنی اسرائیل کو اپنے انعام یاد دلاچکا تو اسکے بعد جو کچہہ نافرمانی اور انعام پر ناشکری کرکے بڑے بڑے نتیجے پیدا ہوئے ہین یاد دلاتا ہے تاکہ لوگونکو عبرت اور نصیحت ہو اور یہہ بہی معلوم ہو کہ اس قسم کے وقعات پر سواے اس شخص کے (کہ توراۃ کیا بلکہ مجموعہ عہد عتیق کا بڑا حاوی ہو) اور کوئی عادتًا واقف نہین ہو سکتا بالخصوص شخص کہ جو اُمی محض ہو اور جسنے یہود کے ملک مین پرورش بہی نپائی ہو چہ جائیکہ اُنکی تعلیم و صحبت پس حالات بیان کرنا صریح اسبات کی دلیل ہے کہ خدا علام الغیوب اس شخص کو خبر دے رہا ہے اور یہہ اسکا سچا نبی ہے۔ پس پہلے اس واقعہ کو بیان کرتا ہے کہ جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سیکڑون برس بعد یہود پر گزرا وہ یہہ کہ حضرت داؤد کے عہد مین سمندر کے کنارہ پر ملک شام مین کوئی شہر یا قصبہ تہا (جسکو بعض نے ایلہ کہا ہے) ہفتہ کے روز کہ جسکو سبت کہتے ہین موسیٰ علیہ السلام کے دین مین شکار کہیلنے یا اور کاروبار دنیاوی کرنے کی سخت ممانعت تہی۔ جیسا کہ توراۃ مین موجود ہے۔ وہان کے لوگون نے کیا حیلہ کیا کہ پانی کی نالیان حوضون مین لالین پس ہفتہ کے روز اُن نالیون کے ذریعہ سے حوضون اور نالون مین مچہلیان جمع ہوجاتی تہین وہ نالیون کو بند کر دیتے تہے پہر اتوار کو پکڑ کر کہاتے تہے جب پشت گزر گئی تو نئی پشت کے لوگ تو خاص ہفتہ کے روز بہی مچہلیان پکڑنے لگے ہر چند انبیا اور صلحا سمجہاتے تہے مگر وہ نہ مانتے تہے۔ پس خدا نے اُنپر قہر نازل کیا کہ طاعون مین مبتلا ہوے۔ اور شدت ورم سے اُنکی شکلین بگڑ کر بندرون کی سی صورتین ہوگئین اور تین روز مین ہزارون آدمی مرگئے۔ چنانچہ سموئیل کی دوسری کتاب کے ۲۴ باب مین مجملًا اس قصہ کیطرف اشارہ ہے۔ اور یہود مین یہہ واقعہ عبرت انگیز ہر شخص کے زبان زد تہا۔ چنانچہ آنحضرت علیہ السلام کے ہمعصر یہود مدینہ بہی اسکو خوب جانتے تہے۔ اسلیے فرمایا و لقد علمتم اس واقعہ کو سورۂ اعراف مین بہی خدا تعالے یاد دلاتا ہے۔ واسئلهم عن القرية التي كانت حاضرة البحر اذ يعدون في السبت اذ تأتيهم حيتانهم يوم سبتهم شرعا ويوم لا يسبتون لا تأتيهم كذلك الآیہ مجاہد نے کہا ہے کہ خدا نے اُنکو سچ مچ بندر ہونے کا حکم نہ دیا تہا جسطرح احمق اور بے شرم کو گدہا اور کتا کہتے ہین اسیطرح اُنکو بندر فرمایا۔ مگر جب اس کلام کے حقیقی معنی جو ہمنے بیان کیے صحیح ہوسکتے ہین تو مجاز کیطرف رجوع کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ **فائدہ**۔ ان بندرون کو انکی نسل سمجہنا بے وقوفی ہے۔

ف۱ کیونکہ اس باب کے اول مین ہے۔ بعد اسکی خداوند کا غصہ اسرائیل پر بڑہکا الخ اور پہر اخیر مین ہلاکی کی تشریح ہے۔ پس اگر یہہ واقعہ نہ تہا تو پہر اور کونسی باعث غصہ بڑہکنے کی تہی بیان کرو ۱۲ منہ

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖٓ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَةً ۭ قَالُوْٓا اَتَتَّخِذُنَا هُزُوًا ۭ قَالَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ اَنْ اَكُوْنَ

اور (یاد کرو) جبکہ موسی نے اپنی قوم سے کہا کہ تمکو خدا حکم دیتا ہے کہ ایک بیل ذبح کر ڈالو وہ بولے کیا آپ ہمسے دل لگی کرتے ہو؟ (موسی نے) کہا خدا کی پناہ کہ میں ہوؤن ملون

مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ۝ قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا ھِيَ ۭ قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا فَارِضٌ وَّلَا بِكْرٌ ۭ عَوَانٌۢ

(بنی اسرائیل نے) کہا اپنے خدا سے پوچھو تاکہ وہ ہمکو بتائے کہ وہ کیا ہے؟ کہا (موسی نے) وہ یہ فرماتا ہے کہ وہ ایک ایسا بیل ہو کہ جو نہ بڈھا ہو نہ بچہ

بَيْنَ ذٰلِكَ ۭ فَافْعَلُوْا مَا تُؤْمَرُوْنَ ۝ قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا لَوْنُهَا ۭ قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ

اسکے درمیان میں ہو پس اب تو کرو جو تمکو حکم دیا گیا ہے۔ وہ بولے اپنے رب سے پوچھو وہ ہمکو بتائے کہ اسکا کیا رنگ ہو؟ (موسی نے) کہا وہ فرماتا ہے کہ وہ ایسے زرد ڈہڈہاتے

صَفْرَاۗءُ ۙ فَاقِعٌ لَّوْنُهَا تَسُرُّ النّٰظِرِيْنَ ۝ قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا ھِيَ ۙ اِنَّ الْبَقَرَ تَشٰبَهَ عَلَيْنَا ۭ وَاِنَّآ

رنگ کا بیل ہو کہ جو دیکھنے والونکو خوش معلوم ہوتا ہو۔ وہ بولے اپنے رب سے پوچھو کہ وہ کیا ہے اسلیے کہ بیلون میں ہمین اشتباہ ہو گیا اور ہم اگر

اِنْ شَاۗءَ اللّٰهُ لَمُهْتَدُوْنَ ۝ قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا ذَلُوْلٌ تُثِيْرُ الْاَرْضَ وَلَا تَسْقِى الْحَرْثَ ۚ مُسَلَّمَةٌ لَّا

خدا نے چاہا تو راہ پالینگے کہا وہ فرماتا ہے کہ وہ ایک ایسا بیل ہو کہ جو نہ ہلون میں جتا ہو اور نہ لاؤ میں جتا ہو عمدہ ہو

شِيَةَ فِيْهَا ۭ قَالُوا الْـــٰٔنَ جِئْتَ بِالْحَقِّ ۭ فَذَبَحُوْھَا وَمَا كَادُوْا يَفْعَلُوْنَ ۝

او سمین کوئی داغ دہبہ نہ ہو بولے اب آپنے ٹہیک بات بتلائی پس اسکو ذبح کر دیا مگر کرنیوالے نہ تہے

ترکیب قال فعل موسی فاعل لقومہ متعلق ہے ان اللہ یامرکم الخ مقولہ ان تذبحوا بقرۃ نزع خافض کیوجہ سے محلا منصوب ہے ای بان تذبحوا قالوا فعل ہم فاعل آ استفہامیہ تتخذ فعل انت فاعل نا مفعول اول ہزوا بمعنی مہزوا بہ مفعول ثانی اور جواب استفہام معنی اعوذ باللہ میں کس لیے کہ ٹہٹہا کرنا جاہلونکا کام ہے مراد یہ ہے کہ میں دل لگی نہیں کرتا۔ ما مبتدا ہی خبر جملہ مفعول یبین کا قال فعل ہا فاعل انہ یقول الخ مقولہ انہا میں ہا اسم بقرۃ خبر موصوف لا فارض و لا بکر عوان تینون اسکی صفت ما موصولہ تؤمرون بہ صلہ جملہ مفعول فافعلوا صفراء صفت اول بقرۃ کی فاقع اسم فاعل لونہا اسکا فاعل مجموعہ صفت دوم تسر الناظرین جملہ صفت سوم ان شاء اللہ شرط تقدیرہ ان شاء اللہ ہدایتنا جواب اسکا لمہتدون شرط بیچ میں آگئی اور مبرد کے نزدیک جواب محذوف ہے بقرۃ موصوف لا ذلول صفت تثیر الارض حال ہے ضمیر ذلول سے تقدیرہ لا تذل فی حال اثارتہا اور ممکن ہے کہ صفت بقرہ کی ہو۔ ولا تسقی الحرث صفت بقرہ کی اور مبتدا محذوف کی خبر بھی ہو سکتی ہے۔ اور اسیطرح مسلمۃ اور لا شیۃ فیہا دشی یشی سے مشتق ہے اصل شیۃ کی وشیۃ ہے واو حذف ہوا الآن میں الف لام زائدہ ہے زجاج کے نزدیک مبنی ہے اسلئے کہ اسمین معنی اشارہ کے ہیں جسکے معنی ہین ہذا الوقت مبتدا جئت الخ خبر بالحق جائز ہے کہ مفعول بہ جئت کا ہو والتقدیر ذکرت الحق اور جئت کی ت سے حال بھی ہو سکتا ہے ای جئت ومعک الحق ۔

تفسیر ان آیات میں یہ دوسرا واقعہ خدا تعالی بیان فرماتا ہے اور بنی اسرائیل کی عادت عدول حکمی و طبیعت نکتہ چینی ظاہر کرتا ہے کہ اگر قرآن میں نکتہ چینیان کرین تو کچھ تعجب نہیں۔ جبکہ انکے اسلاف موسیٰ کے صدہا معجزات دیکھکر ایک ذرا سے حکم میں کتنی نکتہ چینیان کرین جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ بڑی گران قیمت کو وہ بیل میسر آیا۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ بنی اسرائیل میں کسی شخص نے اپنے مورث مالدار کو قتل کرکے غیر جگہہ ڈالدیا اور خونکا دعوی انہنے کیا یہ مقدمہ حضرت موسی کے روبرو پیش ہوا حضرت نے حکم دیا کہ ایک بیل کو ذبح کرکے اسکا کوئی

بارچہ اس میت پر رکھدو یہ آپ بول اُٹھیگا اور اپنے قاتل کو ظاہر کردیگا۔ لوگونکو اسبات سے تعجب ہوا۔ اور یہ سمجھے کہ موسیٰ دل لگی کرتے
مین آپنے کہا استغفر اللہ دل لگی جاہلون کا کام ہے۔ پہر وہ یہ سمجھ کر جانے وہ بیل کس قسم کا ہے کہ جسکے پارچہ رکھنے سے مردہ بول اُٹھیگا
(حالانکہ یہ بات معجزہ سے ہی نہ کہ بیل کی تاثیر سے) اسلئے موسیٰ سے اُتنے سینے پوچھنے لگے آخر اس صفت کا ایک بیل بڑی گران
قیمت سے خرید کر ذبح کیا اور اُسکا ایک ٹکڑا میت پر رکہا اُس نے اپنا قاتل بیان کردیا۔ کہ جو قصاص مین مارا گیا اور حصہ سے
بہی محروم رہا۔ اِسجگہ صرف بیل ذبح کرنے کا قصہ ہے اور اگلی آیات مین واذ قتلتم نفسا مین میت کے بدن پر گوشت مارنیکا
ذکر ہے ہر چند یہ دونون باتین ایک ہی قصہ کے متعلق ہین مگر چونکہ دونون مین ایک جدا جدا نکتہ ہے اسلئے دونونکو جدا جدا
بیان کیا۔ اول مین یہ نکتہ ہے کہ بنی اسرائیل کو چونکہ نبی کی قول مین تردد ہوا اور زیادہ نکتہ چینیان کین تو ہان بہت قیدین
لگتی گئین آخر بدشواری ان اوصاف کا بیل نہایت گران قیمت کو دستیاب ہوا۔ پس لازم کہ جس بات کا نبی حکم دے اُسکو بے تامل
عمل مین لاوے اسلئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر جس بیل کو چاہتے بنی اسرائیل ذبح کردیتے کافی تہا مگر اُنہون نے تشدد کیا تو
اُنپر تشدد ہوتا گیا (رواہ مسلم وغیرہ) اور اسلئے احکام الٰہی مین زیادہ تر استفسار کرنے کو بُرا سمجہتے تھے کیونکہ لوگ پوچھیں گے اُنپر
قید شرعی لگ جاویگی مطلق مقید ہوکر خواہ مخواہ دقت واقع ہوگی بلکہ قرآن مجید مین خدا نے بہی اسبات کو منع کردیا۔ لاتسئلوا عن اشیاء
فرمایا۔ اور یہ بہی اسمین اشارہ ہے کہ بنی اسرائیل اولاد ابراہیم ہونیکا دعویٰ کرکے زبردستی سے جنت اور نجات کے وارث
بنتے ہین اور اُنکے بزرگون کی یہ حالت تہی کہ نبی کے فرمانے سے ایک بیل بہی بمشکل ذبح کیا اور وہ ایسے فرمانبردار تہے کہ خواب
مین اشارہ پاکر بیٹے کی قربانی پر آمادہ ہوگئے پہر جب بزرگونکی پیروی نہین تو بزرگ زادہ ہونے سے کیا فائدہ۔
دوسرے قصہ مین یہ اشارہ ہے کہ جسطرح خدا نے اُس مردہ کو زندہ کردیا کہ جسکے بنی اسرائیل منکر ہین تو آخر کو حشر کو تمکو قیامت مین کر زندہ کریگا مومن کیون شک کرے
فائدہ اول علما مفسرین نے لکہا ہے کہ یہ بیل ایک شخص کا تہا۔ مرتے وقت اُسنے ایک لڑکا یتیم اور یہ بیل چھوڑا اور خدا تعالیٰ سے
عوض کیا کہ مین آپکے سپرد کرتا ہون۔ یہ لڑکا اپنی والدہ کا نہایت فرمانبردار تہا پس جب بنی اسرائیل مین یہ قصہ پیش آیا تو یہ تمام
صفات اُس بیل مین پائی گئین بنی اسرائیل نے اُس سے خریدنا چاہا اُسنے اپنی والدہ کی اجازت پر منحصر رکہا اُسکی والدہ نے اسقدر قیمت کی
جودت العمر فرزند سعادتمند اور اس بیوہ کو کافی ہوگئی۔ خدا تعالیٰ نے اُس نیک مرد کے توکل کا اور اس فرمانبردار فرزند کی اطاعت کا ثمرہ دکہایا۔
فائدہ دوم بیل کے ذبح کرنے مین ایک تو یہی سر تہا۔ اور دوم چونکہ بنی اسرائیل نے بیل کی پرستش کی تہی اسلئے اُسکی
قربانی سے اُنکی دلون مین سے اِس جانور کی عظمت کا دور کرنا بہی مقصود تہا۔ اور یہی کوئی سر ہو تو وہی جانتا ہے۔
فائدہ سوم علماء نے یہان بہت کچہ موشگافی کی ہے کہ آیا ابتدا بیل معین تہا یا غیر معین۔ پہر گاے ہی کیون کہا کیف
ہی کیون نہ تہا وغیر ذلک۔ اب خدا تعالیٰ اُس دوسری بات کو ذکر کرتا ہے۔

وَإِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا فَادَّارَأْتُمْ فِيهَا ۖ وَاللَّهُ مُخْرِجٌ مَّا كُنتُمْ تَكْتُمُونَ ۝ فَقُلْنَا اضْرِبُوهُ بِبَعْضِهَا ۚ كَذَٰلِكَ

اور (یاد کرو) جبکہ تمنے ایک شخص کو قتل کرکے باہم اختلاف کیا اور اللہ کو تو ظاہر کرنا تھا وہ چیز کہ جسکو تم چھپاتے ہو پس ہمنے حکم دیا کہ اس (میت) کو اس بیل کا ٹکڑا لگا دو اسیطرح

يُحْيِي اللَّهُ الْمَوْتَىٰ وَيُرِيكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ۝

اللہ مردونکو زندہ کر دیتا ہے اور تمکو اپنی نشانیان دکہایا کرتا ہے تاکہ تم سمجھو۔

ترکیب وا و حرف عطف ایک جملہ کا پہلے جملہ پر عطف ہوتا چلا آتا ہے اذکر محذوف عامل اللہ مبتدا مخرج اسم جملہ اسکی خبر ما موضع نصب مین ہے بسبب مخرج کے اور ما الذی کے معنے مین ہے اور عائد محذوف ہے۔ کذلک کاف موضع نصب مین ہے کیلئے کہ نعت ہے مصدر محذوف کے تقدیر یہ یحیی اللہ الموتی احیاء مثل ذلک اور ادارأتم کی اصل تدارأتم ہے بروزن تفاعلتم تخفیف کیلئے ایک تا کو دے سے بدلکر دال کو دال مین ساکن کرکے ادغام کر دیا۔ چونکہ ابتدا بسکون متعذر تھی ہمزہ وصل اول مین لائے ادارأتم ہوا۔

تفسیر یہ دوسرا وقوعہ ہے کہ جسمین حق تعالی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ ایک معجزہ دکہایا وہ یہہ کہ حکم دیا کہ اس بیل کا پارچہ البعض کہتے ہین بان بعض کہتے ہین دم) اس میت پر جو مردہ ہے ہی اوٹہیگا چنانچہ ایسا کیا او اسنے زندہ ہوکر اپنا قاتل بتلا دیا۔ اب اللہ تعالی فرماتا ہے کہ ہم مردونکو اسطرح زندہ کر دیا کرتے ہین اور تمکو اپنی نشانیان دکہا دیا کرتے ہین تاکہ تم ایمان لاؤ اور خدا کو قادر مطلق سمجھو یہہ تو معجزہ ہی ہے کہ بیل کے ذبح کرنے کی کیون مشقت ڈالی یون ہی اسکو کیون زندہ نکر دیا اسکو وہی جانتا ہی مگر دو فائدہ اسکے ظاہر ہین۔ اول حشر کا ثبوت دوم اونکی سرکشی پر تازیانہ واضح ہو کہ دہریہ ایسے خوارق کے منکر ہین اور چاہتے ہین کہ اہل ادیان بالخصوص مسلمان بہی منکر ہو جاوین اسلئے بعض نے ان آیات کے معانی کو بدلا اور اب تک بہت سی بین بنائین پہر اپنی توجیہ باطل سے پہلی عبارت اخفا کرکے انکو اٹھانا چاہا مگر اٹھا نہ سکا اول شبہ کا جواب دیا کہ اضربوہ کی ضمیر میت کیطرف و ببعضہا کی ضمیر مؤنث نفس کیطرف پہرتی ہے۔ سو یہہ جواب غلط ہے اسلئے کہ نفس کا اطلاق جسم مردہ پر نہین آتا زندہ کو کہتے ہین اور ٹکڑا بہی نفس کا نہین ہوتا بلکہ جسم کا پہر اسکی طرف ضمیر کس طرح راجع ہو سکتی ہے ہا دوسرا شبہ موتی و یحیی کے معنی پر ہے کیونکہ موتی کے معنی نامعلوم اور یحیی کے معنے ظاہر کرنے کے ماول ہیں اسلئے ہین اسکا جواب یہ ہے کہ آیت وکنتم امواتا فاحیاکم مین بہی یہی معنی مراد ہین اور لفظ مخرج اور تکتمون جو مقابلہ مین پڑا ہے اس معنے کے لئے قرینہ ہے یہہ جواب بہی غلط ہے (۱) اول تو آیت مذکورہ مین یہہ معنی مراد نہین اور جو ہون تو ایک جگہ مجاز تسلیم کرنے سے ہر جگہ حقیقی معنی متروک نہین ہو سکتی اور نہ یہہ قرآن اس معنی کے لئے ہو سکتے ہین (۲) دوم مخرج اور تکتمون تو یہی چاہتا ہے کہ یحیی کے معنی زندہ کرنا اور موتی میت کی جمع کے معنے مراد لئے جاوین تاکہ آنکی خفیہ خیانت کا اظہار پایا جاوے۔ تیسرا شبہ کذلک کے معنی درست نہین ہوتے اسکا جواب یہ ہے کہ فاظہرہ اللہ مقدر مانکر تشبیہ درست ہو جاویگی اور مقدر ماننا خلاف عقل ہے نہ نقل یہہ جواب بہی غلط ہے کیونکہ یہہ کہنا آیتہ کہ وہ تمکو اپنی نشانیان دکہاتا ہے تصریح دلیل ہے کہ یہہ فعل خارق عادت ہے کہ جو بغیر محسوس خدا تعالی کے وجود کی دلیل بنایا گیا ہے۔ ورنہ اسطرح کی ٹوٹکے اور شعبدے آیات الہی نہین ہو سکتی۔ اگر عقل ہو تو سمجھو مگر تمہارے دل تو پتہر سے بہی زیادہ سخت ہو گئے

ثُمَّ قَسَتْ قُلُوبُكُم مِّنۢ بَعْدِ ذَٰلِكَ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ أَوْ أَشَدُّ قَسْوَةً ۚ وَإِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ

پھر اسکے بعد تمہارے دل سخت ہوگئے پس وہ پتھر کی مانند ہیں یا سختی میں اُنسے بھی زیادہ اور بیشک بعض پتھر تو ایسے بھی ہیں

الْأَنْهَارُ ۚ وَإِنَّ مِنْهَا لَمَا يَشَّقَّقُ فَيَخْرُجُ مِنْهُ الْمَاءُ ۚ وَإِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللَّهِ ۗ

کہ جن سے نہریں پھوٹ نکلتی ہیں اور بعض ایسے ہیں جو پھٹتے ہیں پھر اُنسے پانی نکلتا ہے اور بعض ایسے ہیں کہ خدا کے خوف

وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ۝

سے نیچے گرتے ہیں اور اللہ تمہارے کام سے بیخبر نہیں ہے

ترکیب ثم استبعاد قسوۃ کیلئے ہے نہ کہ تراخی کیلئے قست فعل قلوبکم فاعل من بعد ذلک متعلق ہے فعل سے ہی مبتدا کالحجارۃ مستقر متعلق ہوکر خبر ہے۔ اور ممکن کہ کاف اسمیہ بمعنی مثل ہو اور متعلق نہو۔ اور بمنزلہ اس آو کے ہے کہ جو اوکصیب میں ہے، اشد معطوف ہے کاف پر تقدیر ہی اشد قسوۃ تمیز ہے لما میں ل تاکید اور ما موصولہ موضع نصب میں ہے کیونکہ اسم ان ہے اور یتفجر منہ الانہار جملہ فعلیہ اسکا صلہ اور من الحجارۃ خبر ان ہے اور اسی پر وان منہا لما یشقق کو قیاس کرنا چاہئے من خشیۃ اللہ موضع نصب میں ہے یہبط سے کما تقول یہبط خشیۃ اللہ باقی صاف ہے +

تفسیر خدا تعالی بنی اسرائیل کو فرماتا ہے کہ ان واقعات و عجائبات قدرت کے دیکھنے کے بعد تمکو مسا وانی ہوگئی۔ اور بجائے گھر کی طرح ہوگئے اور گناہ کرتے کرتے تمہارے دل پتھر کیطرح سخت ہوگئے جسطرح پتھر میں اثر نہیں ہوتا اسیطرح تمہارے دلوں میں انبیاء علیہم السلام کی نصیحت اثر نہیں کرتی بلکہ پتھروں سے تو کچھہ فائدہ بھی ہے اور وہ کچھہ اثر بھی قبول کرتے ہیں کسلئے کہ بعض میں سے تو پانی کے چشمہ پھوٹ کر نکلتے ہیں کہ جنسے خلق فیض پاتی ہے۔ اور بعض میں سے پانی جھرتا ہے جبکہ وہ انجرات کے زور سے پھٹ جاتے ہیں اور بعض پتھر پہاڑ کی چوٹی سے گرتے ہیں گویا کہ ہیبت الٰہی سے لرزکر سجدہ میں گرتے ہیں اور تمہارے دلوں میں تو یہہ بھی وصف نہیں پس وہ گویا پتھروں سے بھی سخت ہیں سو اگر یہہ لوگ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ مانیں یا آپکے معجزات اور پر اثر وعظ پر ٹھٹھہ اڑا دیں تو اُنسے کچھہ تعجب نہیں اس سے کوئی عرب یا اور قوم یہ نہ سمجھے کہ نبی علیہ السلام کی نبوت و فیض ہدایت کا قصور ہے بلکہ انکی استعداد میں قصور ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بھی یہود کی سخت دلی کی مذمت فرمائی اور اُنکو سانپوں کے بچے کہا۔

متعلقات

قساوۃ غلاظت اور سختی کو کہتے ہیں جیسے کہ پتھر میں ہوتی ہے۔ اور دل کی قساوت یہہ ہے کہ اُسمیں خوف و عبرت کی جگہہ نہو۔ تفجر۔ کہلجانا پھوٹ پڑنا۔ چونکہ پہاڑوں میں بعض جگہ تو بڑے زور سے پانی نکلکر اُس سے دریا اور نہریں بہتی ہیں جیسا کہ دریاے گنگا اور جمنا کا منبع۔ اور بعض پہاڑوں میں انجرات کی شدت سے پتھر پھٹ کر اونسے تھوڑا تھوڑا پانی رسنے لگتا ہے۔ اسلئے ان دونوں باتوں کو جدا جدا بیان فرمایا۔ اور جو دونوں کو ایک سمجھکر کلام الٰہی پر اعتراض کرتا ہے وہ جاہل ہے

أَفَتَطْمَعُونَ أَنْ يُؤْمِنُوا لَكُمْ وَقَدْ كَانَ فَرِيقٌ مِنْهُمْ يَسْمَعُونَ كَلَامَ اللَّهِ ثُمَّ يُحَرِّفُونَهُ مِنْ بَعْدِ مَا عَقَلُوهُ

(اے مسلمانون) کیا تمکو یہ توقع ہے کہ وہ (یہود) تمہین مانینگے حالانکہ انمین سے ایک ایسا گروہ بھی تھا کہ جو کلام خدا سنتا تھا پھر اسکو سمجھنے کے بعد بدل ڈالتا تھا

وَهُمْ يَعْلَمُونَ ۝ وَإِذَا لَقُوا الَّذِينَ آمَنُوا قَالُوا آمَنَّا وَإِذَا خَلَا بَعْضُهُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ قَالُوا أَتُحَدِّثُونَهُمْ بِمَا فَتَحَ اللَّهُ

حالانکہ وہ خوب جانتے تھے۔ اور جب مسلمانون سے ملتے ہین تو کہتے ہین کہ ہم بھی ایمان لائے اور جب ایک دوسرے کو تنہا ملتا ہے تو کہتے ہین کہ کیا تم مسلمانون سے وہ بات

عَلَيْكُمْ لِيُحَاجُّوكُمْ بِهِ عِنْدَ رَبِّكُمْ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ۝ أَوَلَا يَعْلَمُونَ أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّونَ وَمَا يُعْلِنُونَ ۝

کہدیتے ہو کہ جو خدا نے تمپر ظاہر کی تاکہ اُس سے تمکو تمہارے رب کے روبرو الزام دیوین کیا تم نہین سمجھتے کیا وہ (یہودی) نہین جانتے کہ بیشک اللہ جانتا ہے جو کچھہ وہ چھپاتے ہین اور جو کچھہ وہ ظاہر کرتے ہین ۝

ترکیب ان یومنوا مین حرف جر محذوف ہے تقدیرہ فی ان یومنوا وقد کان جملہ حالیہ ہے تقدیرہ فتطمعون فی ایمانہم وشانہم الکذب والتحریف ہ منہم موضع رفع مین ہے صفت ہے فریق کی اور یسمعون الخ جملہ کان کی خبر اور فریق اسم ہے اذا حرف شرط لقوا الخ شرط قالوا آمنا جواب شرط اور اسیطرح اذا خلا بعضہم الخ شرط قالوا الخ جواب شرط بما فتح اللہ مین ما موصولہ ہے اور ممکن ہے کہ موصوفہ اور مصدریہ ہو ؛

تفسیر خدا تعالیٰ مسلمانونکو تسلی دیتا ہے کہ تم ان یہودیون سے کیا امید رکھتے ہو کہ وہ دین اسلام کو قبول کرینگے انسے یہ امید نرکھو کیونکہ یہ وہ شریر قوم ہے کہ جسمین ایسے لوگ تھے کہ جو کلام خدا کو سنکر اور خوب سمجھکر پھر اپنی خواہش نفسانی سے بدل ڈالتے تھے اور یہہ بھی جانتے تھے کہ یہ فعل سخت گناہ ہے۔ پس جس کلام کو یہ برحق سمجھتے تھے اور جس پر ایمان لا ہوئے تھے اسکی نسبت انکی یہ کارروائی تھی تو اور کا کیا ذکر ہے ؛ علمار کی اسمین مختلف قول ہین بعض کہتے ہین کہ حضرت موسیٰ کے روبرو یہود یہہ حرکت کرتے تھے کہ تورات کو سنکر اور سمجھکر پھر اسکے برخلاف عمل کرتے تھے اور کلام الٰہی کو نمانتے تھے یہی انکی تحریف تھی بعض کہتے ہین کہ موسیٰ کے بعد علمار یہود نے اپنے اغراض نفسانیہ سے تورات مین تحریف کی۔ چنانچہ حضرت عیسیٰ کی بشارات کو تاویلات اور الفاظ کی کمی بیشی کرکے بدل دیا اسلیے حواری عہد عتیق کے حوالے دیتے ہین اور انمین وہ حوالے نہین پائے جاتے ہین کسی کتاب عہد عتیق مین نہین کہ عیسیٰ ناصری کہلائیگا حالانکہ حواری کہتے ہین کہ انبیار یہہ بشارت فرما گئے ہین۔ اور بہت سے شواہد مین اسیطرح جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارات مین تصرف کیا گیا۔ اور یہی قول صحیح ہے اور اسبات کا ثبوت علمار اسلام نے کتب مناظرہ مین بڑی شد و مد سے کیا ہے اب خدا تعالیٰ یہود کی بد خصلتون سے مطلع کرکے نبی علیہ السلام کو تسلی دیتا ہے خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان یہود کی بیدینی یہانتک ہے کہ ایمان اور کفر کو ایک سرسری بات سمجھہ رکھا ہے پس جب مسلمانون سے ملتے ہین تو کہتے ہین کہ ہم ایمان لائے۔ اور جب آپسمین اکیلے ملتے ہین تو ایک دوسرے کو اسبات پر ملامت کرتا ہے کہ تم تورات اور دیگر کتب انبیار سے مسلمانون کے روبرو وہ باتین کیون پیش کیا کرتے ہو کہ جن سے انکے دین کا برحق ہونا پایا جاتا ہے کیونکہ پھر وہ جسطرح تمکو ان باتون سے الزام دیتے ہین اسیطرح عنداللہ بھی تمکو ملزم کرینگے اور خدا کے سامنے تمہارے پاس کوئی حجت اسلام قبول کرنے کی نرہیگی اسکے جواب مین خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ خدا سے کوئی بات مخفی نہین خواہ وہ ظاہر کرین خواہ وہ چھپاوین۔ مگر وہ بہرحال ہر بات جانتا ہے پس خود انکے نبی کی زبانی اور انکے علمار کی معرفت اس بات کو ظاہر کرودیگا وہ ہر حال مین خدا کے نزدیک اسلام قبول نکرنے پر ملزم ٹھہرینگے کیا وہ اسبات کو نہین جانتے ؟ عند ربکم کے معنی مین علمار کو مختلف توجیہات ہین مگر قوی اور صاف یہہ ہے ای فی حکمہ۔ اسکے بعد خدا تعالیٰ عام یہود کی بیدینی اور جہالت ظاہر کرتا ہے ؛

وَمِنْهُمْ أُمِّيُّونَ لَا يَعْلَمُونَ الْكِتَابَ إِلَّا أَمَانِيَّ وَإِنْ هُمْ إِلَّا يَظُنُّونَ ۝ فَوَيْلٌ لِلَّذِينَ يَكْتُبُونَ الْكِتَابَ

اور بعض اُمّیوں سے اَن پڑہ ہین کہ جو کتاب کو نہین جانتے ہین مگر منصوبے اور وہ صرف خیال پکاتے ہین پس خرابی ہے اُنکو کہ جو اپنے

بِأَيْدِيهِمْ ثُمَّ يَقُولُونَ هَٰذَا مِنْ عِنْدِ اللَّهِ لِيَشْتَرُوا بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا ۖ فَوَيْلٌ لَهُمْ مِمَّا كَتَبَتْ أَيْدِيهِمْ

ہاتھون سے کتاب لکھکر پہر اُسکو خدا کی طرف سے بتلاتے ہین تاکہ اُسکی وجہ سے کچھ دام لیوین پس خرابی ہے اُنکو اُنکے ہاتہون کے لکھنے پر

وَوَيْلٌ لَهُمْ مِمَّا يَكْسِبُونَ ۝ وَقَالُوا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ إِلَّا أَيَّامًا مَعْدُودَةً ۚ قُلْ أَتَّخَذْتُمْ عِنْدَ اللَّهِ عَهْدًا

اور خرابی ہے اُنکو اُنکی کمائی پر اور کہا (یہودی) کہ بجز چند گنتی کے دنون کے ہمکو آگ (دوزخکی) نہ چہوئے گی تو اُنسے کہ کیا تمنے اللہ سے کوئی عہد کر لیا ہے

فَلَنْ يُخْلِفَ اللَّهُ عَهْدَهُ ۖ أَمْ تَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ۝ بَلَىٰ مَنْ كَسَبَ سَيِّئَةً وَأَحَاطَتْ بِهِ

کہ پہر وہ اپنے عہد کے ہرگز برخلاف نہ کریگا یا تم اللہ پر وہ باتین بناتے ہو کہ جنکو جانتے نہین ہان جسنے برائی کمائی اور اُسکو اُسکے گناہون نے ہر طرف سے گہیر لیا

خَطِيئَتُهُ فَأُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ۝ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ

تو وہی دوزخی ہین وہ اُسمین ہمیشہ رہینگے اور جنہون نے ایمان لاکر اچہے کام کیے تو وہی جنتی ہین وہی اُسمین ہمیشہ رہینگے -

ترکیب اُمّیون مبتدا موصوف لا یعلمون الکتاب صفت منہم خبر مقدم الا امانی استثنا منقطع ہے بمعنی لکن امانی اُمنیہ کی جمع ہے جسکے معنی ہین آرزو اور مطلق اُسکا اطلاق جہوٹ اور آرزو اور جو پڑہنے مین آتا ہے اُسپر ہوتا ہے۔ ان بمعنی ما بقرینہ الا والتقدیر ان ہم الا قوم یظنون فویل للذین یکتبون مبتدا و خبر ہین الکتاب مفعول ہے بمعنی مکتوب اور جیسے مصدر تہا ضعیف کو اختیار کیا بایدیہم اید ید کی جمع ہے جسکی اصل یدی ہے کفلس ہے اور جمع قلت باوجودیکہ ہاتہون سے لکہتے ہین نہ پاؤن سے پہر اسکو جو ذکر کیا تو تاکید کے لیے جیسا کہ بولتے ہین اپنی آنکہ سے دیکہا لیشتروا مین لام لیقولون سے متعلق ہے مما مین ما بمعنی الذی یا نکرہ موصوفہ یا مصدریہ ہے اور اسیطرح مما یکسبون مین قالوا فعل ہم ضمیر فاعل لن تمسنا الخ جملہ مفعول ہے۔ الا ایاما مین ایام کو بوجہ ظرف ہونیکے نصب ہے نہ الا کیوجہ سے کس لیے کہ فعل الا کی نظرف سے پہلے کسی ظرف کیطرف متعدی نہین ہوا (تبیان) ایام اصل مین ایوام یوم کی جمع تہا واؤ کو یا بنا لیا اور یی مین دغام کر دیا۔ اتخذتم ہمزہ واسطے استفہام کے ہے اور ہمزہ وصل محذوف۔ بلی کلمہ ایجاب ہے۔ من بمعنی الذی اور ممکن ہے کہ شرطیہ ہو اور دونون تقدیر پر یہہ مبتدا فاصحاب النار خبر جملہ جواب شرط یا اَم ہمزہ استفہام کے معنے مین ہے ای الامرین کائن یعنی ام متصلہ یا اُسکو منقطعہ کہا جاوے بمعنے بل ہو

تفسیر یعنے اُنکے علما کا تو یہہ حال تہا اور عامیون کی یہہ کیفیت ہے کہ وہ اُن پڑہ یا کسی ورکتاب کو تو جانتے نہین صرف چند خیالی امر کو سیلے اپنے دلمین جمارکے ہین۔ اول یہہ کہ تمام مخلوق سے علیحدہ خدا کو ہمسے ایک اختصاص خاص ہین وہ یہہ کہ اُسنے ہمکو بیٹا کہا ہے اور محبوب بنایا ہے پس ہمارا ہر گناہ معاف ہے۔ دوم یہہ کہ ہمارے باپ دادا انبیاء ہین اور انکو وہ قدرت ہے کہ بغیر مرضی اُسکے ہمکو دوزخ سے چہڑا لینگے (جیسی کہ آجکل بعض جاہل پیرزادون کے خیالات فاسدہ ہین) سوم یہہ کہ فرقہ یہود کو اگر عذاب بہی ہوا تو چند روز ہوگا۔ چہارم استحقاق نبوت ہمارے خاندان کو حاصل ہے اور کسی خاندان کا شخص نبی نہین ہو سکتا (جیسے کہ ہندو برہمنون کے خیالات فاسدہ ہین) خدا تعالی فرماتا ہے کہ یہ بے اصل خیالات ہین۔ اور یہی پہر ایسکے علما اُن اور غلط روایات امر وحسب مرضی لکہہ دیا کرتے تہے اور کہہ دیا کرتے تہے کہ یہ خدا کا حکم ہے توریت مین اس سے وہ دنیا حاصل کرتے تہے خدا تعالی فرماتا ہے اُنکی اس لکہنے پر بہی افسوس ہے اور اس کمائی پر بہی افسوس ہے۔ اب خدا تعالی اُنکی آمانی کا بیان فرماتا ہے کہ وہ یہہ کہتے ہین کہ ہمکو اگر عذاب ہوا تو صرف چند روز ہوگا یعنے جتنی مدت بچہڑے کی پرستش کی خدا تعالی اُسکو رد کرتا ہے کہ کیا تمنے خدا سے عہد کر لیا ہے کہ وہ تمکو چند روز سے زیادہ عذاب دیگا۔ یا تم از خود باتین بناتے ہو بلکہ اصل امر یہ ہے کہ جو گناہ کریگا اور اُسکے گناہ اوسپر محیط ہو جاوینگے تو وہ دوزخ مین ہمیشہ رہیگا خواہ کوئی ہو یہودی ہو یا اور کوئی اور جنتی

لہ ویل زبان عرب مین ناراضی کے موقع مین استعمال ہوتا ہے جیسا کہ ہماری زبان مین تف اور پہٹ منہ بولتے ہین۔ لیکن وہ جو امام احمد اور ترمذی و ابو یعلی وغیرہ نے روایت کیا ہے کہ ویل جہنم مین ایک کنوان ہے اور ابن جریر نے روایت کیا ہے کہ وہ جہنم مین پہاڑ ہے سو اس سے مراد یہ ہے کہ یہ چیزین خدا کی کلمہ ویل کا مظہر ہین یعنی اُسکی ناراضی ان صورتون مین ظہور کریگی سو یہہ سب سچ ہے ف۔ اس آیت سے بعض نے استدلال کیا ہے کہ قرآن مجید کی اجرت کتابت اور لکہکر بیچنا جائز نہین مگر صحیح یہہ ہے کہ جائز ہے اور اسی پر علما کا فتوی ہے + (تفسیر عزیزی)

وَاِذْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا وَّذِی الْقُرْبٰی

اور جبکہ ہمنے بنی اسرائیل سے قول لیا کہ خدا کے سوا اور کسیکی عبادت نکرنا اور ماں باپ سے اور قرابت داروں اور یتیموں

وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا وَّاَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّکٰوةَ ثُمَّ تَوَلَّیْتُمْ اِلَّا قَلِیْلًا مِّنْکُمْ وَاَنْتُمْ مُّعْرِضُوْنَ

اور بیکسوں سے سلوک کیجیو اور لوگوں سے اچھی بات کہیو اور نماز قایم کرنا اور زکوۃ دینا پہر بجز چنداں میں کے تم ہی نافرمانی کرکے سب پہر گئے

ایمان لانے کے بعد اچھے کام کرے وہ ہمیشہ جنت مین رہے گا۔ خواہ کوئی ہو پس اب تمکو ایمان و اعمال صالحہ کی طرف متوجہ ہونا ضرور ہے ان بیہودہ خیالات سے کچھہ کام نہین چلتا یہہ تیسری برائی ہے جو بیان ہوئی *

ترکیب

اذ ظرف متعلق ہے اذکر کے اخذنا فعل با فاعل میثاق بمعنی عہد مفعول لا تعبدون الخ جواب قسم ہے جو اخذنا سے مستفاد ہے اے احلفنا ہم او قلنا لہم بالله لا تعبدون دوم یہہ کہ ان مراد ہو والتقدیر اخذنا میثاق بنی اسرائیل علی ان لا تعبدوا الا الله پس حرف جر حذف ہوا پہر ان حذف ہوگیا پہر مضارع مرفوع ہوگیا جیسا کہ اس مصرع مین ہے

الا ایہذا الزاجری احضر الوغی * اور بعض قرات مین ان لا تعبدوا بہی آیا ہے پس اس تقدیر پر میثاق سے بدل ہو جاویگا یا بحذف جار اسکا معمول ہوگا۔ نافع اور ابن عامر اور ابو عمرو اور عاصم اور یعقوب نے لا تعبدون ت کے ساتہہ پڑہا ہے اور باقی لوگوں نے ی کے ساتہہ اور بالوالدین احسانا متعلق ہے مضمر کے ساتہہ ای احسنوا احسانا وذی القربی اسکا عطف والدین پر ہے۔ و قولوا ای قلنا لہم قولوا قولا حسنا بضم الحاء و سکون السین و بفتحہما جیسا کہ حُزن اور حَزن دونوں درست ہین۔ بعض کہتے ہین کہ ثانی صورت مین صفت ہے مصدر محذوف کی اور اول مین مضاف محذوف ہے ای ذا حسن وانتم معرضون جملہ حال موکدہ ہے فاعل تولیتم سے

تفسیر

یہان سے لیکر چند آیات تک خدا تعالی یہود کے اس خیال باطل کو رد کرتا ہے کہ جو وہ کہتے تھے کہ ہمکو صرف چند روز عذاب ہوگا اول بار تو یون رد کیا تہا کہ تمنے خدا سے قرار لیا ہے کہ وہ تمکو چند روز سے زیادہ عذاب نکریگا ؟ حالانکہ قرار نہین لیا پہر کس اعتماد پر یہہ کہتے ہو۔ اب یہان ایک دلیل قائم کرتا ہے کہ جسکو وہ بہی تسلیم کرتے تھے۔ وہ یہہ کہ خدا نے تمسے عہد لیا تہا کہ تم خاص اُسکی عبادت کرنا ماں باپ اور قرابت داروں کے اور یتیموں اور بیکسوں سے سلوک کرنا اور اچھی بات کہنا اور نماز پڑہنا زکوۃ دینا پس بجز تہوڑے سے لوگوں کے تمنے اُس عہد کو توڑ دیا۔ اب کہو کہ جو ایسا عہد موثق توڑ دے وہ اس جرم کی عوض مین ہمیشہ جہنم مین رہے گا کہ نہین ؟

وَاِذْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَكُمْ لَا تَسْفِكُوْنَ دِمَآءَكُمْ وَلَا تُخْرِجُوْنَ اَنْفُسَكُمْ مِّنْ دِیَارِكُمْ ثُمَّ اَقْرَرْتُمْ وَاَنْتُمْ

اور (یاد کرو) جبکہ ہمنے تمسے عہد لیا کہ آپسمین خونریزی نکرنا اور نہ اپنے لوگون کو جلا وطن کرنا پہر تم نے اقرار کرلیا

تَشْهَدُوْنَ ○ ثُمَّ اَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ تَقْتُلُوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَتُخْرِجُوْنَ فَرِیْقًا مِّنْكُمْ مِّنْ دِیَارِهِمْ تَظٰهَرُوْنَ عَلَیْهِمْ

حاضر ہوکر پہر تم ہی وہ ہو کہ جو قتل کرتے ہو اپنے لوگون کو اور اپنے ایک گروہ کو انکے گہرون سے باہر کرتے ہو۔ انپر گناہ اور زیادتی سے

بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ط وَاِنْ یَّاْتُوْكُمْ اُسٰرٰی تُفٰدُوْهُمْ وَهُوَ مُحَرَّمٌ عَلَیْكُمْ اِخْرَاجُهُمْ ط اَفَتُؤْمِنُوْنَ

چڑہائی کرتے ہو اور اگر (وہی لوگ غیر قوم کے) قیدی ہوکر تمہارے پاس آتے ہین تو تم انکو فدیہ دیکر چہڑا لیتے ہو حالانکہ انکا نکالدینا تمپر حرام تہا

بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ ج فَمَا جَزَآءُ مَنْ یَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ اِلَّا خِزْیٌ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا

پس کیا تم ایمان رکہتے ہو کتاب کے ایک حصہ پر اور منکر ہو دوسرے حصہ کے پس جو تم مین سے ایسا کرے اسکی یہی سزا ہے کہ دنیا مین

وَیَوْمَ الْقِیٰمَةِ یُرَدُّوْنَ اِلٰٓی اَشَدِّ الْعَذَابِ ط وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ○ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ اشْتَرَوُا

رسوائی اور قیامت کے روز سخت عذاب مین ڈالے جاوین۔ اور اللہ تمہارے کام سے غافل نہین

الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا بِالْاٰخِرَةِ فَلَا یُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ یُنْصَرُوْنَ ○

یہی لوگ ہین کہ جنہون نے آخرت کے بدلہ مین دنیا کی زندگی کو لیا۔ پس نہ اونکے عذاب مین کمی ہوگی اور نہ اُنکی مدد کو کوئی پہونچیگا۔

ترکیب واو عطف کیلئے ہے جو ایک جملہ کا دوسرے جملہ پر چلا آتا ہے۔ اخذنا فعل با فاعل میثاقکم مفعول لاتسفکون الخ بدل ہے میثاق سے انتم مبتدا ہٰؤلاء علی حذف مضاف خبر ای مثل ہٰؤلاء اور تقتلون اور تخرجون حال ہین اور عامل انمین معنی تشبیہ تظاہرون الخ جملہ موضع نصب مین ہے اسلئے کہ یہ حال ہے فاعل تخرجون سے تظاہرون اصل مین تتظاہرون تہا ایک ت حذف ہوگئی اور بعض ت ثانی کو ظ سے بدلکر ظ کو ظ مین ادغام کرکے مشدد پڑہتے ہین۔ عدوان مصدر ہے بروزن کفران بمعنی ظلم اساری جمع اسیر کے حال ہے فاعل یاتو سے اور بعضنے اسکو اسریٰ بہی پڑہا ہے تفادوہم جواب شرط ہے وہو ضمیر شان ہے مبتدا محرم خبر اخراجہم مرفوع بسبب محرم کے۔ اور یون بہی ہوسکتا ہے کہ اخراجہم مبتدا اور محرم خبر مقدم اور جملہ خبر ہو۔ اور ہو اخراج کیطرف بہی راجع ہوسکتا ہے اور یہہ جملہ معترضہ ہے ما نافیہ جزاء الخ اسم خزی خبر فی الحیٰوة الدنیا صفت موصوف کا مجموعہ خزی کی صفت ہے اور ممکن ہے کہ ظرف ہو۔

تفسیر حضرت کے زمانہ کے وہ یہود جو مدینہ مین رہتے تہے پہلی آیت سے یہہ سمجہتے تہے کہ یہہ کچہہ برا ایمان ہین تو ہمارے بزرگونکی ہین انسے ہمکو کیا تعلق ہم تو یعقوب کے بیٹے بڑے نیک ہین ہم آتش دوزخ سے بہت چندروز بہی ہین اسلئے اس آیت مین انکی قبائح بیان کیے کہ تم کیا پہلے ہو۔ ؟ اس عہد مین تم بہی شریک ہو کہ باہم خونریزی نکرین اپنے لوگون پر ظلم سے چڑہائی کرکے انکو جلاوطن نکرین تم بہی اس عہد شکنی مین شامل ہو۔ مدینہ مین دو قوم آباد تہین ایک اوس دوسرے خزرج اور مدینہ کے آس پاس جو یہود تہے دو گروہ تہے ایک قریظہ دوسرا نضیر ان دونون قومون مین صدہا سال سخت عداوت اور جنگ و جدل تہا ایک دوسرے پر چڑہائی کرتا تہا۔ اسلئے قریظہ نے اوس سے باہم عہد دوستی محکم کیا اور نضیر خزرج کا طرفدار ہوا اوس اور اونکے حلیف قریظہ پر چڑہائی کرتا تہا (اسیطرح ہمیشہ کرتے تہے) جبتک نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ مین آئے تہے تب تک یہی حال رہا آخر حضرت کی برکت سے انصار کے دونون قبیلون مین باہم میل جول ہوگیا تہا لیکن وہی انصار کے ساتہہ ملکر دوسرے یہودیونپر چڑہائی کرتے تہے اور قتل و جلاوطنی مین کوئی دقیقہ باقی نرکہتے تہے مگر جب وہ یہودی کسیکی قید مین پڑجاتے تہے تو بہ حمیت قوم کہتے تہے انکو فدیہ (اپنے کچہہ روپیہ تاوان مین) دیکر چہڑا لیتے تہے۔ خدا تعالیٰ اونکو الزام دیتا ہے کہ تم اس عہد کے خلاف اپنے ہی بہائیونپر چڑہائی کرکے

وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ وَقَفَّيْنَا مِن بَعْدِهِ بِالرُّسُلِ وَآتَيْنَا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنَاتِ وَأَيَّدْنَاهُ بِرُوحِ الْقُدُسِ ط

اور بیشک ہمنے موسی کو کتاب دی اور اسکے بعد پے در پے رسول بھیجے اور عیسی بیٹے مریم کو کھلے کھلے نشان دئیے اور روح القدس سے انکی تائید کی

أَفَكُلَّمَا جَاءَكُمْ رَسُولٌ بِمَا لَا تَهْوَىٰ أَنفُسُكُمُ اسْتَكْبَرْتُمْ فَفَرِيقًا كَذَّبْتُمْ وَفَرِيقًا تَقْتُلُونَ ۝

کیا جب تمہارے پاس کوئی رسول وہ حکم لایا کہ جسکو تمہارا دل نہ چاہتا تھا تمنے سرکشی کی ؟ پس ایک گروہ کو تمنے جھٹلایا اور ایک گروہ کو قتل کرتے تھے ۔

انکو قتل و جلا وطن کیا کرتے ہو ؟ توراۃ کی بعض بات کو نہیں مانتے - اور پہر جس قدر حصہ کی تمکو حاجت پڑتی ہو بعض بات کو مانتے ہو پس گویا کتاب میں ایک حصہ پر ایمان رکہتے ہو دوسرے کا انکار کرتے ہو جو ایسا کریگا اسکی سزا ہے کہ دنیا میں رسوا ہو اور قیامت کو سخت عذاب میں ڈالا جاوے چہ جائیکہ چندروز عذاب بہرا کے بعد تمام قوم سلف خلف کی طرف متوجہ ہو کر فرماتا ہے کہ ان لوگوں نے آخرت کی کچھہ پروا نکی بس جہانکو عیش و آرام کے بدلہ میں دنیا فانی کو حاصل کرنا مقدم سمجہا سو یہ ہمیشہ عذاب میں رہینگے نہ انکے عذاب میں تخفیف ہوگی نہ انکی کوئی مدد کر سکیگا

ترکیب آتینا فعل با فاعل موسی مفعول اول الکتاب مفعول ثانی قفینا میں ی واو سے بدل گئی ہے قفا یقفوا اذا اتبعہ چونکہ واو چوتھے مرتبہ میں واقع ہوا ہے ی سے بدل گیا بالرسل متعلق ہے مفعول قفینا کلما حرف شرط استکبرتم جواب شرط فریقا مفعول مقدم کذبتم اسیطرح تقتلون کا فریقا مفعول مقدم ہے -

تفسیر انسان کو خدا نے دو قوتیں عطا کیں اگر انکی صلاح ہوگئی تو نجات ہوگی ورنہ فاتحہ ال اول عمدہ قوت نظریہ یعنی علمی حصہ اسکی اصلاح خدا تعالی اور اسکے انبیاء و ملائکہ و آخرت کی نسبت اعتقاد صحیح پیدا کرنا اور فساد اسمیں عقیدہ بد رکہنا دوسری قوت عملیہ یعنی عملی حصہ اسکی صلاح ہر قسم کے عمدہ اور نیک اعمال کرنا اور اسکی خرابی اسکے برعکس کرنا - یہانتک بنی اسرائیل کی وہ خرابیاں ہوئیں جو قوت عملیہ سے متعلق تہیں جیسا کہ ماں باپ اقارب یتیموں اور مسکینوں کے حقوق میں سستی اور ایذا دہی کرنا اور اس قوت کے خراب ہونے سے انسان جا بجا (الا ہر فاسق ہوتا ہے کہ جو ابدی جہنم کا مستحق نہیں ہوتا کیونکہ کبائر ایمان نہیں جاتا - پس منشاء بنی اسرائیل کے ادعا باطل کا کہ ہم چندروز سے زیادہ دوزخ میں نہیں رہ سکتے) پورا پورا ابطال نہوا تہا - اس آیت میں کامل ابطال کردیا کیونکہ قوت نظریہ میں کامل درجہ کا فساد ہے کہ خدا کی انبیاء کی تکذیب کیجاتی - اور انکے انبیاء کو قتل کیا جاوے اور جو احکام کو دل نہ چاہے تکبر اسنے اعراض ہو سو یہ سب باتیں بنی اسرائیل نے کیں جسسے انکا ملعون ہونا اور ابدی جہنم کا سزاوار ہونا ثابت ہوگیا - پس فرماتا ہے کہ ہمنے موسی کو کتاب یعنی توریت دی) اور پہر وقتاً فوقتاً دین موسوی کی اصلاح کیلئے پے در پے انبیاء بہیجے (جس طرح کہ امت محمدیہ میں ہر صدی پر مجدد قایم ہوتا ہے) یہانتک کہ بنی اسرائیل کے اخیر میں حضرت عیسی علیہ السلام کو کہلے کہلے معجزات عطا کئے اور روح القدس سے انکی مدد کی کہ جسکے آثار عجیبہ دیکہیا انہی خباثت گئی یہانتک کہ جب کبہی رسول نے انکی خلاف مرضی کوئی حکم دیا تو سرکشی کرکے ٹالدیا اور پہر بہی بس نچلا بہت انبیاء کو جھٹلایا اور بہت ناحق قتل کر دیا (جیسا کہ حضرت زکریا اور یحیی علیہما السلام وغیرہما) اب بتلاؤ اس سے زیادہ اور کونسا گناہ ہے ؟ اب کس اعتماد پر خدا کی محبت اور برگزیدہ ہونے کا دعوی کرکے اخیر میں نبی علیہ السلام سے انکار کرتے ہو - اب بہی وقت ہے کہ نبی آخر الزمان پر ایمان لاؤ ٭

فائدہ روح القدس سے مراد جبرئیل ہے بعض کہتے ہیں وہ روح مقدسہ جسکو عیسائی تثلیث میں بلفظ اقنوم کہتے ہیں اور وہ خدا اور عیسی کا غیر ہے کہ پہر تینکے مجموعہ کو جاہلانہ طور ایک کہدیتے ہیں - بعض کہتے ہیں کہ اس سے مراد حضرت عیسی کی روح ہے بعض کہتے ہیں کہ انجیل مراد ہے جو کچھہ ہو مگر حضرت جبرئیل سے حضرت عیسی کو ایک واسطہ خاص تہا کہ انکے دم کرنے سے حضرت مریم کو حمل رہا اور پہر ابتداء عمر سے لیکر آسمانپر تک ہمراہ رہے اور عجائب معجزات انہیں کی قوت کا فیض تہا ٭ نکتہ بنی اسرائیل نے جبکہ اپنے مرشدوں انبیاء علیہم السلام کو جھٹلایا اور قتل بہی کیا مگر چونکہ قتل سب سے زیادہ سخت گناہ تہا تو اسکو بصیغہ مضارع تعبیر کیا تاکہ ناظر کے روبرو انکے اس فعل شنیع کی تصویر کہنچ جاوے

وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا غُلْفٌ ؕ بَلْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَقَلِيْلًا مَّا يُؤْمِنُوْنَ ۝ وَلَمَّا جَآءَهُمْ كِتٰبٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ

اور کہتے ہیں کہ ہمارے دل غلاف میں ہیں (نہیں) بلکہ اُن پر اُنکے کفر کے سبب سے خدا نے لعنت کر دی تب ہی کم تر ایمان لاتے ہیں اور جبکہ انکے پاس خدا کی طرف سے کتاب قرآن آئی جو سچا بتلاتی ہے اُن کتابوں کو جو انکے پاس ہے

وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚ فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ ؗ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۝

اور اس سے پیشتر (اسکی برکت سے) کافروں پر فتحیابی چاہا کرتے تھے پھر جب انکے پاس آیا وہ شخص (محمد) کہ جسکو پہچان لیا تو اُسکے منکر ہو گئے پس منکروں پر خدا کی مار ہے۔

ترکیب قالوا فعل ہم ضمیر فاعل قلوبنا مبتدا غلف (بضم لام جمع غلاف اور لام کا سکون بھی ہو سکتا ہے کیونکہ مضموم کو ساکن بھی کر دیتے ہیں جیسا کہ کُتُبٌ اور کُتْبٌ) خبر جملہ مقولہ ہے۔ بل اضراب کے لئے بکفرہم کی با لعن سے متعلق ہے فقلیلا منصوب ہے اسلئے کہ صفت ہے مصدر محذوف کی اور ما زائدہ ہے ای فایمانا قلیلا یومنون لما حرف شرط جاء فعل ہم مفعول کتب موصوف من عند اللہ صفت مصدق صفت دوم اور بعض نے مصدقا بھی پڑھا ہے اس تقدیر پر یہ حال ہے پس مجموعہ فاعل۔ جواب شرط انکروہ محذوف ہے وکانوا فعل ضمیر فاعل من قبل متعلق فعل سے یستفتحون الخ جملہ خبر کانوا یہ سب جملہ حال ہے ضمیر ہم سے تقدیر یا جملہ معترضہ ہے فلما جاء الخ شرط کفروا جواب شرط ہے۔

جبکہ قرآن مجید نے انکے تمام شبہات باطلہ اور خیالات فاسدہ کا کما ینبغی بطلان کر دیا اور کوئی جواب معقول و حجت صحیحہ اسلام قبول کرنے میں ان پاس نہ رہی تو جاہلانہ یہ جواب دیا کہ ہم اپنے دین قدیم پر نہایت ثابت قدم ہیں آپکی ہم کوئی بات قبول نہ کرینگے کیونکہ ہمارے دلوں پر غلاف ہیں جس سے غیر دین کی بات ہم قبول نہیں کر سکتے۔ اسکے جواب میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ غلاف ولاف کچھ نہیں بلکہ انکے کفر کے سبب خدا نے اُن پر پھٹکار ڈال دی ہے وہی حجاب اکبر ہے۔ اسلئے کمتر ایمان لاتے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انسان جب گناہ کرتا ہے تو اسکے دل پر ایک سیاہ نقطہ ہو جاتا ہے پھر وہ بڑھتے بڑھتے تمام دل پر چھا جاتا ہے۔ یہانتک کہ پھر اسمیں کوئی حق بات اثر نہیں کرتی اور خدا نے جو یہ فرمایا کلا بل ران علی قلوبہم الآیۃ تو اس سے بھی یہی مراد ہے اگر وہ استغفار کرتا ہے تو وہ نقطہ مٹ جاتا ہے (رواہ الترمذی) اسمیں کوئی شک نہیں کہ معصیت کی ظلمت دلکو گھیر لیتی ہے سو یہی غلاف و پردہ اور دلوں کو راہ حق پر نہیں آنے دیتا اور آئندہ اور گناہ سخت بلکہ کفر بھی اسکے نزدیک ایک ادنیٰ سی بات ہو جاتی ہے بلکہ بُری باتیں اچھی و اچھی بُری دکھائی دینے لگتی ہیں۔ معاذ اللہ مرآخرت میں بھی یہ آتش دوزخ بنکر ہمیشہ دلکو جلاتی ہے نار اللہ الموقدۃ التی تطلع علی الافئدۃ سے یہی مراد ہے۔ اب خدا تعالیٰ انکے دلوں پر غلاف پڑنے کی تاثیر بیان فرماتا ہے کہ جب ان یہود کے لئے خدا کی طرف سے ایک ایسی کتاب آئی کہ جس میں اصول میں موسوی کی تصدیق ہے اور جو کفار مشرکین کے مقابلہ میں یہود کے لئے بمنزلہ شاہد عادل کے ہے یعنے قرآن مجید تو اُسکے بھی منکر ہو گئے اور لطف یہ ہے کہ بموجب بشارت تورات سفر استثنا باب ۱۸ و دیگر کتب انبیاء مثل صموئیل و حزقیل و دانیال) ایک نبی آخر الزمان کے یہود منتظر تھے کہ جسپر مخالفوں کے مقابلہ میں اپنی ترقی اور فتحمندی کے زمانہ کو پابند کر رکھا تھا اور مدینہ کے یہود بنی اسد اور بنی غطفان وغیرہ قبائل عرب سے جب شکست کھا کر عاجز ہوتے تھے تو اپنے علماء کی تعلیم سے یہ دعا کرتے تھے اللہم ربنا انا نسئلک بحق احمد النبی الامی الذی وعدتنا ان تخرجہ لنا فی آخر الزمان وکتابک الذی تنزل علیہ آخر ما ینزل ان تنصرنا علی اعدائنا کہ الٰہی ہمکو بہ برکت نبی آخر الزمان محمد اور بہ برکت قرآن مجید ہمارے دشمنوں پر فتحیاب کر (رواہ الحاکم و البیہقی) چنانچہ امام احمد اور طبرانی نے سلمہ بن قیس سے روایت کیا کہ ہمارے محلہ بنی عبد الاشہل میں ایک یہودی رہتا تھا اُس نے جب عالم آخرت کے ثواب عذاب کا بیان کیا تو ہم نے اُسکی دلیل پوچھی اُس نے کہا

بِئْسَمَا اشْتَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَهُمْ اَنْ يَّكْفُرُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بَغْيًا اَنْ يُّنَزِّلَ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ

بری ہی چیز خریدی انہون نے اپنی جانون کی عوض مین وہ یہہ کہ انکار کرتے ہین اُس چیز کا کہ جسکو خدا نے نازل کیا اس ضد سے کہ خدا نازل کرتا ہے اپنے فضل کو

مِنْ عِبَادِهٖ ۚ فَبَآءُوْ بِغَضَبٍ عَلٰى غَضَبٍ ۚ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۝ وَاِذَا قِيْلَ

اپنے بندون مین سے جسپر چاہتا ہے ۔ پس کمایا انہون نے غصہ پر غصہ اور کافرون کو عذاب ہے ذلت کا ۔

لَهُمْ اٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا نُؤْمِنُ بِمَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَيَكْفُرُوْنَ بِمَا وَرَآءَهٗ ۗ وَهُوَ الْحَقُّ

اور جب انسے کہا جاتا ہے کہ جو خدا نے نازل کیا ہے اُسپر ایمان لاؤ کہتے ہین ہم تو اسپر ایمان لاتے ہین جو ہمپر نازل کیا گیا (اور وہ اسکے سوا سبکے منکر ہین) حالانکہ وہ

مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَهُمْ ۗ قُلْ فَلِمَ تَقْتُلُوْنَ اَنْۢبِيَآءَ اللّٰهِ مِنْ قَبْلُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ وَلَقَدْ

(قرآن) حق ہے تصدیق کرتا ہے اُسکی جو اُنکے پاس ہے ۔ تو (اے محمد) انسے کہہ کہ پھر تم کیلئے خدا کے نبیونکو اگلے زمانہ مین قتل کیا کرتے تھے اگر تم ایماندار تھے ۔

جَآءَكُمْ مُّوْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ ۝

اور بیشک تمہارے پاس موسی معجزات لیکر آیا پھر اوسکے بعد تمنے بچھڑا پوجا اور تم ظالم ہو ۔

عنقریب مکہ اور یمن کیطرف سے ایک نبی مبعوث ہوگا وہ اسبات کو ثابت کریگا ۔ ہمنے پوچھا وہ کب ظاہر ہوگا اسنے میرے لڑکے کیطرف نظر کرکے کہا اگر یہہ لڑکا عمر طبعی تک جیتا رہیگا تو دیکھہ لیگا ۔ سلمہ کہتے ہین چند روز بعد آنحضرت کی خبر مشہور ہوئی پس جب مدینہ میں آئے تو ہمنے اُس یہودی سے کہا اب تو اُنپر کیون ایمان نہین لاتا اُسنے خجل ہو کر کہا یہہ وہ شخص نہین ۔ پس جب وہ نبی ظاہر ہو تو تمام اوصاف سے پہچانکر منکر ہوگئے منکرون پر خدا کی لعنت ہے ۔

ترکیب بئسما بئس فعل ذم ما نکرہ موصوفہ اشتروا بہ انفسہم جملہ اسکی صفت یہہ سب اسم بئس ان یکفروا الخ بتاویل مصدر خبر مبتدا محذوف جملہ مخصوص بالذم (یہان اور بہی احتمالات ہین) بغیا مفعول لہ ہے یکفروا کا ان ینزل الخ ای لان ینزل الخ یہہ جملہ بغیا کا مفعول لہ ہے یعنی انکی ضد اسلئے ہے کہ خدا اپنے فضل جسپر چاہتا ہے نازل کرتا ہے بنی اسرائیل کا مقید نہین ۔ اذا قیل الخ شرط قالوا الخ جواب شرط ویکفرون الخ جملہ حال ہے اُس ضمیر سے جو قالوا مین ہے وراءہ ضمیر ما کی طرف رجوع ہے وراء کی ہمزہ ہی سے بدل گئی ہے لانہ یقال تواریت اور ابن جنی کے نزدیک ہمزہ اصلی ہے وراء اصل مین مصدر ہے ظرف بنایا گیا مصدقا حال موکدہ ہے اور عامل اسکا معنے حق ہین اور اسمین ضمیر مستتر ذو الحال ہے ان کنتم الخ شرط جواب محذوف دلالت کرتا ہے سپر جملہ ما قبل وانتم ظالمون حال ہے فاعل تخذتم سے یا الگ جملہ ۔

تفسیر پہلی آیت کا منہ ہے یعنی ان یہود نے جو قرآن مجید کا اس ضد کے مارے انکار کر دیا کہ خدا تعالی کیون جسپر چاہتا ہے اپنے فضل و کرم سے وحی نازل کرتا ہے کسواسطے ہمارے خاندان بزرگ مین سے نبی آخر الزمان مبعوث نکیا ہو تو انکی اس سعی اور اس تجارت کا کہ جسمین انہونے اپنی جان اور لطف حیات ابدی دیکر کفر لیا اچھا نتیجہ نہوا یہہ بہت برا کام کیا ۔ جسکی عوض انپر دو چند غضب الہی بھڑکا اول تو انبیا علیہم السلام کی قتل و تکذیب اور طرح طرح کی نافرمانی سے انپر غضب الہی تہا ۔ اب نبی آخر الزمان کے انکار و عداوت سے اور بہی انپر غضب الہی نازل ہوا جسکا ثمرہ آخرت مین عذاب ہے ۔ کہ جسمین انکی سرکشی اور تکبر بصورت ذلت ظہور کریگی ۔ یہہ اسبات کا اثبات ہے کہ یہود کا کفر و انکار شبہ اور شک کی وجہ سے نہ تہا ۔ بلکہ محض عناد اور تعصب سے کسلئے کہ جب اُنسے یہہ کہا جاتا ہے کہ خدا نے نازل کیا ہے اُسپر ایمان لاؤ تو اُسکی جواب مین بجاے اقرار کے یہہ کہتے ہین کہ ہم تو اُسپر ایمان لاتے ہین کہ جو ہمپر یعنے ہمارے انبیا پر نازل ہوا ہے (سو یہہ جواب صریح عناد ہے کیونکہ اسکی کیا خصوصیت کہ جو ہمپر نازل ہوا اُسپر ایمان لاتے ہین کسلئے کہ کلام الہی سب یکسان ہے) پس وہ اور کلام الہی کا انکار کرتے ہین کہ جسمین انکے اصول دین کی تصدیق ہے اور وہ حق ہے

وَاِذْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَؕ خُذُوْا مَاۤ اٰتَیْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاسْمَعُوْاؕ قَالُوْا سَمِعْنَا وَعَصَیْنَا

اور (یاد کرو) جبکہ ہمنے تمسے عہد لیا اور تمپر کوہ طور کو اٹھایا کہ جو ہمنے تمکو دیا ہے (توراۃ) اوسکو مضبوط ہوکر لو اور بولے ہمنے سن لیا اور نہ مانا اور

وَاُشْرِبُوْا فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْعِجْلَ بِكُفْرِهِمْؕ قُلْ بِئْسَمَا یَاْمُرُكُمْ بِهٖۤ اِیْمَانُكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ۝ قُلْ اِنْ كَانَتْ لَكُمُ الدَّارُ

انکے دلون مین انکی کفر کیوجہ سے بچھڑے کی محبت پلادی گئی تو کہہ کہ بری بات ہے کہ جسکا تمہارا ایمان تمکو حکم دیتا ہے اگر تم مومن ہو کہہ کہ اگر آخرت کا

الْاٰخِرَةُ عِنْدَ اللّٰهِ خَالِصَةً مِّنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ۝ وَلَنْ یَّتَمَنَّوْهُ اَبَدًۢا

گھر خدا کے نزدیک سب کے علاوہ خاص تمہارے ہی لئے ہے تو موت کی آرزو کرو اگر تم سچے ہو اور وہ اسکے ہرگز کبھی

بِمَا قَدَّمَتْ اَیْدِیْهِمْؕ وَاللّٰهُ عَلِیْمٌۢ بِالظّٰلِمِیْنَ۝ وَلَتَجِدَنَّهُمْ اَحْرَصَ النَّاسِ عَلٰى حَیٰوةٍۚۛ وَمِنَ الَّذِیْنَ اَشْرَكُوْاۚۛ یَوَدُّ اَحَدُهُمْ

آرزو نکرینگے بسبب اس عمل کے کہ جو انہون نے کیا ہے اور خدا ظالمون کو خوب جانتا ہی اور ضرور تو انکو زندگانی پر سب سے زیادہ حریص پاویگا اور مشرکون سے بھی ہین

لَوْ یُعَمَّرُ اَلْفَ سَنَةٍۚ وَمَا هُوَ بِمُزَحْزِحِهٖ مِنَ الْعَذَابِ اَنْ یُّعَمَّرَؕ وَاللّٰهُ بَصِیْرٌۢ بِمَا یَعْمَلُوْنَ۝

کہ جنمین سے ہر ایک آرزو کرتا ہے کہ کاش ہزار برس کی عمر دیجاوے اور وہ عذاب سے بچ ہی نہین سکتا اگرچہ عمر بھی دیجاوے اور اللہ دیکھ رہا ہے جو کچھ وہ کرتے ہین -

اب اسکا انکار کرنا اسکا انکار کرنا ہی خدا تعالی اس امر مین بھی انکو قائل کرتا ہے کہ اچھا اگر اپنے انبیا پر جو کلام نازل ہوا تھا اگر تم اسپر ایمان رکھتے ہو تو پھر ان انبیا کو کیون قتل کرتے تھے پس تم اس دعوی مین سچے نہین ہو سب سے بڑھکر یہہ بات ہے کہ خود حضرت موسی جو تمہارے پاس بیشمار کھلے کھلے معجزات لائے تھے انکو بھی نہ مانا انکی غیبت مین تم بچھڑے کو پوجنے لگے پھر جب انکی تمہاری کیفیت ہے تو اور کو تم ظالم اور سرکش کب مانتے ہو۔

ترکیب قالوا فعل با فاعل سمعنا و عصینا مفعول و اشربوا فی قلوبہم العجل ای حب العجل بکفرہم ای بسبب کفرہم یہہ جملہ بتقدیر قد حال ہے ضمیر قالوا سے قل بئسما یامرکم الخ جواب ہے انکے قول سمعنا و عصینا کا قل فعل با فاعل ان کانت الخ جملہ شرطیہ مقولہ الدار موصوف الآخرۃ صفت مجموعہ اسم کان لکم متعلق ہے کانت سے خالصۃ خبر کان عند اللہ ظرف خالصۃ ہے من دون الناس بسبب خالصۃ کے موضع نصب مین ہے بولتے ہین خلص کذا من کذا یہہ سب جملہ شرط اور فتمنوا الموت شرط اول و ان کنتم صادقین (شرط ثانی) دونون کے ساتھ متعلق ہے (جلالین) ابدا ظرف ہے بما قدمت کا و من الذین اشرکوا مین دو وجہ ہین ایک یہہ کہ یہہ معنی الناس پر معطوف ہے ای احرص من الناس (الذین فی زمانہم) و احرص من الذین اشرکوا یعنے المجوس دوم یہہ کہ جملہ مستانفہ مانا جاوے ای من الذین اشرکوا قوم یود احدہم لو یعمر یہ لو بمعنی ان ہے ما ہو بمزحزحہ ما نافیہ ہو ضمیر راجع احد کیطرف اور بمزحزحہ خبر ما ای وما ذاک التی بمزحزحہ من العذاب متعلق ہے مزحزحہ ان یعمر موضع رفع مین ہے بسبب مزحزح کے ای وما الرجل بمزحزحہ تعمیرہ سنۃ کی اصل سنوۃ ہے بدلیل سنوات کے جسکے معنے سال ور بعض کہتے ہین اصل سنہۃ ہے دو کرنا۔

تفسیر اب یہان یہہ بات ظاہر فرماتا ہی کہ تمہارا دعوی نومن بما انزل علینا بھی صریح غلط ہے اول تو تمنے خود موسی علیہ السلام کے معجزات بینات کا انکار کیا اور انبیاء کو قتل کیا دوم جس کتاب کو تم اپنا ایمان سمجھتے ہو اسکو بھی تو تمنے نہ مانا حالانکہ جب وہ تمکو دیگئی تھی تو اسوقت کوہ طور کو تمپر بلند کیا اور تمنے یہہ جان لیا کہ اگر اسکو نہین لیتے ہین تو پھر یہہ پہاڑ آپڑتا ہی پس اسوقت بھی تمہارا یہہ حال تھا کہ زبان سے تو تمنے سمعنا کہا یعنے مان لیا اور دل مین عصینا یعنے نہین مانا۔ اسکا باعث یہہ تھا کہ باوجود بیشمار معجزات اور کرامات دیکھنے کے تمنے بچھڑا بنا کے پوجا وہ خباثت تمہارے دلون مین اسطرح پلا دی گئی کہ جسطرح زمین پانی کو پیتی ہے پھر حسب استعداد نبات اگاتی ہے اسیطرح تمہارے دل کی زمین مین خدا کی نافرمانی اور انبیاء کا قتل کرنا اور دل مین عصینا کہنا اور خدا کی منزل کتابونکا انکار کرنا اور نبی آخر الزمان اور قرآن کو حق جانکر معاندانہ انکار کرنا اور خدا کی عہد عبادت و صلہ رحمی کو توڑنا وغیرہ وغیرہ خبیث و ناپاک خاردار اور پر زہر جھڑی بوٹیان اگتی ہین جنکا کڑوا پھل انہین کو دنیا اور آخرت مین کہانا پڑیگا جسکو تم خلاف

اور ایمان کامل کہتے ہو وہ بھی بلا ہے اور اگر تمہارے ایمان کا یہی مقتضی ہے کہ تم ایسی باتیں کرو تو اے نبی انسے کہدے کہ یہ برا فتویٰ ہے +
منجملہ اور اماؤں باطلہ کے یہود کو ایک یہ بھی سودائے خام تھا کہ جنت خاص ہمارے لیے ہے اور کوئی ملت و مذہب والا اسکے بجز مستحق جنت نہیں ۔
اسلیے ہم کہہ سکتے ہیں کہ توراۃ کے بعد کوئی توراۃ کے ہم پلہ آسمانی کتاب و موسیٰ کے بعد پھر کوئی ایسا نبی نہیں کہ ہم اسکی پیروی کریں اسلیے ہم
علاوہ انکے اور دیگر انبیا اور کتب کو کچھ اصل نہیں سمجھتے اور انکا انکار کرتے رہیں۔ یہ خیال چونکہ انسانی سعادت کے حصول میں سم قاتل تھا اور یہ ایک
ایسا خیال فاسد ہے کہ نہ تنہا یہود بلکہ اور اقوام ہنود و مجوس و نصاریٰ کے لیے بھی ترقی آسمانی اور حیات جاودانی اور ترقی دینی کے لیے سد راہ ہے تو اسکو
خدا تعالیٰ نے اپنی کتاب مقدس میں اسطرح باطل کیا کہ انسے کہہ اگر تمکو اس بات کا یقین کامل ہے کہ دار آخرت خالص تمہارا حصہ ہے تو تمکو لازم ہے کہ موت کی آرزو
کرو کہ اسکے سبب سے دار آخرت میں اپنے درجات کو حاصل کرو کیسلیے کہ جنکو وہاں کے ثواب و نعما کا یقین کامل یا روحانی مشاہدہ ہوجاتا ہے تو اس عالم کا ازبس
مشتاق ہو کر اسکی سیر یعنی موت کی آرزو کیا کرتا ہے اسلیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم دم اخیر بار بار یہ فرماتے تھے اللہم الرفیق الاعلیٰ (رواہ البخاری) کہ الٰہی جلد مجکو
عالم قدس میں پہنچا دے اور اپنے دیدار فیض آثار سے مشرف ہونیوالوں میں ملا دے۔ اور ایسے ہی سچے مومن شہادت کے اسقدر مشتاق ہوتے ہیں کہ دنیا و مافیہا کو اسکے آگے کچھ نہیں
سمجھتے چنانچہ جنگ احد میں ایک صحابی نے جب آنحضرت سے درجات آخرت سنے تو از حد مشتاق ہوکر اپنا توشہدان پھینک کر عدو کے مقابلہ کے لیے چلا اور کہا کہ اب جلکر
جنت میں کھاوینگے اور اسکو حجاب جسمانی اٹھاکر خدا نے جنت کا مشاہدہ کرا دیا تھا جسکے شوق میں شہید ہوگیا اور اسیطرح خدا کے مشتاق ہمیشہ یہی آرزو کیا کرتے ہیں انہیں کے
حق میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ من المؤمنین رجال صدقوا ما عاہدوا اللہ علیہ فمنہم من قضی نحبہ ومنہم من ینتظر اور انہیں کو خدا نے زندہ فرمایا ہے اور ایسے ہی صحابہ
و تابعین میں ہر شخص شہادت کا سخت آرزومند تھا چنانچہ جب سعد بن وقاص نے ایران کے سردار رستم بن فرخ زاد کو نامہ لکھا تو اسمیں اخیر
فقرہ تھا فان معی قوما یحبون الموت کما تحبون الخمر کہ ورنہ میرے پاس وہ لوگ ہیں کہ خدا کی راہ میں قتل ہونیکو اسطرح چاہتے ہیں کہ جسطرح
ایرانی شراب کے مرتے ہیں ؎ درمیان من و آن یار حجاب ست ہمام ۞ کاش این پردہ ز در میان بخیزد ۞ مگر جنکو وہاں کا یقین نہیں ہوتا
تو وہ اپنی جان چھپاتے اور حرام و حلال جسطرح سے ملے دنیا اور اسکی لذات فانیہ کے لیے جان کھپاتے ہیں اور جب کسی صدمہ یا سے تنگ
ہوتے ہیں تو بے صبر ہوکر موت کی آرزو کرتے ہیں کہ کاش اس مصیبت سے چھوٹیں لہذا اس موت کی آرزو خبراہم ہے چنانچہ نبی علیہ السلام نے فرمایا لایتمنین
احدکم الموت لضر نزل بہ (صحاح ستہ) کہ کسی ضرر دنیا سے موت مانگو پس خدا پیشینگوئی کرتا ہے کہ یہ لوگ پکے دنیادار ہیں انکا یہ دعویٰ باقی ہے وہ اپنے
اعمال کے نتیجہ کو لیکن خوب سمجھتے ہیں اسلیے وہ ہرگز کبھی اسکی آرزو نکرینگے بلکہ آپ ہی نبی علیہ السلام انکو سب سے زیادہ زندگانی دنیا کا حریص
دیکھینگے ۞ اور اسلیے انکے نزدیک دنیا کے آگے کسی چیز کی وقعت نہیں ۞ اور انپر کیا موقوف ہے جو لوگ روحانی برکت سے بے نصیب ہیں اور انکو انبیا علیہم السلام کے
نور نبوت کا حصہ نہیں ملا اپنے مشرکین ہیں ایسے لوگ ہیں کہ اسی جہاں کی طمع کاری میں غش ہیں اسلیے عمر طویل کی آرزو کرتے ہیں ایک دوسرے کو دعا دیتے ہیں کہ ہزار
برس کی عمر ہو۔ اور بالفرض انکی ہزار برس کی بھی عمر ہو گیا ہو تو وہ جو کچھ انکے اعمال ہیں اس عالم میں عذاب کی شکل ہے آگے ہے دور نہیں رہ سکتے انجام
کار موت ہوگی اور وہاں اپنے کیے کو پاوینگے اور اب جو کچھ وہ کررہے ہیں خدا سے مخفی نہیں +

فائدہ بما قدمت ایدیہم کے لفظی معنی یہ ہیں بسبب اس چیز کے کہ جو انکے ہاتھوں نے آگے بھیجی ۔ مگر مراد یہ جو کچھ اعمال انہوں نے کیے اسکے سبب سے زبان عرب میں
انسان کے افعال کو اسکے ہاتھوں کی طرف منسوب کرتے ہیں کہ عموماً اعمال افعال کا ذریعہ انسان کے ہاتھ ہیں۔ اور اسیطرح انکو اسکے جزو اعظم سے

قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِجِبْرِيلَ فَإِنَّهُ نَزَّلَهُ عَلَىٰ قَلْبِكَ بِإِذْنِ اللَّهِ مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَهُدًى وَبُشْرَىٰ لِلْمُؤْمِنِينَ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِلَّهِ
کہدو جو کوئی دشمن ہے جبرئیل کا (تو وہ خدا کا دشمن ہے) کیونکہ اسنے تو اس (قرآن) کو تیرے دل پر خدا کے حکم سے اتارا ہے جو تصدیق کرتا ہے اپنے سے پہلی کتابونکی اور ہدایت اور خوشخبری ہے مومنونکیلئے اور جو کوئی دشمن ہو
وَمَلَائِكَتِهِ وَرُسُلِهِ وَجِبْرِيلَ وَمِيكَالَ فَإِنَّ اللَّهَ عَدُوٌّ لِلْكَافِرِينَ وَلَقَدْ أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ وَمَا يَكْفُرُ بِهَا إِلَّا الْفَاسِقُونَ
اور اسکے فرشتونکا اور اسکے رسولونکا اور جبرئیل اور میکائیل کا دشمن ہے تو اللہ کافرون کا دشمن ہے اور بیشک ہمنے بھیجی تیرے پاس کہلی ہوئی آیتین اور انسے انکار نہین کرتے مگر فاسق

بھی تعبیر کیا کرتے ہین رقبہ یعنے گردن بولکر انسان مراد رکہتے ہین ؛

یہان اس بیان سے یہ بھی بتلا دیا کہ انسان پر آخرت مین جو کچھ مصیبتین نازل ہونگی طوق و زنجیر گرز آتشین سانپ بچھو بسکے آگ مین جلیگا یہ سب اسکے اعمال بد ہین کہ جو اپنی مناسب صورتون مین ظہور کرینگے اور متشکل ہو کر اذیت پہونچاوینگے جسطرح کہ عالم خواب مین انسانکے خیالات و دیگر معانی اپنی مناسب صورتون مین متشکل ہو کر دکہائی دیتے ہین ؛ اور یہ کچھ تعجب کی بات نہین اس عالم حسی مین کسقدر کچھ نہلا بات استحالات مین جاتی ہین باہر غذا مین انسانکی پیٹ مین جا کر خون و صفرا و سودا بنتے ہین پہر منی ہو جاتے ہین ۔ پہر وہ منی عورتکے رحم مین جا کر کچھ اور ہی بنجاتی ہے یعنے انسان ؛ اور یہ بھی ثابت ہو گیا کہ یہود (بلکہ ہر شخص صاحب عقل سلیم ڈرے) اپنے اعمال کے بد نتیجہ سے ڈرتے تھے گو زبانی بہت کچھ باتین بناتے تھے ؛

ترکیب قل من کان من شرطیہ اور جواب اسکا فہو عدو اللہ وغیرہ محذوف باذن اللہ موضع حال مین ہے ضمیر فاعل نزل سے جو جبرئیل کیطرف پہرتی ہے والتقدیر نزلہ ومعہ الاذن او ماذونا لہ مصدقا حال ہے نزلہ کے ہ سے اور اسیطرح ہدی و بشری ؛

تفسیر جب آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام مدینہ مین تشریف لائے اور یہود کو ہدایت کرنی شروع کی تو یہود نے اپنے چند علما کو (کہ جنکا سرغنہ عبد اللہ بن صوریا ساکن فدک تہا) آپکے پاس بہیجا ان لوگون نے آنحضرت سے عرض کیا کہ ہم آپسے چند وہ باتین پوچھتے ہین کہ جنکو سوا انبیا کے اور کوئی نہین جانتا اگر آپنے صحیح جواب دیا تو آپ قطعی وہ نبی ہین کہ جنکی خبر موسی نے دی ہے چنانچہ انہون نے سوال کئے اور آپنے صحیح جواب دئے اور ان علماء یہود نے وہ جواب تسلیم کر لئے تب آپنے پوچھا کہ اب کیون مجہپر ایمان نہین لاتے انہون نے کہا ایک وجہ ہے وہ یہ ہے کہ آپکے پاس جو وحی لاتا ہے وہ جبرئیل فرشتہ ہے اس سے ہمکو سخت دشمنی ہے کیونکہ اسنے کئی بار ہمپر عذاب الہی پہنچایا ہے ۔ (رواہ ابن جریر و ابن حاتم والطبرانی واحمد وغیرہ) خدا تعالے انکے اس شبہ کا جواب دیتا ہے کہ جبرئیل جو کچھ کرتا ہے حکم الہی سے کرتا ہے اسنے یہ قرآن جو حضرت کے قلب پر نازل کیا ہے تو اسیکے حکم سے پس جو اسکا دشمن ہے وہ خدا کا دشمن ہے، دوم تم خود اس قرآن مین غور کرو کہ یہ کیسا ہے وسیلہ کیطرف نظر نہ کرو اس سے کوئی ذو عقل سلیم انکار نہین کر سکتا کیلئے کہ جو لوگ اگلے انبیا کے مقلد ہین تو یہ مصدقا لما بین یدیہ ہے کہ سب اگلی کتابونکی تصدیق کرتا ہے اسکے اصول و عمدہ مطالب حرف بحرف قانون الہام کے مطابق ہین اس صورت مین اسکا انکار انکا انکار ہے اور جو کسی سابق نبی یا کتاب کے مقلد نہین بلکہ جو کتاب لائق عقل سلیم کے موافق ہو اور جسمین تمام باتین مصالح دین و دنیا کو حاوی ہون اسکو مانتے ہین تو انکو بھی اس سے انکار نکرنا چاہئے ۔ یہ ہدی یعنے ہدایت ہے اور جو صاحبان قلب سلیم ہین خدا سے محبت رکہتے ہین اور اسکے شوق اور تسلی بخش باتونکے طالب ہین انکو بھی ماننا ضرور کیونکہ یہ بشری للمومنین ہے کہ اہل ایمان کو تسلی اور خوشخبری اس سے حاصل ہوتی ہے یہ تین اوصاف جب اس قرآن مین ہین پہر اسوجہ سے انکار کرنا کہ اسکو جبرئیل لائے ہین محض حماقت ہے ؛

یہہ بات کہ جبرئیل ہمارے دشمن ہین کل یہود کا مقولہ نہ تہا بلکہ انکا کہ جو مدینہ اور اسکے اطراف مین رہتے تھے ؛

أَوَكُلَّمَا عٰهَدُوا عَهْدًا نَّبَذَهُ فَرِيقٌ مِّنْهُم ۚ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ۝ وَلَمَّا جَاءَهُمْ رَسُولٌ مِّنْ عِندِ اللّٰهِ

اور کیا یہہ نہیں کہ جب انہوں نے کوئی عہد باندھا تو انہیں میں سے ایک فریق نے اسکو پھینک دیا بلکہ انہیں سے اکثر تو اسکا اعتبار ہی نہیں کرتے ہیں اور جب انکے پاس خدا کیطرف سے وہ رسول آیا

مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ نَبَذَ فَرِيقٌ مِّنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتٰبَ كِتٰبَ اللّٰهِ وَرَاءَ ظُهُورِهِمْ كَأَنَّهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ۝

کہ جو سچ بتاتا ہے اس چیز کو جو انکے پاس ہے تو اہل کتاب کے ایک فریق نے خدا کی کتاب کو اپنی پیٹھ کے پیچھے ایسا پھینکا کہ گویا اسکو جانتے ہی نہیں ۔

فانہ نزلہ علی قلبک ۔ ہم مقدمہ کتاب میں بیان کر چکے ہیں کہ بندہ کو علاقہ جسمانی کیوجہ سے ہر وقت خدا سے وہ اتصال روحانی نہیں ہوتا کہ جو بسبب تجرد کے ملائکہ بالخصوص خص المقربین حضرت جبرئیل کو ہے اسلئے خدا تعالی کیطرف سے الفاظ مخصوص جبرئیل حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب پر وحی القا کرنے کے لئے مامور ہوئے اور جیسا کہ عام دستور ہے کہ پیشتر کوئی مضمون کانوں تک پہنچتا ہے پھر اسکے ذریعہ سے قلب میں جاتا ہے اسطرح خاصان خدا کو بلا واسطہ سماعت قلب تک کلام کی رسائی ہوتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ آنحضرت بڑی بڑی سورتوں کو جبرئیل سے سنکر یہہ ہولیتے تھے باقی وحی کے اقسام اور اسکے اسرار ہم مقدمہ میں بیان کر چکے ہیں اور جو یہود جبرئیل کے منکر ہیں انکار وہی بخوبی کر چکے ہیں ۔ اسکے بعد خدا تعالی یہود کو الزام دیتا ہے کہ جو شخص اللہ اور اسکے رسولوں اور ملائکہ بالخصوص جبرئیل و میکائیل کا دشمن ہے تو وہ خدا کا دشمن ہے ۔ یہہ علما یہود بھی مانتے تھے اور اب بھی مانتے ہیں کہ ملائکہ پر ایمان لانا ضروری ہے اس بنا پر جو ملائکہ بالخصوص اعظم ملائکہ جبرئیل یا میکائیل کا دشمن ہے قطعی کافر ہے ۔ ملائکہ کے بعد جبرئیل و میکائیل کا نام لینا تخصیص بعد تعمیم ہے کہ جو انکی شرف و فضل کی دلیل ہے اور یہہ تخصیص فصحاء بلغاء کے کلام میں بلکہ اردو زبان میں بھی بکثرت مستعمل ہے وہ جو بعض نا سمجھ پادری اسپر اعتراض کر کے قرآن مجید کی فصاحت و بلاغت میں عیب لگایا ہے بعینہ ایسی بات ہے کہ کوئی احمق کسی حسین میں یہہ عیب ثابت کرے کہ اسکی ناک منہ پر کیوں ہے ؟ یا اسکے دو آنکھہ کیوں ہیں ۔ ؟

فائدہ بعض روایات سے یہہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر کا یہود سے اس بارہ میں کچھہ کلام ہوا کہ جسپر حضرت عمر نے یہود سے کہا کہ جبرئیل جو کچھہ کرتے ہیں خدا کے حکم سے کرتے ہیں پھر انکا دشمن ہے وہ خدا کا دشمن ہے پھر جب حضرت عمر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں حاضر ہوئے تو اسی مضمون کی یہہ آیت نازل ہوئی ۔ یہاں بعض نا سمجھہ پادری یہہ اعتراض کرتے ہیں کہ یہہ جملہ آنحضرت نے عمر سے سیکھکر قرآن میں درج کیا ۔ اول تو آنحضرت نے عمر سے سیکھکر یہہ جملہ نہیں بنایا دوم اگر کسی جملہ میں اتفاقیہ لفظوں میں توارد ہو جاوے تو اس سے کیا شاگردی یا استادی ثابت ہو سکتی ہے ۔ سوم مقدمہ میں بیان کر چکے ہیں کہ کبھی مرشد کا فیض صحبت شاگردوں میں اثر کرتا ہے کہ جو بات استاد کہنی چاہتا ہے وہی شاگرد کے منہ سے پیشتر نکلجاتی ہے ۔

ترکیب

او و او عطف کیلئے اور ہمزہ استفہام انکاری کیلئے اور یہہ عطف کلام مقدم پر ہے یعنے افکلما جاءکم بعض کہتے ہیں واو زائدہ ہے بعض کہتے ہیں یہہ او ہے واو کو متحرک کر دیا ۔ عہدا مفعول مطلق من غیر لفظہ کو اور ممکن ہے کہ مفعول بہ ہو ۔ نبذہ الخ جملہ جواب کلما ۔ اسی طرح لما جاء جملہ شرط مصدق صفت رسول نبذ فعل فریق الخ فاعل کتٰب اللہ مفعول وراء ظرف یہہ سب جملہ جواب شرط کانہم الخ موضع حال میں ہے ۔

تفسیر

یعنے یہہ عذر کہ اس قرآن کو جبرئیل لاتے ہیں اسلئے ہم اسپر ایمان نہیں لاتے بیہودہ عذر ہے کیونکہ فی نفسہ اسکی آیات واضح اور روشن ہیں نہیں کوئی ایسی بات نہیں کہ جسکو عقل سلیم نہ مانے پس انکا انکار کرنا نافرمانوں کا کام ہے کہ جنکی عادت ہمیشہ سے نافرمانی چلی آتی ہے کیونکہ ان یہود نے جب کوئی عہد خدا اور رسول کی معرفت باندھا یا لوگوں سے عہد کیا ہے تو انہیں سے ایک فریق نے جھٹ اسکو توڑ دیا اور انکا سمجھکر پھینکدیا اور ایک فریق کی کیا خصوصیت بلکہ

وَاتَّبَعُوا مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمٰنَ ۚ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ

اور تابع ہوگئے (یہود) اُس چیز کے جسکو شیاطین سلیمان کے عہد میں پڑہتے تہے اور سلیمان نے تو کفر نکیا بلکہ شیاطین نے کفر کیا جو لوگونکو جادو سکہایا کرتے تہے

وَمَآ اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَمَارُوْتَ ۭ وَمَا يُعَلِّمٰنِ مِنْ اَحَدٍ حَتّٰى يَقُوْلَآ اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ

(اور تابع ہوئے اوس چیز کے کہ جو شہر بابل میں ہاروت اور ماروت دو فرشتوں پر اُتری تہی۔ اور وہ کسیکو نہ سکہاتے تہے جبتک کہ

فَلَا تَكْفُرْ ۭ فَيَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُوْنَ بِهٖ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهٖ ۭ وَمَا هُمْ بِضَاۗرِّيْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ

یہ کہہ دیتے تہے کہ ہم تو صرف آزمائش کے لیئے ہین تو کافر نہ بن۔ پس سیکہتے لوگ وہ بات کہ جس سے خاوند اور بیوی مین جدائی ڈالین حالانکہ وہ اس سے کسیکو بجز اذن خدا کچہہ

وَيَتَعَلَّمُوْنَ مَا يَضُرُّھُمْ وَلَا يَنْفَعُھُمْ ۭ وَلَقَدْ عَلِمُوْا لَمَنِ اشْتَرٰىهُ مَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ڜ وَلَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَھُمْ ۭ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ

ضرر نہین پہنچا سکتے اور (یہود) سیکہتے تہے وہ چیز کہ جو اُنکو ضرر دیتی ہی اور نفع نہین دیتی۔ اور وہ یہہ ہی جانتی تہی کہ جس نے جادو کو مول لیا اسکے لیئے آخرت مین کچہہ حصہ نہین۔ اور اُنہون نے اپنی

اُنہین سے اکثر کا اُسپر اعتبار ہوا نہ اسپر ایمان لاتے ہین سب سے بڑہکر یہہ کہ انکے پاس خدا کا وہ رسول آیا (محمد صلعم) کہ جو توراۃ و زبور و انجیل کی تصدیق کرتا ہی اور جسکی

خبر توراۃ مین ہے تو اہل کتاب نے اِس کتاب پر عمل نکیا بلکہ اوس کو پس پشت پہینکدیا کہ گویا اُس سے خبر ہی نہین ہے ۔ ✝

دراء ظہورہم سے کوئی یہہ نہ سمجہے کہ اہل کتاب نے کتاب الٰہی یعنی توراۃ کو سچ مچ پیٹہہ کے پیچہے پہینکدیا تہا بلکہ اس سے مراد بے التفاتی ہے یہہ عرب کا

محاورہ ہے کہ جس چیز کی طرف کوئی متوجہ نہین ہوتا تو کہتے ہین اسنے اسکو پیٹہہ پیچہے پہینکدیا۔

ترکیب۔ واتبعوا عطف ہے اشربوا پر یا نبذ پر علی ملک ای علی زمن ملک تحذف المضاف والمعنی فی زمن ملک شدد ولکن الشیاطین اسکا اسم کفروا خبر بعض مخفف پڑہا ہے اس تقدیر پر اسم مرفوع ہوگا علی الابتداء یعلمون الخ جملہ موضع نصب مین ہے کس لیئے کہ حال ہے ضمیر کفروا سے وما انزل معطوف ہے ماتتلوا پر بعض کہتے ہین السحر پر ان صورتوں مین ما موضع نصب مین ہے بعض کہتے ہین ما نافیہ معطوف ہے ما کفر پر مگر اس تقدیر پر یہہ معنی ہونگے کہ نہ سلیمان کافر ہوئے نہ بابل مین کچہہ سحر ہاروت و ماروت پر نازل ہوا جیسا کہ یہود گمان کرتے ہین ملکین کو جمہور نے بفتح لام پڑہا ہے اور بعض نے بکسر لام جسکے معنی بادشاہ کے ہین ببابل ظرف ہے انزل کا ہاروت و ماروت عطف بیان ہے ملکین سے حتی بمعنی الی ان فیتعلمون معطوف ہے یعلمان پر اور نفی مین شامل نہین منہما کی ضمیر ملکین کیطرف پہرتی ہے لمن اشتراہ الخ جملہ مفعول علموا ولبئس جملہ جواب قسم محذوف لوکانوا کا جواب محذوف ہے ماتعلموا وغیرہ۔ اگرچہ وہ جانتے تہے مگر جبکہ انہون نے اپنے علم پر عمل نکیا تو انکو جاہل بناکر لوکانوا یعلمون سے خطاب کیا۔ (**تفسیر**) اور یہہ کمال بلاغت ہے جسمین مقتضی حال کی پوری رعایت ہے

ان آیات مین خدا تعالیٰ یہود کو ایک تاریخی واقعہ سے الزام دیتا ہے کہ یہہ لوگ علم دین اور احکام توراۃ کو چہوڑ کر لغو باتون مین مصروف ہوگئے یعنی وہ جو شیاطین سلیمان کے عہد حکومت مین جادو سکہایا کرتی تہی اور اُسکو سلیمان کیطرف منسوب کرتی تہی (اور دراصل سلیمان اُس کفر کے مرتکب نہوئے تہے بلکہ وہی شیاطین اس کفر کے مرتکب ہوئے کہ جو لوگونکو جادو سکہایا کرتے تہے) یہہ لوگ اسکی تابع اور معتقد ہوگئے اور اسپر ہی بس نکی۔ بلکہ جب بخت نصر کے عہد مین یہ لوگ شہر بابل مین گئے تو وہان بجائے اسکے کہ اپنی گناہون سے توبہ کرتے نادم ہوتے شریعت کو یاد کرتے اُلٹے وہانکے شعبدہ بازیون مین مصروف ہوگئے یعنی وہ جو وہان ہاروت ماروت دو شخصونکو سحر معلوم تہا اسکو سیکہنے گئے اور اسکو سیکہکر اپنی دینی دنیاوی ترقی کا باعث سمجہنے لگے حالانکہ وہ جسکو سکہاتے تہے پیشتر یہہ کہدیتے تہے کہ یہہ کفر کا کام ہے تو اسکو سیکہکر کافر نہوا اسپر بہی وہ اسکو سیکہتے تہے اور اس سے سوا اسکے کہ میان بیوی مین کچہہ مخالفت پیدا ہوا اور کوئی بڑی بات حاصل نہوتی تہی اور جادوگر بغیر حکم الٰہی کسیکو کیا ضرر دے سکتے ہین؟ اور لطف یہہ کہ یہود یہی جانتے تہے کہ جو اس جادو کو سیکہیگا آخرت کی نعمتون سے محروم رہیگا کیونکہ توراۃ مین جادو کی ممانعت کی گئی ہی) باوجود اس کے ایک مضر چیز کو سیکہتے تہے کہ جسکا کبہی نفع نہ تہا سو اس سحر کو انہون نے اپنی جانکو دیکر (یعنی حیات ابدی کی بالعوض خریدا ہے تو بہت ہی برا کیا ۔

ابحاث

(۱) سحر کیا چیز ہے آیا کچھ اسکا اثر بھی ہے کہ نہیں؟ سحر اسباب خفیہ سے بے توسل بجناب الٰہی افعال عجیبہ خارق عادات پر قدرت حاصل کرنیکو کہتے ہیں۔ اور وہ اسباب خفیہ یا تاثیر روحانیات ہے یا تاثیر جسمانیات۔ پھر روحانیات یا کلیہ مطلقہ ہیں جیسا کہ کواکب افلاک عناصر کے روحانیات یا جزئیہ خاص جیسا کہ امراض و جن و شیاطین نفوس مفارقہ بنی آدم کہ جنکو ہندو بھیرو کہتے ہیں۔ پھر جسمانیات کی تاثیر یا بسبب کیفیات یا بسبب اجتماع کیفیات ہی کہ جس سے عجیب و غریب باتیں ظہور کرتی ہیں جیسا کہ خصوصیت رنگ عیبہ سے مقناطیس لوہے کو کھینچتا ہے۔ پھر ان روحانیات کی تاثیر حاصل کرنیکے مختلف طریقہ ہیں بعض شرائط کو ملحوظ رکھکر انکی نام پڑھتے ہیں بعض انکی تصویریں بنا کر انکے سامنے نذر بھینٹ انکی مرغوب کام انجام کرتے ہیں شراب چڑھاتے ہیں بلیدان یا بکرا ذبح کرتے ہیں یا کوئی کلام لیسا مع شرائط پڑھتے ہیں کہ جسمیں ان روحانیات کی از حد ثنا و صفت مذکور ہوتی ہی جیسا کہ رگ وید کے منتر اندر وغیرہ کی مدح میں۔ اسلئے قدما ہنود مصائب کیوقت پنڈتونکو بٹہا کر جگ وہ پاٹ کراتے تھے و راصل یہ گوید کی سنہتا کو جادو کے لئے جمع کیا گیا ہے ورنہ اسمیں کوئی ہدایت و تلقین کی بات نہیں ہے سحر یعنے جادو کی مختصر او مجمل کیفیت اور حقیقت ہے۔ اب یہ بحث کہ اسکی فی نفسہ کچھ تاثیر ہے یا محض توہمات فاسدہ اور تخیلات باطلہ اور دہوکہ بندی و شعبدہ بازی ہے اور جو کچھ اثر محسوس ہوتا ہے تو وہ قوت وہمیہ کا مغلوب ہو جانا ہے اور قوت وہمیہ بھی فی نفسہ ایک جادو ہے رسی کا سانپ بنا کر دکھاتے اور جو بسا کہ گزندہ سانپ کا اثر پہنچاتی ہے

(۲) متکلمین کی ایک جماعت کا یہی عقیدہ ہے۔ مگر جماعت کثیر کہتی ہے کہ بیشک فی نفسہ ان اسباب خفیہ سے ایک تاثیر پیدا ہوتی ہے اور اسکا انکار بدیہیات کا انکار ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی مدینہ میں ایک یہودی نے جادو کیا تھا جس سے آنحضرت علیہ السلام کسیقدر علیل ہو گئے تھے جیسا کہ صحیح بخاری وغیرہ کتب میں مذکور ہے اور اس تاثیر کے قائل نہ تنہا ہنود اور اہل اسلام بلکہ یہود و نصاریٰ کل اہل کتاب ہیں۔ بلکہ توریت کے سفر خروج کے ساتویں باب میں جادوگروں کی لاٹھیوں کا سانپ بنا مذکور ہے (چنانچہ مصر کے جادوگروں نے بھی اپنے جادو و منتر سے ایسا ہی کیا کہ ان میں ہر ایک نے اپنا عصا پھینکا اور وہ سانپ ہو گیا الخ) مگر قرآن میں کوئی تاثیر جادو کی اسطرح پر مذکور نہیں۔

(۳) سحر کرنا شرع میں حرام بلکہ کفر ہے جیسا کہ ولکن الشیاطین کفروا یعلمون الناس السحر سے مفہوم ہوتا ہے اسلئے کہ اسمیں غیر اللہ سے استمداد اور اسکی نذر و نیاز پائی جاتی ہے کہ جو ایاک نعبد و ایاک نستعین کے منافی ہے۔ علاوہ اسکے فعل عبث ہے اس سے سلطنت کے کاموں میں خلل واقع ہوتا ہے انسانکی معاد و معاش کی کوئی بھلائی پیدا ہوتی ہے اور جو کچھ فوائد اسکے لئے کوئی ضرر پہنچانا ہے یا میاں بیوی میں جدائی تو یہ بھی جادوگر کی قدرت بس کی بات نہیں بلکہ یہ خاک بھی بغیر اذن الٰہی کے ہی حرکت نہیں کر سکتا۔ اب اس آیت کے متعلق دو اور بحث باقی ہیں۔ اول یہ کہ حضرت سلیمان کے عہد میں شیاطین جادو پڑھتے تھے اور لوگوں کو سکھلاتے تھے۔ دوم یہ کہ ہاروت و ماروت کون تھے اور ان پر سحر نازل ہونے کے کیا معنی؟

(۱) شیاطین سے مراد جنون سے یہ لوگ ہیں جنکی عادت تھی کہ ادہر ادہر کی خبریں لا کر کاہنوں کو دیا کرتے تھے وہ ان باتونکو کتابوں میں جمع کر لیتے تھے اور پھر لوگوں کو سکھایا کرتے تھے یہانتک کہ جب حضرت سلیمان کا عہد عروج سلطنت آیا تو یہ انگوٹھی تو جانتے ہی تھے اس فن کے رواج دینے کے لئے ان لوگوں نے یہ مشہور کیا کہ سلیمان کی دولت و شوکت کا یہی علم باعث ہے اور انکی اسی ایک انگشتری کا نتیجہ ہے کہ جسکی وجہ سے تمام جن و انس انکے تابع ہیں (اور نقش سلیمانی آجتک بھی اسی بنا پر مشہور ہے) اس طمع میں کہ ہمیں بھی یہ دولت نصیب ہو لوگوں نے تو پہلے ہی ڈال دیا اور اس کفریات کی تعلیم و تعلم میں سرگرم ہو گئے۔ پھر سلیمان کے بعد شہرت کے لئے ہر سحر و ہر عمل سلیمان کیطرف منسوب ہونے لگا جسپر خدا فرماتا ہے کہ سلیمان ساحر و کافر نہ تھا بلکہ وہ شیاطین جن جادو لوگوں کو سکھاتے تھے۔ اور اگر تفسیر میں شیاطین سے شیاطین الانس یعنی معلمین سحر بھی مراد لیجاویں تو ممکن ہے۔ ایک زمانہ تو تعلیم سحر کا یہ تھا دوسرا وہ کہ جو ہاروت و ماروت کے عہد میں واقع ہوا۔

(۲) ہاروت و ماروت شہر بابل میں دو شخص تھے کہ جنکو انکی ان عجائبات اور نیک چلنی کی وجہ سے فرشتہ کہتے تھے اور انکا یہ لقب مشہور ہو گیا تھا (اور اسباب کو وہ قرات یہ ہے کہ جسمیں ملکین کو بکسر لام پڑھا گیا ہے اور حسن بصری کا بھی یہی قول ہے) (بیضاوی و تفسیر کبیر) یہ شخص بہلی بڑی نیت سے وقت گزرے کسیکو برا سمجھتے تھے یہانتک کہ جو انکے پاس سیکھنے کو آتا تھا اس سے یہ کہدیتے تھے کہ بہائی خدا نے ہمکو یہ علم تمہاری زمانہ کے لئے بہا ہے کہ تم ایمان میں ثابت قدم رہتے ہو یا نہیں اسکو سیکھو نہ ایمان جاتا رہیگا مگر یہ ایمان کی کیا پروا کرتے تھے سیکھنے سے باز نہ آتے تھے۔ پس ان پر نازل ہونے سے یہ مراد کہ خدا نے انکو اس

سلہ مشاہدہ کرنیکے ضرور اقرآن میں کہ استمداد عن غیر اللہ اور کلمات کفر و شرک نہوں موجب کفر ہو ۱۲ منہ ۱۲

وَلَوْ أَنَّهُمْ آمَنُوا وَاتَّقَوْا لَمَثُوبَةٌ مِّنْ عِندِ اللَّهِ خَيْرٌ ۖ لَّوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ ۝ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقُولُوا رَاعِنَا

اور اگر وہ ایمان لاتے اور پرہیزگاری کرتے تو البتہ خدا کے ہان کا اجر اُنکے لیے بہتر تہا کاش اُنکو علم ہوتا - ای مسلمانون (نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نقلا) راعنا نہ کہو

وَقُولُوا انظُرْنَا وَاسْمَعُوا ۗ وَلِلْكَافِرِينَ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝ مَّا يَوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَلَا الْمُشْرِكِينَ

اور انظرنا کہو اور سنو اور کافرونکو دکھہ دینے والا عذاب ہے اہل کتاب کے کافر اور مشرکین نہین چاہتے کہ تمہارے رب کی طرف سے

أَن يُنَزَّلَ عَلَيْكُم مِّنْ خَيْرٍ مِّن رَّبِّكُمْ ۗ وَاللَّهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهِ مَن يَشَاءُ ۚ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ ۝ مَا نَنسَخْ مِنْ آيَةٍ أَوْ نُنسِهَا

تمپر کوئی اچھی بات نازل ہو اور اللہ تو اپنی رحمت سے جسکو چاہتا ہے مخصوص کرتا ہے اور اللہ بڑا فضل کرنیوالا ہے ہم جو کسی آیت کو منسوخ کرتے

نَأْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَا أَوْ مِثْلِهَا ۗ أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ لَهُ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۗ وَمَا لَكُم مِّن دُونِ اللَّهِ مِن وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ ۝

یا بھلا دیتے ہین تو اس سے بہتر یا اسکی برابر لاتے ہی ہین - کیا تو نہین جانتا کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے کیا تو نہین جانتا کہ خدا ہی کیلئے آسمانون و زمین کی بادشاہی ہے اور نہ تمہارے لیے خدا کے سوا کوئی دوست اور نہ مددگار

فن مین ماہر و عالم ہونیکی قدرت عطا کی تہی نہ یہہ کہ کتاب آسمانی کیطرح اُنپر خدا نے جادو نازل کیا تہا وہ اسکی تعلیم دیا کرتے تہے بعض مفسرین نے لفظ انزل سے یہہ سمجھ لیا کہ وہ دو فرشتے تہے جو حضرت ادریس کے عہد مین زمین پر شہر بابل مین آئے تہے پہر ایک حسین عورت زہرہ پر عاشق ہوگئے تہے اُسکی کہنے سے شراب پیکر اُسکے خاوند کو قتل کیا اور بت کو سجدہ کیا اور زہرہ نے اسم اعظم اُنسے سیکہہ لیا جس سے وہ تو آسمان پر چلی گئی اور یہہ بابل کے کنوئیں مین اُلٹے لٹکتے ہین اور وہان آگ سے اُنکو عذاب ہوتا ہے پہر جو کوئی اونکے پاس جاتا ہے جو سیکہنے جاتا ہے پہلے اُسکو سمجہاتے ہین چنانچہ ایک شخص عبد الملک بن مروان کے پاس اُنکی ملکر آیا تہا الخ - یہہ سب باتین لغو اور بڑہیون کی کہانیان ہین ؀

ترکیب لو کلمہ شرط انہم ان اپنے اسم و خبر کے عمل کیا مصدر ہے موضع رفع مین بسبب فعل محذوف کے کیلئے کہ لو کے بعد فعل ہوتا ہے تقدیرہ لو وقع منہم انہم آمنوا جملہ شرط لمثوبۃ مبتدا موصوف من عند اللہ صفت خیر خبر جملہ جواب لو کے راعنا فعل امر ہے لیکن موضع نصب مین ہے کہ یہہ مفعول لا تقولوا کا یود فعل الذین الخ فاعل لا المشرکین موضع جر مین ہے کس لیے کہ معطوف ہے لفظ اہل پر ان ینزل جملہ مفعول یود من خیر مین من زائدہ ہے من ربکم مین ابتدائیہ ہے - ما شرطیہ جازمہ مگر محلا منصوب ہے نات بخیر الخ جملہ جواب شرط ننسہا معطوف ہے ننسخ پر لہ ملک السموات مبتدا و خبر جملہ خبر ہے ان کی من ولی مین من زائدہ ہے اور ولی موضع رفع مین ہے بسبب مبتدا ہونے کے لکم خبر اور نصیر معطوف ہے لفظ ولی پر اور من دون اللہ بسبب حال ہونے کے ولی سے محل نصب مین ہے والتقدیر مالکم من ولی من دون اللہ

تفسیر خدا تعالیٰ یہود کے افعال ذمیمہ بیان فرما کر ارشاد کرتا ہے کہ اب بہی انکو وقت باقی ہے اگر وہ نبی آخر الزمان پر ایمان لاوین اور اچہے کام کرین تو انکو آخرت مین بہت کچہہ اجر ملے ۱۰۲ اسکے بعد مسلمانونکو متنبہ کرتا ہے کہ یہود کی یہہ عادت ہو گئی ہے تم اُنکی صحبت اور اُنکے رویہ سے خبردار رہا کرو منجملہ اُنکی باتونکے ایک یہہ تہی کہ جب نبی علیہ الصلوۃ والسلام کی خدمت مین حاضر ہوتے تو اپنی جبلی شرارت سے اثناء کلام مین حضرت سے راعنا کہتے جیسا کہ ہماری بول چال مین کہتے ہین ذرا ادہر متوجہ ہوجیے یا ادہر خیال فرمائیے اور اس کلمہ مین یہہ دو پہلو رکہکر وہ مراد رکہتے تہے کہ ہم آنحضرت کو احمق اور چرواہا کہہ آئے ہین کس لیے کہ راعنا ظاہر مین تو مراعات سے مشتق ہے اور وہ رعونت کے لحاظ سے یا راعی بمعنی چرواہا سے خیال کر کر حضرت کو گالی دیا کرتے تہے اسلیے اللہ تعالیٰ نے مسلمانونکو منع کر دیا کہ اُنکی تقلید کر کے تم یہہ کلمہ نکہو اگر ضرورت پڑے تو اُسکی جگہہ انظرنا کہہ دیا کرو کہ ہماری طرف خیال کیجیے کیونکہ یہہ کلمہ ذو معنیین نہین ہے اور اسکی بہی ضرورت نہین کیا ضرورت ہے تم اول حضرت کی بات کان لگا کر سنا کرو - اسکے بعد اُنکی اتباع نکرنے کی وجہ بیان فرماتا ہے کہ یہود و مشرکین تمہارے دلی دشمن ہین نہین چاہتے کہ خدا کی رحمت (وحی) تمپر نازل ہو مگر خدا کا چاہا ہوتا ہے جسپر وہ چاہتا ہے اپنی رحمت خاصہ کو نازل کرتا ہے اُسکا فضل بہت بڑا ہے اُسکو کسی خاندان و قوم کی پابندی نہین کہ خواہ مخواہ ہمیشہ سلطنت یا نبوت اُسی خاندان مین دیا کرے - پہر خدا تعالیٰ یہود کے شکوک و شبہات کا جواب دیتا ہے کہ جو وہ اہل اسلام پر پیش کر کر اُنکے دلونمین وسوسہ ڈالتے تہے وہ کہتے تہے کہ اگر تمپر خدا کی طرف سے خیر یعنی وحی اور شریعت نازل ہوئی ہو تو پہر اُسکے منسوخ کرنے کے کیا معنی -؟ خدا تعالیٰ کے احکام اور شریعت ہمیشہ یکسان رہتے ہین اُن مین سے ایک شوشہ بدل نہین سکتا - پہر اگر یہہ قرآن اور شریعت منجانب اللہ ہے تو احکام توریت کو کیون منسوخ کیا اور پہر خود اسی شریعت ہی مین بعض احکام کو ایک وقت قائم رکہکر موقوف (منسوخ) کر دیا خدا تعالیٰ کو پیشتر اس حکم کی قباحت کا علم تہا پہر سمجہا -

آجکل کے پادری بھی ان ہی کے مقلد ہو کر مسئلہ نسخ بھی پیش کیا کرتے ہیں چنانچہ بعض لوگوں نے تو اس بارہ میں رسالے اور کتابیں لکھیں
میں دیا تھا کہ یہ لوگ سب باتیں اس ہی حسد کی کرتے ہیں کہ خدا نے ہمارے خاندان میں نبوت کو کیوں ختم نہیں کیا اسلئے تم کو شبہات ڈالتے ہیں تاکہ تم اس فیض نبوت سے محروم ہو کر
رد کر دیا اگر ہم کسی حکم کو کسی مصلحت سے موقوف کرتے ہیں یا نسخ کرتے ہیں تو اسی میں بندوں کی بہتری ہوتی ہے ہم اس سے بہتر یا اسکی مانند اور سہل العمل اور کوئی حکم دیتے ہیں

واضح ہو نسخ **لغت** میں ایک شے کو ساقط کرنا ہے یا نقل و تحویل ہے عند القفال اطلاق ہوتا ہے بولتے ہیں نسخت الریح آثار القوم کہ ہوا نے لوگوں کے پاؤں کے نشان مٹا دیے اور اسیطرح کہتے ہیں
نسخ الکتاب ای کتاب آخر کہ ایک جگہ لکھی کتاب کو دوسری طرف نقل کیا اور **اصطلاح** علما میں نسخ ایک ایسے حکم شرعی کا قائم کرنا ہے کہ جسکی بعد اس سے پیشتر کا حکم شرعی جو تھا اٹھ جاوے اول حکم کو
منسوخ دوسرے کو ناسخ کہتے ہیں یہود اور عیسائی نسخ کے مطلقاً منکر ہیں اور یہہ انکار صرف اسلئے ہے کہ قرآن مجید کا حکم نہ ماننا پڑے اور دین اسلام پر اعتراض کی گنجایش ہے مگر انکا یہہ انکار بالکل بیجا
(١) اولاً اسلئے کہ تورات ہی میں ایسے احکام ایسے ہیں کہ جنمیں نسخ پایا جاتا اور عیسائیوں نے ختنہ و سبت اور دیگر احکام موکدہ تورات کو منسوخ کر دیا بلکہ پولوس نے تمام شریعت موسویہ کو بالاطلاق کہہ دیا
اور اسپر عمل کرنیکو موجب لعنت قرار دیا چنانچہ اسکی تشریح مع حوالہ فصل و باب مقابلہ میں ہو چکی ہے اب اس سے بڑھکر کیا نسخ ہوگا (٢) اسلئے کہ عقلاً بھی اس قسم کے نسخ میں کوئی قباحت باری تعالی کی نسبت کوئی
عیب نہیں ثابت ہوتا ہے انکو اعتقادات اور اخبار کی نسبت تو کوئی مسلمان بھی نسخ کا قائل نہیں تورات و انجیل و دیگر کتب انبیاء کو ہم سیاروں میں کوئی منسوخ نہیں کہتا باقی رہے احکام سو وہ دو قسم
ہیں ایک اول شرائع جیسا کہ خدا کی عبادت بت پرستی کی ممانعت صلہ رحمی اور اقسام ظلم و تکبر اور بد خصائل کی حرمت وغیرہ سو اس قسم کے احکام میں ہم بھی نسخ کے قائل نہیں تمام شریعتوں اور
کل انبیاء کے احکام ابدی ہیں۔ دوم فروعات کہ جیسے چوری کی سزا اور زنا پر اسقدر تنبیہ اور پاکی ناپاکی کی طہارت اسطرح سے یا اس طرح پر یا نماز اور اسکی عبادات اس مکان میں اور اس طرف منہ کر کے کرنا
وغیرہ ذالک سو اس قسم کے احکام میں نسخ واقع ہوا اور ضرور ہونا چاہیے کیونکہ خدا تعالی اعلام اقوام کا مقصد شریعت سے انکی بھلائی اور انکے حال پر حسنت ہے اور یہہ ظاہر ہے کہ زمانہ اور
اور اقوام و بلاد کا ہمیشہ ایکسا حال نہیں رہتا وقتاً فوقتاً مصلحتیں انقلاب پاتا رہتا ہے مثلاً جب قوم شراب کی عادی ہو تو اس وقت مناسب ہے کہ نہ تنہا شراب کو حرام کیا جاوے بلکہ اسکی
دواعی اور بلانیوالی باتوں کو بھی منع کر دیا جاوے اور شراب کے برتنوں کا مطلقاً استعمال بھی ناجائز کر دیا جاوے پھر جب انکی عادت جاتی رہے تو ان برتنوں کی استعمال کی اجازت
دیکر انپر سہولت کر دی جاوے اسکو تمہیں کیا نقصان لازم آتا ہے اسپر بھی اعتراض کرنا اور بہ مواقع استدلال میں اول قسم کے احکام کو پیش کرنا یا اعتقادیات
کو لانا انصاف کی گردن پر چھری پھیرنا ہے معاذ اللہ من ذالک۔ اب **النسخ قرآنی** کہ آیا اسکی آیات میں نسخ تلاوت یا نسخ حکم یا دونوں کا نسخ خواہ دوسرے آیت یا
کسی حدیث سے واقع ہوتا ہے یا نہیں سو **ابو مسلم** بن بحر وغیرہ اسکا مطلقاً انکار کرتے ہیں اور اکثر علما اسکے قائل ہیں وہ کہتے ہیں کہ بعض آیات کا آنحضرت کے عہد میں
صرف حکم منسوخ ہوا جیسا کہ والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجا اس آیت میں سال بھر کی عدت وفات تھی پھر چار مہینے دس روز کر دی گئی وغیرہ من الآیات اسکو منسوخ الحکم کہتے ہیں اور
بعض ایسی ہیں کہ جنکے الفاظ منسوخ التلاوۃ ہوئے اور حکم باقی ہے جیسا کہ الشیخ والشیخۃ اذا زنیا فارجموھما نکالا من اللہ واللہ عزیز حکیم وغیرہ ذالک یہ نسخ میں داخل ہیں اور بعض ایسی بھی تھیں کہ جو
حضرت اور تمام صحابہ کے ذہنوں سے بھلا دی گئیں چنانچہ بیہقی اور ابو داؤد نے روایت کی ہے کہ ایک صحابی شبکو تہجد پڑھنے کھڑا ہوا اور ایک سورۃ کو پڑھنا چاہا ہر چند یاد کیا مگر ایک حرف بھی یاد
نہ آیا صبحکو حضرت سے اور دیگر اشخاص سے بیان کیا آنحضرت نے فرمایا کہ یہہ سورۃ منسوخ التلاوۃ ہو گئی سبکے دلوں سے بھلا دی گئی اور اسکی تحریر بھی مٹا دی گئی۔ اور اسیطرح صحیح بخاری میں حضرت
عائشہ سے مروی ہے کہ یہہ آیت عشر رضعات معلومات یحرمن قرآن میں پڑھی جاتی تھی مگر اسکا ماقبل اور مابعد اور اسکا محل بالکل نسیاً منسیاً کر دیا گیا اور اسیطرح کے بہت سی روایات ہیں
یہہ سب ننسہا کا مصداق ہیں۔ مگر اس سے قرآن میں کوئی تحریف و تغیر نہیں ہو سکتا کیونکہ یہہ سب باتیں مصلحت الٰہیہ سے آنحضرت کے عہد میں ہو چکیں آپکی بعد پھر ایک حرف کی کمی یا
زیادتی ظہور میں نہ آئی۔ اور دلیل اس میں یہہ آیت ما ننسخ من آیۃ و دیگر آیات ہیں **ابو مسلم** کہتے ہیں کہ نہ احکام میں نسخ ہوا ہے کسلئے کہ جسکو تم منسوخ کہتے ہو وہ اور
جو ناسخ ہے اور جہت ہے تو نسخ میں اتحاد جہت شرط ہے اور نہ تلاوت آیات میں جن آیات کو تم منسوخ التلاوۃ کہتے ہو وہ درحقیقت قرآن مجید کی آیات نہ تھیں کیونکہ قرآن منقول بنقل متواتر ہے اور یہہ روایات
خبر احاد ہیں اور بعض تو موضوع یا ضعیف اور وجہ اشتباہ یہہ ہے کہ آنحضرت صلعم نے تفسیر کے طور پر یہہ جملے جنکو لوگ منسوخ التلاوۃ سمجھے ہیں اثنا تلاوت میں پڑھے اور حاضرین
نے انکو آیت سمجھ لیا یا مقدس سمجھکر اپنے مصاحف میں لکھ لیا مگر جب آنحضرت نے تمام قرآن شریف حفاظ کو یاد کرا دیا اور متفرق اجزاء میں کاتبوں سے لکھوا دیا اور ان دیوان جملوں کو قرآن میں
نہ پایا تو منسوخ التلاوۃ سمجھ لیا۔ اور اس آیت سے استدلال صحیح نہیں کسلئے کہ اس آیت سے مراد تورات و انجیل کے احکام ہیں اور لفظ آیت کا آیات قرآنیہ ہی کیلئے مخصوص نہیں بلکہ احکام پر بھی
اسکا اطلاق ہوتا ہے اور اسیطرح اور آیات سے بھی استدلال صحیح نہیں۔ **فقیر** کاتب الحروف کہتا ہے کہ نسخ حکم آیات ثابت ہے اور اتحاد جہت کی قید زائد ہے اور جمہور کا استدلال دیگر آیات سے صحیح مگر نسخ التلاوۃ

أَمْ تُرِيدُونَ أَن تَسْأَلُوا رَسُولَكُمْ كَمَا سُئِلَ مُوسَىٰ مِن قَبْلُ ۗ وَمَن يَتَبَدَّلِ الْكُفْرَ بِالْإِيمَانِ

کیا تم بھی (ای مسلمانو) چاہتے ہو کہ اپنے پیغمبر سے سوال شروع کرو جیسا کہ اس سے پہلے موسی سے سوال کئے گئے اور جو کوئی کفر کو ایمان کے بدلے مین

فَقَدْ ضَلَّ سَوَاءَ السَّبِيلِ ۝ وَدَّ كَثِيرٌ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَوْ يَرُدُّونَكُم مِّن بَعْدِ إِيمَانِكُمْ كُفَّارًا حَسَدًا

لیوے تو وہ بھولا سیدھے رستہ سے   اکثر اہل کتاب تو یہہ چاہتے ہین کہ کسیطرح تمکو ایمان لانے کے بعد

مِّنْ عِندِ أَنفُسِهِم مِّن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ ۖ فَاعْفُوا وَاصْفَحُوا حَتَّىٰ يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرِهِ ۗ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝

کافر کر دین اپنے حسد کی وجہ سے بعد اسکے کہ انپر حق ظاہر ہو چکا تم معاف کرو اور جانے دو جبتک کہ اللہ اپنا حکم بھیجے   اللہ ہر چیز پر قادر ہے

ترکیب

ام اسجگہ منقطع ہے والتقدیر بل اتریدون ان تسالوا کما مین کاف موضع نصب مین ہے مصدر محذوف کی صفت ہے ای سوالا کما اور ما مصدریہ ہے سواء السبیل بمعنی وسط السبیل ظرف ہے ضل کا ود فعل کثیر من اہل الکتاب فاعل لو مصدریہ یردونکم جملہ بتاویل مصدر مفعول کفارا حال ہے کم سے جو یردونکم مین ہے اور ممکن ہے کہ مفعول ثانی ہو کیسلئے کہ یرد بمعنی یصیر ہے حسدا مفعول لہ ہے فاعل ود سے یا یردونکم سے من عند انفسہم کان کے متعلق ہو کر صفت ہوا حسدا کی ٭

تفسیر

یہودی اہل سلام کو طرح طرح کے شکوک وشبہات مین مبتلا کیا کرتے تھے تاکہ یہ لوگ دین سے برگشتہ ہوجاوین اور باوجودیکہ انکو آنحضرت علیہ السلام کی نبوت کا بشارات کتب انبیا و معجزات سے یقین ہو چکا تھا مگر حسد کے مارے پھر یہہ باتین کرتے تھے جبکہ بعض سیدھے سادے مسلمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے الٹے سیدھے سوالات کرتے تھے کوئی یہہ سمجھکر کہ نسخ احکام تو ہوتا ہی ہے یہ سوال کرتا کہ فلان احکام قائم ہونے چاہیین اور یہہ احکام باعث مشقت ہین اٹھہ جانے چاہیین بعض پوچھتے تھے کہ اس حاملہ کے پیٹ مین بیٹا ہے یا بیٹی اور اسی قسم کے لغو اور محال باتون کو پیش کرتے تھے اسلئے خدا تعالی نے مسلمانون کو متنبہ کر دیا کہ کیا تم بھی اپنے رسول سے ایسے سوالات کیا چاہتے ہو کہ جیسے موسی سے ان یہود کے بزرگون نے کرکے غضب الہی اپنے اوپر ڈہایا تھا سو تم ایسا نکرو کیونکہ یہہ کفر ہے اور جو ایمان چھوڑکر کفر مین پڑتا ہے وہ نجات اور حیات ابدی کے سیدھے رستہ سے بہکتا ہے اور یہہ یہودی تو اپنے جبلی حسد سے تمکو پھر کفر مین لایا چاہتے ہین حالانکہ اسلام کا حق ہونا انپر ظاہر ہو چکا ہے۔ اس حسد کے مقابلہ مین تم ان سے حتی المقدور درگزر کرو۔ یہان تک کہ دنیا یا آخرت مین جو کچھہ خدا کی طرف سے انپر عذاب مقرر ہے وہ نازل ہو جاوے ٭

وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ ۚ وَمَا تُقَدِّمُوا لِأَنفُسِكُم مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوهُ عِندَ اللَّهِ ۗ إِنَّ اللَّهَ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ

اور نماز پڑھا کرو اور زکوۃ دیا کرو اور جو کچھہ نیکی تم اپنے لیے آگے بھیجوگے تو اسکو خدا کے ہان پاؤگے بیشک اللہ تمہارے کام دیکھہ رہا ہے

ترکیب

واقیموا الخ جملہ انشائیہ معطوف ہے فاعفوا پر وما تقدموا مین ما شرطیہ من خیر بیان ہے ما کا یہ سب جملہ شرط تجدوہ الخ جواب شرط

تفسیر

یعنی تم کسی مشکک اور مغوی کے بہکانے مین نہ آؤ ایمان پر ثابت قدم رہکر عالم آخرت کے لیئے کہ جہان تمکو ہمیشہ رہنا ہے روح کو منور کرو بدنی عبادتون مین سب سے بہلی نماز ہے اسکو ادا کرتے رہو اور مالی عبادت سے بہی غافل نہ ہو زکوۃ دو اور علاوہ اسکے ہر قسم کی نیکی اور خلق خدا سے بہلائی اور اپنے بیگانون کے ساتہہ نیک سلوک جو کچھہ کروگے وہ ضائع نہ جائیگا انسان کے سب اعمال عالم مثالی مین موجود رہتے ہین مرنیکے بعد سبکو وہان جاکر ضرور پاویگا کسی عمل کی جزا سے خدا غافل نہین تم جو کچھہ کرتے ہو وہ سب دیکھہ رہا ہے

فوائد

(۱) ام تریدون سے لیکر ان اللہ بما تعملون بصیر تک ایک مضمون متصل تہا۔ اسکا اصل شان نزول تو وہی ہے کہ جو ہمنے بیان کیا کہ لوگ یہودیون کے بہکانے سے آنحضرت علیہ السلام سے بیجا سوالات کرتے تھے جن مین نفع دنیا نہ نفع آخرت بلکہ ضرر ایمان تہا اسلئے منع کردیا گیا مگر بعض مفسرین نے ان لوگون کے متعلق مختلف روایتین بیان کی ہین ابن عباس۔ اور مجاہد فرماتے ہین کہ عبداللہ بن امیہ مخزومی نے مع چند قریش حضرت کی خدمت مین حاضر ہوکر یہہ کہا کہ ہم آپ پر جب ایمان لائینگے کہ آپ ہمارے لیئے مکہ کے خشک پہاڑون سے چشمہ جاری کردین یا وہان کوئی انگور یا کہجور کا باغ پیدا ہوجاوے یا کوئی سنہری گہر یا آپ سیڑہی لگاکر آسمان مین چڑہ جاوین یا پہر کوئی خدا کی کتاب اترے کہ جس مین یون لکہا ہو کہ اے عبداللہ تو محمد پر ایمان لا اور اصم اور جبائی اور ابی مسلم کہتے ہین کہ یہ خطاب اہل اسلام کے ان لوگون سے ہے کہ جو بیجا سوالات کرتے تھے اور یہی صحیح ہے۔

(۲) حسد کسیکی نعمت خداداد کا زوال چاہنا ہے خواہ وہ نعمت اپنے لیئے چاہے جیسا کہ کسیکا باغ یا مکان یا روپیہ یا عورت اپنے لیئے چاہے یا اپنے لیئے نچاہے اور یہ حسد حرام ہے اس آیت و دیگر آیات و احادیث سے یہ وہ مرض بد ہے کہ جو انسان کی تمام برائیون کا سرچشمہ اور نیکیون کا جلانیوالا انگارہ ہے چنانچہ حدیث مین آیا ہے کہ حسد نیکیونکو اسطرح جلاتا ہے کہ جسطرح آگ لکڑیونکو ابلیس کو اسی مرض نے ہلاک کیا تہا اور غبطہ حلال ہے وہ یہ کہ کسیکی برائی تو نچاہے مگر خدا سے اسطرحکی نعمت اپنے لیئے بہی مانگے اور اسیکو منافسہ بہی کہتے ہین۔ اور اسپر بہی مجازاً کبہی اطلاق حسد ہوتا ہے جیسا کہ صحیحین مین ہے لاحسد الا فی الاثنین رجل آتاہ اللہ مالا الحدیث (۳) یہان سے یہہ معلوم ہوا کہ جن باتون سے مسلمانون کے عقائد مین شبہ پڑے ان کا سننا

وَقَالُوا لَنْ يَدْخُلَ الْجَنَّةَ إِلَّا مَنْ كَانَ هُودًا أَوْ نَصَارَىٰ ۗ تِلْكَ أَمَانِيُّهُمْ ۗ قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ

اور کہتے ہیں (اہل کتاب) کہ بجز یہود یا نصاریٰ کے اور کوئی ہرگز جنت میں داخل نہوگا۔ یہ تو انکے ڈھکوسلے ہیں تو (اے محمدؐ) انسے کہہ کہ تم (اسبات پر) اپنی دلیل تو لاؤ اگر سچے ہو

بَلَىٰ مَنْ أَسْلَمَ وَجْهَهُ لِلَّهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهُ أَجْرُهُ عِنْدَ رَبِّهِ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ وَقَالَتِ الْيَهُودُ

بلکہ جسنے اللہ کے سامنے (اپنا منہ) جھکا یا اور وہ ہو نیکی کرنیوالا تو اسیکے لیئے ہے اسکا بدلا اسکے رب کے ہاں اور نہ انپر کچھ خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہونگے اور یہود نے کہا کہ عیسائی کسی راہ پر نہیں

لَيْسَتِ النَّصَارَىٰ عَلَىٰ شَيْءٍ وَقَالَتِ النَّصَارَىٰ لَيْسَتِ الْيَهُودُ عَلَىٰ شَيْءٍ وَهُمْ يَتْلُونَ الْكِتَابَ ۗ كَذَٰلِكَ قَالَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ مِثْلَ قَوْلِهِمْ ۚ فَاللَّهُ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ

اور عیسائیوں نے کہا کہ یہود کسی راہ پر نہیں حالانکہ وہ سب کتاب بھی پڑھتے ہیں اسیطرح کہی تھی بے علموں نے انکی سی بات۔ پھر اللہ انمیں فیصلہ کردیگا جس امر میں وہ خلاف کررہے تھے

بھی حرام ہے اس بناپر مستورات کا پادریوں کے مدارس میں تعلیم کے لیئے جانا اور انکے مدارس کی ملازمت کرنا یا انکی ان امور میں اعانت کرنا حرام ہے بلکہ تبدل کفر بالایمان اور یہی حال دیگر مذاہب کا ہے۔ نعوذ باللہ منہ۔

ترکیب

وقالوا فعل با فاعل لن یدخل الجنۃ الخ جملہ مفعول۔ فعل اپنے فاعل اور مفعول سے ملکر جملہ تامہ خبریہ ہوکر معطوف ہوا وتودّ پر الّا مَن محل رفع میں ہے بسبب یدخل کے ہود جمع ہائد کی ہے جیسا کہ عائذ کی عوذ۔ بعض کہتے ہیں کہ اس جمع کا مفرد نہیں قیل ہاودٌ نصاریٰ جمع نصران کی ہے جیسا کہ سکاری سکران کی تلک مبتدا امانیہم خبر قل فعل انت ضمیر ہاتوا امر حاضر معروف معتل اللام لفیف ہاتا یہاتی مہاتاۃ مثل رامی یرامی مراماۃ و ہاتو مثل ارموا اور اصل اسکی ہا تیوا تھی تعلیل ہوگئی برہان مضاف کم مضاف الیہ مجموعہ مفعول ہوا ہاتوا کا پھر یہ سب جملہ مقولہ ہوا قل کا من شرطیہ اسلم فعل ضمیر ہو راجع من کی طرف وہ فاعل ذوالحال وجہہ مفعول للہ متعلق فعل وہو محسن جملہ اسمیہ حال یہ تمام جملہ شرط فلہ اجرہ الخ تمام جملہ اسمیہ جواب شرط وقالت فعل الیہود فاعل لیست النصاریٰ الخ جملہ اسکا مقولہ قس علیہ قالت النصاریٰ الخ وہم یتلون الخ جملہ خبریہ حال ہے قالت سے کذلک کاف موضع نصب میں ہے کیونکہ صفت ہے مصدر محذوف کی مثل قولہم یا بدل ہے محل کاف سے یا مفعول ہے لا یعلمون کا۔

تفسیر

پہلی آیتوں میں مذکور تھا کہ اہل کتاب کی آرزو کرتے ہیں کہ کسیطرح تمکو پھر کفر میں مبتلا کردیں اور اسی لیئے تمہارے دل میں شکوک وشبہات ڈالتے ہیں اور ان شبہات کو خداتعالیٰ نے زائل کردیا تھا اسکے بعد انکے ایک اور مکر و فریب کو زائل کرتا ہے یعنے وہ تمہارے کافر کرنے کے لیئے اور اپنی اس کی آرزو پورا کرنے کے واسطے یہ بھی کہتے ہیں کہ جنت ہمارا حصہ ہے چنانچہ عاریثہ یہود نے مسلمانوں سے یہہ کہا کہ تم ہزار عبادت کرو کیسے ہی نیک اور موحد بنجاؤ مگر جنت میں سوا یہود کے اور کوئی نہیں جائیگا

اور نجران سے عیسائیون نے کہا کہ عبادت ابدی اور تسلی اور جنت حقیقی وہ خاص عیسائیون کا حصہ ہے بغیر اسکے کہ کوئی حضرت مسیح کو
خدا اور خدا کا بیٹا اور تمام گناہون کا کفارہ سمجھے کبھی نجات نہ پائیگا تسلی اور روح کو اطمینان اسی مذہب مین حاصل ہوتا ہے (جیسا کہ
آجکل کے پادری بھی یہی کہا کرتے ہین۔ اور جب دلائل سے عاجز ہوجاتے ہین تو سیدہے سادے لوگونکو ایسی ابلہ فریب باتون
سے پرچایا کرتے ہین) خدا تعالی انکی اس لیل پوچ کو بھی رد کرتا ہے کہ یہہ تو تمہارے دلون کے خیالات خام ہین اگر سچ ہو تو کوئی
قوی دلیل لاؤ بلکہ نجات ابدی اور جنت کا مستحق ہونا خدا کی فرمانبرداری اور نیکوکاری پر منحصر ہے (سو یہ بات مذہب اسلام مین منحصر
ہے جسکے نام مین فرمانبرداری پڑی ہے کسی نبی اور کسی کتاب الہامی سے اور کسی حکم الہی سے اسکو انکار نہین) اور صرف تمہارے
مقابلہ ہی مین اے مسلمانو یہہ لوگ ایسی باتین نہین بناتے بلکہ باہم بھی ایک دوسرے کو یہی کہتا ہے چنانچہ یہود کہتے ہین کہ نصاری
سراسر بیراہ ہین اور نصاری یہود کو سراسر بیراہ بتاتے ہین اور لطف یہہ کہ دونون ایک کتاب کے مقر اور اسکو پڑھتے ہین یعنی
توراۃ و صحف انبیا پھر اسپر یہہ بے انصافی اور اختلاف اور یہہ خیالات کچھہ انہین مین نہین بلکہ ان سے پیشتر عرب کے بت پرست
جو جاہل تھے وہ بھی کہا کرتے تھے کہ بغیر فلان بت کی نذر و نیاز کے انسانکی نجات اور قضاء حاجات نہین ہوسکتی پس حق مذہب کے
تمہارے اور دیگر مذاہب ہیچ و پوچ ہین کہ انکا گمراہ ہونا تو تمام عقلاء کے نزدیک متفق علیہ ہے پھر کیا انکے خیالات دین حق مین کچھہ فرق
آسکتا ہے اسیطرح انکے بیہودہ خیالات ہین قیامت کو ہم ان ہی آپ فیصلہ کر دینگے کہ کون حق پر اور کون ناحق پر تھا۔

متعلقات

(۱) جبکہ اللہ تعالی نے یہود و نصاری کے جہوٹے دعوی کو رد کیا اور اسپر دلیل طلب کی تو یہہ کہہ سکتے تھے کہ ہم ہی خاصکر
جنت مین جاوینگے مگر یہہ نکہا کیونکہ اسکے مقابلہ مین دوسرا شخص کہہ سکتا تھا کہ تمہارا بھی یہہ دعوی بلا دلیل ہے ہر شخص اپنے ملت و
مذہب کے مقابلہ مین اور مذاہب کو غلط سمجھا کرتا ہے۔ بلکہ ایک ایسی بات کہی کہ جسکا کوئی بھی اہل عقل انکار نہین کرسکتا اور جسکو ہر
ملک و ہر مذہب کے لوگ بالاتفاق مانتے ہین وہ یہہ کہ نجات خدا تعالی کی فرمانبرداری اور نیکوکاری پر منحصر ہے جسکو کہ اسلام ہی کہتے
ہین اسمین عرب و عجم ہند و عیسائی یہود کی کچھہ خصوصیت نہین کسلیے کہ خدا تمام عالم کا خدا ہے اسکو اپنے سب نیک اور فرمانبردار بندون
سے مساوی تعلق ہے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن مجید کی تمام ہدایتون کا یہی اصل اصول ہے پس جو شخص
تعصب قومی یا تقلید رسمی سے اس کتاب اور نبی کو نہین مانتا وہ ہرگز مستحق نجات نہین جب اور کوئی مستحق نجات نہین تو
انکا انحصار باطل ہوکر اسکا انحصار صحیح ہوگیا لازم کے ثبوت سے ملزوم کا ثبوت کر دیا +

(۲) اسلام لغت مین جہکنے اور مطیع ہونے کو کہتے ہین اور جہان زیادہ اطاعت اور فرمانبرداری مطلوب ہوتی ہے تو منہ جہکانا
یا سر جہکانا بولتے ہین اور چونکہ مذہب اسلام مین خدا تعالی کی بیحد فرمانبرداری ہے جان اور مال سے تو اسلیے اس مذہب کا

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰى فِيْ خَرَابِهَا اُولٰٓئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ اَنْ يَّدْخُلُوْهَا

اور اس سے بڑہکر کون ظالم ہے کہ جس نے اللہ کی مسجدون مین اُسکے نام لینے کی ممانعت کردی اور اُنکے اجاڑ دینے مین کوشش کی انکو تو یہی لائق تہا کہ ان مین ڈرتے

اِلَّا خَآئِفِيْنَ ۥ لَهُمْ فِى الدُّنْيَا خِزْىٌ وَّلَهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝

ہوئے جاتے انکو دنیا مین رسوائی ہے اور اُنکو آخرت مین بڑا عذاب ہے

نام ہی اسلام قرار پایا۔ (٣٣) یہود و نصاری چونکہ یہ دعوی کرتے تہے کہ ہمارے سوا اور کوئی جنت کا مستحق نہین تو اُسکو رد مین صرف یہ نہ فرمایا کہ اور لوگ بہی جنت مین جاوینگے یا خاص اوہی داخل ہونگے بلکہ جنکے اوصاف ہون گے (اسلام یعنی ایمان و احسان یعنی ہر قسم کے نیک عمل اور خدا تعالی سے ارتباط قلبی) وہ صرف جنت مین داخل ہون گے بلکہ لا خوف علیہم کہ آیندہ وہان سے نکلنے اور کسی مصیبت مرض و افلاس موت وغیرہ سے انکو کوئی خوف نہ ہوگا و لا ہم یحزنون اور نہ پچہلی باتو نپر انکو کبہی کوئی غم ہوگا نہ رنج پاس آویگا۔ دو باتون کے مقابلہ مین دو باتین ذکر کرکے پوری تسلی بخشدی ۞ اے عیسائیو اب غور کرو اس کلام ربانی سے سچی تسلی اور حقیقی اطمینان قلب حاصل ہوتا ہے یا پولوس کے تراشے ہوے اس مسئلہ سے کہ شریعت تم آزاد ہو گئے جو چاہو کرو سب گناہ حضرت مسیح اُٹہا کر لیگئے ۞ یہ بات تو نفس کو شتر بے مہار کرنیکے حق مین شیطان کے افسون بڑہکر ہے معاذ اللہ خدا اور الہام کی یہہ شان نہین ۞

ترکیب

من استفہامیہ انکاریہ محل رفع مین ہے بسبب مبتدا ہونیکے اور اظلم اسکی خبر ہے یعنے اُس سے کوئی زیادہ ظالم نہین ممن مین من نکرہ موصوفہ یا بمعنی الذی ہے۔ ان یذکر موضع نصب مین ہے اسلئے کہ یہہ مساجد مفعول منع سے بدل الاشتمال ہی تقدیرہ ذکر اسمہ فیہا خراب بمعنی تخریب اولئک مبتدا ما کان لہم الخ جملہ اسکی خبر۔ الا خائفین حال ہے ضمیر یدخلوہا سے ۞

تفسیر

پہلی آیت مین ذکر تہا کہ اس قسم کی باتین (کہ ہم ہی جنت مین جاوینگے) مشرکین عرب بہی کہتے ہین کہ جنکو اہل کتاب بہی بدتر سمجہتے تہے اس آیت مین مشرکین عرب کے اور ضمنا یہود کے وہ حالات بیان کردئے کہ جن سے انکو بہی معلوم ہوجاتے کہ یہہ کام اہل جنت کے نہین تقریرہ اے اہل کتاب جنت کے لئے جس طرح تم دعوی کرتے ہو اسیطرح مشرکین عرب بہی کرتے ہین کہ جنکا فعل شنیع یہ ہے کہ وہ اُسکے بندون کو اسکی مسجدون (مسجد الحرام) اور مسجد ابو کبیر۔ اور مکہ اور اسکے اطراف مین مقامات کو جو اہل اسلام نے عبادت کے لئے خاص کئے تہے خدا کا نام لینے نہین دیتے بلکہ اونکی بربادی اور بے رونقی مین کوشش کرتے ہین اور منار کو ڈہانے سے چنانچہ ایسے چبوترون کو اکہاڑ پہینکتے تہے اور مسجد حرام مین جب اسکا نام لینے کی ممانعت کردی تو اُسکی بہی

وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝ وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ ؕ بَلْ لَّهٗ

اور خدا ہی کے لیے ہے مشرق اور مغرب سو تم جدہر منہ کروگے وہین خدا کا منہ ہے (یعنی ذات ہے) اللہ اسع اور دانا ہے اور بولے جو خدا نے بنالیا ہی بیٹا وہ پاک ہے بلکہ اسیکا ہے

مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ۝

جو کچھہ کہ آسمانون اور زمین مین ہے، سب اسکی فرمانبردار ہین پیدا کرنیوالا ہی آسمانون ورزمین کا۔ اور جب کرنا چاہتا ہی کوئی کام تو اسکو یہی کہتا ہی کہ ہو پس وہ ہو جاتا ہے

بربادی مین کوشش کی اور یہہ مکانات تو اس قابل ہین کہ وہان ادب اور خوف سے جانا چاہیئے سو ایسے لوگون سے بڑھکر کون ظالم ہے ؟ اور جبکہ حال ہین کہ تم ان مشرکین عرب کے مددگار رہو اور ان مسلمانون سے اسلیے کینہ رکہتے ہو کہ وہ خاص اللہ کا نام لیتے اور اسکی عبادت کرتے ہین تو تم بہی انکے شریک حال ہو تو ایسے لوگون کو تو دنیا مین رسوائی اور آخرت مین عذاب عظیم ملتا ہے ۔ نہ کہ جنت پہر اس حال پر یہہ دعوی کہ ہمین جنت مین جاوینگے ؎ باین خواری توقع ملک داری ایکبار نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسجد الحرام مین نماز پڑہتے تہے ابوجہل نے گلے مین پٹکا ڈالکر ایسا تانکا کہینچا کہ حضرت کی آنکہین باہر کو نکل آئین ۔ ایک بار کفار نے نماز پڑہتے مین حضرت پر مردہ اونٹ کی ناپاک انتڑیان اور اوجہڑی ڈالدی ۔ ایکبار ابو ذر کو خانہ کعبہ کے پاس لیا مارا کہ لہو مین سر سے پاؤن تک رنگین ہو گئے ۔ حضرت ابو بکر کے چبوترہ کو جسپر وہ عبادت کرتے اور قرآن پڑہتے تہے توڑ ڈالا ۔ ایکبار جب آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام مدینہ سے عمرہ کے لیے مکہ مین آئے تو مشرکین مکہ نے بمقام حدیبیہ آپ کو روک دیا ۔ اسیطرح ہزارون ستم کیے خدا پرستون کو ستایا اور اب بہی کہین کہین لوگ ستاتے اذان یعنی اسکا نام پکار کر لینے سے منع کرتے ہین اسکی عبادتگاہ کو ڈہاتے ہین لیکن جو ایسا کرتا ہے اسکو خدا دنیا مین بہی ذلیل و رسوا کرتا ہے جیساکہ مشرکین عرب اور انکے معین و مددگار یہود و نصاری کو کیا اونکی قدیم سلطنتون کے تخت الٹ دیے ان مظلومون کو روی زمین کا حکم دیا آخرت مین بجاے جنت کے جہنم مین جاتے ہین سچ ہے خدا پرستون کا ستانا اچہا نہین ؎ ما آبگینہ ایم شوہیم از شکست تیز ۔ آزار یابد آنکہ بود در شکست ما ۱۲

ترکیب

للہ خبر مقدم المشرق والمغرب مبتدا موخر جملہ مستانفہ ہوا فاینما شرط تولوا مجزوم ہے بشرط فثم وجہ اللہ جملہ اسمیہ خبریہ جواب شرط اللہ اسم ان واسع خبر موصوف علیم صفت جملہ مستانفہ ۔ وقالوا فعل ہم ضمیر فاعل اتخذ فعل اللہ فاعل ولدا مفعول بہ جملہ مکملہ مقولہ ہوا سبحانہ جملہ معترضہ بدیع بمعنی مبدع مضاف السموات والارض مضاف الیہ مجموعہ خبر مبتدا محذوف کی اسے ہو واذا قضی الخ شرط فانما یقول الخ جواب شرط ۔

تفسیر

پہلی آیت مین ذکر تہا کہ مشرکین باوجود دعوی نجات خاصہ کے خدا کی مساجدون کو برباد کرتے ہین اسجگہہ یہ بات کہولدی کہ انکے

برباد کرنے سے خدا کی عبادت کا سلسلہ منقطع نہین ہوسکتا کیونکہ تمام مشرق و مغرب خدا کیلئے ہے جدہر چاہو موہنہ کرکے
اور جس جگہ مین مبیٹھکر عبادت کروگے وہین خدا تعالیٰ حاضر و ناظر موجود ہے (اسلئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا نے
میرے لئے تمام روی زمین کو مسجد کردیا یعنے عبادت کی کوئی جگہہ خاص جسطرح کہ اور امتون کے لئے تہی نہی
(مشکوۃ) خدا تعالیٰ وسیع ہے اور ہر بات جانتا ہے ۔
مفسرین کے اسکے **شان نزول** مین اور بہی اقوال ہین چنانچہ عبد اللہ بن عامر نے روایت کیا ہے کہ ہم جہاد
مین ایک اندہیری رات مین آنحضرتؐ کے ساتھ نماز مین مشغول ہوئے اندہیرے کی وجہ سے قبلہ نہ معلوم ہوا کسی نے کسی طرف کسی نے
کسی طرف مُنہ کرکے نماز پڑہی پہر صبح کو معلوم ہوا کہ قبلہ رُخ نماز نہ پڑہی گئی اور ہمنے یہ بات آنحضرتؐ سے ذکر کی تو یہہ آیت نازل ہوئی کہ مشرق
و مغرب سب خدا کے لئے ہے ہر طرف مین اُسکا جلوہ ہے ایسے عوارض مین تعلق جہت کچہہ شرط نہین (تفسیر کبیر) ترمذی اور ابن ماجہ نے بہی ایسا
ہی مضمون نقل کیا ہے اور بعض کہتے ہین کہ نماز سفر کے لئے یہ آیت نازل ہوئی کہ سفر مین جو شخص سواری مین مبیٹھکر نوافل پڑہنا چاہے
اور اُسکی سواری کا مُنہ قبلہ کیطرف نہو تو کچہہ مضایقہ نہین اُسی طرف موہنہ کرکے نماز پڑہ لے اسکو بہی ترمذی اور نسائی اور ابن حاتم
نے روایت کیا ہے **ابن عباس** اور مجاہد اور حسن اور قتادہ وغیرہم فرماتے ہین کہ اسکے نازل ہونیکا یہ سبب ہوا تہا کہ جب
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بیت المقدس کیطرف سے خانہ کعبہ کیطرف موہنہ کرکے نماز پڑہنے کا حکم ہوا تو یہود نے طعن کیا اس پر یہہ آیت
نازل ہوئی کہ ہر طرف اُسی کا جلوہ ہے اور مشرق و مغرب اُسیکا ہے کچہہ وہ مجسم نہین کہ مشرق کیطرف ہے یا مغرب کیطرف یا جنوب
یا شمال کیطرف ۔ اسمین کوئی شک نہین کہ یہہ آیت تحویل قبلہ کے لئے تمہید ہے جسکا بیان آگے آتا ہے ۔
پہر اور بہی ان مدعیون کے لغو اعتقاد بیان فرماکر اُنکو شرماتا ہے کہ ان مدعیون نے یہہ بہی اعتقاد کر رکہا ہے کہ خدا نے بیٹا جنا ہے
اگرچہ تمام یہود اسکے قائل نہین ورنہ تہے مگر مدینہ کے یہودیون سے کعب بن اشرف اور کعب بن اسد اور وہب بن یہودا یہہ کہتے تہے
کہ عزیر علیہ السلام خدا کے بیٹے ہین (وقالت الیہود عزیر ابن اللہ) اور نصاریٰ تو باستثناء چند فریق تمام کلیسیا حضرت مسیح علیہ السلام
کو خدا کا بیٹا کہتے تہے اور اب بہی اس مجہول اعتقاد کو موجب نجات جانتے ہین اور پولوس نے اسکا رواج دیا ہے اس پولوس اور
اُسکے شاگردون کی کتابون مین کہ جنکو عیسائی انجیل اور کلام خدا کہکر دل خوش کرتے ہین یہہ کفر اب تک موجود ہے اور عرب
کے مشرک فرشتون کو خدا کی بیٹیان کہتے تہے (الکم الذکر ولہ الانثیٰ)
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ اس بات سے پاک ہے مگر وہ عقل کے اندہے اسقدر کہنے سے کب اس عقیدہ سے باز آسکتے تہے اسلئے
اسکے بعد اسکے بطلان پر ایک **برہان قاطع** اسطرح سے قایم کی کہ جسکو حکما و فلاسفہ بہی سمجہہ سکین اور عرب کے اور دیگر
ملکون کے ان پڑہ بہی سمجہکر اس خیال سے باز آوین ۔ برہان عامی کی تقریر یہہ ہے (۱) باپ بیٹے مین مجانست و مماثلت

ضرور ہے لائق بیٹے تو باپ کے کمالات وصفات مین برابر حصہ دار ہوتے ہین اور نالائق کم اور خدا تعالی مین تین باتین سب کے
نزدیک مسلّم الثبوت ہین اول آسمانون اور زمین کا پیدا کرنا کہ جو بدیع السموات والارض مین مذکور ہے دوم اُس کے احکام تکوینی
کا ہر چیز پر نافذ ہونا ہر بات پر قادر مستقل ہونا جو اذا قضی امرًا فانما یقول لہ کن فیکون سے سمجہا جاتا ہے سوم مخلوقات مین سے ہر ایک
چیز کا اُسکے آگے مسخر ہونا جو کل لہ قانتون مین مذکور ہے حالانکہ یہ تینون باتین اُسکے سوا کسی مین بہی نہین پائی جاتین حضرت
مسیحؑ اور عزیرؑ اور فرشتون نے آسمان وزمین تو کیا ایک پہاڑ کے پتہر کو بہی پیدا نہین کیا اور ہر بات پر اُنکی قدرت نہی خود
حضرت مسیح بقول نصاری دار پر کہینچے جانے کے وقت کس آہ وزاری کے ساتہہ چلاتے رہے مگر مخالفون سے نجات نہ پا سکے
اسیطرح عزیرؑ بخت نصر کا کچہہ نکر سکے اور ایران کے بادشاہون کی مدد و حکم بغیر بیت المقدس کی مرمت نکر سکے یہی حال فرشتون کا
ہے اور اسیطرح عالم کی ہر چیز اُنکے آگے مسخر نہین وہ اپنے ہی وجود اور عدم اور صحت و مرض پر حکمران نہین یا یون کہو۔
(۲) عالم مین دو قسم کے تصرفات ہین ایک یہہ کہ ابتدائً کسی چیز کا پیدا کرنا سو یہہ کامل تصرف ہے یا پیدا کی ہوئی چیزون
مین اُلٹ پہیر کرکے ایک نئی صورت پیدا کر دینا یہہ تصرف ناقص ہے۔ اگر بغور دیکہا جاوے تو یہہ دونون تصرف خدا تعالی کے
قبضہ مین ہین اول مین کسیکو کچہہ بہی حصہ نہین مگر دوسری قسم مین کسیقدر مشابہت سی پائی جاتی ہے جیسا کہ معمار اور بڑہئی
اینٹون اور لکڑیون مین تصرف کرکے ایک مکان یا تخت بنا دیتا ہے یا کمہار مٹی اور گارے مین تصرف کرکے عمدہ عمدہ برتن اور
مورتین بناتا ہے اور باپ اور بیٹے مین جو کچہہ تصرف ہے تو از قسم ثانی ہے بلکہ وہ بہی از حد ناقص کس لئے کہ باپ کا صرف یہی کام ہے کہ
وہ بچہ کی مان کے رحم مین منی ڈالتا ہے جس سے پہر بتدریج بچہ پیدا ہوتا ہے سو جسکو اول اور دوم قسم کی قدرت کاملہ حاصل ہو وہ
اس تیسری قسم ارذل کیطرف کیون محتاج ہونے لگا وہ تو بدیع السموات والارض ہے کہ ہر ایک آسمان وزمین کو ابتدائً پیدا کر دیا
(۳) علاوہ اسکے جو کوئی بیٹے کا خواستگار ہوتا ہے تو دو بات کے لئے ایک یہہ کوئی اُسکا اپنا حکم بردار ہو سو لہ ما فی السموات والارض
کل لہ قانتون آسمانون اور زمین مین جو کچہہ ہے اُسکی مخلوق و مملوک ہے بیٹا تو مخلوق و مملوک بہی نہین ہوتا اور ہر چیز اُسکی فرمانبردار
اور اُسکے آگے مسخر ہے پہر ایک یا دو یا دس یا پانچ کو بیٹا بنا کر فرمانبردار کرنا کیا فائدہ ؟ دوم یہہ کہ بوقت ضرورت کام آوے اور
اُسکی پیری مین اسکا نائب بنکر کام کیا کرے سو یہہ بہی نہین کس لئے کہ وہ بدیع السموات والارض ہے ایسا قادر قدیم ہے کہ آسمانون
اور زمین کو پیدا کر دیا اُسکو ضرورت اور پیری کب لاحق ہو سکتی ہے وہ ازلی ابدی ہے اُس پر ضعف و ناتوانی کا کیا دخل ہے
اور نائب بنا کر اُسکو کام لینے کی کیا حاجت ہے اذا قضی امرًا فانما یقول لہ کن فیکون اُسکے حکم سے فورًا ہر چیز موجود ہو جاتی ہے
اور یہان خاصی کی یہہ تقریر ہے۔ یہہ مقدمہ بدیہی ہے کہ ولد اور والدین مجانست ضرور ہے اور خدا کے لئے اگر کوئی
ولد ہو تو مجانست لازم آوے اور یہہ محال ہے تو ولد کا ہونا بہی محال ہے۔ مجانست کا محال ہونا اسلئے ہے کہ جیسے دو چیز باہم

ہم جنس ہوتے ہین تو انمین ایک فصل ممیز بھی ضرور ہوتی ہے تو ہر ایک کے لئے دو جز حقیقت قرار پاوینگے ایک جنس اور دوسری فصل اور جو مرکب ہوتا ہے تو حادث ہوتا ہے پس خداوند تعالی کا حادث ہونا ثابت ہو جاویگا ۔ اور یہہ محال ہے خدا تعالی نے اپنے کلام پاک مین اس دلیل کے دوسرے مقدمہ کے بطلان پر (یعنے مجانست کے بطلان پر) اس آیت مین اشارہ کردیا له ما فی السموات والارض کل له قانتون کہ خدا کی ہر چیز مملوک و مخلوق و مسخر ہے پھر اسکا ہم جنس کون ہے پھر اس آیت بدیع السموات والارض مین اور بھی مباینت کلی بیان کردی کہ کوئی ما فی السموات والارض سے یہہ نہ سمجھ لے کہ خود آسمان و زمین قدیم اور واجب لوجود ہون بلکہ یہ آسمان و زمین اور جو کچھ انکے اندر ہے سب حادث اور ممکن ہے سب کا وہ خالق ہے پس لڑکے کیسی اور مجانست کیسی ۔ اسکے بعد صفات مین بھی تفاوت صریحہ بیان کردیا وہ یہہ کہ اذا قضی امرا فانما یقول له کن فیکون کہ اسکو یہ قدرت ہے کہ جو کسی دوسرے مین نہین یعنے جب وہ کن کہتا ہے اسی وقت وہ چیز پیدا ہو جاتی ہی ۔ خاص اس آیت اور بھی دلائل نفی ولدیت پر مستنبط ہو سکتے ہین مگر بیان اردو خوانون کی استعداد فہم پر نظر کرکے اسیقدر پر بس کرتا ہون ۔

فوائد

(۱) بعض عیسائی جب ان دلائل سے عاجز ہو جاتے ہین تو لاچار ہو کر ایک اور حیلہ کرتے ہین وہ یہہ کہ ہماری مراد بیٹے ہونے سے اس قسم کا بیٹا نہین یعنی اسکے حقیقی معنے مراد نہین مسلمان حقیقی معنی خیال کرکے اعتراضات کرتے ہین مگر جب انسے پوچھا کیا جاتا ہے کہ آیا مجازی معنی لیتے ہو یا کچھ اور اول شق مین تو اسکے معنے محبوب اور معزز کے ہین تو پھر حضرت عیسی علیہ السلام کی کیا خصوصیت ہے، اور بھی انبیا پر بائیبل مین لفظ ابن اس معنی مین بولا گیا اور اب و نا شریعت محمدیہ مین اسکی ممانعت کی گئی ہے اور اگر کچھ اور مراد ہے تو اسکو بیان کرو مگر الوہیت مین شریک کروگے تو پھر انہین دلائل سے رد کیا جاویگا کیونکہ وہ الہ ہونا نہین بچ سکتا بعض پادری لاچار ہو کر یہہ کہدیتے ہین کہ یہہ سر الہی ہے ہم اسکو بیان نہین کرسکتے جیسا کہ تمہارے ہان آیات متشابہات مگر یہہ بھی عذر بدتر از گناہ ہے کس لیے کہ ہم آیات متشابہات کے ایک خاص معنی تجویز کرکے اسکے ماننے کو باعث نجات تو نہین کہتے بلکہ مجملاً تسلیم کرنے پر بس کرتے ہین اور تم لفظ ابن و راب کی نسبت ایسا نہین کرتے بلکہ اسکے معنے باپ اور بیٹا قرار دیکر سب کو سمجھاتے اور اسیکو موجب نجات ٹھہراتے ہو پھر اسپر قیاس کرنا بڑی غلطی ہے فی الحقیقت یہ ایسا لغو اور غلط عقیدہ ہے کہ جس سے ہر دانشمند کو تنفر طبعی ہے اسلئے آجکل یورپ مین لاکھون آدمی اس عقیدے بلکہ مذہب نصرانی سے نفرت کرکے کچھ اسلام کی طرف اور کچھ الحاد کیطرف مائل ہوتے چلے جاتے ہین صرف پادری اور مشن کے ملازم یا چند سادہ لوح عیسائی ہین جو اسکو مانتے ہین والله الہادی وبیدہ ازمۃ المقاصد والمبادی (۲) ابداع لغت مین ایسی چیز پیدا کرنے کو کہتے ہین کہ جو نئی ہو اور اسی سے بدعت ہے یعنی دین مین کوئی نئی بات نکالنا اور اسی لئے قرآن مین ما کنت بدعا من الرسل آیا کہ مین انوکھا رسول

وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ لَوْلَا يُكَلِّمُنَا اللّٰهُ اَوْ تَاْتِيْنَآ اٰيَةٌ ۭ كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّثْلَ قَوْلِهِمْ ۭ تَشَابَهَتْ

اور جو علم نہیں رکھتے کہتے ہیں کہ کیون نہیں ہم سے کلام کرتا اللہ یا کیون ہمارے پاس کوئی آیت نہیں آتی۔ اسیطرح کہہ چکے ہیں جو انسے پہلے تھے انہیں کی سی بات۔ یکسان ہوگئے

قُلُوْبُهُمْ ۭ قَدْ بَيَّنَّا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ۝ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ۙ وَّلَا تُسْــَٔـلُ عَنْ اَصْحٰبِ الْجَحِيْمِ ۝

انکے دل۔ ہم نے بیان کردین آیتین یقین والون کے لئے۔ ہمنے تجھہ کو دین حق دیکر خوشی اور ڈر سنانے کو بھیجا ہے۔ اور تجھہ سے کچھہ پرسش نہین دوزخیون کی

نہین ہوتی اسجگہہ جو بدیع السموات الخ کہا موجد السموات نہ کہا اسمین یہ اشارہ ہے کہ اگر حضرت عیسیٰ کو بغیر باپ کے اور آدم کو بے
ماں باپ کے اسنے پیدا کیا تو اس وجہ سے وہ خدا کے بیٹے نہین ہوسکتے خدا نئی نئی اور طرح طرح کی چیزون کا پیدا کرنے والا ہے

ترکیب

قال فعل الذین موصول لا یعلمون صلہ مجموعہ فاعل لولا کلمہ تحضیض یکلمنا اللہ جملہ معطوف علیہ او تاتینا آیہ معطوف مجموعہ مقولہ ہوا
قال فعل الذین من قبلہم صلہ و موصول فاعل کذلک مفعول مقدم مثل مضاف قولہم مضاف الیہ مجموعہ بدل ہے یا بیان ہے
کذلک سے تشابہت فعل قلوبہم فاعل جملہ محل حال مین ہے بحذف قد الذین سے بالحق جار مجرور موضع حال مین
ہے تقدیرہ ارسلناک ومعک الحق بشیرا و نذیرا دونون حال ہین کاف ارسلناک سے۔

تفسیر

پیشتر خدا تعالیٰ نے کفار کا ادعا باطل بیان کیا تھا کہ وہ کہتے ہین کہ خدا تعالیٰ کے لئے بیٹا ہے ہم اسکے ذریعے نجات حاصل
کرینگے اس ادعا کو باطل کرکے یہان یہ بات ثابت کرتا ہے کہ اس قول کا منشا جہالت ہے کیونکہ وہ رسول کے مقابلہ مین
یہ کہتے ہین کہ کیون نہ خدا ہمسے خود کلام نہین کرتا اور کیون ہمارے پاس آیات نہین بھیجتا یا رسول کے ذریعہ سے کیون کلام کرتا
اور آیات بھیجتا ہے؟ اس سے دو باتین معلوم ہوئین ایک یہ کہ انکو خدا تک ہم کلامی کا واسطہ نہین جس سے معلوم ہوا کہ
اب جو کچھہ ذات و صفات کے بارہ مین کہتے ہین یا محض اپنی عقل سے یا کسی اس شخص سے سنکر جو خدا سے ہم کلام ہوتا ہے
ہم کلام تو رسول ہوتا ہے اسکا تو یہ لوگ انکار ہی کر رہے ہین دوم یہ کہ انکی عقل بھی سلیم نہین کس لئے کہ خدا نور محض بندہ کثیف محض
وہان تک ہر شخص کو کس طرح سے رسائی ہوسکے اسکے لئے تو وہ نفوس مقدسہ درکار ہین جو تمام بنی آدم مین ممتاز ہین جنکو انبیاء
کہتے ہین پس جب عقل کا یہ حال ہے تو اس قول کا کیا اعتبار ہے کہ خدا کے لئے بیٹے ہین اس جہالت پر یہ دعویٰ کہ ہمین جنت
مین جاوینگے۔ اسکے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دیتا ہے کہ کچھہ انپر منحصر نہین انسے پہلے اور لوگ بھی ایسی باتین کہہ
چکے ہین آپ رسول برحق ہین لوگونکو عذاب و نجات کا مژدہ اور ڈر سنانا آپ کا کام ہے آپ ازلی بدبختون اور جہنمیون کے ذمہ دار
نہین ہین جو نہ ماننا اونکا قصور ہے نہ کہ آپ کی رسالت کا پس اونہون نے جسطرح خدا کی ذات مین بیٹے ہونیکا عیب لگایا اسیطرح

وَلَنْ تَرْضٰى عَنْكَ الْيَهُوْدُ وَلَا النَّصٰرٰى حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ ۭ قُلْ اِنَّ ھُدَى اللّٰهِ ھُوَ الْهُدٰى ۭ وَلَىِٕنِ اتَّبَعْتَ اَھْوَاۗءَھُمْ

اور ہرگز راضی نہونگے تجہہ سے یہود اور نہ نصاریٰ جبتک کہ تابع نہو تو اُنکے مذہب کا - تو کہہ دے ہدایت تو وہی ہے کہ جو خدا کی ہدایت ہے اور اگر تو بعد اسکے

بَعْدَ الَّذِيْ جَاۗءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ؀ اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰھُمُ الْكِتٰبَ يَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ ۭ

کہ تیرے پاس علم آچکا ہے اُنکی خواہشوں کا تابع ہوگا تو پہر تیرے لیئے اللہ کے ہاتہہ سے کوئی حمایتی ہوگا نہ مددگار - جنکو ہمنے کتاب دی ہے (اور وہ اُسکو پڑہتے ہیں جیسا کہ اسکے پڑہنے کا حق ہے)

اُولٰۗىِٕكَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ۭ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ فَاُولٰۗىِٕكَ ھُمُ الْخٰسِرُوْنَ ؀

وہی اسپر ایمان لاتے ہیں اور جو اسکے منکر ہیں سو وہی نقصان پانیوالے ہیں -

---

آپکی نبوت میں کلام کیا تو کچہہ تعجب نہیں - اسکے بعد اور بہی تسلی دیتا ہے ۔

ترکیب

ولن ترضی فعل عنک اسکے متعلق الیہود و نصاریٰ فاعل حتی تتبع فعل انت فاعل ملتہم مفعول جملہ غایۃ قل فعل انت فاعل ان هدی اللہ اسم ان ہو ضمیر فصل الہدیٰ خبر جملہ مقولہ ولئن میں لام تاکید ان شرطیہ اتبعت الخ شرط مالک الخ جواب شرط الذین موصول آتیناہم الکتاب جملہ خبریہ صلہ یتلونہ حق تلاوتہ حال مقدرہ ہم سے یا کتاب سے حق منصوب بوجہ مفعول مطلق ہونیکے تقدیر یتلونہ تلاوۃ حقا اولئک مبتدا یؤمنون بہ جملہ خبر مجموعہ خبر الذین ومن شرطیہ یکفر بہ جملہ شرط فاولئک ہم الخاسرون جواب شرط ۔

تفسیر

اسجگہہ خدا تعالیٰ آنحضرت کو یہ بات بتلاتا ہے کہ آپ کے معجزات سے اور اس کلام الٰہی سے یہود و نصاریٰ کو تعصب و بیجا نفسانیت سے انکار تو یہ نہیں چاہتے کہ ہم اور کی بات کو مانیں خواہ وہ حق ہو یا ناحق خواہ آسمانی فرشتہ ہی کیوں نہ ہو چنانچہ نصاریٰ کا پیر و مرشد پولوس یہ کہتا ہے کہ اگر تمکو آسمان کا فرشتہ بہی کلام الٰہی سناوے تو اُسکو بہی نہ مانیو (نامہ گلاتیوں کا اول باب) معاذ اللہ اس تعصب کا ٹہکانا ہے بلکہ اسپر بہی بس نہیں وہ خود آپکو اپنے مذہب باطل کا مرید بنانا چاہتے ہیں تو آپ سے کہا ہے کہ اُنکے خیالات باطلہ ہدایت نہیں کہ تمکو اُنکا ماننا ضرور ہو ہدایت تو وہی ہے کہ جو خدا کی طرف سے ہے - اور آپ ہرگز انکے خیالات باطلہ کا اتباع نہ کیجیے کیونکہ آپکے پاس وحی اور دین حق آچکا ہے اور جو ایسا کروگے تو خدا کے غضب سے کوئی تمکو بچا نہ سکیگا اور وہ اپنے اہل کتاب ہونے پر نازنہ کریں کیونکہ درحقیقت اہل کتاب تو وہی ہیں کہ جو اُسکو عمدہ طرح پڑہتے یعنے اسپر عمل کرتے اور اسپر یقین رکہتے ہیں جیسا کہ عبد اللہ بن سلام اور نجاشی کہ جنہوں نے موافق بشارت حضرت موسیٰ اور پیشین گوئی حضرت عیسیٰ کی آپکو سچا رسول جانا اور آپ پر ایمان لائے ورنہ اور سب تو زبانی کار ہیں درحقیقت جسطرح بلا وجہ یہودی حضرت عیسیٰ کا انکار کرتے ہیں اسیطرح یہودی بلکہ نصاریٰ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کرتے ہیں اہواء ہوا کی جمع ہے جسکے معنی خواہش نفس کے ہیں اسمیں یہ نکتہ ہے کہ یہود و نصاریٰ کے

يٰبَنِيٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَنِّيْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ۝ وَاتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِيْ نَفْسٌ

اے بنی اسرائیل میری اس نعمت کو یاد کرو کہ جو مین نے تمکو دی تھی اور یہ کہ مین نے تمکو جہان پر بزرگی دی تھی اور ڈرو اسدن سے کہ جسدن کوئی کسیکے کچھ کام نہ آویگا

عَنْ نَّفْسٍ شَيْـًٔا وَّلَا يُقْبَلُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا تَنْفَعُهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ۝

اور نہ اسکی طرف سے بدلہ قبول ہوگا اور نہ سفارش فائدہ دیگی اور نہ انکی مدد کیجائیگی

مذہب مین جو باتین حق ہین وہ حق ہین انکے اتباع کا مضائقہ نہین کیونکہ یہہ مذہب انبیا کی طرف سے پہلے ہین ہان جو کچھ کہ لوگونکی زوائد اور مشائخ کی قلعی چڑہائی ہوئی ہے وہ ہوا ہے اسکا اتباع نچاہیئے اسیکی اصلاح کو نبی آخر الزمان علیہ السلام بہیجے گئے ہین اور چونکہ انکی کتابون مین اصل ورزوائد کو مخلوط کردیا گیا ہے اسلیئے انکی اتباع سے منع کیا گیا ہے۔

ترکیب

یا حرف ندا بنی مضاف اصل مین بنین جمع ابن بمعنی پسران اضافت سے ساقط ہوگیا اسرائیل مضاف الیہ مجموعہ منادی اذکروا فعل امر حاضر معروف ضمیر انتم فاعل نعمتی مفعول موصوف التی موصول انعمت علیکم جملہ صلہ عائد محذوف مجموعہ صفت صفت موصوف کا مجموعہ معطوف علیہ وانی فضلتکم علی العلمین جملہ معطوف پھر سب ملکر مفعول ہوا اذکروا کا۔ اذکروا اپنے فاعل اور مفعول سے ملکر جملہ ندائیہ ہوا۔ واتقوا الخ اسکی ترکیب پہلے بیان ہوچکی وہان دیکھ لو +

تفسیر

اس سورہ مین خدا تعالی نے جب بنی اسرائیل سے کلام شروع کیا تہا تو وہان بہی یہی فرمایا تہا کہ یا بنی اسرائیل اذکروا نعمتی الآیہ اور پھر جب انکی نصیحت اور انکے مکائد پر نصیحت سے فراغت پائی تو پھر کلام کو تمام کرتے وقت بہی یہی فرمایا کہ اے بنی اسرائیل تم احسانات کو یاد کرو کہ مین نے تمہارے ساتھہ مختلف اوقات و مختلف مقامات مین کیا کیا احسان کیئے یہانتک کہ تمہارے خاندان کو ایک وقت مین دنیا کے تمام خاندانون سے افضل و اشرف کردیا تہا اور تمنے پھر جسقدر نافرمانیان کین انکے برے نتائج دنیا مین بہگتے اب اگر تم اپنی نافرمانی اور سرکشی سے باز نہین آتے تو یہہ بہی یاد رہے کہ مین جسطرح کریم و رحیم غصہ کا دہیما ہون اسیطرح قہار و جبار ہون پھر تم روز قیامت سے ڈرتے رہو کہ جہان نہ کسیکی سفارش کام آتی ہے نہ کچھہ معاوضہ لیا جاتا ہے نہ کوئی مددگار مدد کرکے چھڑا سکتا ہے۔ یہہ کمال بلاغت ہے کہ اول مورد نزاع کو قایم کرکے اسپر بہت کچھ دلائل لے جائین اور پھر نتیجہ مین وہی تحو ذکر کیا جاوے اور نیز نصیحت قبول کرانے کے حق مین یہہ بات (کہ منافع اور رحمت سے امید دلائی جاوے اور پھر انجام کا خوف بہی دلایا جاوے) اکسیر کا اثر رکھتی ہے ۔

(اسکے بعد)

خدا تعالی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مفید حالات بیان فرماتا ہے کہ جنکی نسل سے ہونے پر یہود و نصاری و مشرکین عرب کو

وَاِذِ ابْتَلٰٓی اِبْرٰہٖمَ رَبُّہٗ بِکَلِمٰتٍ فَاَتَمَّہُنَّ قَالَ اِنِّیْ جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَامًا قَالَ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ قَالَ لَا یَنَالُ عَہْدِی الظّٰلِمِیْنَ ۝

اور (یاد کرو) جبکہ ابراہیم کو اُسکے ربنے کئی باتوں مین آزمایا سو اُس نے اُنکو پورا کردیا خدا نے کہا کہ ہم تجھکو لوگوں کا پیشوا کیا چاہتے ہین بولا میری اولاد مین بہی خدا نے فرمایا میرا قرار ظالمون کو نہین پہنچتا

بڑا ناز تہا تا کہ خود اُنکی اطاعت اور فرمانبرداری کی کیفیت معلوم ہوجاوے اور انہین کے بیان سے نبی آخر الزمان کا حق ہونا ثابت ہوجاوے اور ان کا ابراہیم علیہ السلام کے عہدہ نبوت سے محروم ہونا معلوم ہوجاوے ۞

ترکیب

واذ محل نصب مین ہے اذکر محذوف سے ابتلی فعل ابراہیم مفعول ربہ فاعل بکلمات متعلق ہوا ابتلی کے فاتمہن فعل ضمیر راجع ابراہیم کیطرف فاعل ہن مفعول راجع کلمات کیطرف قال فعل ضمیر راجع رب کی طرف فاعل انی الخ جملہ مقولہ انی مین ی اسم انی جاعلک الخ جملہ خبر ک مفعول اول جاعل کا اماما مفعول ثانی للناس متعلق جاعل کے یہ تمام جملہ یا ابتلی کا بیان ہے یا جملہ مستانفہ ہے ومن ذریتی اس کا عطف کاف پر ہے اے وبعض ذریتی کما تقول وزیدا فی جواب سا کرمک اے واجعل فریقا من ذریتی اماما لا ینال فعل عہدی فاعل الظلمین مفعول سب جملہ مقولہ ہوا قال کا جو جواب ہے سوال ابراہیم کا ۞

تفسیر

مکہ بلکہ تمام عرب کے لوگ اور یہود اور نصاریٰ سب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مانتے تہے (بلکہ اب بہی مانتے ہین) اور ہر فریق کو اسبات پر بڑا غرہ تہا کہ ہم ابراہیم کی نسل ہین اور اُنکے طریقہ کے پیرو خدا نے اُنکے لئے اور اُنکی اولاد کیلئے برکت کا وعدہ کرلیا ہے سو وہ ہمکو ہر حال مین کافی ہے خدا تعالے اسکے جواب مین فرماتا ہے کہ تم ابراہیم کے طریق پر نہین وہ بہا نہایت فرمانبردار تہا ہمنے اسکو کئی باتون مین آزمایا وہ سچا نکلا بیٹے کی قربانی کا حکم دیا وہ ہمتن آمادہ ہوگیا اور ستارہ پرستون کی محبت اور برادری بلکہ وطن چہوڑنے کو کہا اُسنے ویسا ہی کیا سبکو چہوڑ کر ملک شام مین آرہا پہر بیابان عرب مین خدا کے لئے عبادت خانہ بنانے اور اسکی محافظت کے لئے اپنی اولاد بسانیکو کہا اُسنے اپنے پیارے بیٹے اسمٰعیل کو وہان بسایا اور خانہ کعبہ بنایا نمرود نے آگ مین ڈالا ایمان پر قائم رہکر اُسمین گرنا منظور کیا (علی الحسن) توحید قائم کرنے اور نماز و زکوٰۃ و طہارت ظاہریہ و باطنیہ و ختنہ وغیرہا۔ اسکے صلہ مین ہمنے اُس سے کہا کہ ہم تجھکو تمام عالم کا پیشوا بنانا چاہتے ہین اُس نے کہا کہ الٰہی میری اولاد مین سے بہی انبیاء اور بابرکت لوگ پیدا کیجیو تا کہ تیری خدمتگزاری اور فرمانبرداری ہمیشہ میرے خاندان مین رہے ہمنے کہا البتہ ایک گروہ تیری اولاد مین ایسا ہوگا مگر جو بدکار ہونگے اُنکے لئے میرا اقرار نہین اُنکو یہ برکت نصیب نہوگی ۞

پس اے بنی اسرائیل اور اے مشرکین تم کو لازم ہے کہ اپنے مسلم الثبوت بزرگ کی پیروی کرو خدا کی فرمانبرداری

نبی آخر الزمان کی اطاعت کرو کہ جسکے لیے خود ابراہیم نے دعا کی ومن ذریتی اگر تم دل سے دین ابراہیمی کے مطیع ہو تو تمکو
لازم ہے کہ اس نبی ابراہیمی کا اتباع کرو اور اے اہل کتاب تم اس بات کا خیال نکرو کہ یہ نبی ہمارے خاندان کے کیون نہین
کس لیے کہ ابراہیم نے صرف اپنے بیٹے اسحاق ہی کے خاندان کے لیے برکت نچاہی تہی بلکہ اسمعیل کے لیے بہی چنانچہ سفر پیدائش
کے سترہوین باب مین یہ ہے اور اسمعیل کے حق مین بہی تیری سنی دیکہہ مین اسے برکت دونگا اور اسے برومند کرونگا اور مین
اسے بڑی قوم بناؤنگا سو یہ نبی اسمعیل کے خاندان سے ہے اور اگر تم اطاعت نکروگے تو تمکو ابراہیم کی برکت سے کچہہ حصہ نہ ملیگا -

فوائد

(۱) بکلمات کی تفسیر مین علما کے مختلف اقوال ہین قوی وہی ہے جو ہمنے بیان کیا مگر کلمات سے عجائب صنع باری اسجگہ مراد
لینا خلاف نقل وعقل ہے (۳) امام کے معنی پیشوا کے ہین جسکا فرد کامل نبی ہے اور خلیفہ اور قاضی اور جماعت کے امام
پر بہی صادق آتا ہے مگر مراد نبی ہے توراۃ سفر پیدائش کے بارہوین باب مین بہی اسکا ذکر ہے اور خداوند نے
ابراہام کو کہا تہا کہ تو اپنے ملک اور اپنے قرابتیون کے درمیان سے اور اپنے باپ کے گہر سے اُس ملک مین جو مین تجہے
دکہاؤنگا نکل چل اور مین تجہے ایک بڑی قوم بناؤنگا اور تجکو مبارک اور تیرا نام بڑا کرونگا اور تو ایک برکت ہوگا اور ان کو
جو تجہے برکت دیتے ہین برکت دونگا اور اُسکو جو تجہہ پر لعنت کرتے ہین لعنتی کرونگا اور دنیا کے سب گہرانے تجہہ سے برکت
پاوینگے بلاشک یہود اور عیسائی اور مسلمان اور مجوس سب حضرت ابراہیم کو پیشوا جانتے ہین ❊
(۳) ذریت بمعنی نسل بوزن فعیلۃ ذر بمعنی خلق سے مشتق ہے اور ممکن ہے کہ ذر بمعنی تفریق سے مشتق ہو کیونکہ انسان کی
نسل مخلوق ہے اور پہیلتی بہی ہے (۴) لاینال عہدی الظلمین سے انبیاء علیہم السلام کا فسق وفجور سے بری ہونا ثابت
ہوتا ہے دو وجہ سے وجہ اول یہہ کہ عہد سے مراد امامت ہے اور ہر نبی امام ہے اور امام فاسق نہین ہونا چاہیے کہ اس
آیت سے صاف معلوم ہوتا ہے پس نبی بہی فاسق نہوگا وجہ دوم اگر عہد سے مراد نبوت ہے تو کوئی ظالم یعنی فاسق
نبی نہونا چاہیے اور اگر امامت ہے تو ہر نبی امام ہے اور امامت فاسق کو پہنچتی نہین - رہی یہ بات کہ فاسق کیون ظالم
ہے سو اُسکا ثبوت یہ ہے کہ ظلم وضع شی فی غیر محلہ یعنی بیجا کرنا سو وہ اپنے نفس پر ظلم کرتا ہے کہ جو گناہون کی وجہ سے
اُسکو سعادت اُخروی سے محروم رکہتا ہے اس بیجا حرکت سے وہ ظالم ہے خلاصہ یہہ کہ کچہہ حقوق العباد ہی مین تعدی کرنے
کا نام ظلم نہین بلکہ حقوق الٰہی مین تعدی کرنا بہی ظلم ہے - اسجا یہ شبہہ ہوتا ہی کہ اگر یہ ہے تو پہر انبیاء علیہم السلام نے
کیون اپنے آپ کو ظالم کہا جیسا کہ یونس علیہ السلام نے کہا انی کنت من الظلمین اور حضرت آدم کہتے ہین ربنا ظلمنا انفسنا اسکا جواب
یہ ہے کہ اُس ظلم سے مراد معصیت ہے کہ جو منافی عصمت انبیاء ہے اور کبہی اچہے لوگ ذراسی لغزش اور بہول و

وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا ؕ وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى ؕ وَعَهِدْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ

اور جبکہ ہمنے خانہ کعبہ کو لوگون کیلیے مرجع اور امن کی جگہ بنایا اور مقرر کرو مقام ابراہیم کو نماز کی جگہ۔ اور ہمنے ابراہیم و اسمٰعیل سے عہد لیا کہ میرے گہر کو پاک رکہین

اَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْعٰكِفِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ۝

پاک رکہین طواف کرنیوالون اور اعتکاف کرنیوالون اور رکوع اور سجدہ کرنیوالون کیلیے

چونکہ کوہی عاجزی اور استغفار کے موقع مین ظلم تعبیر کرتے ہین سو اس مقام پر انبیاء اس زلت کو ظلم کہہ رہے ہین سو یہ وہ ظلم نہین کہ جو منافی عصمت ہے **شیعہ** اس آیت سے حضرت ابوبکر و عمر و عثمان رضہ کی امامت یا خلافت کا ابطال اس طرح پر کیا کرتے ہین کہ بقول اہل سنت یہ ہی لوگ معصوم نہ تہے پس فاسق ہوئے اور فاسق کے لئے امامت پہنچتی نہین سکتی یہ جواب ہے کہ عصمت شرط نہونے سے یہ لازم نہین آتا کہ فاسق یا ظالم ہوا کرے صدہا مومن صالح ہین کہ جو فاسق و ظالم نہین حالانکہ انکے معصوم ہونیکا کوئی بہی قائل نہین۔ اسیطرح یہ بزرگوار تہے اور جن روایتون مین انکی نسبت معصیت مذکورہ ہے وہ سب غلط اور متعصب لوگونکی بندش ہین۔ ایسے بے بنیاد شبہ پر شیعہ نے حضرت امام حسین کی اولاد مین سے بعض لوگون کو معصوم مانکر نبوت بلکہ خدائی کے درجہ پر پہنچا دیا ہے جسپر محققین شیعہ سخت تاسف کرتے ہین +

ترکیب

واذ معمول ہے عامل محذوف کا البیت مفعول اول جعلنا کا مثابۃ مفعول ثانی وامنا اسپر معطوف اتخذوا امر حاضر معروف انتم فاعل من بمعنی فی و یجوز ان یکون للتبعیض و یجوز ان یکون زائدۃ مصلی ظرف مفعول ہے اتخذوا کا وعہدنا فعل با فاعل الی ابراہیم و اسمٰعیل متعلق عہدنا سے ان طہرا الخ مین ان مفسرہ ہے یعنی اے اس تقدیر پر یہ عہد کی تفسیر ہے اور ممکن ہے کہ مصدریہ ہو اسے بان رکع راکع کی جمع اور السجود ساجد کی

تفسیر

پہلے آیت مین اس بات کا ذکر تہا کہ ہمنے ابراہیم کو کئی باتون مین آزمایا تو پورا پایا چونکہ اور باتون کو اہل کتاب بہی تسلیم کرتے تہے مگر منجملہ انکے ایک بڑی بہاری بات کعبہ کی تعمیر اور اسکا حج مقرر کرنا تہا اسکی اہل کتاب منکر تہے اور حج کو ایک لغو حرکت جانتے تہے کہ یہ صرف عرب کے جاہلون کا طریقہ ہے حضرت ابراہیم کا طریقہ نہین ورنہ اس کعبہ کو ابراہیم نے بنایا ہے اور نہ حاجیون و طواف کرنے والون کے لیے مقرر کیا ہے سو اسکو جہت عبادت و قبلہ بنانا بہی رسم مشرکین ہے محمد مشرکین کی رسم کو جسبب ملک و حب قوم سے نباہ رہے ہین اور اسلیے دل سے چاہتے ہین پس ان آیات مین خدا تعالیٰ انکے اس خیال باطل کا رد کرتا ہے کہ خانہ کعبہ کو لوگون کے لیے ثواب حاصل ہونے کی جگہ اور مرجع اور امن کی جگہ ہمین نے بنایا ہے ہم حکم دیتے ہین

کہ سب لوگ مقام ابراہیم کو مصلےٰ بنائین یعنی وہان نماز پڑہین اور ہمین نے ابراہیم اور اُسکے پہلوٹے بیٹے اسمعیل کو بڑی
تاکید بہی یہ کہا تہا کہ تم میرے اس گہر کو طواف کرنیوالون اور اعتکاف کرنیوالون اور نمازیون کے لئے پاک
اور صاف رکہیو۔ یعنی یہ بہی منجملہ ان باتون کے ہے کہ جن مین ابراہیم آزمائے گئے ۰ اسمین مشرکین عرب کیطرف بہی
تعریض ہے کہ باوجودیکہ ملت ابراہیمی کی پابندی کا دعوے کرتے اور خانۂ کعبہ کی تعظیم بہی کرتے ہو مگر تم ملت
ابراہیمی کے برخلاف ہو کیونکہ ابراہیم کو ہم نے جو اس گہر کے بنانیکا حکم دیا تہا تو نماز و طواف و اعتکاف عبادات الٰہی
کے لئے حکم دیا تہا نہ یہ کہ اسمین بُت رکہکر انکی پرستش کی جائے اور تعظیم مین بہی تم پورے نہین کیونکہ یہ جگہ جائے
امن ہے تم مسلمانون کو یہان امن سے آنے نہین دیتے ۰ اس مقام پر چند تحقیقات قابل غور ہین ۰

(تحقیق اول) مثابۃ ثاب یثوب مثابۃ او رجع سے مشتق ہے جسکے معنی رجوع کرنا یا رجوع کی جگہ عرب بولتے ہین۔
ثاب الماء جبکہ وہ پہر نہر مین آکر مجتمع ہو جاتا ہے اور اسی سے ہے ثواب یعنی نیکی کرنے والے کی نیکی پلٹ کر اُسکے پاس
آتی ہے جبکہ وہ اُسکا اجر پاتا ہے۔ اس مقام پر مثابۃ ظرف ہے ت زائد ہے جیسا کہ مقام و مقامۃ مین ہے یہ قول فراء
اور زجاج کا ہے اور قفال کہتا ہے کہ ت مبالغہ کے لئے ہے جیسا کہ نسابۃ اور علامۃ مین ہے ۔ مثابۃ کے معنے مرجع
کے ہین کہ خدا نے اہل ایمان کے دل مین خانہ کعبہ کا شوق جذب مقناطیسی کی طرح ڈالدیا ہے اسلئے لاکہون آدمی
دور دراز سے وہان آتے ہین و حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کا اثر ہے فاجعل افئدۃ من الناس تہوی الیہم مگر
یہان اگر ثواب آخرت نصیب ہوتا ہے اسلئے اس لفظ کے معنی ثواب پانے کی جگہ بہی ہین - البیت سے مراد خانہ
کعبہ ہے (۳) واتخذوا کو نافع اور ابن عامر نے بفتح خا بلفظ ماضی بہی پڑہا ہے اسکا عطف جعلنا پر قرار دیا ہے یعنی
لوگون نے مقام ابراہیم کو مصلے بنایا اور جمہور تو بلفظ امر پڑہتے ہین ۰ مقام ظرف کا صیغہ یعنی کہڑے
ہونے کی جگہ۔ پس مقام ابراہیم بقول ابن عباس وہ پتہر ہے کہ جس پر چڑہکر حضرت ابراہیم کعبہ کی دیوارین چُنتے
تہے اور جون جون دیوارین بلند ہوتی جاتی تہین وہ پتہر بہی بلند ہوتا جاتا تہا اور حضرت اسمعیل نیچے سے پتہر اور
گارا دیتے اور یہ دعا کرتے جاتے تہے ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم (تفسیر کبیر) اس پتہر پر حضرت ابراہیم کے پانون
کا نشان بہی تہا کہ جو لوگون کی کثرت سے ہاتہ پہیرانے کی وجہ سے اب کچہ بہی معلوم نہین ہوتا بیہقی نے اپنی سنن مین
روایت کیا ہے کہ یہ پتہر جناب رسول اللہ صلعم کے عہد مین و حضرت ابوبکر کے عہد مین کعبہ سے متصل تہا عمر کے
عہد مین جو سیلاب آیا کہ جسکو ام نہشل کہتے ہین یہ پتہر بہہ گیا اور حضرت عمرؓ نے اسکو منگا کر کعبہ کے پاس ایک جگہ مین
رکہدیا اور اُسکے اردگرد پتہرون کی دیوارین دی چنانچہ ابتک وہ پتہر وہین ہے اور اُسکے گرد اگرد جالیان لگی ہوئی

استقدیمیہ آیت کے یہ معنی ہین کہ اس پتہر کو نماز کی جگہ بناؤ واسلئے امام اعظم اور امام شافعی وغیرہما علماء یہ فرماتے ہین کہ طواف
کعبہ کے بعد دو رکعت نماز اس پتہر کے سامنے پڑہنی چاہیین کہ یہ بمنزلہ امام کے آگے ہو اور جواز دحام ہو تو اسکے متصل پڑہے چنانچہ
صحیح مسلم وغیرہ کتب حدیث مین ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کا طواف کر کے مقام ابراہیم کیطرف قصد کیا اور اسکے پیچہے دو رکعت نماز پڑہکر یہ
آیت پڑہی واتخذوا من مقام ابراہیم مصلے ۔ اور کتب صحاح ستہ مین یہہ بہی ہے کہ اس امر مین حضرت عمرؓ نے آنحضرتؐ سے استدعا کی تہی
سو یہ آیت نازل ہوئی ۔ چونکہ یہ پتہر متبرک ہے اسلئے ایسے مقامات پر یا اسکے متصل عبادت الٰہی کرنا باعث قبولیت ہے یہ دو رکعت امام اعظمؒ
کے نزدیک واجب ہین اور امام شافعی سنت یا فرض کہتے ہین مگر استحباب مین کہ مین سب کا اجماع ہے (تفسیر عزیزی) مجاہد وغیرہ علما کہتے
ہین کہ مقام ابراہیم سے مراد کل حرم ہے اور مصلی بنانے سے مراد دعا کرنا ہے کچہہ اس پتہر کی خصوصیت نہین (۳) یہہ جگہ خدا تعالٰی
کی تجلیات اور برکات کا مظہر ہے ایسے مقامات کی محبت اور عظمت اُسی کی طرف سے لوگون کے دلون مین پڑجاتی ہے
علاوہ اسکے کبہی غیرت الٰہی ایسے مقامات مقدسہ کی گستاخی کرنیوالیکو سزا بہی دیدیتی ہے کہ جس سے لوگون کے دلون مین
ہیبت پیدا ہو جاتی ہے چنانچہ حضرت ابراہیمؑ کے عہد سے لیکر آنحضرتؐ کے زمانہ تک بلکہ اب تک لوگون نے بارہا ان باتون کا مشاہدہ
کیا ہے اساف اور نائلہ مرد اور عورت تہے انہون نے اسجگہ حرکت بیجا کی اُسکی شامت سے پتہر کے ہوگئے چنانچہ زمانہ جاہلیت مین
انکی صورت مسخ شدہ کعبہ کے دروازہ پر عبرت کے لیے کہڑی کر رکہی تہی اسیطرح ابرہہ ہاتہی لیکر کعبہ کو گرانے آیا مع لشکر ہلاک ہوا ان
وجوہات سے عرب کے مشرک بہی اُس گہر کی نہایت تعظیم کرتے تہے اور ایام حج مین کوئی کسیکو مارتا لوٹتا نہ تہا بلکہ شہر مکہ کی بہی عزت حرمت
کرتے تہے اسلئے اسجگہ کو خدا نے امن کیجگہ فرمایا اور مثابہ کے بعد امنا کا لفظ آیا کیونکہ جو زیارت گاہ ہے تو وہان امن بہی ضرور ہے ۔
(۴) اگرچہ دنیا کے سب گہر خدا کی ملک ہین اور وہ گہر اور مکان سے پاک ہے مگر اسوجہ سے کہ یہہ گہر خاص اُسکی عبادت کے لیے
بنایا گیا اور اسکے حکم سے اُسکا دربار اور محل تجلیات قرار پایا تو اپنی طرف مضاف کرکے بیتی یعنی میرا گہر فرمایا ۔ واضح ہو کہ خدا نے
انسان مین دو قوتین ودیعت کی ہین ایک عقل دوسرے شوق ومحبت یہ دونون قوتین اسکے لیے بمنزلہ دو پاؤن کے ہین
کہ جو اسکو شہر مقصود تک پہنچاتے ہین نہ تنہا عقل کافی ہے نہ تنہا شوق ۔ انبیائی طریق اور حکمائی طریق مین یہی تو فرق ہے
کہ حکما صرف عقل کے پابند ہین انبیا عقل کے ساتہہ شوق سے بہی کام لیتے ہین جو منازل عقل سے سالہا سال مین طے نہین ہوتے
انکو شوق یا عشق دم بہر مین طے کرا دیتا ہے ۔ اس نبی آخرالزمان علیہ الصلوۃ والسلام کے مذہب مین جسقدر عقل کو معتبر کہا
ہے (اسی لیے کوئی حکم شرعی خلاف عقل نہین بخلاف اور ادیان کے) اسی طرح عشق پر مدار رکہا ہے اگر آپ بغور
دیکہین گے تو ہر عبادت اسلامیہ کو دونون جزؤن سے مرکب پاوینگے نماز مین اُسکی ثنا وصفت سوال استعانت
عقل کے متعلق ہین اُسکے آگے سجدہ مین گرپڑنا دست بستہ کہڑا ہونا شوق کے متعلق ہے اسیطرح حج مین اُسکی ثنا وصفت دعا

واستغفار عقل کے متعلق ہے عاشقانہ ہیئت بنا کے کہ جسکو احرام کہتے ہین اسکے گہر کے ارد گرد قربان ہونا منی اور عرفات وغیرہا
مقامات مین بآواز بلند لبیک پکارنا سب حضرت عشق کا جلوہ ہے مگر کلام اسمین ہے کہ اس مکان کو حج وجہت قبلہ کے لیے
کیون مخصوص کیا سو اسکی چند وجوہ ہین (وجہ اول) یہ ہے کہ یہ مسجد ان بزرگوارونکے ہاتھ سے خدا نے تعمیر کرائی کہ جو
تمام بنی آدم اور کل موحدین کے پیشوا ہین یعنی حضرت آدمؑ اور حضرت ابراہیمؑ پس جو یہان آسکے اسکو ضرور ہے کہ آکر خدا تعالی
کی عبادت ورا سے دعا واستغفار کرے کیونکہ ایسے معابد کا مشاہدہ ان بزرگون کے وقائع گزشتہ کی یادگاری کے لیے بڑا
بہاری وسیلہ ہے اور ان واقعات کا دل پر نقش حجر ہونا انکی پیروی کرنے کا سبب ہے بالخصوص جبکہ ہزارہا آدمیونکا مجمع ہو اور
جو وہان نہین آسکے تو اسطرف منہ کر کے حتی المقدور عبادت کرین کیونکہ عبادت کے وقت اسطرف منہ کرنا اس معبد اور ان
بزرگون کے خلوص کو یاد دلاتا ہے جس سے نفس کو عبادت کیطرف کامل توجہ ہوتی ہے۔
(وجہ دوم) ہر جگہ کی ایک خاصیت ہوتی ہے دیکہیے جس جگہ خدا کے نافرمانونکا مجمع ہوتا ہے وہان مدتون تک قہر کے آثار
نمایان رہتے ہین اور فرمان برداروں کی جگہ مین آثار رحمت نمودار رہتے ہین ... اسی لیے جنگ تبوک مین جب نبی صلی اللہ علیہ
وسلم اور صحابہ کا ان بستیون کے پاس گزر ہوا کہ جنکو خدا نے برباد کر دیا تہا تو فرمایا کہ یہان سے جلدی نکل چلو پس جس جگہ اور
مقدس لوگون نے اسپر جان فدا کی ہے اور وہان اسکی تجلی اور نزول برکات کا بہی از حد ظہور ہے چنانچہ توراۃ سفر استثنا کے
۳۳ باب مین ہے کہ خداوند سینا سے آیا اور شعیر سے انپر طلوع ہوا فاران ہی کے پہاڑ سے وہ جلوہ گر ہوا اور فاران مکہ کو کہتے
ہین جیسا کہ توراۃ سفر پیدائش کے اکیسوین باب مین اسمعیل علیہ السلام کی نسبت یہ لکہا ہے اور وہ بڑہا اور بیابان مین رہا
کیا اور تیر انداز ہوگیا اور وہ فاران کے بیابان مین رہا۔ اور یہ متفق علیہ ہے کہ اسمعیل علیہ السلام مکہ مین رہتے تہے۔ پس جب فاران مکہ ہے
اور وہان خدا تعالی جلوہ گر ہوا تو خدا کے طالبون اور اسکے عاشق صادقون پر لازم ہے کہ ایکبار تو ہیئت عاشقانہ بنا کر اسکے
دربار مین باریابی حاصل کرین اور جو وہان نہ جاسکین تو وہ اپنا شوق ظاہر کرین کہ اس تجلی گاہ کیطرف تو عبادت کرین تاکہ انوار و برکات کا حصہ پاوین
(وجہ سوم) کعبہ چونکہ اسلام کا مبدء ہے اور ملت اسلامیہ کا حیز طبعی اور ہر چیز کا اپنے مبدء اور حیز طبعی کیطرف میلان طبعی امر ہے
(ارضی چیزین خود بخود اوپر سے نیچے آیا کرتی ہین) پس اسلام کو اسطرف رجوع کرنا ضرور ہوا منجملہ ارکان و بنیات کے حج اور نماز اسلام کے
رکن ظاہر ہین بخلاف روزہ اور کلمہ کہنے اور زکوۃ دینے کے اور زیادہ تر ہر ملت سے امتیاز انہین دونون باتون سے ہوتا ہے اسلیے
ان دونون چیزونکا کعبہ کیطرف رجوع ہونا ضرور ہوا مگر چونکہ پانچ وقت نماز کعبہ کے پاس پہنچنا نہایت مشکل امر تہا اسلیے اسمین صرف
حتی المقدور اسکی طرف منہ کرنا ہی کافی سمجہا گیا اور حج چونکہ عمر بہر مین ایکبار ہوتا ہے تو یہ بغیر کعبہ کے جایز قرار نہ دیا گیا ۔
(تحقیق پانچوین کعبہ کی تاریخ مین) بیہقی نے شعب الایمان مین اور ازرقی نے وہب بن منبہ سے روایت کیا ہے

کہ جب حضرت آدم جنت سے زمین پر آئے تو وحشت تنہائی سے گھبرا کر عرض کی کہ بار خدایا اسجگہ کوئی مسقف مکان ہے نہ ملکر
عبادت کرنیکا سامان ہے، وہانسے حکم ہوا کہ تو ہماری عبادت کے لیے ایک گھر بنا کہ یہ سب گھرونمین اول گھر ہو کیلئے کہ اسکے بعد تو
تیری اولاد بہت سے مکانات بنائیگی آدم نے عرض کیا کس جگہ جبرئیل نے کعبہ کی جگہ بتلائی آدم نے پتھرونکی بنیاد زمین تک چنی
اوسپر ایک خیمہ نورانی جو ملاء اعلیٰ مین ملائکہ کا طواف گاہ ہے اور جسکو بیت المعمور کہتے ہین رکہا پس آدم وہان طواف کرتے
اور اسکی طرف منہ کرکے نماز پڑہا کرتے تھے۔ طوفان نوح مین وہ سب مفقود ہوگیا اور ایک سرخ ٹیلہ سا بعد طوفان کے باقی رہا لیکن اچھے
لوگ وہان اکثر عبادت و دعا کرتے تھے تو آثار قبولیت پاتے تھے پھر جب حضرت ابراہیم عرب مین حضرت اسمعیل سے ملنے آئے تو انہون
نے اسی بنیاد پر بحکم الٰہی اس مکان کو بنایا اور تفصیل اسکی یہ ہے۔ طوفان نوح کے بعد جب حضرت نوح کی اولاد پھیلی تو مسیح سے تخمیناً دو ہزار
دوسو ۴۷ برس پیشتر شہر **بابل** اور اسکے برج کی بنیاد ڈالی گئی یہ شہر ملک **عراق** مین دریائے دجلہ اور فرات کے میان واقع
ہین بلکہ بقول بعض فرات کے کنارہ پر تہا اور اسکے قریب دریائے دجلہ کے کنارہ پر شہر نینوا تہا جہانکہ حضرت یونس پیدا ہوئے تھے اس شہر کو
نینوس بادشاہ نے آباد کیا تہا یہ بھی بابل کیطرح بڑا شہر تہا پچیس فرسخ کی دور مین اسکی شہر پناہ تہی اسیطرح بابل تہا اسکی شہر پناہ
تین گز چوڑی اور سو گز بلند تہی بخت نصر بھی اسی شہر کا بادشاہ تہا ان لوگونکو کلدانی اور سریانی اور کسدی بھی کہتے ہین طوفان کے
بعد یہین سے مختلف زبانین پیدا ہوئی ہین اور یہان کے لوگون مین بڑے علوم و فنون تہے مگر اب یہ شہر بالکل اجاڑ ہے سیاحون کو بجز کہنڈرات
کے اور کچھہ دکہائی نہین دیتا۔ حضرت ابراہیم تارح کے بیٹے ہین کہ جنکو **آزر** بھی کہتے ہین اور آزر **ناحور** کے بیٹے ہین اور ناحور
ساروغ کے کہ جنکو سروج بھی کہتے ہین اور سروج **رعو** کے بیٹے ہین اور رعو **فالغ** کے جسکو فلجم کہتے ہین اور فلج **عابر** (عبر) کے
اور عابر **شالح** (سلح) کے اور شالح **ارفخشد** (ارفکسد) کے اور یہ **سام** کے بیٹے ہین اور سام حضرت **نوح** کے بیٹے ہین (توریت
سفر پیدایش باب ۱۱) مگر صحیح یہ ہے کہ شالح کا باپ قینان اور قینان کا باپ ارفخشد ہے۔ ابراہیم قصبہ **اہواز** مین پیدا ہوئے تھے کہ
جو بابل کے پاس تہا بعض کہتے ہین کہ خاص بابل مین پیدا ہوئے تھے والعلم عند اللہ کلدانی لوگ عموماً بت پرست تھے چنانچہ حضرت ابراہیم کے والد
بھی بت بناکر بیچا کرتے تھے اور وہ لوگ آفتاب و ماہتاب اور ستارونکو بھی پوجتے تھے خدا تعالیٰ نے ابتداء عمر سے ابراہیم کو نور
نبوت سے منور کیا تہا انہونے بت پرستی اور ستارہ پرستی سے انکار کیا کہ یہ نہ کسیکو نفع دیسکتے ہین نہ نقصان یہ قابل پرستش نہین اسیطرح
ستارے طلوع و غروب کرتے ہین جس سے معلوم ہوا کہ یہ متغیر اور مخلوق ہین نہ خالق اس امر مین بہت کچھہ جہگڑے ہوتے رہے آخر الامر نمرود نے کہ جو
شاہ ضحاک کیطرف سے عراق کا حاکم تہا بعض کہتے ہین مستقل بادشاہ تہا حضرت ابراہیم کو جلتی آگ مین ڈالدیا لیکن بفضل خدا صحیح و سلامت باہر نکل آئے
پھر تو چند آدمی حضرت ابراہیم پر ایمان لائے اور خدا نے حضرت ابراہیم کو حکم کیا کہ تو یہانسے ہجرت کر چنانچہ ابراہیم نے اپنی بیوی سارہ اور اپنے بھتیجے لوط
بن حاران کو لیکر ملک شام مین آئے اور حران مین ٹھہرے پھر جب قحط پڑا تو وہانسے مصر گئے مصر کا بادشاہ نے جو سارہ کے حسن و جمال کا شہرہ سنا اسکو اپنے پاس

بلایا مگر جب قصد کیا تو خدا نے اُسکو شل کر دیا آخر اُس نے سارہ کو مع ساز و سامان ابراہیمؑ کے پاس بھیجدیا اور اُنکے ساتھ اپنی خوشی سے
ایک نوجوان عورت ہاجرہ بھی دی ابراہیمؑ وہان سے لوٹ کر پھر ملک شام میں آئے کنعان میں جبرون کے پاس مقام کیا سارہ
کے اولاد نہوتی تھی اُس نے ابراہیمؑ سے کہا کہ تم ہاجرہ کے پاس جاؤ شاید اس سے میرا گھر آباد ہو پس ہاجرہ حاملہ ہوگئی تو رشک سے سارہ نے اُنپر سختی کی
ہاجرہ بھاگ کر اور جگہ چلی گئیں وہان فرشتہ نے ظاہر ہوکر اسکو بشارت دی کہ غم نکر تو ایک بیٹا جنیگی اُسکا نام اسمعیل رکھنا سو ہاجرہ نے
اسمعیلؑ کو جنا اور ابراہیمؑ کی عمر اوسوقت چھیاسی برس کی تھی پھر ننانویں برس کی عمر میں ابراہیمؑ نے بحکم الٰہی اپنا اور اپنے تمام نوکروں
کا اور اسمعیل کا کہ ابھی اسوقت تیرہ برس کی عمر تھی ختنہ کیا اور سو برس کی عمر میں خود سارہ کے پیٹ سے بھی ایک لڑکا پیدا ہوا اوسکا نام اسحاق
رکھا اور اسکے دودھ چھڑانے کی شادی میں کسی بات پر خفا ہوکر سارہ نے ابراہیمؑ سے کہا کہ لونڈی اور اُسکا بیٹا میرے بیٹے کے ساتھ ہرگز وارث
نہوگا اُسکو اور اسکی مان کو کسی جنگل میں چھوڑ آ اگرچہ یہ بات ابراہیمؑ کو نہایت ہی بری معلوم ہوئی خدا نے ابراہیمؑ سے کہا کہ تو اس بات سے برا نہ مان آخرالامر
حضرت ابراہیمؑ اُنکو لیکر منزل بمنزل اُسجگہ پہنچے کہ جہان اب کعبہ ہے جسجگہ اب چاہ زمزم ہے وہان ایک درخت تھا وہان ہاجرہ کو
اور اسمعیل کو بٹھا دیا اور ایک مشک پانی کی بھر کر اور کچھ کھجورین اور روٹیان اُنکے پاس رکھکر چلے مگر دل اس صدمہ سے چور چور تھا
مجبور آنکھون میں آنسو اور دل میں آہ و نالہ لیکر واپس پھرے اور جب اُنکی نظر سے غائب ہوگئے تو ایک جگہ ٹھہر کر گریہ زاری کے ساتھ
خدا سے یہ دعا کی ربنا انی اسکنت من ذریتی بواد غیر ذی زرع عند بیتک المحرم الخ کہ الٰہی میں نے تیرے گھر کے پاس کہ جہان کھیتی نہین اپنی
اولاد کو آباد کیا تاکہ تیری عبادت کرین پس تو لوگون کے دل انکی طرف مائل کر اور انکو ہر طرح کے سامان سے خورش بہم پہنچا اور جو کچھ
میرے دل کا حال ہے وہ تجھکو خوب معلوم ہے اوسوقت وہان نہ آبادی تھی نہ پانی نہ کوئی سبزہ و ترکاری بلکہ دو خشک پہاڑ و نین چٹیل میدان تھا
حضرت ہاجرہ آسمان کیطرف دیکھکر کہتی تھین کہ الٰہی اگر تیرے حکم سے میں بیابان میں ڈالی گئی ہون تو مجھ ضعیفہ و بیکس کا تو ہی والی ہے روایات صحیحہ
سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت اسمعیل اسوقت شیرخوار بچہ تھے پس ابراہیمؑ تو ملک شام میں چلے آئے ادھر جبتک مشک میں پانی رہا تو یہ ہاجرہ اُنکو
پیکر اسمعیل کو دودھ پلاتی رہین پس جب پانی ہوچکا اور پیاس کا سخت غلبہ ہوا اور بچہ بھی پیاس کے مارے زمین پر مرغ بسمل کیطرح تڑپنے لگا تو ہاجرہ بیقرار
ہوکر پانی کی تلاش میں اُٹھین اور قریب ایک چھوٹی سی پہاڑی تھی کہ جسکو صفا کہتے ہین اُسپر پانی دیکھنے کو چڑہین کہ کہین کوئی آدمی یا
جانور دکھائی دیوے تو وہان پانی تلاش کرے لیکن پہاڑی پر اسقدر چڑھین کہ لڑکا نظر سے غائب نہو وہان ادھر اودھر بہت
کچھ دیکھا کچھ نظر نہ آیا مایوس ہوکر وہان سے اتریں اور اُسکے محاذی دوسری پہاڑی مروہ کیطرف متوجہ ہوئین اور رستہ میں یہ خیال آیا
کہ مبادا کوئی درندہ اگر میرے بچے کو نہ لیجاے اس خیال سے کہ اُس میدان کے نشیب میں کہ جسکو بطن الوادی کہتے ہین جلدی
جلدی دوڑنا شروع کیا اور دامن اٹھا کر تیزی سے چلین جبکہ نشیب سے کہ جو اس پہاڑ کے نیچے تھا نکلکر ہموار جگہ پر آئین تو دوڑنا موقوف کیا
کسلئے کہ اُسجگہ سے لڑکا نظر آتا تھا پس جب مروہ پہاڑی پر پہنچین تو اُسیقدر بلندی پر چڑھکر ادہر اودھر دیکھنا شروع کیا مگر کچھ نظر نہ آیا پھر صفا کیطرف

ستوجبہ ہوئین اور اسی نشیب مین پہر اُسی طرح سے دوڑ کر چلین اسیطرح صفا سے مروہ تک سات بار اس بیقراری کی ساتھ آمد و رفت
کا اتفاق ہوا اس مقام پر حضرت ابن عباس کہتے ہین کہ حج مین جو صفا اور مروہ پر سات بار سعی کرنیکا حکم ہے اسلئے ہے کہ لوگ ہاجرہ
کی بیکسی اور اضطراب اور خدا کی فریادرسی کو یاد کرین اور اپنے تئین خدا تعالے کے آگے ایسی حالت بیچارگی مین پیش کرین کہ رحمت
نازل ہو۔ یہ ظاہر ہے کہ بیکسون کی صورت بنانی اور انکی طرح گریہ و زاری کرنی بہی نزول رحمت کا باعث ہے اسلئے بوقت مصائب
استسقا وغیرہ مین امرا اور بادشاہونکا فقیرانہ حالت بنا کر دعا کرنا باعث حل مشکلات ہوتا ہے اور تمام خدا پرستون کا دستور ہے اسپر
طعن کرنا عقل کا قصور ہے۔ آخر جب وہ یہ آواز آئی کہ کچھ اندیشہ نہ کر یہہ بہی آواز سنی تو لوٹ کر بچے کے پاس آئین تو کیا دیکہتی ہین کہ بچہ کے
پاس ایک پانی کا چشمہ جاری ہے زمین مین سے پانی خود بخود نکل رہا ہے ہاجرہ دیکہکر بہت خوش ہوئین اور پانی کے اردگرد مٹی اور
پتہرون سے آڑ بنا کر حوض کیطرح اسکو جمع کر لیا اور اپنی مشک کو بہر لیا کہ مبادا پانی تمام نہ ہو جاوے اور ہم پہر پیاسے مرنے لگین آنحضرت
فرماتے ہین کہ خدا ہاجرہ پر رحم کرے اگر وہ اسوقت بند نہ لگاتین تو زمزم جاری چشمہ ہو جاتا اسکے بعد فرشتے نے انکو تسلی دی کہ تم خاطر جمع
رکہو یہان خانۂ خدا ہے اسکو یہ لڑکا جوان ہو کر باپ کے ساتھ تعمیر کریگا اور اسجگہ کے رہنے والونکو خدا ضائع نہین کرتا اسجگہ ایک ٹیلا تہا اسکے آس پاس
برساتی پانی کے نالے بہا کرتے تہے۔ اسمعیل اور انکی والدہ وہان رہنے لگے اتفاقاً قوم جرہم کا ایک قافلہ ملک یمن سے ادہر آنکلا دور سے دیکہتا
کہ ایک جگہ بہت سے پرند اُڑ رہے ہین آپس مین کہنے لگے کہ جہان جانور اُڑ رہے ہین وہان ضرور پانی ہوگا ہم کئی بار ادہر آئے گئے ہین پہلے تو کبہی یہ
بات نہ دیکہی تہی ایک شخص کو بہیجا دیکہتا ہے کہ ایک عورت اور اسکا بچہ بیٹہا ہے اور پانی کا چشمہ زمین سے جاری ہے قافلہ وہان آیا اور ہاجرہ
سے وہان رہنے کی اجازت مانگی انہون نے تنہائی سے بچنے کے لیے انکے رہنے کو غنیمت جانا مگر یہ شرط کی کہ اس پانی مین تمہارا کوئی حق
اور حصہ نہوگا انہون نے اس شرط کو تسلیم کر لیا اور وہین رہنے لگے اور اب ایک چہوٹا سا گاؤن بس گیا اور کچہہ اور لوگ بہی آ رہے اسمعیل
نے ان لوگون سے عربی زبان سیکہی اور تہوڑی مین اپنی لیاقت اور کرامت سے لوگون کے دل مین تمکن نشین کر دیا کہ جس وہان کے
سردار نے نہایت آرزو سے اپنی بیٹی کا نکاح انسے کر دیا اس عرصہ مین ہاجرہ کا انتقال ہو گیا اس عرصہ مین سارہ کے ہان اسحاق جو
پیدا ہوئے تہے بڑے ہوئے تو انکا کچہہ رشک کم ہوا تو حضرت ابراہیم انکی اجازت سے اسمعیل کے دیکہنے کو عرب مین آئے اور شرط یہی
کہ اسمعیل کے گہر مین شب باش نہون پس جب آئے اور پوچہا تو معلوم ہوا کہ انکی والدہ ہاجرہ انتقال کر گئین اور وہ باہر شکار کو گئے ہین
انکی یہی گذر اوقات تہی حضرت ابراہیم اسمعیل کے گہر پر آئے انکی بیوی سے حال پوچہا اثناے کلام مین تنگی معاش کا ذکر کیا حضرت نے سمجہکر کہ اب
ٹہیرتا ہون تو شب باش ہونا پڑیگا وہان سے واپس ہوئے اور چلتے ہوئے یہ کہہ آئے کہ اپنے خاوند سے میرا سلام کہدیجو اور کہنا کہ تمہارے گہر کا سرا اچہا نہین
اسکو بدل دو جب شام کو اسمعیل آئے تو حال معلوم ہوا سمجہ گئے کہ میرے والد ابراہیم تہے عورت نے پیغام ادا کیا انہون نے فی الفور اس عورت کو چہوڑ دیا اور دوسری
عورت سے نکاح کیا دوبارہ پہر اسی شرط پر حضرت ابراہیم انکے ملنے کو آئے دوسری بیوی نے نہایت خاطر تواضع کی معاش کے بارہ مین شکر گذاری کی

اور اپنے کہا حضرت آپ ٹھہریے انہون نے عذر کیا اور چلتے وقت یہ کہا کہ اپنے خاوند سے میرا اسلام کہنا اور یہ کہنا کہ یہ سر دل اچھا ہے اسکو
ہمیشہ رکھو شام کو اسمعیل آئے تو معلوم ہوا کہ حضرت ابراہیم تھے اور اس معما کے معنے بتلائے کہ مجکو مین ہمیشہ رکھونگا۔ تیسری بار کچھ
عرصہ تک رہنے کی اجازت لیکر پھر حضرت ابراہیم آئے اور گھر مین ٹھہرے اور اسمعیل سے ملاقات ہوئی باپ بیٹے گلے لگ کر بڑی دیر
تک روتے رہے۔ ابراہیم نے اسمعیل سے کہا کہ خدا نے مجھکو کعبہ کی تعمیر کا حکم دیا اگر تو مجکو مدد دے تو بہتر انہون نے عرض کیا بسر و چشم پس
ابراہیم کو یقین اس جگہ کی معلوم نہ تہی خدا کی طرف سے ایک ابر اسی مقدار کا کہ جسقدر تعمیر کعبہ مقصود الٰہی تہی نمودار ہوا اور
ایک جگہ پر ٹھہر گیا ابراہیم نے اسی مقدار پر کعبہ بنایا یعنی ایک لمبا چوکھونٹا مکان بنایا جسکا چوڑان مشرقی جانب سے حجر
اسود سے رکن یمانی تک بیس گز تھا اور مغربی جانب سے رکن یمانی سے لیکر رکن غربی تک بائیس گز اور طول مین شمالی دیوار
حجر اسود سے رکن شامی تک تینتیس گز لمبی اور جنوبی دیوار رکن غربی سے لیکر رکن یمانی تک اکتیس گز کی تہی۔ سب ہیئت مجموعی شکل
مستطیل مگر نہ عرض کے دونون سرے برابر نہ طول کی دونون دیوارین برابر تہین اور بلندی اس مکان کی ۹ گز تہی اور
دروازہ کی کچھ کرسی نہ تہی حضرت ابراہیم تعمیر کرتے تھے اور حضرت اسمعیل پتھر اور گارا دیتے جاتے تھے اور یہ پتھر کہ جسکو
مقام ابراہیم کہتے ہین پاڑ تھا اسپر چڑھکر چنتے تھے اور یہ شکل تہی

حطیم
رکن شامی
رکن غربی
خزانہ کعبہ
دروازہ
چاہ زمزم
رکن یمانی
حجر اسود

واضح ہو کہ رکن خانہ کعبہ کے گوشون کا نام ہے اس چوکھونٹے مکان کے چار گوشہ
ہین اور ہر ایک گوشہ یا کونے کا ایک نام ہے جنوب و مشرق کے رخ باہر کیجانب
دو ڈیڑھ گز بلندی پر کونے مین ایک سیاہ پتھر مدور رکابی کی برابر لگا ہوا ہے اسکو حجر اسود
کہتے ہین اور جنوب غرب مین بلندی قد آدم پر ایک سرخی نما پتھر کا ٹکڑا ہے اسکو
رکن یمانی کہتے ہین اور شرقی و شمالی کونہ کا نام رکن شامی ہے اسلیے
کہ جانب ملک شام ہے اور دوسرے کو غربی کہتے ہین۔ جب ایک مدت بعد حضرت ابراہیم
کا بنایا ہوا مکان پہاڑی نالے کے سبب سے گر گیا تو بنی جرہم نے پھر اسکو اسیطور
سے تعمیر کیا پھر ایک عرصہ کے بعد جو یہ عمارت گر گئی تو عمالیق نے اسکو پھر تعمیر کیا (عمالیق بنی حمیر کا ایک قبیلہ تھا) اسکے بعد
جب یہ عمارت بھی ٹوٹ پھوٹ گئی تو قصی بن کلاب نے اسکو بنایا اور اسکی چہت لکڑیون سے پاٹ دی
اور اسپر غلاف سیاہ ڈالدیا یہ عمارت مدت تک رہی یہانتک کہ جب نبی علیہ الصلوۃ والسلام کی عمر دس بارہ برس کی ہوگی کہ
ایک عورت نے پردہ کعبہ کے پاس بخور روشن کرنا چاہا تو پردہ مین آگ لگ گئی اور تمام عمارت جلگئی پھر قریش
نے چاہا کہ اس عمارت کو پھر تعمیر کرین۔ ان دنون مین قحط سالی تہی قریش نے کعبہ تو بنایا مگر کئی لقشے اسمین کر دیے

اول - یہ کہ حطیم کی جانب سے کئی گز زمین چھوڑ کر کعبہ کی دیوار غربی اٹھائی - دوم یہ کہ دروازہ کی چوکھٹ تخمیناً دو گز اونچی کرکے لگائی تاکہ انکی مرضی بغیر ہر شخص اچھی طرح کعبہ مین داخل نہو سکے سوم یہ کہ کعبہ کے اندر لکڑی کے ستونون کی دو صف قایم کین ہر ہر صف مین تین تین ستون تھے چنانچہ جب مکہ کو آنحضرتؐ نے فتح کیا اور کعبہ کے اندر جاکر نماز پڑھی تو انھین ستونون کے بیچمین پڑھی تھی چہارم یہ کہ دیوارونکو دو چند بلند کردیا پنجم یہ کہ رکن شامی کے قریب کعبہ کی چھت پر چڑھنے کیلیے زینہ بھی بنایا جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ سے مکہ معظمہ مین غلبہ و شوکت کے ساتھہ تشریف لائے تو جسقدر اہل مکہ نے کعبہ کے اندر اور اسکے آس پاس براہیم اور اسمعیل اور دیگر اشخاص کی مورتین رکھہ چھوڑی تہین سب کو نکال کر پھینکدیا اور توڑ دیا یہ بت ہمیشہ سے نہ تھے بلکہ عمرو بن لحی کے عہد سے کہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تخمیناً تین سو سال پیشتر تھا اور اسوقت کعبہ بنا قریش پر قایم تھا - ایک بات رہگئی وہ یہ کہ جب قریش کعبہ کی تعمیر کرچکے اور حجر اسود کو لگانا چاہا تو باہم اختلاف ہوا ہر شخص کہتا تھا کہ مین اپنے ہاتھہ سے قایم کرون سبنے متفق ہوکر یہ امر آنحضرتؐ کی سپرد کیا آپنے کہا کہ اسکو ایک چادر پر رکھلو اور اسکو ہر رئیس ہاتھہ سے اٹھاوے چنانچہ سب اس بات پر بڑے راضی ہوے - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایکبار عائشہ رضہ سے کہا کہ میرا دل چاہتا ہے کہ مین کعبہ کو پھر قدیم بنیاد ابراہیم پر بناؤن اور دروازہ زمین سے ملادون اور دو دروازہ رکھون ایک سے لوگ داخل ہوا کرین دوسرے سے خارج اس عرصہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے تشریف لیگئے پھر جب عبد اللہ بن زبیر رضہ خلیفہ ہوے اور انہون نے یہہ حدیث اپنے خالہ حضرت عائشہ سے سنی تو حضرتؐ کے ارادہ کو پورا کردیا یعنی بدستور قدیم کعبہ کو [illegible] کر بنایا اور دو دروازے رکھے ستائیسوین رجب سنہ ۶۴ ہجری مین اس تعمیر سے فراغت پائی - اسکے تہوڑے دنون کے بعد بنی امیہ کا دور دورہ ہوگیا اور حجاج بن یوسف نایب عبد الملک بن مروان کو تعمیر عبد اللہ بن زبیر رضہ ناپسند ہوئی کعبہ کو گراکر پھر بنیاد قریش پر بنایا اور صرف ایک دروازہ مشرقی جانب مین رکھا اور اندر سے قد آدم بھرت کرکے اونچا دروازہ لگایا اور ایکٹکڑا طولانی جانب مین سے اسی طرح باہر رکھا کہ جسکو حطیم کہتے ہین یہ تعمیر سنہ ۷۴ ہجری مین ہوئی (بعضے کہتے ہین کہ حجاج نے کل کو نہین گرایا بلکہ عبد اللہ بن زبیر کے تصرفات مین تصرف کیا تھا) پھر بنی العباس کے عہد مین ہارون رشید نے قصد کیا کہ بنا، عبد اللہ بن زبیر پر پھر کعبہ کو بنائے مگر علما نے منع کیا کہ بار بار بنانا اور گرانا کھیل ہوجائیگا سو وہ بنا حجاج سلطان مراد بن احمد خان سلطان روم کے عہد تک قایم رہی اور شاہان اسلام اسی عمارت کی مرمت کرتے رہے مگر یہہ عمارت جب بہت کہنہ ہوگئی تو سن ایکہزار چالیس ہجری مین سلطان مراد نے کعبہ کی تعمیر کا ارادہ کیا اور سوا اُس کونہ کے کہ جس مین حجر اسود لگا ہوا ہے سبکو گراکر پھر نئے سر سے بنیاد حجاج کے موافق اسی طور سے کعبہ کو بنایا اور اندر سنگ مرمر کا فرش بچھایا اور اندر کی دیوارون مین بہی اکثر سنگ مرمر لگا ہوا ہے اور کسی عمدہ لکڑی کے دو صف

ستونون کے ہین ایک ایک صف مین تین تین ستون ہین اور اندر سے چہت پر نفیس مخملی چہت گیری ہے اور اوپر گچ ہے اور باہر کی دیوارین سنگ خارا کے تختے مین چنی ہوئی ہین انکی لپائی نہین ہوئی ہے مگر نہایت نفیس ریشمی سیاہ پردہ تمام کعبہ پر پڑا رہتا ہے جس پر بخط ثلث کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکہا ہوا ہوتا ہے اور نصف طول سے اونچی بالشت چوڑا کارچوبی حروف سے کچہ اور بہی نہایت خوشنمائی سے لکہا ہوا ہوتا ہے اُس مین سلطان وقت کا نام بہی ہوتا ہے یہ پردہ ہزار وارو پیہ کی تیاری سے مصر مین بنتا ہے اور ہرسال بڑے تجمل کے ساتہ آتا ہے لیجو دیکہنے کے متعلق ہے اور سال گذشتہ کا پردہ شریف کہ اور دیگر اراکین کو ملجاتا ہے اُن سے اہل اسلام تبرکا لاتے ہین کعبہ کا وہ ٹکڑا کہ جو تعمیر مین قریش نے چہوڑ دیا تہا وہ ابتک چہٹا ہوا ہے اور ایک قوسی شکل سے سنگ مرمر کی دیوار تہینچا گز بہر اونچی بطور نمونہ بنیاد قدیم پر بنی ہوئی ہے اسکو لوگ حطیم کہتے ہین یہ تہوڑی سی جگہ ہے اسیطرف کعبہ کا سنہری پرنالہ پڑتا ہے جسکو میزاب کہتے ہین یہان انسان کی دعا اکثر قبول ہوتی ہے اور اسمین ایک سر ہے کہ جسکے بیان کرنیکا یہان موقع نہین ہے چونکہ زمین اکثر بلند ہوجایا کرتی ہے بالخصوص آبادیون مین جس لئے دو سو سال بعد بہت سی کرسی دینے کی ضرورت پڑتی ہے مگر کعبہ کو ابتک اُسی قدیم زمانہ کی زمین پر قایم رکہا ہے کعبہ کے آس پاس مین بارہ قدم کے فاصلہ تک ہموار زمین ہے اسپر بہی سنگ مرمر کا فرش ہے اسکو مطاف کہتے ہین یعنی اسی فرش پر لوگ کعبہ کے ارد گرد طواف کرتے ہین اور اسکے اخیر مین بیشمار ہانڈیون کا حلقہ ہے وہ رات کو سب روشن کیجاتی ہین اسکے بعد چو طرفہ بڑا صحن کشادہ ہے اور اسمین سیاہ کنکریون کا فرش ہے مگر یہ زمین گاؤدم ہے یعنے جون جون صحن پہیلتا جاتا ہے اتنا ہی اونچان ہوتا جاتا ہے پہر اسکے اخیر مین چو طرفہ کئی کئی درجہ کے دالان بنے ہوے ہین جنکے سنگ مرمر کے ستون ہین اوپر چہوٹے چہوٹے قبہ بنے ہوے ہین پہر ان دالانون کے باہر کی دیوارین اور دروازہ بازار کی طرف بہی ہین مگر باہر کے دروازہ سے جو اندر دیکہو تو تمام حرم ایک حوض یا تالاب سا نیچی مین معلوم ہوتا ہے اس تمام عمارت کو حرم کعبہ کہتے ہین یہ لاکہا روپیہ کی عمارت سب سلطان مراد کی بنائی ہوئی ہے مع خانہ کعبہ کے جو لوگ اس عمارت کعبہ کو عمارت حجاج سمجہ گئے ہین وہ تاریخ کعبہ سے بیخبر ہین - اب ہم کعبہ کے اُن مقامات مشہورہ کو بیان کرتے ہین کہ جنکے جاننے پر بہت مسائل شرعیہ موقوف ہین ؂

(۱) میقات وہ مقامات ہین کہ جب کوئی باہر سے وہان آئے اور مکہ مین حج وغیرہ کے لئے آنا چاہئے دشافعی رہا اُسکی بہی قید نہین بلکہ کسی کام کے لئے آئے (ابو حنیفہ) تو بغیر احرام باندہے نہ آوے یہ اسلئے کہ بیت اللہ کی تعظیم مد نظر رہے کیونکہ جب دنیا کے بادشاہون کے دربار مین بغیر عجز و انکسار اور اسے دربار نہین آسکتا تو وہ تو اللہ جل جلالہ کا دربار

عام ہے وہان کے آداب ضرور ملحوظ ہونے چاہئین۔ اور وہ مقامات یہ ہین **ذو الحلیفہ** انکے لئے جو مدینہ کیطرف مکہ مین آنا چاہین عام ہے کہ اہل مدینہ ہون یا نہون یہ مقام مدینہ سے مکہ کی طرف دو فرسخ پر ہے۔ **جحفہ** کہ جو ذو الحلیفہ کے محاذی ہے) انکے لئے کہ جو شام کے رستہ سے آنا چاہین **قرن** نجد کے رستہ پر ہے انکے لئے کہ جو اس رستہ آنا چاہین **یلملم** یمن کے رستہ پر ہے یہ سمندر کے قریب ایک چھوٹی سی پہاڑی ہے جو لوگ کہ ہندوستان یا ایران سے عدن ہوکر جدہ مین جاتے ہین تو جدہ اور عدن کے بیچ مین یہ پہاڑی مشرقی کنارہ پر دکھائی دیتی ہے انکو بھی وہین احرام باندھنا پڑتا ہے جیسا کہ اہل یمن کو **ذات عرق** یہ ایک جگہہ مکہ سے دو منزل کے فاصلہ پر ہے یہ اہل عراق کے لئے ہے اور جو اس راستہ سے آوین ان مقامات کی تصریح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بالہام الٰہی فرمائی ہے عن جابر عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال مہل اہل المدینۃ من ذی الحلیفۃ والطریق الآخر الجحفۃ (ولاہل الشام الجحفۃ بخاری) ومہل اہل العراق من ذات عرق ومہل اہل نجد قرن ومہل اہل الیمن یلملم رواہ مسلم مہل یعنی تلبیہ کہنے اور احرام باندھنے کی جگہہ ٭

(۲) **حرم** شہر مکہ کے چوطرفہ کئی کئی میل تک کی جگہہ کا نام ہے آنحضرت کے عہد مین صرف ٹیلون کے نشان تھے اب سلاطین روم نے اسکے ہر حدود پر دروازہ بنا دئے ہین۔ جدہ کیطرف بھی مکہ سے کئی میل کے فاصلہ پر ایک بڑا دروازہ بنا ہوا ہے اسیطرح مدینہ کے رستہ مین بمقام **تنعیم** دروازہ بنے ہوئے ہین۔ ان حدود کو پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام نے بالہام مقرر کیا ہے کہ انکے اندر نہ کوئی شکار کھیلے نہ کوئی کسی کو قتل کرے نہ لکڑی کاٹے نہ گھاس اکھاڑے یہ سب امور تعظیم بیت اللہ کے لئے ہین ایام جاہلیت مین بھی عرب ادب کرتے تھے۔ ان حدود کے باہر جو زمین ہے اسکو **حل** کہتے ہین کہ یہان یہ امور حلال ہین اور کعبہ اور اسکے اردگرد جسقدر مکانات ہین انکو بھی **حرم** کہتے ہین اسمقام پر علاوہ رعایت احکام سابقہ کے جو احکام کہ مساجد کے ساتھ متعلق ہین وہ بھی جاری ہین یعنی کوئی ناپاک مرد اور عورت اس مسجد شریف مین داخل نہو اس حالت مین خانہ کعبہ کا طواف کرے الغرض اس تمام عمارت کو مسجد بلکہ افضل المساجد سمجھے ٭

(۳) **حجر اسود** یعنی سیاہ پتھر یہ گول پتھر تخمیناً دو ڈیڑھ فٹ کے دور مین ہے اسکا رنگ نہایت سیاہ ہے اسکو عقیق سیاہ تصور کرنا چاہئے یہ کعبہ کے شرقی و جنوبی گوشہ مین باہر کیجانب گز بھر کی بلندی پر چاندی کے حلقہ مین جڑا ہوا ہے خدا جانے کسی صدمہ سے اسکے کئی ٹکڑے ہوگئے تھے جنکو ملا کر ایک جگہہ جمع کر دیا ہے۔ اس پتھر کو نہ کوئی مسلمان اپنا ٹھاکر نہ اسکو حاجت روا

۱؎ امام شافعی کی دلیل یہ حدیث ہے عن ابن عباس قال وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لاہل المدینۃ ذا الحلیفۃ الخ فہن لہن ولمن اتی علیہن لمن کان یرید الحج والعمرۃ رواہ البخاری ومسلم۔ کہ جو ان مقامات سے گذر کر مکہ مین حج وعمرہ کے لئے جاوے تو احرام باندھکر جاوے۔ امام اعظم کی دلیل یہ حدیث ہے لا یجاوز احد المیقات الا محرما کہ ان مقامات سے بغیر احرام باندھے کوئی تجاوز نکرے اس مین حج وغیرہ کی قید نہین۔ لمعات مرسنہ

پاکیزہ اور سمجھا ہے مگر اسلئے کہ یہ پتھر حضرت ابراہیم ع کا قایم کیا ہوا ہے اور جنت سے حضرت آدم کے ساتھ آیا تھا اسلئے اسکو متبرک سمجھتے ہین اور چونکہ جناب خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو ان بزرگون کی یادگار سمجھکر محبت سے بوسہ دیا تھا (جیسا کہ جب ہم اپنے محبوب کی کسی چیز کو پاتے ہین تو چومتے اور آنکھون سے لگاتے ہین۔ اور یہ چومنا اور آنکھون سے لگانا در اصل اس شخص کی محبت کا اظہار ہے کہ جسکی یہ نشانی ہے) بالخصوص طواف کعبہ کے وقت حج وعمرہ مین کہ جو نہایت دنیا سے نفرت اور خدا اور اسکے برگزیدون سے محبت کا وقت ہوتا ہے اسلئے تمام اہل اسلام مین اسی غرض سے طواف کے وقت بالخصوص ایام حج مین اسکا بوسہ دینا دستور ہوگیا اور ازدحام کیوجہ سے بوسہ ندے تو اشارہ ہی کردے یہ دستور ایک عمدہ طریقہ اور اچھی سنت ہے کیونکہ اسمین نبی علیہ السلام کا اتباع اور اسکے بزرگون کے ساتھ محبت اور انکے طریقہ کو دل سے پسند کرنے پر دلالت کرتا ہے تو ایسی حالت مین خدا تعالی کی رحمت اور مہربانی کی امید بھی بجا ہے جسکا ثمرہ بندہ کے گناہونکی معافی بھی ہے پس جو اس بارہ مین احادیث صحیحہ وارد ہین وہ سب برحق ہین انپر اعتراض کرنا حماقت اور تعصب جاہلانہ ہے عقل سلیم کے نزدیک اسمین کوئی قباحت نہین ہے اور بات ہے کہ کوئی بیوقوف اسکو بت پرستی سمجھے۔ یا خدا کے پیغمبرون کا اسکو نشان حسی قرار دیکر برگزیدون پر اعتراض کرے۔

(۴) زمزم یہ وہی چشمہ ہے کہ جسکو خدا نے حضرت اسمعیل کے لئے اپنی قدرت کاملہ سے ظاہر کیا تھا۔ یہ چشمہ چند بار کے بعد خشک ہوگیا لیکن اسکے انعام کی یادگاری اور تبرک کے لئے پھر اسی مقام پر کنوان کھود لیا گیا۔ یہ کنوان حوادث دہر سے کئی بار کھلا بند ہوا مگر اب اس زمانہ مین نہایت عمدہ کنوان کعبہ کے متصل حرم مین بنا ہوا ہے۔ اسپر سنگ مرمر کا قبہ بنا ہے اور ارد گرد جالیان ہین ایک دروازہ ہے اسمین جاکر لوگ پانی بھرتے ہین شب و روز پانی کھنچتا ہے مگر ٹوٹتا نہین۔ یہ پانی ذرا کھاری ہے، مگر شہر مکہ مین عام استعمال کے لئے نہر زبیدہ کا پانی کام مین آتا ہے یہ نہر زبیدہ ہارون رشید بادشاہ کی بیوی نے بنائی تھی کہتے ہین دور سے اسکا پانی آکر مکہ مین بڑے بڑے حوضون کو بھرتا اور ایک عالم کو سیراب کرتا ہے یہ بہت چھوٹی نہر ہے ہمیشہ جاری ہے اہل اسلام اس پانی کو اسی علاقہ سے متبرک سمجھتے ہین بخلاف عیسائیون اور ہندوؤن کے کہ وہ دریائے گنگ جمن و یردن مین غوطہ لگانے اور میٹھے پانیکو گناہونکی معافی کے لئے صابن سمجھتے ہین (۵) مقام ابراہیم بقول جمہور وہ پتھر ہے کہ جسپر حضرت ابراہیم کھڑے ہوکر کعبہ چنا تھا اسپر نشان قدم بھی ہین اور بقول بعض تمام حرم مسجد (۶) صفا حرم کے متصل جنوب شرق مین ایک پہاڑی ہے اب اسکے اوپر اور گرد اگرد آبادی ہوگئی ہے اور چند سیڑھیان بنادی گئی ہین (۷) مروہ یہ اسکے مقابلہ مین حرم سے شرق و شمال کیجانب چھوٹی سی پہاڑی ہے اب یہان بھی آبادی ہے اور ان دونون پہاڑیونکے بیچ مین جسجگہ کہ حضرت ہاجرہ دوڑکر چلین تھین اور پہلے وہان جنگل و کنکر تھے اب نہایت عمدہ بازار ہے اور اس دوڑکر چلنے کی جگہ دو منارہ سبز بنادئے گئے ہین جنکو میلین اخضرین کہتے ہین (۸) منی شہر مکہ دو پہاڑون کے بیچ مین بسا ہے پھر یہی سلسلہ پہاڑون کا مشرق و شمال کیطرف دور تک چلا گیا ہے مکہ سے تین میل پر اسی سلسلہ کے میدان مین منی مقام ہے یہان اب

بہت سے مکانات تعمیر ہو گئے ہیں ایام حج میں تین روز تمام لوگ یہاں رہتے ہین۔ اسجگہ حضرت ابراہیم نے حضرت اسمٰعیل کے ذبح کرنے کا قصد کیا تھا اور یہین شیطان نے مجسم دکھائی دیکر انکو تین جگہ بہکانا چاہا تھا حضرت ابراہیم نے اسپر کنکریان مارین تھین اب تینون مقامات پر نشان کے لیے تین چھوٹے چھوٹے منارہ بنا دیے ہین انکو جمرات کہتے ہین ایک کو جمرۂ اولے دوسرکو جمرۂ وسطے تیسرے کو جمرۂ عقبے۔ اب ایام حج مین مسلمان بہی دستورا براہیم کو جاری رکہنے کے لیے انکو سات سات کنکریان مارتے ہین تاکہ اُس حالت کو یاد کرکے ہمیشہ نفس کے مقہور کرنے کا عہد کیا جاوے اور اسی مقام پر لوگ حج مین عرفات سے لوٹ کر دسوین تاریخ احرام کہولتے اور قربانیان کرتے ہین +

(۹) **مزدلفہ** یہ اُسی شرقی و شمالی سمت مین منے سے دو تین میل آگے بڑہکر ایک میدان ہے پھر اوس سے دو تین میل آگے عرفات ہے۔ عرفات سے لوٹتے وقت شب کو یہان ٹہیرتے ہین +

(۱۰) **عرفات** اُسی سمت مین آگے بڑہکر ایک بڑا لمبا چوڑا پہاڑون کے بیچ مین میدان ہے نوین ذی الحجہ کو یہان سب حاجی آتے ہین اور غروب آفتاب تک اسی میدان مین خیمون اور بغیر خیمون مین رہتے ہین۔ یہان دعا مانگتے ہین اور شام کے وقت امام پہاڑی پر چڑہکر خطبہ پڑہتا ہے جس مین خدا کی توحید و تقدیس اور گناہون سے معافی اور اُسکی حمد و ثنا اور احکام حج کا بیان ہوتا ہے دن غروب ہوتے ہی یہان سے خلق خدا چل پڑتی ہے اور مغرب و عشاء کی نماز لوٹ کر مزدلفہ مین پڑہتے ہین اور پھر صبح کو یہان سے اُٹھکر منے مین آکر قربانی کرتے ہین۔ شیعہ لوگ دسوین کو بہی عرفات مین رہتے ہین +

آگے چلکر

ہم اسرار و احکام حج بیان کرین گے اب ان آیات کی تفسیر کرتے ہین کہ جن مین حضرت ابراہیم علیہ السلام و اسمٰعیل علیہ السلام سے کعبہ تعمیر ہونے کا ذکر ہے +

وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ اجْعَلْ هَٰذَا بَلَدًا آمِنًا وَارْزُقْ أَهْلَهُ مِنَ الثَّمَرَاتِ مَنْ آمَنَ مِنْهُم بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ۖ قَالَ وَمَن كَفَرَ فَأُمَتِّعُهُ

اور جبکہ کہا ابراہیم نے اے رب اسکو امن کا شہر کر دے۔ اور یہان کے باشندون کو میوون کی روزی دیجیو اسکو کہ جو امین سے اللہ و قیامت پر ایمان لاوے فرمایا جو کفر کریگا اسکو بہی

قَلِيلًا ثُمَّ أَضْطَرُّهُ إِلَىٰ عَذَابِ النَّارِ ۖ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ

کسیقدر فائدہ دونگا پہر اسکو کہینچکر ڈالدونگا عذاب مین اور وہ برا ٹہکانا ہے

ترکیب

و عطف جملہ بر کلام سابق قال فعل ابراہیم فاعل رب اجعل الخ جملہ مقولہ۔ اجعل بمعنی صیّر ہذا مفعول اول بلدا مفعول ثانی موصوف آمنا صفت جملہ معطوف علیہ وارزق معطوف بر اجعل انت اسکا فاعل اہلہ مفعول من الثمرات متعلق ہے ارزق سے من الخ اہلہ سے بدل بعض ہے من موصولہ آمن منہم باللہ والیوم الآخر جملہ اسکا صلہ قال فعل اللہ اسکا فاعل ومن کفر الخ جملہ اسکا مقولہ من بمعنی الذی کفر اسے یکفر اسکا صلہ محلاً یہ منصوب ہے تقدیرہ قال وارزق من کفر پس ارزق فعل محذوف ہے اسپر فامتعہ دلالت کرتا ہے ؁

تفسیر

خدا تعالی فرماتا ہے یہ خیر و برکات اور یہ تمام رسوم شریعت جو کعبہ سے متعلق ہین ابراہیم کی دعا سے ظہور مین آئی ہین یاد کرو جبکہ ابراہیم بنا ر کعبہ سے فارغ ہوے تو ہم سے دعا کی کہ الٰہی اگر تو نے کعبہ کو مثابہ و امن بنایا تو اسجگہ ایک شہر دار الامن بنا دیا کہ اسکے رہنے والون کے لیے ہر قسم کا آرام رہے اور یہ لوگ ہمیشہ اس گھر کی خبر گیری کیا کرین) اور یہان کے رہنے والون کو جو کہ اللہ و قیامت پر دل سے ایمان لاوین میوے بہی کہلانا کیونکہ یہ خشک پہاڑ ہے اگر ایسا نہو گا تو یہان قیام مشکل ہو گا حضرت ابراہیم نے پیشتر عہد نبوت کے اپنی ذریت کے لیے عموماً دعا کی تہی اسپر خدا تعالی نے فرمایا کہ کافر اسکے مستحق نہین یہان حضرت ابراہیم نے دعا مین اس بات کا لحاظ کرکے رزق روزی کی مسلمانون کے لیے خاص کرکے دعا کی چونکہ نبوت اور رزق روزی مین فرق ہے نبوت کا شخص منحصر اور نہین بخلاف رزق روزی کے کہ وہ اسکی رازقیت کے طفیل سے سب نیک و بد کو ملتی ہے اسلیے خدا تعالی نے فرمایا کہ چند روز کافر کو بہی مین دنیا سے بہرہ مند کرونگا یعنی تا حیات دونگا پہر اسکے بعد تو وہ کہینچکر عذاب جہنم مین ڈالدیے جاوینگے کہ جو نہایت خراب جگہ ہے **ف** خدا تعالی نے حضرت ابراہیم کی یہ **دعا قبول** کی کہ شہر کو دار الامن بہی کر دیا کہ ہمیشہ یہان کا ہر کوئی ادب کرتا تہا کوئی کسیکو یہان نہ مارتا تہا۔ و ثمرات کے لیے یہ تدبیر کی کہ مکہ سے تہوڑی دور فاصلہ پر ایک ایسا قطع شاداب و سرسبز بنایا کہ جہان روی زمین کے اعلی میوہ حاصل زیتون بہر جگہ میوہ پیدا ہوتے ہین انار انگور اور بہت سی عمدہ عمدہ چیزین وہان سے اکر مکہ مین ارزان اور تر و تازہ فروخت ہوتے ہین اسجگہ کا نام **طائف** ہے ؁

وَاِذْ یَرْفَعُ اِبْرٰھٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَیْتِ وَاِسْمٰعِیْلُ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ۝ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا

اور جبکہ ابراہیم کعبہ کی بنیادیں اٹھاتا تھا اور اسمٰعیل بھی (اور وہ کہتے تھے) اے رب ہمارے قبول کر تو ہی ہے سنتا جانتا اے ہمارے رب اور ہم دونوں کو بنا فرمانبردار اپنا

مُسْلِمَیْنِ لَکَ وَمِنْ ذُرِّیَّتِنَآ اُمَّۃً مُّسْلِمَۃً لَّکَ ۠ وَاَرِنَا مَنَاسِکَنَا وَتُبْ عَلَیْنَا ۚ اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ ۝ رَبَّنَا

ہماری اولاد میں سے بھی ایک گروہ اپنا فرمانبردار رکھنا اور ہمکو ہمارے حج کرنیکے دستور بتلا اور ہمپر مہربانی کہ تو ہی ہے معاف کرنیوالا مہربان اے ہمارے رب انکی نسل میں انکا ایک

وَابْعَثْ فِیْھِمْ رَسُوْلًا مِّنْھُمْ یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ اٰیٰتِکَ وَیُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ وَیُزَکِّیْھِمْ ۭ اِنَّکَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ ۝

رسول بھی مبعوث کیجیو جو انکو تیری آیتیں سناوے اور انکو کتاب اور حکمت سکھاوے اور انکو پاک بناوے تو ہی ہے زبردست حکمت والا

ترکیب

واذ یرفع فعل ابراہیم فاعل القواعد جمع قاعدہ بمعنی بنیاد مفعول من البیت کائنۃ کے متعلق ہوکر حال ہے قواعد سے و اسمٰعیل معطوف ہے ابراہیم پر یہ دونوں ذی الحال اور یقولان محذوف فعل با فاعل ربنا تقبل منا الخ اسکا مفعول ہے فعل اپنے فاعلوں و مفعول سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔ اجعلنا میں نا مفعول اول مسلمین مفعول ثانی لک متعلق ہے مسلمین سے وحرف عطف برنا من ذریتنا مفعول اول امۃ موصوف مسلمۃ صفت لک متعلق مسلمۃ سے یہ سب مفعول ثانی۔ یتلوا۔ اور یعلمہم اور یزکیہم سب جملہ رسولا کی صفت واقع ہوئے ہین

تفسیر

اسجگہہ خدا تعالیٰ حضرت ابراہیم اور اسمٰعیل کے خلوص اور اس دعا کا ذکر کرتا ہے کہ جس مین حج کے احکام کی طرف اور نبی آخر الزمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت کی طرف مجملاً اشارہ ہے فرماتا ہے کہ اسوقت کو یاد کرو کہ جب ابراہیم و اسمٰعیل کعبہ کی دیوارین چنتے جاتے تھے اور نہایت عجز و انکسار سے یہ دعا کرتے جاتے تھے کہ الٰہی ہماری اس سعی کو قبول کیجیو کیونکہ تو جو کچھہ ہم زبان سے دعا کرتے ہین خوب سنتا اور ہمارے حال سے بہی خوب واقف ہے اے خدا ہمکو ہمیشہ اپنی فرمانبرداری مین رکھیو کبھی کوئی کام تیری مرضی کے خلاف ہم سے سرزد نہو اور ہمارے بعد بہی ہماری اولاد مین سے اپنی فرمانبردار لوگ پیدا کیجیو تاکہ تیری غلامی ہم مین ہمیشہ پائی جاوے اور اس گھر کی خدمتگاری میری نسل مین رہے اور ہمکو ہمارے لئے جو کچھہ اپنے عبادت اور حج کے دستور قائم کئے ہین وہ بہی تعلیم کردے کہ اسکے مطابق ہم کرین اور جو کچھہ ہمسے بمقتضائے بشریت اسمین فروگذاشت ہوجاوے تو معاف کر دیجیو اور ہمیشہ مہربانی رکھیو کس لئے کہ تو ہی بڑا معاف کرنیوالا مہربان ہے۔ اور اے رب ہماری نسل مین سے ایک ایسا رسول مبعوث کرنا کہ جو لوگون کو تیری آیتیں پڑھکر سنایا کرے اور اسپر بس نکرے بلکہ اس سلسلہ کے جاری رکھنے کے لئے لوگون کو تیری کتاب تعلیم بہی کرے اور تعلیم کے بعد حکمت یعنی اسرار شریعت اور رموز احکام بہی بتلاوے تاکہ لوگون پر خبر معلوم ہو بلکہ وہ اپنے فیض نبوت اور انوار معرفت لوگون کو آراستہ بہی کرے کہ پھر وہ باطنی برکتون کے لئے نبی کا نمونہ اور ہدایت کا سرچشمہ ہین کیونکہ اسکی مصلحت و فوائد کو بہی تو جانتا ہے اور ہر چیز پر تو قادر ہے

فوائد

۱ مناسک منسک کی جمع ہے۔ اور منسک بفتح سین بمعنی فعل اور بکسر سین بمعنی موضع ہے۔ نسک کے معنی عبادت کرنا ہی اور اسلئے عابد کو ناسک کہتے ہین۔ پھر خدا کے نام پر قربانی کرنے کو بھی عبادت ہونے کی وجہ سے منسک کہنے لگے اور ذبیحہ کو نسیکہ۔ اور اسیوجہ سے افعال حج کو بھی مناسک کہتے ہین چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین خذوا عنی مناسککم لعلی لا القاکم بعد عامی ہذا اور اسلئے جہان اور جن مقامات مین افعال حج ادا کئے جاتے ہین انکو مناسک بولتے ہین اللہ تعالی فرماتا ہے ولکل امۃ جعلنا منسکا ہم ناسکوہ اسجگہ بعض مفسرین مناسک سے شرائع حج مراد لیتے ہین اور بعض عموما عبادات مراد رکہتے ہین وتعلیم عبادات

۲ اس آیت مین خدا تعالے نے حضرت ابراہیم و اسمعیل علیہم السلام کی دعا کو یاد دلایا تاکہ یہ بات معلوم ہو (۱) یہ کہ کعبہ کی تعمیر کوئی امر منجملہ عادت یا کار دنیا نہ تھا بلکہ نہایت دینی کام تھا کہ جسکے بعد وہ اپنی اس سعی کے مقبول ہونیکی دعا کرتے تھے (۲) یہہ کہ وہ خود اپنے لئے اور اپنی اولاد کے لئے خدا کا فرمانبردار اور اس گہر کا خدمت گذار ہونا اور شرائع حج و اسلام کا برپا اور قایم رکہنا دل سے چاہتے اور واجعلنا مسلمین وارنا مناسکنا کہہ کے دعا کرتے تھے (۳) انکی دلی آرزو اور خدا سے بڑی التجا یہ تہی کہ وہ انکی نسل مین سے ایک رسول نہایت اولو العزم پیدا کرے کہ جسکا مصداق سوا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کوئی نہین کیسلئے کہ ابراہیم و اسمعیل کی نسل مین سے اور کوئی ایسا شخص نہین ہوا ہے کہ جو ایسا رسول ہو کہ جو تعلیم کتاب اور حکمت کرتا اور تزکیہ کرتا اور آیات الہی پڑہکر سناتا تہا توریت مین جو اسمعیل علیہ السلام کی نسل مین برکت کا خدا نے وعدہ کیا ہے اور فاران سے خدا کا جلوہ گر ہونا فرمایا ہے اسکا ظہور بجز ذات بابرکات کے اور کوئی شخص معلوم نہین ہوتا یہ ظاہر ہے کہ حضرت سے پیشتر کیسی ہٹ پڑی اور ظلم و جہل کی تاریکیان عرب پر عموما محیط تہین اور نسل اسمعیل مین مکہ یا اسکے اطراف مین ایسا کوئی نہین گزرا کہ جسکی بدولت لوگون نے علم و حکمت و تزکیہ حاصل کیا اسلئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے انی عند اللہ فی ام الکتاب لخاتم النبیین ان آدم لمنجدل فی طینتہ وساخبرکم

عن بدء امری انا دعوۃ ابراہیم وہو حین قع القواعد من البیت ربنا وابعث فیہم رسولا منہم وبشری عیسی ورویا امی التی رات حین وضعتنی رات انہ یخرج منہا نورا ضاءت لہ قصور الشام بصری رواہ احمد والبیہقی عن کثیر الصحابۃ * کہ مین علم الہی مین اسوقت خاتم النبیین تہا کہ جب آدم کی سرشت بہی نہوئی تہی اور مین تمکو اپنی ابتدا حالت سے مطلع کرتا ہون وہ یہہ کہ میرے لئے ابراہیم نے اسوقت دعا کی ہے کہ جب وہ خانہ کعبہ چن رہے تھے اور میرے لئے عیسی نے بشارت دی ہے اور میرے حق مین میری والدہ ماجدہ نے بوقت ولادت یہ دیکہا تہا کہ انسے ایک ایسا نور پہیلتا ہے کہ جس سے شام کے محل روشن ہوگئے پس جو شخص کعبہ کا اور حج اور اسکے شرایع کا انکار کرتا ہے اور جو خاتم النبیین کو نہین مانتا ہے وہ حضرت ابراہیم سے برگشتہ ہے۔

۴ جسطرح کہ حضرت ابراہیم نے تین دعائین کعبہ کے بناتے وقت کین تہین ربنا تقبل الخ ربنا واجعلنا مسلمین لک الخ

ربنا وابعث فیہم رسولا اسیطرح تیسری دعا مین رسول کے لیے تین اوصاف کی استدعا کی یتلوا علیہم آیاتک یعلمہم الکتاب والحکمۃ ویزکیہم اور اسکا سر یہ ہے کہ رسول کی امت مین مختلف استعداد کے لوگ ہوتے ہین کہ جنکے چار مرتبہ ہین (۱) عام لوگ ہین جنکو خدا تعالی کی آیات اور اس کا کلام مقدس پڑہکر سنایا جاتا ہے اسلیے یتلوا علیہم آیاتک کہا (۲) مرتبہ اور (۳) مرتبہ خاص لوگون کا ہے کہ انکو وہ کتاب سکہائی جاتی ہے یہ عام علماء کا مرتبہ ہے اور بعض کو حکمت یعنی شریعت کے اسرار بتلائے جاتے ہین یہہ مرتبہ علماء مجتہدین کا ہے ان دونون گروہون کے لیے یعلمہم الکتاب والحکمۃ فرمایا اور یہ اسلیے کہ اگر نبی کی امت مین یہ دو گروہ نہون تو اسکی ہدایت کا سلسلہ بعد اوسکے منقطع ہوجاوے اور چونکہ جس رسول کے لیئے حضرت ابراہیم دعا کرتے ہین وہ خاتم النبیین ہے اوسکے بعد اور نبی کے آنے کی حاجت نہین اسلیے اسکے علوم کے وارث علماء وائمہ مجتہدین ہونے چاہیین کہ آپکے بعد اس سلسلہ ہدایت کو قایم رکہین اور اسی لیے آنحضرت صلعم نے یہ فرمایا ہے علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل **ف** یہان سے یہ بہی معلوم ہوا کہ ظاہر الفاظ قرآن کے معانی کے علاوہ اور بہی کچہہ اسرار کتاب ہین ہین کہ جو خاص لوگون کا حصہ ہے اور یہہ امر بدیہی ہے اسلیئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ لوگونکی اس علم دین کے حاصل کرنے مین مختلف حالات ہین الخ (رواہ البخاری) پس وہ جو بعض جہلا رصرف ظاہری مطالب پر انحصار کرکے ان لوگونکی فضیلت کا انکار کرتے ہین اور کہتے ہین قرآن کے سمجہنے کے لیے کیا چاہیئے الخ وہ بیخبر ہین ؛

۴ مرتبہ اخص الخواص لوگون کا ہے کہ جنکا جوہر روح آئینہ کی طرح برکت نبی علیہ السلام سے پاک اور صاف ہے اور اسمین پورا پورا انوار نبوت کا انعکاس ہوتا ہے جسطرح کہ آئینہ مین ہو بہو باہر کی چیز دکہائی دیتی ہے یہ لوگ نبی کے قایم مقام ہوتے ہین انکو اولیاء اللہ کہتے ہین سو انکے لیے یزکیہم کہا - یہ لوگ صحابہ مین تو عموما تھے شام کے یہود و نصاری نے سیکڑون کرامات ان لوگون کی مشاہدہ کی ہین اگر مین ایک ایک صحابی اور تابعین کا حال لکہون تو کتاب دراز ہوجاوے **شواہد النبوت** اور حلیۃ الاولیاء وغیرہا کتب محققین عیسائیون کی کتاب **اعمال حواریین** سے بدرجہا فوقیت رکہتے ہین مگر اتنا فرق ہے کہ وہ اسکو انجیل مسیح کہکے لوگون کو دہوکے مین ڈالتے ہین ہم انکو قرآن نہین کہتے مگر بعد مین بہی بہت سے پائے گئے اور پائے جاوینگے **پس** جو شخص کعبہ اور اسکے حج وشرایع اور خاتم النبیین کا منکر ہے تو وہ حضرت ابراہیم کا منکر اور اونکے دین سے برگشتہ ہے اسلیے خدا تعالی فرماتا ہے -

يَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ اِبْرٰهٖمَ اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ ؕ وَلَقَدِ اصْطَفَيْنٰهُ فِي الدُّنْيَا ۚ وَاِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ

ملت ابراہیم سے منہ پھیرتا ہے مگر وہ کہ جو خود بیوقوف بنا ہو اور ہمنے تو اسکو بزرگی دی ہے دنیا مین اور وہ آخرت مین بھی اچھے ہین جب اسکو اسکے رب نے کہا

رَبُّهٗٓ اَسْلِمْ ۙ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ وَوَصّٰى بِهَآ اِبْرٰهٖمُ بَنِيْهِ وَيَعْقُوْبُ ؕ يٰبَنِيَّ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى لَكُمُ الدِّيْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ

[illegible]ار ہو جا اُس نے کہا حکم بردار ہوا مین رب العالمین کیے لا اور یہی وصیت کر گیا ہے ابراہیم اپنی اولاد کو اور یعقوب بھی کہ اے میری اولاد اللہ نے تمہارے لیئے یہ دین پسند کیا پھر تم نہ مرنا مگر مسلمان ہو کر ؛

ترکیب

[illegible] واسطے استفہام انکاری کے مبتدا یرغب عن ملة ابراہیم جملہ اسکی خبر الا من مین من محلا منصوب ہے بجہت استثناء [illegible]ن ہے کہ مرفوع ہو ضمیر یرغب سے بدل ہو کر پس یہ موصولہ ہے اور سفہ فعل ضمیر ہو مستتر اسکا فاعل نفسہ مفعول یہ جملہ [illegible]فی الاخرة متعلق ہے صالحین سے اذ ظرف ہے اصطفینا کا اور اسکی علت ہے یا منصوب ہے باضمار اذکر۔ وصی فعل بہا ای [illegible]ابراہیم فاعل بنیہ مفعول و یعقوب معطوف ہے ابراہیم پر اسے و وصی یعقوب بنیہ یابنی الخ یہ جملہ بیان ہے اس وصیت کا [illegible]م مسلمون حال ہے فلا تموتن سے والتقدیر لا تفارقوا الاسلام حتی تموتوا وانتم مسلمون ؛

تفسیر

[illegible] تم جو امور مذکورہ کا انکار کرتے ہو تو ملت ابراہیمیہ کا انکار کرتے ہو کیونکہ یہ امور جو اسلام کے اصول قرار دیئے گئے ہین [illegible]ت ابراہیمیہ کے اصل ہین) اور ملت ابراہیم کا بجز اُس شخص کے کہ جو از خود نادان اور احمق ہو جاتے اور کون انکار کر سکتا ہے؟ [illegible]س لیئے کہ ابراہیم وہ شخص ہین کہ جنکو خدا نے برگزیدہ کیا ہے دنیا مین بھی سب موحدین انکو پیشوا جانتے ہین اور ہر جگہ ذکر [illegible]ر انکا جاری ہے اور آخرت مین بھی خدا تعالی کے ہان اُنکے مراتب بلند ہین اور انکی یہ بزرگی اسلیئے ہے کہ جب خدا نے [illegible]ن سے یہ فرمایا کہ ہمارا حکم بردار ہو جا اُنہون نے عرض کیا کہ مین اپنی جان اور دل سے تابعدار ہون پھر اے یہود اور [illegible]رب اور اے نصاری وغیرہم تم کیون ملت ابراہیمیہ سے انکار کرتے ہو حالانکہ خود ابراہیم نے پھر انکے بعد یعقوب علیہ السلام نے [illegible]وقت وفات اپنی اولاد کو یہ وصیت بھی کی تھی کہ ہمیشہ اس دین الہی پر رہنا ایسا نہو کہ اسکے برخلاف ہو کر مرو ؛ **فوائد**

١ رغب کے بعد جب لفظ عن آتا ہے تو اسکے معنی نفرت اور کراہت کے ہو جاتے ہین اور جب اسکے بعد فی یا [illegible]الی آتا ہے تو اسکے معنے رغبت کے ہوتے ہین ؛

٢ سفہ کہ جسکو سفاہت بھی کہتے ہین لغت مین ہلکا پن اور خفت کا نام ہے پس چونکہ احمق خفیف الحرکات ہوتا ہے [illegible]اسلیئے اسکو سفیہ کہتے ہین۔ یہ لفظ لازمی اور متعدی دونون طرح سے مستعمل ہوتا ہے۔ اور از خود بیوقوف ہونے سے یہ مراد ہے [illegible]کہ سب باتین جانکر پھر غور نکرے اور عقل سلیم کے برخلاف عمل ہین لاوے عقل سلیم حکم کرتی ہے کہ فہر و اُس گونا گون عالم کا

کوئی خالق و مالک ہے اور اسلیئے تمام جہان کے انسان شایستہ اور غیر شایستہ خدا تعالےٰ کے وجود کو بغیر آنکھ کے دیکھے تسلیم کرتے ہین اور یہہ بھی عقل کا فتویٰ ہے کہ خدا نے جسطرح انسان کو امور دنیاوی مین سب حیوانات سے اشرف پیدا کر کے تمام مہمات کا سرانجام کیا ہے اسیطرح اُسنے اسکے لیئے آخرت کے رہنما بھی بہیجے ہین کہ جنکی معرفت ان امور کو کہ جو دنیا اور آخرت مین مضر ہین اور جنکی تاریکی روح پہ پہیلتی ہے حرام کر دیا اور جنکی ضرورت تہی انکو فرض و واجب کر دیا اور اس قانون کو ملّت کہتے ہین پس جب یہ ہے تو جسوقت عقل چارون طرف میدان وجود مین آنکہ اٹہا کر دیکہتی ہے کہ وہ کون کون لوگ ہین کہ جنکی معرفت خدا نے اس مہم کا اہتمام کیا ہے سو ان مین پیشتر حضرت ابراہیم علیہ السلام پر نظر پڑتی ہے کس لیئے کہ باستثناء چند اقوام غیر مہذب تمام روئے زمین کے خدا پرست ان کو دینی بزرگ بلکہ تمام دینی بزرگون و مقدسون کا جدا مجد جانتے ہین (ولقد اصطفیناہ فی الدنیا۔ کا محصل یہی ہے) اور انکو عالم آخرت مین ہر طرحسے فائز المرام بھی مانتے ہین۔ (وانہ فی الاخرۃ لمن الصلحین کا یہی مطلب ہے) پس جو شخص باوجود علم ان امور کے پہر حضرت ابراہیم کے طریقے سے روگردانی کرتا ہے تو از خود احمق بنتا ہے۔ اور یہ بات پیشتر بیان ہو چکی ہے کہ اس نبی آخر الزمان کے پیدا ہونیکی اور ملت ابراہیمیہ کے مستحکم ہونیکی ابراہیم و اسمٰعیل نے دعا کی ہے کہ جسکے ظہور کی حضرت موسیٰ نے بھی تورات مین خبر دی ہے اور یہ کہ اس نبی کی شریعت انہین اصول ملت ابراہیمیہ پر قائم ہے پس جو اسکا انکار کرتا ہے وہ ملت ابراہیمیہ کا منکر ہے ؛

۱۳۳ حضرت ابراہیم کے آٹہہ بیٹے تہے بڑے اسمٰعیل ان سے چہوٹے اسحاق یہ بی بی ہاجرہ سے ہین پہر قتورہ کنعانیہ کے پیٹ سے **زمران - یقشان - مدان - مدیان - اسباق - سوخ** پیدا ہوے مدیان کی اولاد مین سے حضرت شعیب تہے۔ اور یقشان سے صبا اور ددان پیدا ہوے تہے اسمٰعیل مکہ مین اور اسحاق شام مین اور یہ بیٹے اور اطراف وجوانب مین آباد ہوئے تہے **اسمٰعیل** کے بارہ بیٹے تہے جن مین بڑے سے چہوٹا **قیدار** تہا کہ جسکی نسل سے جناب سید المرسلین پیدا ہوے۔ اسحاق کا بڑا بیٹا **عیص** اور جو اسکے عقب مین پیدا ہوئے **یعقوب** ہین انکو اسرائیل بھی کہتے ہین یہ تمام انبیاء بنی اسرائیل کے جد امجد ہین انکے بارہ بیٹے تہے **لیاہ** کے پیٹ سے روبن شمعون لاوی یہودا پیدا ہوئے اسکے بعد اشکار اور زبلون پیدا ہوے پہر بلہ راحیل کی لونڈی سے دان نفتالی ہوئے پہر لیاہ کی لونڈی زلفہ سے جد۔ آشر۔ پیدا ہوئے پہر خود راحیل کے پیٹ سے جو لیاہ کی چہوٹی بہن تہی یوسف بنیامین پیدا ہوے یہان خدا تعالیٰ عرب اور تمام اہل کتاب کو فرماتا ہے کہ اگر تم ابراہیم اور یعقوب کو مانتے ہو تو انہون نے مرتیکے قریب بڑی تاکید اس ملت پر قائم رہنے کی اپنی اولاد کو وصیت کی تہی اب تم انکی وصیت سے اعراض کرتے ہو ؟

أَمْ كُنْتُمْ شُهَدَاءَ إِذْ حَضَرَ يَعْقُوبَ الْمَوْتُ إِذْ قَالَ لِبَنِيهِ مَا تَعْبُدُونَ مِنْ بَعْدِي قَالُوا نَعْبُدُ إِلَٰهَكَ وَإِلَٰهَ آبَائِكَ

کیا تم (ای بنی اسرائیل) موجود تھے جسوقت کہ یعقوب کو موت آئی جبکہ اسنے اپنے بیٹوں سے کہا کہ تم میرے بعد کسکی عبادت کروگے کہا ہم تیرے خدا کی عبادت کرینگے کہ جو تیرے بزرگون ابراہیم

إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ إِلَٰهًا وَاحِدًا وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَا كَسَبْتُمْ وَلَا تُسْأَلُونَ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ

اور اسمعیل اور اسحاق کا خدا واحد ہے اور ہم تو اسی کے فرمانبردار ہین ایک جماعت تہی کہ جو گزر گئی وہ جو کچھ کر گئی تو اپنے لیے اور تمنے جو کچھہ کیا تو اپنے لیے اور تم سے کچھہ پرسش نہوگی انکی عملکی

ترکیب

ام منقطعہ ای بل اکنتم علی جہتہ التوبیخ۔ شہدا خبر کان اذ ظرف شہدا۔ حضر فعل یعقوب مفعول الموت فاعل وقری بالعکس اذ بدل ہے اذ سابق سے قال فعل ضمیر ہو راجع یعقوب کی طرف فاعل لبنیہ متعلق قال سے ما بمعنی من استفہامیہ مفعول تعبدون قالوا کا فاعل ہین الہک واله آبائک مفعول۔ ابراہیم الخ بدل آبار سے الہا واحدا صفت وموصوف بدل ہے الٰہ اول سے اور ممکن ہے کہ حال موطّیہ ہو کقولک رایت زیدا رجلا صالحا یہ سب جملہ جواب ہوا اذ قال لبنیہ کا یہ اذ اپنے جواب سے ملکر بدل ہوا اذ اول کا اور پھر تمام جملہ استفہام توبیخی ہوا ونحن لہ مسلمون جملہ یا حال ہے فاعل نعبد سے یا معطوف ہے نعبد پر تلک مبتدا امۃ موصوف قد خلت صفت لہا ما کسبت صفت ثانیہ مجموعہ خبر ولا تسئلون الخ جملہ مستانفہ +

تفسیر

پہلی آیت مین ذکر تھا کہ حضرت ابراہیم اور یعقوب نے اس ملت پر قائم رہنے کی وصیت کی تہی اسپر یہود نے یہ کہا کہ ہرگز یعقوب نے یہ وصیت نکی تہی بلکہ یہودیت پر قائم رہنے کی وصیت کی تھی اسپر خدا تعالی اونسے بطور توبیخ کے پوچھتا ہے کہ تم جو یہہ جہوٹا دعوی کرتے ہو کیا وصیت کے وقت کہ موت کا قریب زمانہ ہوتا ہے تم حاضر تھے جبکہ یعقوب نے مصر مین جاکر لوگون کو بت اور ستارے اور بیل اور بلی وغیرہ اشیاء کو پوجتے دیکہا اور اسبات کا خوف پیدا ہوا کہ مبادا میرے بعد یہ بہی کہین انکی صحبت مین بت پرست ہوجائین تو سب اولاد کو بلاکر پوچھا کہ تم میرے بعد کسکی عبادت کروگے انہون نے کہا آپ کے خدا کی جو کہ آپ کے باپ دادا ابراہیم و اسمعیل و اسحاق کا خدا واحد ہے اور ہم تو ہمیشہ اسیکے فرمانبردار رہین ہین اور اب بہی ہین۔ اور یہ ظاہر ہے کہ تم اسوقت موجود نہ تھے پھر کسلیئے انکار کرتے ہو؟ اور اسبات پر ناحق مغرور ہو کہ وہ ہم اُن بزرگون کی اولاد ہین خواہ مخواہ جنت مین جاوینگے اور علاوہ اسکے ہم پورے پورے اُنکے متبع ہین ورہمارے اعمال انہین کے موافق ہین اب کچھہ بازپرس ہوگی تو ہم اونکے اعمال کو پیش کردینگے،، اسپر خدا تعالی فرماتا ہے تمکو اُنسے کیا علاقہ ہے وہ پاک باز لوگ تھے سو گزر گئے اُنکے اعمال سے اُنکو نفع ہوگا اور تم کچھہ بدلہ پاؤگے تو خاص اپنے اعمال کا اور نہ تمسے کوئی قیامت کے روز اُنکے اعمال پوچھیگا +

فوائد

۱ — استدلال پر بعض ناسمجھ ایک سوال کیا کرتے ہیں وہ یہہ کہ جب حضرت یعقوب علیہ السلام کا وقت موت آیا تو اسوقت وہ ملک کنعان مین تھے کیونکہ مرنے سے پیشتر اُن کو حکم ہوا تھا کہ تو اس ناپاک جگہ سے چل دے اور تیری وفات کا وقت قریب آگیا ہے تو اپنے باپ دادون کے ملک مین جا اور اُن مین جا کر ملجا چنانچہ وہ تمام اولاد سے رخصت ہوکر ملک کنعان مین آئے اور وہین جان بحق ہوگئے پس وہان اولاد کہان تھی کہ جو اُن سے وصیت کرتے وہ تو ملک مصر مین تھے اِسکا جواب بہت آسان ہے وہ یہہ کہ جب فرشتہ نے مصر مین اُن سے پیام دیا تھا جب سے ہی موت کے حاضر ہونے کا زمانہ سمجھا گیا سو اسوقت اُنکی تمام اولاد موجود تھی اونسے وصیت کی اور ممکن ہے کہ کچھہ لوگ اونکے ساتھہ بھی آئے ہون ❊

۲ — جب حضرت یعقوب علیہ السلام اُنسے پوچھا کہ میرے بعد کس کی عبادت کروگے تو اُن کو مناسب تھا کہ یون کہتے اللہ کی یا جس نے آسمان و زمین پیدا کیا ہے پھر کیون کہا کہ تیرے خدا اور تیرے بزرگون ابراہیم و اسمٰعیل و اسحاق کی خدا کی عبادت کرین گے اسمین کیا نکتہ ہے اس مین یہ نکتہ ہے (۱) یہ کہ وہان کے لوگ عناصر اور ستارون کو خالق جانتے اور اُن کو اللہ کہتے تھے پس اگر یہ بھی الہٰ یا آسمان و زمین کا پیدا کرنیوالا کہتے تو صاف معلوم نہوتا کہ اُنکی اس سے کون شخص مراد ہے جب کہا تیرا اور تیرے باپ دادون کا خدا تو وہ احتمال جاتا رہا ❊

(۲) اس سے دینی بزرگون کی پیروی اور اُنکی تقلید کی طرف اشارہ ہے کہ ہم بے چون و چرا اُن بزرگون کے طریقہ پر چلین گے۔ بلاشک از خود ٹکرین مارنے سے کسی کامل اور رسیدہ کا دامن پکڑ لینا اور اِسکی تقلید کرنا باعث امن ہے۔ اسی طرح جزئیات مسائل مین آئمہ مجتہدین کی پیروی اور تقلید کرنا از خود شتر بے مہار ہونے سے بہتر ہے پس تقلید مشرکین و جاہلین پر (کہ جس کی مذمت قرآن و حدیث مین ہے) اس تقلید کو محمول کرنا سخت بے انصافی ہے۔

۳ — حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو حضرت یعقوب علیہ السلام کے باپ نہ تھے مگر چونکہ حقیقی چچا تھے اور اوسکو عرف مین باپ کہتے ہین اسلئے آبا مین اِن کا ذکر کیا یا یون کہو کہ آبا کے معنی حقیقی مراد نہین بلکہ بزرگ سو اس مین حضرت اسمٰعیل بدرجہ اولے ہین ❊

ثبوت تقلید

وَقَالُوا كُونُوا هُودًا أَوْ نَصَارَىٰ تَهْتَدُوا قُلْ بَلْ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ قُولُوا آمَنَّا بِاللَّهِ وَمَا أُنزِلَ إِلَيْنَا

اور کہتے ہین (یہود و نصاریٰ) یہودی یا نصاری ہو جاؤ تو راہ پاؤ گے۔ تو کہہ سے نہین بلکہ پابند ہون ہم ملت ابراہیم کا خالص اور وہ مشرکون مین نہ تھا۔ کہو ہم ایمان لائے اللہ پر اور جو نازل ہوا ہم پر

وَمَا أُنزِلَ إِلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَالْأَسْبَاطِ وَمَا أُوتِيَ مُوسَىٰ وَعِيسَىٰ وَمَا أُوتِيَ النَّبِيُّونَ مِن رَّبِّهِمْ

اور جو نازل ہوا ابراہیم و اسماعیل و اسحاق و یعقوب اور اسکی اولاد پر اور اسپر کہ جو موسیٰ اور عیسیٰ اور سب نبیون کو انکے رب کی طرف سے ملا

لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِّنْهُمْ وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ

ہم فرق نہین کرتے کسی مین بہی اُنمین سے اور ہم اُسی کے فرمانبردار ہین

ترکیب

قالوا فعل ضمیر ہم راجع یہود و نصاریٰ کی طرف فاعل کونوا فعل انتم فاعل ہودا او نصاریٰ خبر جملہ مفعول قالوا ہے قالت الیہود کونوا ہودا و قالت النصاریٰ کونوا نصاریٰ تہتدوا جواب امر۔ ملۃ منصوب ہے بتقدیر نتبع حنیفاً حال ہے ابراہیم سے اور ممکن ہے کہ فاعل نتبع سے ہو۔ وماکان من المشرکین جملہ مستانفہ قولوا فعل با فاعل آمنا باللہ الخ جملہ مفعول و ما انزل معطوف ہے اللہ پر وقس علیہ۔ اَحد چونکہ حیز نفی مین ہے تو جمع کے معنی دیتا ہے اس لیے لفظ بین کی اضافت احد کی طرف درست ہوئی اور بعض کہتے ہین احد بمعنی فریق ہے اور بین ہمیشہ غیر واحد کی طرف مضاف ہوتا ہے ؛

تفسیر

یہودی کہتے تھے قدیم مذہب ہمارا ہے بے اسکے ہدایت ممکن نہین اسی طرح عیسائی اپنے مذہب کی فوقیت جتلاتے تھے اسکے جواب مین خدا فرماتا ہے اگر بزرگون کی تقلید اور مسلم لوگون کی پیروی پر مدار ہدایت جانتے ہو تو ابراہیم قابل اتباع ہے پہر دیکہو وہ تثلیث و کفارہ و الوہیت مسیح وغیرہ اصول مذہب تنصر سے بالکل پاک تہے وہ ہرگز مشرک نہ تہے کہ جو ان باتون کو روا رکہتے اس بزرگ کا طریقہ اسلام تہا اسلمت لرب العالمین انکا شیوہ تہا اور اگر اس سے قطع نظر کرکے صحیح اور نیک رستہ ہدایت کا تلاش کرتے ہو تو وہ یہ ہے کہ انسان بلا تفریق سب بزرگان خدا یعنی انبیاء پر اور خدا پر ایمان لاوے سو یہ بات عین اسلام ہے نہ عین مذہب یہودیت و تنصر پہر کس طرح سے اسکو چہوڑکر مذہب یہودیت یا تنصر سے نجات اور ہدایت حاصل ہو سکتی ہے ؛

متعلقات

حنیفاً حنیف بمعنی مستقیم اور جس طرح تفاؤلاً اندہے کو بصیر اور سانپ و بچہو کے ڈسے کو سلیم کہتے ہین اسیطرح لنگڑے کو حنیف کہتے ہین پس جو خدا کی فرمانبرداری مین مستقیم ہو اور اِدہر اُدہر نہ بہٹکے وہ حنیف ہے۔ بعض کہتے ہین حنیف لغت مین میلان کرنیوالے کو کہتے ہین اور چونکہ حضرت ابراہیم نے جمیع ادیان سے خدا کی طرف میلان کیا تہا اس لیے انکا لقب حنیف ہوا

اور اسی لئے ہر جد کا یہ لقب ہے ۔ (تفسیر کبیر) ۔
الاسباط سبط کی جمع ہے لغت مین سبط شاخدار درخت کو کہتے ہین اس مناسبت سے اسکا اطلاق خاندان اور قبیلہ پر ہوا ۔ (سبط پوتے اور اسکی اولاد کو کہتے ہین اور چونکہ امام حسنؓ و حسینؓ قبیلہ سادات حسنی و حسینی کا منشا ہین اسلئے انکو سبط رسول اللہ کہتے ہین ۔ کبیر) پس جس طرح عرب مین لفظ قبیلہ استعمال ہوا اسی طرح بنی اسرائیل کے بارہ قبیلون کو اسباط کہنے لگے ۔ حضرت یعقوب کے بارہ بیٹے تھے انکی اولاد انکے نام مشہور ہوئی مگر یوسف کی جگہ انکے دونون بیٹے قائم ہوئے پس ہر ایک جماعت کو سبط کہتے تھے ۔ سبط فلان سبط فلان ۔ اس جگہہ مراد وہ انبیاء ہین کہ جو ان بارہ قبیلون مین گزرے ہین جیسا کہ عزیر اور شعیا اور یرمیا اور حموئیل علیہم السلام ۔ **واضح** ہو کہ ہر دین مین تین باتین ہوتی ہین ۔ **اوّل** اصول عقائد جیسا کہ خدا تعالے کو وحدہ لاشریک جاننا اور اسکی تمام صفات کمالیہ پر ایمان لانا اسکے انبیاء کو برحق سمجھنا قیامت کا اعتقاد کرنا وغیرہ ۔ **دوم** قواعد کلیہ شریعت کہ جنکی طرف جزئیات احکام اور فروع مسائل رجوع کرتے ہین اور ہر حکم مین ان کلیات کا ضرور لحاظ ہوتا ہے گویا کہ وہ کلیات مقصود اصلی ہوتی ہین اور یہ فرعیات اُسکے **محافظ** دیکھو نماز اور زکوۃ ایک حکم اصلی ہے کیونکہ یہ بدنی اور مالی عبادت ہے مگر نماز کی صورت کہ پہلے وضو کرے اس طرح سے اور اتنی رکعت پڑھے اور انمین یہ اذکار ہون یہ سب باتین اُس حکم اصلی کی محافظ ہین اس پر اور سب باتون کو قیاس کر لیجئے ۔ اگرچہ شارع کا حکم دونون کے بجالانے کا برابر ہے مگر اصل شریعت انہین قواعد مرعیہ کا نام ہے ۔ اور انکے محافظات کے تغیر کا بھی نبی کے سوا اور کسی کو اختیار نہین ۔ **سوم** یہ احکام جزئیہ کہ جنکو محافظ شریعت کہتے ہین ۔ اوّل قسم مین تمام انبیاء علیہم السلام اور کل خدا کے برگزیدہ متفق ہوتے ہین بلکہ جسقدر مذاہب دنیا مین پائے جاتے ہین اگر انکے بانی انبیاء تھے تو لوگون کی افراط و تفریط سے اُس دین کی شکل بالکل بگڑ گئی ہو مگر جب اس افراط اور تفریط کی تہ و سے کو کھود کر دیکھو گے تو بلاشک اُسکے نیچے وہ جواہرات دبے ہوئے ملین گے یہ احکام نہ کبھی منسوخ ہوتے ہین نہ زمانہ کی رفتار سے بدلتے ہین ۔ ان مین ایک پچھلا نبی پہلے انبیاء کا تابع کہا جاویگا اسی لیے نبی صلعم کو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ ۔ کہ اگلے انبیاء کی ہدایت کا اقتدا کر ۔ اور اسی لئے فرمایا قولوا آمنا باللہ وما انزل الینا وما انزل الی ابراہیم و اسمٰعیل و اسحٰق و یعقوب والاسباط الخ تمام برگزیدون کا ماننا دین اسلام مین فرض ہے سو یہ اسکی صداقت کی دلیل ہے ۔ قسم دوم کو ملت کہتے ہین ان مین بھی تفاوت اور اختلاف بہت کم ہوتا ہے مگر بعض امور کسی قوم اور کسی زمانہ کے لائق نہین ہوتے ہین لہٰذا انمین تغیر و تبدل ہوتا ہے مثلاً جو کہ شریعت موسوی مین فرض تھا اُس لئے کہ یہود کی است عداد مین قصور تھا وہ امورات الٰہی ظاہر تھے اسرار باطنیہ سے بہرہ بالخصوص محبت

نْ آمَنُوا بِمِثْلِ مَا آمَنتُم بِهِ فَقَدِ اهْتَدَوا وَّإِن تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا هُمْ فِي شِقَاقٍ فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللَّهُ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ صِبْغَةَ اللَّهِ

پھر وہ (اہل کتاب) ایمان لائے تمہاری طرح تو راہ پرآئے اور اگر وہ پھر جاوین تو وہ ضد ہی مین ہین پھر کفایت کرتا ہے تجھکو اُنسے خدا اور وہ سنتا جانتا ہے۔ اللہ کا رنگ دیکر

وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللَّهِ صِبْغَةً وَنَحْنُ لَهُ عَابِدُونَ ۝

اور کس کا رنگ بہتر ہے اللہ سے اور (کہہ) ہم تو اُسی کی عبادت کرتے ہین

ا سکے رستہ سے ناواقف تھے سوا خوف اور طمع کے اور کچھہ نہ جانتے تھے پس اُنکے لئے اسی قسم کے احکام صادر ہوئے پھر جب
کمال پیدا ہوئے کہ جو ظاہر و باطن مین منور تھے اور اُنکے قلوب مین محبت اور وجد و شوق کی استعداد تھی تو پھر
ہی احکام کہ جو حضرت ابراہیم کے عہد مین تھے قائم ہوئے منجملہ انکے حج ہے چونکہ ان امور مین حضرت ابراہیم اور جناب
ختم النبیین علیہ السلام نہایت متشابہ ہین تو اسلئے حضرت کو حکم ہوا ملۃ ابراہیم حنیفا کہ ملت ابراہیم کا اتباع کر ؛
م سوم ہر زمانہ مین یکسان نہین رہتی انکو ہمیشہ قائم رکھنا حکیم مطلق کی شان سے نہایت بعید ہے اس قسم کو شریعت
ہتے ہین موسیٰ کے بعد جسقدر انبیا بنی اسرائیل تھے شریعت موسیٰ کے تابع تھے مگر جناب خاتم النبیین اس امر
ن کسی پہلی شریعت کے متبع نہ تھے بلکہ آپکی شریعت اس جلوۂ کمال کے زمانہ مین مستقل تھی فاحفظ ہذا التحقیق ؛
سکے بعد بھی جو کوئی بے سمجھ پادری نسخ شریعت پر اعتراض کرے تو اسکی استعداد فہم کا قصور ہے۔

ترکیب

ان شرطیہ آمنوا فعل با فاعل بمثل مین ب زائد مثل صفت ہے مصدر محذوف کی ما مصدریہ ہے تقدیرہ ان امنوا ایمانا مثل
یمانکم۔ پس یہ جملہ شرط ہے اور یون بھی ہو سکتا ہے کہ لفظ مثل زائد ہو جیساکہ لیس کمثلہ شیٔ مین ک زائد ہے اور ما موصولہ
ہے جس سے مراد قرآن اور نبی ہے اور بہ کی ضمیر اُسکی طرف پھرتی ہے تقدیرہ ان آمنوا بما آمنتم بہ یعنی جس چیز پر تم ایمان
لائے ہو اگر اُسپر یہ لوگ لاوینگے تو راہ پاوینگے فقد اہتدو جملہ جواب شرط اور اسی طرح وان تولوا صبغۃ اللہ منصوب ہے فعل محذوف
سے ای الزموا صبغۃ اللہ ومن استفہام انکاری کے لئے مبتدا۔ احسن ممیز صبغۃ تمیز مجموعہ خبر ؛

تفسیر

یہود و نصاریٰ کے دعوے کا الزامی اور تحقیقی جواب دیکر خدا تعالیٰ یہ ثابت کرتا ہے کہ ہدایت اسلام مین ہے جیساکہ اوپر
کی آیت مین بیان ہوا بس اگر یہ لوگ بھی مسلمانون کی طرح ایمان لاوینگے تو ہدایت پاوینگے ورنہ ضدی ہین سوا اے نبی انکی ضد اور
دشمنی سے امر حق کے ظاہر کرنے مین کچھہ تردد نہ کیجئے خدا تجھکو انکے شر سے محفوظ رکھیگا وہ دانا بینا۔ چنانچہ خدا نے اپنے وعدہ کو پورا کیا

قُلْ أَتُحَاجُّونَنَا فِي اللَّهِ وَهُوَ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ وَلَنَا أَعْمَالُنَا وَلَكُمْ أَعْمَالُكُمْ وَنَحْنُ لَهُ مُخْلِصُونَ ۝ أَمْ تَقُولُونَ إِنَّ

کہدے اے نبی کیا تم ہم سے اللہ مین جھگڑا کرتے ہو حالانکہ وہ ہمارا بھی رب ہے اور تمہارا بھی اور ہمارے لئے ہمارے اعمال ہین اور تمہارے لئے تمہارے اعمال اور ہم اسکے مخلص ہین یا تم کہتے ہو

إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَالْأَسْبَاطَ كَانُوا هُودًا أَوْ نَصَارَىٰ قُلْ أَأَنْتُمْ أَعْلَمُ أَمِ اللَّهُ وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ كَتَمَ شَهَادَةً عِنْدَهُ

کہ ابراہیم اور اسمعیل اور اسحاق اور یعقوب اور اسباط یہودی یا نصرانی تھے کہدے کیا تم زیادہ جانتے ہو یا اللہ اور کون زیادہ ناانصاف ہے اس سے کہ جو چھپا دے گواہی کو جو اسکے پاس ہے

مِنَ اللَّهِ وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ۝ تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَا كَسَبْتُمْ وَلَا تُسْأَلُونَ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ

اللہ کیطرف سے اور اللہ بیخبر نہین ہے تمہارے کام سے وہ ایک امت تھی گذر گئی انکے لئے ہے جو کر گئے اور تمہارے لئے ہے جو کچھ تم نے کمایا اور تم سے انکے اعمال کی پرسش نہ ہوگی ۔

حضرت کو انکے شر سے محفوظ رکھا یہ پیشینگوئی صادق ہوئی) عیسائیون مین قدیم دستور ہے کہ جب کسیکو اپنے مذہب مین داخل کرتے ہین یا بچہ پیدا ہوتا ہے تو اسکو حوض مین غوطہ دیتے ہین بعض عیسائی جیسا کلیسا عرب اس پانی مین کچھ زردی وغیرہ رنگ کا بھی آمیز کرتے تھے اور بجائے غوطہ کے صرف رنگین کردینے ہی پر بس کرتے تھے اسکو اصطباغ یعنی بپتسمہ کہتے ہین اس ظاہری رنگ پر انکو بڑا اعتماد تھا اور اسکو نجات کی کنجی سمجھتے تھے اسکے حق مین خدا فرماتا ہے کہ اس ظاہری رنگ سے کیا دل رنگین ہوسکتا ہے کوئی کسی حوض مین ہزار غوطہ لگاتے اور سر سے پاؤن تک رنگ مین رنگا جائے مگر کیا فائدہ ہو رنگ تو خدا کا رنگ ہے یعنی کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ جو انسان کی روح اور دل کو رنگین کردیتا ہے خدا کے اس رنگ باطنی سے کونسا رنگ اچھا ہوسکتا ہے انسان اس رنگ مین رنگین ہوکر ہمیشہ اسکی عبادت مین مستغرق رہتا ہے ف یہودیون و عیسائیون کے دعوے کا براہین مسلمہ سے ابطال کرکے اسکے برخلاف دعوی کہ نجات و حقیقی ہدایت دین اسلام مین ہے نہایت پر اثر و عمدہ دلائل سے ثابت کردیا اور یہ بات جتلا دی کہ اسلام کے مقابلہ مین اصطباغ وغیرہ رسوم ظاہریہ کچھ فائدہ مند نہین ہے ۔

ترکیب

قل فعل بافاعل الہمزہ استفہام انکاری تحاجوننا الخ جملہ استفہامیہ اسکا مقولہ۔ ام معادلۃ للہمزۃ فی قولہ تعالی اتحاجوننا یعنی ان دونون باتون مین سے کونسی کرتے ہو۔ تم ہم سے خدا مین جھگڑا کرتے ہو کہ وہ خاص ہمارا ہی خدا ہے بغیر یہودی یا نصرانی ہوئے نجات ممکن نہین اسپر کوئی دلیل اور برہان رکھتے ہو یا محض تقلید اور افترا سے کام لیتے ہو کہ یہ کہو کہ ابراہیم و اسمعیل و اسحق یہودی یا نصرانی تھے اور ہم انکے پیرو ہین مقصود یہ ہے کہ یہ دونون باتین غلط ہین ام اللہ مبتدا والخبر محذوف ای ام اللہ اعلم ام متصلہ ہے لے ایکم اعلم استفہام انکاری ہے شہادۃ موصوف عندہ ثابت کے متعلق ہوکر صفت اول من اللہ کائنۃ کے متعلق ہوکر صفت ثانی ہوئی ای لا احد اظلم ممن فعل کذا

تفسیر

یعنی یہود جو کہتے ہین کہ ہدایت کا مدار یہودیت پر ہے اور عیسائی کہتے ہین مدار ہدایت مذہب عیسوی پر ہے اور کبھی

کہتے ہین کہ جنت مین یہودی ہی جاوینگے نصرانی کہتے ہین ہین اُس کے مستحق ہین تو اے نبی ان سے یہ کہہ کہ کیا تمہارے
خدا ہی کے بس مین تم ہم سے جھگڑا کرتے ہو اور اُس سے اپنی جدا گانہ خصوصیت جتلاتے ہو حالانکہ وہ ہمارا اور تمہارا سب کا
رب ہی اور ہر شخص اپنے اعمال کی جزا و سزا پاتا ہی باوجود اس کے تم اُس سے ناز و تکبر سے پیش آتے ہو اور ہم
سراسر عجز و نیاز اور اُس سے دلی اخلاص رکھتے ہین پھر کیا وجہ کہ تمہارے خانہ ساز ڈھکوسلون پر کہ جنکو نہ عقل سلیم
تسلیم کرتی ہی نہ نقل م نجات اور ہدایت کا انحصار ہو اگر وہ اپنے دعوی کی دلیل سے عاجز ہو کر یہ کہین کہ اسلیئے یہودیت
یا عیسائیت پر مدار نجات ہی کہ ابراہیم و اسمٰعیل و اسحٰق و اسباط و بزرگان دین یہودی یا عیسائی تھے تو یہ بھی غلط
ہی صدہا ہزارہا سال کی بات وہ جانتے ہین یا خدا خوب جانتا ہی حالانکہ وہی خوب جانتا ہی نہین بلکہ یہ لوگ خود
بھی واقف ہین کہ ان بزرگون سے صدہا بلکہ ہزارہا سال بعد یہ مذہب قرار پائے ہین بھلا ان بزرگون کے عہد مین
سبت وغیرہ رسوم اور عقیدۂ تجسم و تشکل الٰہی کا جو مذہب یہود مین ہی کہان تھا اسی طرح اُلوہیت مسیح اور تثلیث
اور کفارہ اور عشاء ربانی اور بپتسمہ کو جو کہ مذہب عیسوی کے اُصول ہین کون جانتا تھا اور ان بزرگون مین
سے کس کا عقیدہ ایسا تھا پھر اسپر لطف یہ ہی کہ یہ لوگ اس بات کا بھی یقین رکھتے ہین اور اُن کی کتابون
اور روایتون مین بھی ہی کہ ان بزرگوارون نے نجات حاصل کی تھی اور وہ راہ ہدایت پر تھے پھر کس طرح
سے اس شہادت کو چھپا کر کہتے ہین کہ مدار نجات اور انحصار ہدایت یہودیت یا نصرانیت پر ہی اسپر اس شہادت کو چھپاو
اُس سے کون زیادہ ظالم ہی۔ خدا تعالے اُن کے تعصب و عناد اور شر و فساد سے بے خبر نہین اُن کو سزا دے گا
ان بزرگون کا نام یہ لوگ عبث لیتے ہین وہ اچھے لوگ تھے گزر گئے اُن کیلیئے اُن کے اعمال ہین ان کے لیئے ان کے اعمال

صحت نامہ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲	۸	العالمُ	العالم
۴	۱	دشمن اور	دشمن خوش اور
۴	۱۰	جلال	جلال
۴	۱۶	ہی سیکھا	ہی سے سیکھا
۸	۲۱	اِقرأ	آقرأ
۱۶	۶	ٹھکانا	ٹھکانا
۱۸	۱۹	بچہن	بچپن
۳۰	۲۲	جنگلے	جنگلے
۳۱	۱۹	بلا دیا	ملا دیا
۳۵	۱۴	تبرگا	تبرکا
۳۷	۱۲و۱۳	اور ہین	ہین اور
۴۵	۵	حمال	جمال
۴۹	۱۷	اکور	اور
۵۳	۱۳	بڑا	بُرا
۵۸	۶	مسح	مسیح
۶۱	۳۱	(نیچریہ)	(نیچریہ)
۶۴	۱۰	اہڈنا	اہدنا
۶۶	۲۳	اھر	اور
۶۷	۲۶	روایت ہے	روایت کیا ہے
۶۷	۲۷	مانگی	نمانگی
۶۹	۴	لے	کے
۷۰	۱۵	یاکوئی	یاکوئی اور
۷۰	۱۶	سے کہ	سے آیا کہ
۷۰	۳۰	زارح سے	زارح
۷۰	۲۸	پہیہ اور جزا کے دن کا مالک ہے	
۷۲	۲	کو راستی	راستی
۷۴	۱۲	چھٹے مصنف کا	چھٹے کا مصنف
۷۸	۲۱	فوا	افوا
۷۸	۲۴	سکے	اُنکے
۷۹	۲۰	االندر	اندر
۹۸	۱	کہا	کہاں
۱۰۴	۲۱	اندارکا	اندارک
۱۰۷	۲۳ شاید	برتن سے	سے برتن
۱۱۳	۲۳	سوفسطانیہ	سوفسطائیہ
۱۱۵	۴	گرم	سرگرم
۱۲۵	۱۷	ہین	ہین
۱۳۴	۱۴	جنگل	جنگلی
۱۳۸	۲۲	سے	کو

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۴۳	۲۲	پاپا	ماپا
۱۵۱	۱۳	اجمال	اجمالی
۱۵۲	۲	بامکنہ	بالکنہ
۱۵۳	۹	زائدہ	یازائدہ
۱۵۳	۱۲	جمال	اجمال
۱۵۳	۱۶	لایثاق	الایثاق
۱۶۹	۱۹	ترتیج	ترشنا
۱۶۷	۱۹	لکملکہ	للملکہ
۱۸۸	۲	حضرات	حضرت
۱۸۸	۳	کرگیا	کرگیا
۱۹۱	۶	ستفہام	استفہام
۲۰۱	۱۵	تمکو	ہمکو
۲۰۲	۱	کردیگا	کرونگا
۲۰۷	۲۳	اُنشی	اُنثی
۲۱۱	۳۰	قریب	قریب تھا
۲۱۲	۱۹	متشابہ	مستقر
۲۲۰	۷	سرانا	کرنا
۲۲۱	۹	لون	لوگون
۲۳۶	۹	اخلقناہم	اخلفناہم
۲۳۶	۱۳	احسنانا	احسانا
۲۳۹	۱۲	خلاف	غلاف
۲۴۱	۲۸	″	″
۲۴۵	۱۲	محاوُورہ	محاورہ
۲۴۵	۱۸	استشترا اد	استشتراہ
۲۴۸	۱۵	دیگر	دیگر
۲۴۸	۱۹	وغیرہ ذلک	وغیر ذلک
۲۵۲	۱	اسکی	اسکی کہ
۲۵۶	۱۴	بتدریخ	بتدریج
۲۵۷	۶	واجب لوجود	واجب الوجود
۲۶۳	۴	پاک رکھیں	
۲۶۳	۲۱	جیب	حسب
۲۶۳	۲۱	″	″
۲۶۷	۱۲	مطاف	مطاف
۲۸۴	۸	ہوا	ہوا
۲۸۷	۲	تمہارے لئے اعمال	تمہارے اعمال
۲۸۷	۶	ہوگے	نہوگے

اشتہار

آج دنیا مین خدا تعالی کی بہیجی ہوئی کتاب جو بلا تحریف و تبدیل میسر آئے بجز قرآن مجید کے اور کونسی کتاب ہے ؟ پہر اس بات کا ظاہر کرنا کہ خدا تعالی نے
اپنی کتاب مقدس مین اپنے بندون کے لیے کیا کچھہ برکتین رکہی ہین اور انکی سعادت دنیا و آخرت کی اسمین کیسی رہنمائی ہے ؟ آفتاب کو چراغ دکہانا ہے۔
سعادت دنیا سے بڑہکر سعادت آخرت ہے جہان ہمیشہ رہنا اور وہان سے پہر کر نہین آنا ہے اور اسکے لیے بجز کتاب الٰہی کے اور کون رہنمائی کر سکتا ہے اور مدار
رہنمائی اسکے سمجہنے پر ہے۔ ہندوستان کے کروڑون مسلمان بغیر اُردو زبان مین ایسی تفسیر ہوئی (کہ جسمین ترجمہ با محاورہ حال کے بعد ترکیب نحوی اور باہم
ربط آیات اور سبب شان نزول بروایات صحیحہ ہو اور امور تاریخیہ مین تحقیق ہو رہا نہ اور امکنہ اور بلاد کا جغرافیہ و نقشہ ہو اور آیات احکام مین تصریح اور ائمہ دین کے
اقوال اور مخالفین قرآن کے جواب اور دہریون اور پادریون اور دیگر بگڑون کے الزامات بیجا کا کامل دفعیہ ہو) سمجہہ نہین سکتے اسلیے خدا تعالی نے اس خیر
عہد مین اپنے بندے مولانا مولوی ابو محمد عبد الحق صاحب سے یہ کام لیا جو خاص اسی کام کیلیے پیدا کیے گئے تھے۔ بحمد اللہ اہل اسلام کی قدر دانی سے اس کتاب
مقدس کی چار جلدین طبع ہو گئین بلکہ دوبارہ طبع کی بہی نوبت آئی جو اسکی قبولیت کی ایک ادنی نشانی ہے ہندوستان کے بڑے بڑے علماء کرام نے اس
تفسیر کو عزت کی نگاہون سے دیکہا اور مصنف کا نہایت درجہ شکریہ ادا کیا اسلیے تمام ہونیسے پیشتر اس کتاب کی شرقاً غرباً شہرت ہو گئی ہندوستان سے نکلکر
حرمین شریفین اور دیگر بلاد اسلامیہ مین اُردو دان مسلمانون نے اسکو بڑی قدر و قیمت سے منگا کر بہرہ اُٹھایا۔ دراصل یہ جناب سرور کائنات علیہ الصلوۃ والسلام
کی اس عنایت کا ظہور ہے جو رویا مین مصنف کو دکہائی گئی اسلیے بعض مخفی کرستانون نے رشک مین آکر مفسر اور تفسیر پر بہت کچھہ اتہام لگائے مگر الٹا اثر اسی کا
پڑا کہ اسکا پردہ کہل گیا۔ ہر زمانہ مین ایسی مشعل غیبی کے معاند بہی ہوتے آئے ہین۔
اسکی جلد اول ۱۲؎ کو دوم للعہ سوم للعہ چہارم للعہ کو بذریعہ ویلوپی ایبل یا نقد قیمت بہیجنے سے مطبع حامی اسلام دہلی محلہ بلیماران سے ملسکتی ہے پانچوین جلد
زیر طبع ہے۔ اب مصنف کی آنکہین قوم کے الوالعزمون کیطرف لگی ہوئی ہین کہ وہ اپنی ہمت طبع کتاب مین فرماوین نہ صرف مصنف بلکہ قوم کو ممنون بنائین ایسے کام مین
رؤسا کی سرپرستی ازبس ضرور ہے کیونکہ ایسی کتاب کا تصنیف کرنا علاوہ بیشمار ذخیرہ کتب ہر مذہب کے اطمینان و فراغت بہی چاہتا ہے۔

المشتہر

مولانا مولوی ابو محمد عبد الحق صاحب دہلی کوچہ ایمان

۲۴ شوال ۱۳۱۸ہجری